

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

فتاوى قاسميه

منتخب فتاوى

حضرت مولانا مفتي شبير احمد القاسمي

خادم الافتاء و الحديث جامعه قاسميه
مدرسه شاهي مرادآباد، الهند

(جلد ۱۱)

المجلد الحادي العشر

بقية الزكوة، كتاب الصدقات، الصوم
بتمام ابوابها الى صدقة الفطر

۲۸۷۳ ————— ۲۲۰۵

ناشر

مكتبه اشرفيه، ديوبند، الهند

01336-223082

فتاویٰ قاسمیہ

صاحب فتاویٰ
حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بجق صاحب فتاویٰ شبیر احمد القاسمی 094 125 52294

بجق مالک مکتبہ اشرفیہ دیوبند 09358001571

08810383186 01336-223082

پہلا ایڈیشن محرم الحرام ۱۴۳۷ھ

ناشر

مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، ضلع سہارنپور، الہند

01336-223082

ASHRAFI BOOK DEPOT

DEOBAND, SAHARANPUR, INDIA

Phone: 01336-223082

Mob. : 09358001571-08810383186

مكمل اجمالى فهرست ايك نظر مين

رقم المسأله	عنوانات
المجلد الأول	١ ١٧٢ مقدمة التحقيق، الإيمان والعقائد إلى باب ما يتعلق بالارواح.
المجلد الثاني	١٧٣ ٥٥٧ بقية الإيمان والعقائد من باب الحشر، إلى باب ما يتعلق بأهل الكتاب، التاريخ والسير، البدعات والرسوم.
المجلد الثالث	٥٥٨ ١٠٠٥ بقية البدعات والرسوم من باب رسومات جنائز إلى رسومات نكاح، كتاب العلم إلى باب ما يتعلق بالكتابة.
المجلد الرابع	١٠٠٦ ١٤١٥ بقية كتاب العلم من كتابة القرآن إلى باب الوعظ والنصيحة، الدعوة والتبليغ، السلوك والاحسان، الأذعية والأذكار.
المجلد الخامس	١٤١٦ ١٩٣٥ الطهارة بتمام أبوابها، الصلوة من أوقات الصلوة إلى صفة الصلوة.
المجلد السادس	١٩٣٦ ٢٤٥٧ الجماعة، المساجد، الإمامة.
المجلد السابع	٢٤٥٨ ٢٩٦٤ بقية الصلوة من تسوية الصفوف إلى سجود التلاوة.
المجلد الثامن	٢٩٦٥ ٣٤٢٣ بقية الصلوة من الذكر والدعاء بعد الصلوة، الوتر، ادراك الفريضة، السنن والتوافل، التراويح، صلوة المسافر.

المجلد التاسع	٣٤٢٤	٣٨٩٣	بقية الصلوة، صلوة المريض، الجمعة، العيدين، الجنائز إلي حمل الجنازة.
المجلد العاشر	٣٨٩٤	٤٤٠٤	بقية الجنائز من صلوة الجنائز إلي باب الشهيد، كتاب الزكوة.
المجلد الحادي عشر	٤٤٠٥	٤٨٧٣	بقية الزكوة، كتاب الصدقات، الصوم، بتمام أبوابها إلي صدقة الفطر.
المجلد الثاني عشر	٤٨٧٤	٥٣٤٨	كتاب الحج بتمام أبوابها، النكاح إلي باب نكاح المكره.
المجلد الثالث عشر	٥٣٤٩	٥٩٤٣	بقية النكاح إلي باب المهر.
المجلد الرابع عشر	٥٩٤٤	٦٤٦٢	الرضاع، الطلاق إلي باب الكناية.
المجلد الخامس عشر	٦٤٦٣	٦٩٠٢	بقية الطلاق، الرجعة، البائن، الطلاق بالكتابة، الطلاق الثلاث، الشهادة في الطلاق، الحلالة.
المجلد السادس عشر	٦٩٠٣	٧٤٠٢	بقية الطلاق، تعليق الطلاق، التفويض، الفسخ والتفريق، الظهار، الإيلاء، الخلع، الطلاق على المال، العدة، النفقة، ثبوت النسب، الحضانة.
المجلد السابع عشر	٧٤٠٣	٧٨٦٧	الأيمان والنذور، الحدود، الجهاد، السلقطة، الامارة والسياسة، القضاء، الوقف إلي باب المساجد.
المجلد الثامن عشر	٧٨٦٨	٨٤٠٨	بقية الوقف من الفصل الثالث، المسجد القديم إلي مصلى العيد، والمقبرة. (قبرستان)

المجلد التاسع عشر	٨٤٠٩	٨٨٥٦	بقية الوقف، باب المدارس، كتاب البيوع، البيع الصحيح، الفاسد، المرابحة، الصرف، السلم، الوفاء، الشفعة، المزارعة.
المجلد العشرون	٨٨٥٧	٩٣٥٠	الشركة، المضاربة، الربوا بتمام أنواعها.
المجلد الحادي والعشرون	٩٣٥١	٩٧٣٥	الديون، الوديعة، الأمانة، الضمان، الهبة، الإجارة.
المجلد الثاني والعشرون	٩٧٣٦	١٠٢٤٥	الغصب، الرهن، الصيد، الذبائح بتمام أنواعها، الأضحية بتمام أنواعها، العقيقة، الحقوق، بأكثر أبوابها إلي باب حقوق الأقارب.
المجلد الثالث والعشرون	١٠٢٤٦	١٠٧٠٥	بقية الحقوق، الرؤيا، الطب والرقي بتمام أنواعها، كتاب الحظر والإباحة إلي باب السابع، ما يتعلق باللحية.
المجلد الرابع والعشرون	١٠٧٠٦	١١٢٠٥	بقية الحظر والإباحة، باب الأكل والشرب، الانتفاع بالحيوانات، الخمر، الدخان، الهدايا، الموالاة مع الكفار، المال الحرام، الأدب، الهوى، استعمال الذهب والفضة، كسب الحلال، الغناء، التصاوير.
المجلد الخامس والعشرون	١١٢٠٦	١١٦٠٠	الوصية، الفرائض بتمام أبوابها.
المجلد السادس والعشرون	١	١١٦٠٠	فهارس المسائل





۱۱/ بقیة کتاب الزکوٰۃ

صفحہ نمبر	مسئلہ نمبر:	باب: مدارس میں زکوٰۃ صرف کرنے کا بیان
۳۱	۴۴۰۵	کس طرح کے مدارس کے لئے چندہ وصول کرنا جائز ہے؟.....
۳۳	۴۴۰۶	کیا مدرسے سے زکوٰۃ کا مصرف نہیں؟.....
۳۴	۴۴۰۷	مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا.....
۳۶	۴۴۰۸	کس طرح کے مدارس میں زکوٰۃ جائز ہے؟.....
۳۷	۴۴۰۹	مدرسوں کے لئے ضرورت سے زائد زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم؟.....
۳۷	۴۴۱۰	محض چند طالبات کو وظیفہ دینے کے لئے زکوٰۃ کی وصولیابی کا حکم
۳۹	۴۴۱۱	زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کی کن مدت میں صرف کر سکتے ہیں؟.....
۳۹	۴۴۱۲	مدرسہ کی زکوٰۃ کا مصرف اور تملیک کا طریقہ.....
۴۰	۴۴۱۳	چندہ کی رقم مدرسہ کی کن ضروریات میں خرچ کی جاسکتی ہے؟.....
۴۲	۴۴۱۴	زکوٰۃ کے دو اہم مصرف میں سے کسی کو دینا زیادہ افضل ہے؟.....
۴۳	۴۴۱۵	امداد نہ آنے والے مدرسہ میں زکوٰۃ صرف کرنا.....
۴۴	۴۴۱۶	مہتمم صاحب کا دوسرے مدرسہ کے طالب علم کو زکوٰۃ کی رقم دینا
۴۵	۴۴۱۷	دارالافتاء، دارالمطالعہ وغیرہ کے لئے زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں خریدنا
۴۶	۴۴۱۸	مقروض مدرس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے.....
۴۷	۴۴۱۹	امام صاحب کے لئے صدقات واجبہ کی رقم وصول کرنا.....

- ۴۸ ڈرائفٹ کا خرچہ مد زکوٰۃ سے ادا کرنا۔ ۴۴۲۰
- ۴۹ ذمہ دار حضرات زکوٰۃ مصرف میں نہ خرچ کریں تو گناہ کس پر ہے؟ ۴۴۲۱
- ۴۹ نامعلوم سفراء کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ۔ ۴۴۲۲
- ۵۰ مدرسہ کے آٹاپسائی کی اجرت زکوٰۃ کی رقم سے دینا۔ ۴۴۲۳
- ۵۱ زکوٰۃ کی رقم سے ماہانہ فیس ادا کرنا۔ ۴۴۲۴
- ۵۳ محفل قرأت کے اخراجات زکوٰۃ کی رقم سے پورے کرنا۔ ۴۴۲۵
- زکوٰۃ، صدقات اور چرم قربانی کی رقم سے انجمن اور مدرسہ کی ۴۴۲۶
- کتابیں خریدنا کیسا ہے؟ ۴۴۲۷
- زکوٰۃ کی رقم اور غلہ بلا تملیک مطبخ میں استعمال کرنا۔ ۴۴۲۸
- مدرسہ کے مطبخ کا قرض زکوٰۃ سے ادا کرنا۔ ۴۴۲۹
- زکوٰۃ کی رقم سے بلا تملیک قرض ادا کرنا۔ ۴۴۳۰
- زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ کا قرض ادا کرنا۔ ۴۴۳۱
- مستحق زکوٰۃ سفیر کو زکوٰۃ دینا۔ ۴۴۳۲
- کیا مالدار طلباء مصرف زکوٰۃ ہیں؟ ۴۴۳۳
- زکوٰۃ کی رقم طالب علم کے لئے حلال ہے۔ ۴۴۳۴
- مالدار طالب علم کو زکوٰۃ کی رقم دینا۔ ۴۴۳۵
- غنی طالب علم کے لئے زکوٰۃ لینا نیز مدرسہ کا کھانا کھانا۔ ۴۴۳۶
- مستطیع طلباء کے لئے مدرسہ سے کھانا۔ ۴۴۳۷
- مستطیع طالب علم کے لئے مدرسہ سے امداد لینا۔ ۴۴۳۸
- غنی طالب علم کا مدرسہ سے وظیفہ لینا۔ ۴۴۳۹

- ۶۸ غنی اور سید طالب علم پر زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا ۴۴۳۹
- ۶۹ زکوٰۃ کی رقم سے طلبہ کو بٹھا کر کھانا کھلانا ۴۴۴۰
- ۷۰ مالدار و مستحقین زکوٰۃ طلبہ کا ایک ساتھ کھانا پکانا ۴۴۴۱
- ۷۲ زکوٰۃ و صدقات کی رقم سے بنے ہوئے کھانے کو غیر امدادی طلبہ کا کھانا ۴۴۴۲
- ۷۳ مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم سے بننے والے کھانے کا اساتذہ یا مہمان کا استعمال کرنا ۴۴۴۳
- ۷۴ کیا طالب علم مدرسہ کے کھانے کو بیچ سکتا ہے؟ ۴۴۴۴
- ۷۸ مدارس میں مال زکوٰۃ کا استعمال کیسے ہو؟ (ایک تحقیقی جائزہ) ۴۴۴۵
- ۷۸ کس قسم کے مدارس کیلئے زکوٰۃ وصول کرنا جائز ہے؟ ۴۴۴۶
- ۷۹ ضرورت مند علماء کو زکوٰۃ دینا ۴۴۴۷
- ۸۰ مالدار طالب علم کے لئے زکوٰۃ ۴۴۴۸
- ۸۱ حیلہ ہتملیک کیسے ہو؟ ۴۴۴۹
- ۸۴ فقیر کا قرض لے کر مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کرنا ۴۴۵۰
- ۸۵ کیا عمارت کی تعمیر کے قرض کو مد زکوٰۃ سے ادا کیا جاسکتا ہے؟ ۴۴۵۱
- ۸۵ زکوٰۃ کے پیسے سے مطبخ کا قرض ادا کرنا ۴۴۵۲
- ۸۷ تملیک کی بہترین شکل ۴۴۵۳
- ۸۸ مد زکوٰۃ سے سفراء کی تنخواہ ۴۴۵۴
- ۸۹ کیا مہتمم امیر المؤمنین کے حکم میں ہو سکتا ہے؟ ۴۴۵۵
- ۹۰ مہتمم معظمین و طلبہ دونوں کا وکیل ۴۴۵۶
- ۹۲ خلاصہ ۴۴۵۷
- ۹۳ وکالت نامہ پر دستخط کافی کیوں نہیں ۴۴۵۸

۸/باب: حیلہ تملیک



۹۵ حیلہ تملیک	۴۴۴۵
۹۶ تملیک و حیلہ تملیک میں فرق	۴۴۴۶
۹۷ کیا حیلہ تملیک سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟	۴۴۴۷
۹۸ بغیر تملیک کے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے	۴۴۴۸
۱۰۰ کیا حیلہ تملیک من گھڑت ہے؟	۴۴۴۹
۱۰۰ تملیک کا صحیح طریقہ	۴۴۵۰
۱۰۱ دینی ضروریات کے لئے حیلہ تملیک	۴۴۵۱
۱۰۲ صدقات واجبہ کی چیز کھا کر اندازے سے تملیک کرنا	۴۴۵۲
۱۰۳ تملیک کے لئے پیسہ لیکر واپس نہ کرنے پر زبردستی کرنا	۴۴۵۳
۱۰۴ صاحب نصاب معذور سے یا کسی کو انعام دے کر تملیک کرانا	۴۴۵۴
۱۰۴ کیا بذریعہ چیک حیلہ تملیک کی شکل ہو سکتی ہے؟	۴۴۵۵
۱۰۷ فدیہ کی رقم کی تملیک کیسے ہو؟	۴۴۵۶
۱۰۹ عشر اور صدقہ کے تملیک کی صورت	۴۴۵۷
۱۱۰ حیلہ تملیک کی بہتر شکل کیا ہے؟	۴۴۵۸
۱۱۱ تملیک کی بہترین شکل	۴۴۵۹
۱۱۴ تملیک کی بہترین شکل	۴۴۶۰
۱۱۶ زکوٰۃ کی تملیک کی آسان شکل	۴۴۶۱
۱۱۷ تملیک کے لئے کیا فارم داخلہ کی وکالت کافی ہے؟	۴۴۶۲
۱۱۹ کیا فارم میں مد زکوٰۃ کے خانہ میں امداد لکھنا جائز ہے؟	۴۴۶۳

- ۲۴۶۴ تملیک میں فقیر نے آدھا روپیہ رکھ لیا تو اس کا ضمان ۱۲۱
- ۲۴۶۵ حیلہ تملیک کن مدارس میں کیا جاسکتا ہے؟ ۱۲۲
- ۲۴۶۶ زکوٰۃ کی رقم دینی ضروریات میں صرف کرنے کیلئے حیلہ تملیک کرنا ۱۲۳
- ۲۴۶۷ مقروض کے قرض کو زکوٰۃ میں بدلنے کا حیلہ ۱۲۴
- ۲۴۶۸ حیلہ تملیک کی ناجائز شکلیں ۱۲۵
- ۲۴۶۹ وجوب زکوٰۃ سے بچنے کیلئے حیلہ کرنا ۱۲۷
- ۲۴۷۰ تعمیر کیلئے حیلہ تملیک کرنا ۱۲۸
- ۹/باب: مد زکوٰۃ تنخواہ یا تعمیر میں صرف کرنے کا حکم
- ۲۴۷۱ حیلہ تملیک ۱۳۰
- ۲۴۷۲ حیلہ تملیک کی اجازت کہاں ہے؟ ۱۳۰
- ۲۴۷۳ مد زکوٰۃ سے طلبہ کی فیس ادا کرنا ۱۳۲
- ۲۴۷۴ زکوٰۃ کی رقم میں تنخواہوں کیلئے تملیک کرانا ۱۳۴
- ۲۴۷۵ صدقات واجبہ کی رقم سے مدرسین کو تنخواہ یا بچوں کو سپارہ دلانا ۱۳۵
- ۲۴۷۶ صدقات واجبہ کی رقم تنخواہوں یا دیگر ضروریات مدرسہ میں صرف کرنا ۱۳۷
- ۲۴۷۷ مد زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ دینا ۱۳۸
- ۲۴۷۸ زکوٰۃ کی رقم سے مدرسین یا امام کو تنخواہ دینا ۱۴۰
- ۲۴۷۹ مد زکوٰۃ سے سفراء کی تنخواہ ۱۴۱
- ۲۴۸۰ ٹیوشن پڑھانے والے کو زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ دینا ۱۴۲
- ۲۴۸۱ زکوٰۃ، فطرہ اور چرم قربانی کا پیسہ تنخواہ میں دینا ۱۴۴
- ۲۴۸۲ مد زکوٰۃ کی تملیک کے بعد مدرسین کے مشاہرات یا تعمیر میں صرف کرنا ۱۴۴

- ۴۴۸۳ زکوٰۃ کی رقم تنخواہ یا تعمیر میں صرف کرنے کی شرعی حیثیت..... ۱۴۵
- ۴۴۸۴ صدقات واجبہ کی رقم تنخواہوں اور تعمیرات میں صرف کرنا..... ۱۴۶
- ۴۴۸۵ مدارس کی تعمیر اور مدرس کی تنخواہ میں حیلہ تملیک سے مال زکوٰۃ دینا ۱۴۸
- ۴۴۸۶ زکوٰۃ کی رقم حیلہ کے بعد اساتذہ کی تنخواہ اور تعمیر میں لگانا..... ۱۵۰
- ۴۴۸۷ زکوٰۃ، صدقہ، چرم قربانی کی رقم تنخواہ و تعمیر میں لگانے کی ممانعت ۱۵۳
- ۴۴۸۸ مدرسہ کے مد زکوٰۃ کی رقم بطور قرض لے کر مسجد کی تعمیر میں لگالیا تو کیا کریں ۱۵۴
- ۴۴۸۹ زکوٰۃ، صدقات، فطرہ اور چرم قربانی کی رقم مسجد میں استعمال کرنا ۱۵۶
- ۴۴۹۰ زکوٰۃ کی رقم مسجد کی دکانوں میں لگانے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی ۱۵۷
- ۴۴۹۱ زکوٰۃ، فطرہ، صدقہ کی رقم سے مسافر خانہ تعمیر کرنا..... ۱۵۷
- ۴۴۹۲ مد زکوٰۃ سے فقراء کیلئے، مکانات، ہسپتال اور مدرسوں کی تعمیر..... ۱۵۸
- ۴۴۹۳ تملیک کے بعد مسجد و مدرسہ کی عمارت میں صرف کرنے والے کو ۱۵۹
- زکوٰۃ کی رقم دینا.....
- ۴۴۹۴ زکوٰۃ کی تملیک کرا کے عمارت میں لگانا..... ۱۶۰
- ۴۴۹۵ بلا حیلہ تملیک رقم زکوٰۃ تعمیر میں لگانا..... ۱۶۱
- ۴۴۹۶ کیا زکوٰۃ کی رقم تعمیر میں صرف کرنا جائز ہے؟..... ۱۶۲
- ۴۴۹۷ تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنے کا حکم..... ۱۶۳
- ۴۴۹۸ مدرسہ کی عمارت میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنے کا حکم..... ۱۶۴
- ۴۴۹۹ زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کی عمارت میں لگانا..... ۱۶۵
- ۴۵۰۰ بلا ضرورت تعمیر کیلئے تملیک جائز نہیں..... ۱۶۶
- ۴۵۰۱ اراضی مدرسہ کی خریداری اور تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم لگانا..... ۱۶۷

۱۶۸	زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کی تعمیر یا مدرسہ کی تنخواہ میں استعمال کرنا.....	۲۵۰۲
۱۶۹	زکوٰۃ کی رقم بعد تملیک مدرسہ میں صرف کرنا.....	۲۵۰۳
۱۷۰	تملیک کے بعد زکوٰۃ کی رقم تعمیر میں صرف کرنا.....	۲۵۰۴
۱۷۱	تملیک کے بعد زکوٰۃ کی رقم مسجد میں صرف کرنا.....	۲۵۰۵
۳۷۲	تملیک کے بعد زکوٰۃ کی رقم تعمیر میں لگانا جائز ہے.....	۲۵۰۶
۱۷۳	بغیر تملیک کے زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ بنانا اور اسکول کیلئے کرایہ دینا.....	۲۵۰۷
۱۷۴	زکوٰۃ فطرہ کی رقم مدرسہ کی عمارت میں صرف کرنا.....	۲۵۰۸
۱۷۵	زکوٰۃ وچرم قربانی کی رقم سے مدرسہ کی زمین خریدنا اور تعمیر کرنا.....	۲۵۰۹
۱۷۶	زکوٰۃ، صدقات یا چرم قربانی کا روپیہ تعمیر مدرسہ میں لگانا.....	۲۵۱۰

۱۰/ باب: سفراء کے احکام

۱۷۹	سفراء مدارس اور عالمین کے درمیان فرق ہے.....	۲۵۱۱
۱۸۲	کیا سفراء عالمین کے حکم میں ہیں؟.....	۲۵۱۲
۱۸۲	مہتمم معطین و طلبہ دونوں کا وکیل.....	۲۵۱۳
۱۸۵	مہتمم و سفراء طلبہ و معطین دونوں کے وکیل.....	۲۵۱۴
۱۸۵	چندہ کے لئے مدرسہ کی تصویر لینا.....	۲۵۱۵
۱۸۶	چندہ دہندگان کو اختیار ہے جس کو چاہیں دیں.....	۲۵۱۶
۱۸۸	کیا چندہ دہندگان کی آمدنی کی تحقیق لازم ہے؟.....	۲۵۱۷
۱۸۹	حلال و حرام کاروباری شخص سے چندہ لینا.....	۲۵۱۸
۱۹۱	خنزیر کے بالوں سے برش بنانے والوں کا چندہ لینا.....	۲۵۱۹
۱۹۲	برادری، بدعتی اور ریڈیو والے کا مدرسہ میں چندہ دینا کیسا ہے؟.....	۲۵۲۰

۱۹۴	سفر کی شرعی حیثیت	۲۵۲۱
۱۹۵	وصولی کے ایام کے اخراجات کی رقم تنخواہ سے وضع کرنا	۲۵۲۲
۱۹۶	کیا پورے دن وصولی کرنا لازم ہے؟	۲۵۲۳
۱۹۶	سفراء حضرات کا تحائف قبول کرنا	۲۵۲۴
۱۹۸	سفر کو زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے میں کلی اختیار دینا	۲۵۲۵
۱۹۸	سفر کا بوقت ضرورت مدرسہ کی رقم استعمال کرنا	۲۵۲۶
۲۰۰	سفر کا فضول خرچی کرنا جائز نہیں	۲۵۲۷
۲۰۰	کیا سفیر دوران سفر اعلیٰ کھانا کھا سکتا ہے؟	۲۵۲۸
۲۰۱	سفر اء کا زکوٰۃ کی رقم سفر و طعام میں خرچ کرنا	۲۵۲۹
۲۰۲	سفر کا سائیکل کی مرمت مدرسہ کی رقم سے کروانا	۲۵۳۰
۲۰۳	سفر کا دوران سفر رشتہ داروں کے یہاں کھانا کھا کر سفر خرچ میں لکھنا	۲۵۳۱
۲۰۳	کیا لفٹ ملنے والے سفیر کا کرایہ وصول کرنا جائز ہے؟	۲۵۳۲
۲۰۶	مدرسہ کا چندہ سفیر کے پاس امانت ہوتا ہے	۲۵۳۳
		محصلین کا واجب التملیک اور غیر واجب التملیک رقم کو	۲۵۳۴
۲۰۷	ایک ہی جیب میں رکھنا	۲۵۳۵
۲۰۸	سفر کا چندہ کی رقم ذاتی استعمال میں لانا	۲۵۳۶
۲۰۹	محصلین کا بطور قرض چندہ کی رقم لینا	۲۵۳۷
۲۱۰	چندہ کرنے والے مدارس کا اسی رقم سے سفر خرچ اور تنخواہ لینا	۲۵۳۸
۲۱۱	وکیل کا زکوٰۃ کی رقم اپنے خرچ میں لانا اور مدرسہ کا رجسٹر اپنے نام کرنا	۲۵۳۹
۲۱۳	وکیل کے پاس رقم آتے ہی موکل کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے	

۲۱۴	بلا تملیک چندہ کی رقم ذاتی استعمال میں لانا	۲۵۴۰
۲۱۵	مدرسہ کے فنڈ میں جمع کئے بغیر تنخواہ وصول کرنا	۲۵۴۱
۲۱۶	مکتب کے استاذ کا چندہ وصول کر کے اپنی تنخواہ لینا	۲۵۴۲
۲۱۷	مدرسین کا چندہ کی رقم بلا تملیک تنخواہ کے طور پر رکھنا	۲۵۴۳
۲۱۸	تملیک سے قبل مدرس سفیر کا اپنی تنخواہ وصول کرنا	۲۵۴۴
۲۱۹	بغیر تملیک کے مدرس کا زکوٰۃ کی رقم اپنی تنخواہ میں وضع کرنا	۲۵۴۵
۲۲۰	سفراء مدارس کا اپنی تنخواہ خود تملیک کر کے لینا	۲۵۴۶
۲۲۱	سفیر کا زکوٰۃ کی رقم میں تبدیلی کرنا	۲۵۴۷
۲۲۲	چندہ کی رقم ذاتی رقم سے مخلوط ہو جائے تو کس طرح علیحدہ کریں؟	۲۵۴۸
۲۲۳	موکل کا زکوٰۃ کی رقم ذاتی استعمال میں لا کر دوبارہ غریب کو دینا	۲۵۴۹
۲۲۴	وکیل کا زکوٰۃ کی رقم اپنی ضروریات میں خرچ کر کے	۲۵۵۰
۲۲۵	دوسرے روپیوں سے ادا کرنا	۲۵۵۱
۲۲۶	مدرسہ سے چور کے پیسہ چھین کر فرار ہونے کی صورت میں رمضان کا حکم	۲۵۵۲
۲۲۷	محصلین سے زکوٰۃ کی رقم چوری ہو جائے تو کیا حکم ہے؟	۲۵۵۳
۲۲۹	چندہ کی رقم کھو جائے تو رمضان کا حکم	۲۵۵۴
۲۳۰	سفیر سے زکوٰۃ کی رقم چوری ہو جائے تو کیا حکم ہے؟	۲۵۵۵
۲۳۱	چندہ کرتے وقت زکوٰۃ کی رقم چوری ہو جانے کا حکم	۲۵۵۶
۲۳۳	باہر جا کر قرآن سنانے والے مدرس کو رمضان کی تنخواہ نہ دینے کا فیصلہ	۲۵۵۷
۲۳۴	چندہ کرنے والے مدرس کو تنخواہ سے زائد رقم دینا	۲۵۵۸
۲۳۶	مدرس کو حسن کارکردگی پر انعام دینا	۲۵۵۹

۲۳۷	تنخواہ دارمحصلین کو فیصد کے حساب سے رقم دینا	۲۵۵۹
۲۳۸	مدرسین کو چندہ کا معاوضہ دینا	۲۵۶۰
۲۳۸	تنخواہ دار ملازم کو حسن کارکردگی کی بناء پر فیصدی انعام	۲۵۶۱
۲۴۰	حسن کارکردگی کے عوض فی صدی انعام	۲۵۶۲
۲۴۱	سفر اور ملازمین کو حسن کارکردگی پر فیصدی انعام	۲۵۶۳
۲۴۲	مدرسین کو رمضان المبارک میں چندہ کرنے پر انعام یا ڈبل تنخواہ دینا	۲۵۶۴
۲۴۳	چندہ کرنے والے مدرسین کو انعام دینا	۲۵۶۵
۲۴۴	چندہ وصول کنندہ کو تنخواہ سے زائد رقم دینا	۲۵۶۶
۲۴۵	مدرس سفیر کو ڈبل تنخواہ دینا	۲۵۶۷
۲۴۶	کمیشن پر چندہ کرنے سے متعلق چند سوالات	۲۵۶۸
۲۵۰	کمیشن پر چندہ	۲۵۶۹
۲۵۲	کمیشن لینے کے باوجود منکر کی امامت کا حکم	۲۵۷۰
۲۵۳	کمیشن پر چندہ کی دو صورتیں	۲۵۷۱
۲۵۵	تنخواہ دار ملازم کو فیصدی انعام دینا	۲۵۷۲
۲۵۶	زکوٰۃ کے پیسہ سے انعام کا لینا	۲۵۷۳
۲۵۷	اجرت پر چندہ کرنا	۲۵۷۴
۲۵۸	غیر ملازم کا نصف انصافی کمیشن پر چندہ کرنا	۲۵۷۵
۲۶۰	پریسٹنٹ پر چندہ کرنا	۲۵۷۶
۲۶۰	غیر تنخواہ دار ملازم کا کمیشن پر چندہ کرنا	۲۵۷۷
۲۶۱	رسید کاٹنے والا انعام کا مستحق ہے	۲۵۷۸

۲۶۲ پچاس فیصد کمیشن پر چندہ کرانے کا حکم	۲۵۷۹
۲۶۳ کمیشن یا انعام پر چندہ کرانے کا حکم	۲۵۸۰
۲۶۵ سال میں پچاس ہزار روپے کے وصولیابی کی شرط پر سفیر کی تنخواہ مقرر کرنا	۲۵۸۱
۲۶۶ آدھا آدھا چندہ تقسیم کرنے کی شرط پر چندہ کرانا	۲۵۸۲
۲۶۷ چندہ کرنے والوں کو کمیشن دینا	۲۵۸۳
۲۶۸ کمیشن پر چندہ کرنے سے متعلق چند سوالات کے جوابات	۲۵۸۴
۲۶۹ زکوٰۃ کی رقم بنام انعام سفیر کو دینا	۲۵۸۵
۲۷۱ کیا چندہ پر کمیشن لینا از روئے شرع درست ہے؟	۲۵۸۶
۲۷۲ کمیشن پر چندہ اور فیصدی انعام	۲۵۸۷
۲۷۳ رمضان سفیر کا پورے سال کی تنخواہ لینا	۲۵۸۸
۲۷۴ فیصد کے اعتبار سے چندہ کرنے پر انعام	۲۵۸۹
۲۷۵ کمیشن پر چندہ اور سفراء کا تملیک سے قبل اپنی تنخواہ نکال لینا	۲۵۹۰
۲۷۶ چندے کی رقم سے تنخواہ کیسا تھ ۲۵/۲۰ فیصد رقم لینا	۲۵۹۱
۲۷۶ کیا تنخواہ دار مدرس کا چندہ پر فیصدی انعام لینا درست ہے؟	۲۵۹۲
	۱۱/ باب: مکاتب میں زکوٰۃ صرف کرنے کا حکم	
۲۸۰ مکتب میں زکوٰۃ	۲۵۹۳
۲۸۱ مکاتب میں زکوٰۃ دینا	۲۵۹۴
۲۸۳ مکتب زکوٰۃ و صدقات کا مصرف نہیں	۲۵۹۵
۲۸۴ کیا مکتب کے اخراجات کیلئے زکوٰۃ کی وصولیابی درست ہے؟	۲۵۹۶
۲۸۷ محض مقامی طلبہ والے مدرسہ کے ذمہ داروں کا زکوٰۃ وصول کرنا	۲۵۹۷

۲۸۸ کس وقت مکتب کے لئے زکوٰۃ کی رقم وصول کرنا جائز ہے؟	۲۵۹۸
۲۸۹ مکتب میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا جائز نہیں	۲۵۹۹
۲۹۱ غیر مستحق غریب مکتب والوں کا زکوٰۃ وصول کرنا	۲۶۰۰
۲۹۲ مقامی مدارس زکوٰۃ کے مستحق نہیں؟	۲۶۰۱
۲۹۳ کیا مقامی حفظ قرآن کے مدرسے زکوٰۃ کے مصرف ہیں	۲۶۰۲
۲۹۵ غیر اقامتی مدارس و مکاتب میں صدقات واجبہ کی رقم دینا	۲۶۰۳
۲۹۶ غیر اقامتی مدارس میں زکوٰۃ فطرہ صدقہ کی رقم دینا	۲۶۰۴
۲۹۷ پرائمری درجات کے مدارس میں زکوٰۃ و صدقات دینا	۲۶۰۵
۲۹۸ مقامی یتیم بچوں والے مدرسے میں زکوٰۃ کا حکم	۲۶۰۶
۲۹۹ اپنے گھر میں جاری کردہ مدرسہ کیلئے صدقات واجبہ لینا	۲۶۰۷
۳۰۰ مکتب میں زکوٰۃ کی رقم لگانا	۲۶۰۸
۳۰۱ مقامی مکتب میں زکوٰۃ دینا	۲۶۰۹
۳۰۲ بچیوں سے فیس وصول کرنے والے مکتب میں زکوٰۃ دینے کا حکم	۲۶۱۰
۳۰۸ مکتب میں بچوں سے فیس اور زکوٰۃ لینا	۲۶۱۱
۳۰۹ مکتب میں حیلہ تملیک کا حکم	۲۶۱۲
۳۱۰ جس مکتب میں مستحق زکوٰۃ طلبہ نہ ہوں وہاں تملیک کا حکم	۲۶۱۳
۳۱۱ مکتب کے مصلین کو زکوٰۃ دینا	۲۶۱۴
۳۱۲ مکتب کی تعمیر کیلئے حیلہ تملیک کرنے کی اجازت نہیں	۲۶۱۵
۳۱۳ مکتب کے بچوں کی کتاب و کاپی خریدنے کیلئے تملیک کی اجازت نہیں	۲۶۱۶
۳۱۵ مکتب میں بعد تملیک زکوٰۃ و صدقہ کی رقم صرف کرنا	۲۶۱۷

۳۱۶	مکتب میں زکوٰۃ کی رقم تملیک یا بلا تملیک استعمال کرنے کا حکم	۴۶۱۸
۳۱۷	مکتب کے استاذ کو تملیک کے بعد زکوٰۃ کی رقم دینا.....	۴۶۱۹
	□ ۱۲/باب: اسکول میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنے کا حکم	
۳۱۹ اسکول میں زکوٰۃ کی رقم لگانا.....	
۳۱۹ جو نیئر ہائی اسکول میں زکوٰۃ کی رقم.....	۴۶۲۱
۳۲۰ جو نیئر اسکول میں حیلہ سے مال زکوٰۃ صرف کرنا.....	۴۶۲۲
۳۲۲ کمیٹی کا مکتب میں زکوٰۃ کاروپہ دینا.....	۴۶۲۳
۳۲۳ مخلوط تعلیم والے مدرسہ میں زکوٰۃ.....	۴۶۲۴
۳۲۳ مدرسہ کے نام پر چلنے والے اسکول میں زکوٰۃ دینا.....	۴۶۲۵
۳۲۵ کیا زکوٰۃ کی رقم مشترکہ مدرسہ و اسکول میں دینے سے ادا ہو جائے گی	۴۶۲۶
۳۲۶ زکوٰۃ کی رقم اسپتال و اسکول میں لگانا.....	۴۶۲۷
۳۲۷ غیر سرکاری ہاسپٹل میں زکوٰۃ.....	۴۶۲۸
۳۲۸ زکوٰۃ اور چرم قربانی کی رقم حیلہ تملیک کے بعد اسکول میں صرف کرنا	۴۶۲۹
۳۲۹ کسی کمیٹی کا انجمن کو زکاۃ کی رقم سے چلانا.....	۴۶۳۰
۳۳۰ زکوٰۃ کی رقم اسکول کی ماہانہ فیس وغیرہ میں صرف کرنا.....	۴۶۳۱
۳۳۲ زکوٰۃ کی رقم سے اسکولی غریب بچوں کی فیس جمع کرنا.....	۴۶۳۲
۳۳۳ اسکول کے اساتذہ کی تنخواہ مد زکوٰۃ سے دینا.....	۴۶۳۳
۳۳۴ زکوٰۃ کی رقم ہائی اسکول اور ماسٹروں کی تنخواہ میں دینا.....	۴۶۳۴
 حیلہ تملیک کے بعد دینی مدرسہ کے پرائمری درجات کے	۴۶۳۵
۳۳۵ ماسٹروں کو تنخواہ دینا.....	

۱۳ / باب العشر والخراج



۳۳۷ عشر زکوٰۃ ہے یا امداد و صدقہ	۴۶۳۶
۳۳۷ گنے کی قیمت پر زکوٰۃ کا حکم	۴۶۳۷
۳۳۸ زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ کا حکم	۴۶۳۸
۳۳۹ گنے کی زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ	۴۶۳۹
۳۳۹ زرعی زمین پر زکوٰۃ واجب نہیں	۴۶۴۰
۳۴۰ آسام کی زمین عشری ہے یا خراجی	۴۶۴۱
۳۴۱ ہندوستان کی کونسی زمین میں عشر واجب ہے؟	۴۶۴۲
۳۴۲ ہندوستانی زمینیں عشری ہیں یا نہیں؟	۴۶۴۳
۳۴۲ موجودہ ہندوستانی زمین عشری ہے یا نہیں؟	۴۶۴۴
۳۴۲ کیا موجودہ ہندوستانی زمینیں عشری ہیں؟	۴۶۴۵
۳۴۲ ہندوستان کی زمین عشری ہے یا خراجی	۴۶۴۶
۳۴۶ ہندوستانی زمینوں کی عشری حیثیت	۴۶۴۷
۳۴۸ ہندوستانی زمین کی پیداوار کا حکم	۴۶۴۸
۳۴۹ مؤونت الخراج میں کب عشر اور کب نصف عشر واجب ہے؟	۴۶۴۹
۳۵۳ ہندوستانی زمین کی پیداوار سے عشر نکالے بغیر فروخت کرنا	۴۶۵۰
۳۵۳ مال عشر سے مکتب کے اساتذہ کو تنخواہ دینا	۴۶۵۱
۳۵۴ صدقہ اور عشر کے غلہ سے مدرسین کا کھانا کھانا	۴۶۵۲
۳۵۵ عشر کی رقم سے ہتھیار خریدنا، محلہ یا عید گاہ کی سڑک بنانا یا کتابیں خریدنا	۴۶۵۳

(۱۲) کتاب الصدقات

۳۵۶	صدقہ نافلہ و واجبہ کی تعریف	۴۶۵۴
۳۵۷	صدقہ واجبہ اور نافلہ کا مصرف	۴۶۵۵
۳۵۸	ماہ رمضان میں صدقہ و خیرات کا ثواب ستر گنا ملتا ہے	۴۶۵۶
۳۶۲	روزانہ صدقہ ضروری ہے یا اکٹھے کئی دنوں کا صدقہ کر سکتے ہیں؟	۴۶۵۷
۳۶۲	اہل قرابت کو بغیر بتائے صدقہ خیرات کا حکم	۴۶۵۸
۳۶۳	آمدنی کا چالیسواں حصہ اللہ کے نام پر نکالنے کی نیت کی اس کا مصرف	۴۶۵۹
۳۶۴	اصول و فروع کو کون سا صدقہ دے سکتے ہیں؟	۴۶۶۰
۳۶۵	ضرورت مند سید کو نقلی صدقہ دینا	۴۶۶۱
۳۶۶	امام کی تنخواہ کیلئے چندہ	۴۶۶۲
۳۶۷	پرانے کپڑوں کا مصرف	۴۶۶۳
۳۶۷	نقلی صدقات کی رقم سے وکیل عالم دین کا کتابیں خریدنا	۴۶۶۴
۳۶۸	چندہ کرنے والوں کا صدقہ کی رقم سے تیار کردہ کھانا خود کھانا کیسا ہے؟	۴۶۶۵
۳۶۹	ہندو کو صدقہ و خیرات دینا	۴۶۶۶
۳۷۰	کافر کو کون سا صدقہ دے سکتے ہیں؟	۴۶۶۷
۳۷۰	فساد زدگان کیلئے جمع شدہ رقم کو دوسرے مد میں صرف کرنا	۴۶۶۸
۳۷۱	کسی شخص کا اللہ کے نام پر سوال کرنا	۴۶۶۹
۳۷۲	پیشہ و فقیر کا ایک دن کا رزق ہونے کے باوجود سوال کرنا	۴۶۷۰
۳۷۴	طلبہ علوم دینیہ پر خرچ کرنا صدقہ ہے جس سے رجوع جائز نہیں	۴۶۷۱
۳۷۵	نذر وغیرہ صدقات کے گوشت کو خریدنا	۴۶۷۲
۳۷۵	کیا مسجد کیلئے استیحاء خانہ بنانا صدقہ جاریہ ہے؟	۴۶۷۳

۳۷۶	۲۶۷۴	مظلومین کے لئے جمع شدہ رقم مسجد و مدرسہ میں دینا؟
۳۷۷	۲۶۷۵	نفلی حج بدل سے بہتر تعمیر مدرسہ
۳۷۹	۲۶۷۶	مرحوم والد کے نام سے صدقہ کرنے کی بہتر صورت
۳۷۹	۲۶۷۷	اولاد والدہ کا حج بدل کروائے یا اتنی رقم صدقات جاریہ میں لگا دے؟
۳۸۱	۲۶۷۸	منظوری نہ ملنے کے سبب حج بدل کی رقم کو صدقہ جاریہ میں لگانا
۳۸۲	۲۶۷۹	جان کے بدلے جان کی نیت سے جانور ذبح کرنا
۳۸۴	۲۶۸۰	دفع مرض کیلئے صدقہ کرنا
۳۸۵	۲۶۸۱	طلباء کو بکری کا گوشت کھلانے کیلئے دی گئی رقم سے گائے کا گوشت خریدنا کیسا ہے؟
۳۸۶	۲۶۸۲	کیا بکرا ذبح کرنا ہی صدقہ ہے؟
۳۸۷	۲۶۸۳	جان کے بدلے جان سمجھ کر مریض کی طرف سے بکرا ذبح کرنا
۳۸۸	۲۶۸۴	عمارت کی بنیاد میں خون ڈالنے کیلئے بکرا ذبح کرنا

۱۳/ کتاب الصوم

۱/ باب الصوم و متعلقاتہ

۳۹۰	۲۶۸۵	رمضان کے روزہ کی فرضیت کب ہوئی؟
۳۹۱	۲۶۸۶	روزہ کی نیت میں لفظ غِذِّ پر اشکال و جواب
۳۹۲	۲۶۸۷	بصوم غِذِّ نوبت الخ کا ثبوت کس حدیث سے ہے؟
۳۹۳	۲۶۸۸	الف: مرض کے بڑھنے کے اندیشے کی وجہ سے افطار کرنا
۳۹۴	۲۶۸۸	ب: کیا اسقاط حمل کے بعد خون نہ آئے تو نماز روزہ واجب ہے؟
۳۹۴	۲۶۸۹	حالت نفاس میں روزہ کا حکم

۲/باب رؤیة الهلال



- ۳۶۹۰ کیا رویت ہلال کے شرعی ضوابط پر عمل کرنا لازم ہے۔
- ۳۶۹۱ رؤیة الهلال کے شرعی اعلان پر عمل کرنا۔
- ۳۶۹۲ کیا مستند علماء کا فیصلہ رویت ہلال کے بارے میں واجب العمل ہے؟
- ۳۶۹۳ کیا ہلال کمیٹی کا اعلان معتبر ہے؟
- ۳۶۹۴ دارالعلوم کی خبر پر روزہ توڑنا۔
- ۳۶۹۵ رویت ہلال کے مسئلہ میں کس کی خبر معتبر ہے؟
- ۳۶۹۶ کتاب القاضی رالی القاضی کے تحت رویت ہلال کا فیصلہ۔
- ۳۶۹۷ امامت اور کتاب القاضی رالی القاضی کے شرائط۔
- ۳۶۹۸ ایک جگہ کی رویت کا کتنی مسافت تک اعتبار ہوگا؟
- ۳۶۹۹ کیا ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ کی رویت کیلئے کافی ہے؟
- ۴۷۰۰ اختلاف مطالع۔
- ۴۷۰۱ کہاں تک کی رویت کا اعتبار ہوگا اور اختلاف مطالع سے کیا مراد ہے؟
- ۴۷۰۲ رمضان میں سعودیہ سے ہندوستان آنے والا شخص روزہ کب تک رکھے؟
- ۴۷۰۳ اختلاف مطالع کی وجہ سے ۳۲ روزے کی فرضیت کی ایک صورت
- ۴۷۰۴ شرعی ثبوت کے بعد اختلاف کی وجہ سے عیدین کو مؤخر کرنا۔
- ۴۷۰۵ رمضان المبارک کی تاریخ میں اختلاف۔
- ۴۷۰۶ سوال بر جواب۔
- ۴۷۰۷ عید الفطر کی تاریخ میں اختلاف۔
- ۴۷۰۸ ہلال کمیٹی غلط اعلان کر دے تو کیا حکم ہے؟
- ۴۷۰۹ شرعی شہادت کے باوجود سابقہ اجتماعی غلط فیصلہ برقرار رکھنا۔
- ۴۷۱۰ شرعی شہادت کے باوجود بلا عذر عید الاضحیٰ کو ایک دن مؤخر کرنا۔

۴۲۹ سعودیہ عربیہ کی رویت ہلال کا فیصلہ معتبر ہے یا غیر معتبر.....	۴۷۱۱
۴۳۲ (الف) سعودیہ کی رویت ہندوستان کیلئے معتبر نہیں.....	۴۷۱۲
۴۳۲ (ب) کیا مکہ کی رویت ہندوستان کیلئے معتبر ہے؟.....	۴۷۱۲
۴۴۰ نینی تال کے پہاڑوں کے اوپر سے دیکھے ہوئے چاند کا اعتبار.....	۴۷۱۳
۴۴۱ ہیلی کا پٹر اور ہوائی جہاز سے دیکھے ہوئے چاند کا اعتبار.....	۴۷۱۴
۴۴۲ چشمہ لگا کر چاند دیکھنا.....	۴۷۱۵
۴۴۳ دور بین و خوردین کی رویت کا حکم.....	۴۷۱۶
۴۴۳ پاکستانی رویت ہلال کے شرعی اعلان پر ہندوستان میں عمل.....	۴۷۱۷
۴۴۴ ریڈیو کے ذریعے رویت ہلال کی خبر کا شرعی حکم.....	۴۷۱۸
۴۴۵ ریڈیو میں دلی سے اعلان.....	۴۷۱۹
۴۴۷ ریڈیو اسٹیشن کے اعلان پر اعلان کرنا.....	۴۷۲۰
۴۴۸ ریڈیو کی خبر کا اعتبار ہے یا نہیں.....	۴۷۲۱
۴۴۹ تارہ ہبلھون اور ریڈیو کی خبر کا حکم.....	۴۷۲۲
۴۵۱ آبزرویٹی کی پیشن گوئی سے رویت ہلال کے ثبوت کا حکم.....	۴۷۲۳

۳/ باب السحور والإفطار



۴۵۵ منتہائے سحر اور صبح صادق سے قبل اذان فجر دینا.....	۴۷۲۴
۴۵۶ سحری کا وقت.....	۴۷۲۵
 سحری کا آخری وقت اور حدیث ابو داؤد میں اذان کے	۴۷۲۶
۴۵۷ وقت پانی پینے کا مطلب.....	
۴۵۹ دوران سحری اذان ہونے پر کھانا کھائے یا رک جائے.....	۴۷۲۷
۴۶۰ انتہائے سحر سے متعلق امداد الفتاویٰ کی عبارت کی توضیح.....	۴۷۲۸
۴۶۱ سحری سے قبل مسجدوں میں اٹھنے کا اعلان کرنا.....	۴۷۲۹

۴۶۲	سحری کیلئے لوگوں کو بیدار کرنا اور وقت بتانا.....	۴۷۳۰
۴۶۳	سحری کیلئے بیدار کرنے کی غرض سے وقفہ وقفہ سے اعلان کرنا.....	۴۷۳۱
۴۶۴	سحری و افطار کیلئے نثارہ بجانا.....	۴۷۳۲
۴۶۶	سحری اور افطار کی دعاء کا ثبوت.....	۴۷۳۳
۴۶۷	لاؤ ڈا اسپیکر پر ختم سحری و طلوع آفتاب کا اعلان.....	۴۷۳۴
۴۶۸	حالت جنابت میں سحری کھانا.....	۴۷۳۵
۴۶۹	افطار کے وقت اذان دینا سنت ہے یا اعلان کرنا.....	۴۷۳۶
۴۷۰	سائرن اور اذان میں وقفہ ہو یا اذان اور جماعت میں؟.....	۴۷۳۷
۴۷۱	حرام کمائی کرنے والے کی افطار کا حکم.....	۴۷۳۸
۴۷۲	ہندوؤں کے یہاں افطار کرنے کا حکم.....	۴۷۳۹
۴۷۴	غیر مسلموں کے یہاں روزہ افطار کرنے کا حکم.....	۴۷۴۰
۴۷۴	ہندو کی افطاری سے افطار کرنا.....	۴۷۴۱
۴۷۵	غیر مسلم کے یہاں افطاری کرنے والے کے روزہ کا حکم.....	۴۷۴۲

۴/ باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسد



۴۷۶	پائریا کے مریض کا خون پیٹ میں جانا.....	۴۷۴۳
۴۷۷	روزہ میں تمباکو پاؤڈر سے تیار شدہ توٹھ پیسٹ کا استعمال.....	۴۷۴۴
۴۷۸	روزہ میں گل منجن کرنا.....	۴۷۴۵
۴۷۹	روزے میں انجکشن، گلوکوز اور خون چڑھانا.....	۴۷۴۶
۴۸۰	روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانا اور گلوکوز چڑھوانا.....	۴۷۴۷
۴۸۱	روزہ دار کا انجکشن لگوانا یا خون نکلوانا.....	۴۷۴۸
۴۸۲	گلوکوز چڑھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا.....	۴۷۴۹
۴۸۳	بحالت صوم آنکھوں میں دوا ڈالنا.....	۴۷۵۰

۴۸۴ روزہ کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈالنا۔	۴۷۵۱
۴۸۵ کیا کان میں دوا ڈالنا مفسد صوم ہے؟	۴۷۵۲
۴۸۶ روزہ کی حالت میں خون دینا۔	۴۷۵۳
۴۸۷ روزہ کی حالت میں بدن میں خون یا گلوکوز چڑھوانا۔	۴۷۵۴
۴۸۸ روزہ کی حالت میں انجکشن لگا کر ڈاڑھ نکالنا۔	۴۷۵۵
۴۸۹ روزے کی حالت میں آپریشن کرانا۔	۴۷۵۶
۴۹۰ حالت صوم میں ڈائیلیسس کرانا۔	۴۷۵۷
۴۹۱ بحالت صوم پتہ کا آپریشن۔	۴۷۵۸
۴۹۲ حالت صوم میں پھیپھڑے سے پانی نکالنا۔	۴۷۵۹
۴۹۳ روزہ کی حالت میں انہیلر کا استعمال۔	۴۷۶۰
۴۹۷ بحالت صوم دمہ کے مریض کا انہیلر استعمال کرنا۔	۴۷۶۱
۴۹۸ کیا زبان کے نیچے دوا رکھنا مفسد صوم ہے؟	۴۷۶۲
۵۰۱ کیا کالج کو اندر داخل کرنے سے روزہ فاسد ہو جائیگا؟	۴۷۶۳
۵۰۲ بحالت صوم بوا سیری مسے کو اندر داخل کرنا۔	۴۷۶۴
۵۰۴ ناپاکی کی حالت میں روزہ رکھنے کا حکم۔	۴۷۶۵
۵۰۵ روزہ کی حالت میں تھوک نگلنا۔	۴۷۶۶
۵۰۵ بحالت روزہ اگر بتی جلانا۔	۴۷۶۷
۵۰۷ حالت صوم میں اگر بتی اور دیگر دھوؤں کا حکم۔	۴۷۶۸
۵۰۸ روزہ کی حالت میں اگر بتی جلانا۔	۴۷۶۹
۵۰۹ بحالت صوم مشمت زنی۔	۴۷۷۰
۵۰۹ حالت صوم میں انزال ہو جائے تو کیا حکم ہے؟	۴۷۷۱
۵۱۰ بحالت صوم امرد کی تقبیل اور معانقہ سے انزال ہونا۔	۴۷۷۲

۵۱۱	حالت صوم میں منہ کی بومض نہیں	۴۷۷۳
۵۱۳	حالت صوم میں بیوی سے بوس و کنار	۴۷۷۴
۵۱۴	بیوی کا تھوک نگلنے سے روزہ کا حکم	۴۷۷۵
۵۱۵	روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا	۴۷۷۶
۵۱۶	حالت صوم میں بیوی کو یاد کرنے سے انزال ہونا	۴۷۷۷
۵۱۷	روزہ دار کا مرتد ہو کر پھر اسلام لے آنا	۴۷۷۸
۵۱۸	غلطی سے وقت سے پہلے افطار کرنے کا حکم	۴۷۷۹

۵ / باب القضاء و الکفارة و الفدیة



۵۲۰	بغیر چاند دیکھے محض ریڈیو کی خبر پر ۳۰ رمضان کو افطار کرنا	۴۷۸۰
۵۲۱	اذان تک سحری کھانا	۴۷۸۱
۵۲۱	جان بوجھ کر روزہ توڑ دینے کا حکم	۴۷۸۲
۵۲۲	روزہ کا فدیہ ادا کرنے کا شرعی طریقہ	۴۷۸۳
۵۲۳	روزہ کا فدیہ کن صورتوں میں ہے؟	۴۷۸۴
۵۲۴	فدیہ صوم کے مستحق کون؟	۴۷۸۵
۵۲۴	روزہ کا فدیہ کب اور کس کو دیا جائے؟ اور فدیہ کی مقدار	۴۷۸۶
۵۲۶	روزہ و نماز کا کفارہ	۴۷۸۷
۵۲۷	بچوں و جوان و مسکینوں کو کفارہ کا کھانا کھلانا	۴۷۸۸
۵۲۷	بہشتی زیور کتاب الصوم کے ایک مسئلہ کی تشریح	۴۷۸۹
۵۳۰	ماہواری کی وجہ سے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء یا فدیہ	۴۷۹۰
۵۳۱	شوگر کے مریض کو فدیہ ادا کرنا	۴۷۹۱
۵۳۲	بیماری کی وجہ سے چھوٹے ہوئے روزوں کا فدیہ	۴۷۹۲
۵۳۴	بیس سال کے روزوں اور انیس سال کی نمازوں کا فدیہ	۴۷۹۳

۵۳۴ روزہ کافدیہ کا فرکودینا	۴۷۹۴
۵۳۵ دائمی مرض اور صحت کی ناامیدی میں روزہ کافدیہ	۴۷۹۵
۵۳۶ دل کے مریض والے آدمی کا روزہ، امامت اور فدیہ کا حکم	۴۷۹۶
۵۳۸ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں تو کیا کرے؟	۴۷۹۷
۵۳۹ مرض کے سبب روزہ رکھنے کی طاقت نہیں	۴۷۹۸
۵۴۰ رمضان میں سخت بیماری میں مبتلا مریض کیا کرے؟	۴۷۹۹
۵۴۱ ۵۵ سالہ آدمی شیخ فانی نہیں	۴۸۰۰
۵۴۲ سانس کی مریضہ کا روزہ میں مشین استعمال کرنا	۴۸۰۱
۵۴۳ اسہال کی وجہ سے روزہ توڑنا	۴۸۰۲
۵۴۵ مرضہ، حاملہ روزہ نہ رکھ سکے تو کیا کرے؟	۴۸۰۳

۶/ باب الاعتکاف



۵۴۷ اعتکاف سے متعلق چند سوالات	۴۸۰۴
۵۴۹ کس مسجد میں اعتکاف مسنون ہے؟	۴۸۰۵
۵۵۰ غیر شرعی مسجد میں اعتکاف کا حکم	۴۸۰۶
۵۵۱ کیا اعتکاف کیلئے مسجد شرعی شرط ہے؟	۴۸۰۷
۵۵۲ گاؤں کی مسجد چھوڑ کر دوسرے گاؤں کی مسجد میں اعتکاف	۴۸۰۸
۵۵۳ کیا نفلی اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے؟	۴۸۰۹
۵۵۴ دوران اعتکاف انتقال ہو جائے تو کیا حکم ہے؟	۴۸۱۰
۵۵۵ رمضان میں کتنے دن کا اعتکاف مسنون ہے؟	۴۸۱۱
۵۵۶ کیا عورت کے اعتکاف میں بیٹھنے سے سنت ادا ہو جائیگی؟	۴۸۱۲
۵۵۷ خانقاہی اعتکاف	۴۸۱۳
۵۵۹ آخری عشرہ میں ایک دو دن یا تین دن کا اعتکاف	۴۸۱۴

۴۸۱۵	اعتکاف میں نیابت.....	۵۶۰
۴۸۱۶	حالت حیض میں اعتکاف.....	۵۶۱
۴۸۱۷	ایام حیض میں اعتکاف کرنا.....	۵۶۲
۴۸۱۸	اعتکاف کی حالت میں قرآن سننے کیلئے دوسری مسجد جانا.....	۵۶۳
۴۸۱۹	جس کا اعتکاف ٹوٹ جائے تو وہ کیا کرے؟.....	۵۶۴
۴۸۲۰	کیا اعتکاف کی قضاء لازم ہے؟.....	۵۶۵
۴۸۲۱	بلا عذر شرعی اعتکاف کو فسخ کرنا.....	۵۶۶
۴۸۲۲	معتکف کا وضو کرنے کیلئے مسجد سے باہر نکلنا اور بیڑی پینا.....	۵۶۶
۴۸۲۳	حالت اعتکاف میں لیڈی ٹیچر کا اسکول میں حاضری دینا.....	۵۶۷
۴۸۲۴	حالت اعتکاف میں دو اکھا کروڑہ توڑ دینا.....	۵۶۹
۴۸۲۵	خادم کی موجودگی میں پانی لانے کیلئے معتکف کا مسجد سے باہر جانا.....	۵۶۹
۴۸۲۶	غسل تہرید کیلئے مسجد سے باہر نکلنے کا حکم؟.....	۵۷۰
۴۸۲۷	جنبی معتکف غسل کیلئے مسجد سے باہر کیسے نکلے؟.....	۵۷۱
۴۸۲۸	میت کی تجہیز و تکفین کیلئے معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا.....	۵۷۲
۴۸۲۹	عشرہ اخیرہ کے اعتکاف میں نماز جنازہ کیلئے مسجد سے باہر نکلنا.....	۵۷۲
۴۸۳۰	وفیہ استحباب الاعتکاف الخ کی وضاحت.....	۵۷۷
۴۸۳۱	اعتکاف واجب اور نفل کے سلسلے میں عمدۃ القاری کی عبارت کی تشریح.....	۵۷۸
۴۸۳۲	قربت مشروعہ و مقصودہ سنت مؤکدہ ہے یا مستحب.....	۵۷۹
۴۸۳۳	عمدۃ القاری کی عبارت ”الا اعتکاف مطلقاً“ کی وضاحت.....	۵۸۱
۴۸۳۴	سنت مؤکدہ، مستحب اور قربت مقصودہ.....	۵۸۲
۴۸۳۵	اعتکاف کی قضاء اور وقت.....	۵۸۵

۵۸۷ کیا نفل روزہ رکھنے کیلئے بیوی کی اجازت ضروری ہے؟	۲۸۳۶
۵۸۸ شب برأت کی تعیین	۲۸۳۷
۵۸۸ لیلۃ القدر میں اجتماعی سورہ یاسین پڑھ کر دعا کرنے کا حکم	۲۸۳۸
۵۹۰ شوال کے چھ روزے کی فضیلت	۲۸۳۹
۵۹۱ نصف شعبان کے روزہ کی شرعی حیثیت	۲۸۴۰
۵۹۳ پندرہویں شعبان کو لیکر دیوبندی، بریلوی اور غیر مقلدین میں اختلاف	۲۸۴۱
۵۹۵ پندرہ شعبان کے روزے کا حکم	۲۸۴۲
۵۹۶ کیا صوم عاشوراء مفرداً مکروہ ہے؟	۲۸۴۳
۵۹۸ نویں ذی الحجہ کا روزہ کب رکھا جائے؟	۲۸۴۴
۵۹۹ سنیچر، صرف عاشوراء اور نوز کا روزہ کیوں مکروہ ہے؟	۲۸۴۵
۶۰۰ نفل روزوں میں رمضان کے قضاء روزوں کی نیت	۲۸۴۶
۶۰۱ یوم الشک میں روزہ رکھنا	۲۸۴۷

۸/باب صدقۃ الفطر



۶۰۳ صدقۃ فطر سے متعلق چند سوالات کے جوابات	۲۸۴۸
۶۰۶ کیا غریب شخص پر بھی صدقۃ الفطر ادا کرنا لازم ہے؟	۲۸۴۹
۶۰۷ صدقۃ فطر	۲۸۵۰
۶۰۷ فطرہ کی مقدار	۲۸۵۱
۶۰۸ صدقۃ فطر کی مقدار	۲۸۵۲
۶۰۹ صدقۃ فطر کی مقدار کیا ہے؟	۲۸۵۳
۶۱۰ تعداد صدقۃ فطر	۲۸۵۴
۶۱۱ صدقۃ الفطر کا وزن	۲۸۵۵

۶۱۳ موجودہ اوزان کے اعتبار سے صدقۃ الفطر کی مقدار	۴۸۵۶
۶۱۴ صدقۃ فطر ایک مسکین کو دیا جائے یا متعدد کو؟	۴۸۵۷
۶۱۵ مقررین صدقۃ فطر میں کھجور کا نصاب کیوں نہیں بیان کرتے؟	۴۸۵۸
۶۱۶ مالدار مسافر پر صدقۃ فطر لازم ہونے میں کہاں کے مال کا اعتبار؟	۴۸۵۹
۶۱۷ وہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا جہاں سے صدقۃ فطر ادا کیا جائے	۴۸۶۰
۶۱۸ فطرہ کی رقم کنٹرول ریٹ سے لگائی جائے یا بازار ریٹ سے؟	۴۸۶۱
۶۱۹ صدقۃ فطر میں کہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا؟	۴۸۶۲
۶۲۰ صدقۃ الفطر کی ادائے گی میں کس جگہ کی قیمت کا اعتبار ہے	۴۸۶۳
۶۲۱ صدقۃ فطر کن کن چیزوں سے ادا کر سکتے ہیں؟	۴۸۶۴
۶۲۲ صحابہ کرام کا کشمش اور کھجور سے صدقۃ فطر ادا کرنا	۴۸۶۵
۶۲۳ چاول کے ذریعہ سے صدقۃ فطر ادا کرنا	۴۸۶۶
۶۲۳ صدقۃ فطر کے روپیہ سے کپڑا دینا	۴۸۶۷
۶۲۴ صدقۃ فطر کی رقم دوسری جگہ ارسال کرنا	۴۸۶۸
۶۲۵ صدقۃ فطر و چرم قربانی کی رقم مدرسہ کی تعمیر میں لگانا	۴۸۶۹
۶۲۵ کیا فطرہ کی رقم مکتب میں صرف کرنا درست ہے؟	۴۸۷۰
۶۲۶ غیر مالک نصاب شخص کو صدقۃ الفطر و چرم قربانی کی رقم دینا	۴۸۷۱
۶۲۷ صدقۃ فطر کی رقم دوسرے ملک میں بھیجنا	۴۸۷۲
۶۲۸ کیا غیر مالک نصاب ملازم صدقہ کا مصرف ہے؟	۴۸۷۳





بقیۃ کتاب الزکوٰۃ

(۷) باب: مدارس میں زکوٰۃ صرف کرنے کا بیان

کس طرح کے مدارس کیلئے چندہ وصول کرنا جائز ہے؟

سوال: [۴۴۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک امام صاحب ایک گاؤں کے خستہ و پرانے مدرسہ جس میں خورد و نوش کا مستقل نظام نہیں ہے صرف پارہ حفظ و ناظرہ و دینیات پڑھا کر دوسرے مدرسوں میں داخلہ کی رغبت دلائی جاتی ہے، چندہ وصول کرتے ہیں، جس میں سب طرح کی رقومات آتی ہیں، بعدہ حیلہ تملیک کرا کر مدرسہ کے مصارف میں خرچ کرنا گناہ ہے یا ثواب اور امام موصوف کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟ امام موصوف بعد نماز عشاء معارف القرآن سے پڑھتے ہیں، بعض لوگ سنتے ہیں، لیکن بعض اپنے احباب کو بھی بیٹھنے سے منع کرتے ہیں، اور خود فضائل اعمال سے صبح کی نماز کے بعد پڑھتے ہیں، لوگ سنتے ہیں اکثر نمازی نماز سے فارغ ہو کر چلے جاتے ہیں، نیز امام بھی کثرت مشاغل کی وجہ سے نہیں بیٹھتا ہے، تو کیا امام گنہگار ہوگا، اور کیا جو لوگ اسی وجہ سے بغض رکھ کر البغض اللہ سے ملاتے ہیں اور امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ تحریمی بتاتے ہیں، وہ حق پر ہیں یا ناحق پر؟ جو بھی صحیح معاملہ ہو شریعت کی روشنی میں حل فرما کر ممنون فرمائیں؟

المستفتی: خلیل احمد ندوی، مسجد مقدس، سیوزی، بمبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسا مدرسہ جس کی ضرورت وہاں کے لوگوں کی امدادی رقوم سے پوری ہو جاتی ہے، تو اس کیلئے زکوٰۃ کے روپیہ کو حیلہ تملیک کر کے استعمال کرنا ممنوع ہے، واضح رہے کہ صرف نفس حیلہ ممنوع ہے مگر لوگوں کی زکوٰۃ بہر حال ادا ہو جائیگی، اور ایسا مدرسہ جس کی ضرورت لوگوں کی امدادی رقم سے پوری نہیں ہوتی اور وہاں کوئی دوسرا مدرسہ بھی نہیں ہے، اور وہاں اس مدرسہ کی سخت ضرورت بھی ہے، اور مذکوٰۃ میں حیلہ کے بغیر اسکی ضرورت پوری ہونے کیلئے کوئی شکل نہیں ہے، ایسی صورت میں وقتی طور پر حیلہ تملیک سے کام لیا جائے، تو اس کی گنجائش ہے اسلئے کہ یہ حیلہ کسی کی حق تلفی کیلئے نہیں بلکہ حرام سے حفاظت اور دینی ضرورت کیلئے ہے، شاید مذکورہ مدرسہ بھی ایسا ہی ضرورت مند ہو۔

کل حیلۃ یحتال بہا الرجل لیتخلص بہا عن حرام أو لیتوصل بہا الیٰ

حلال فہی حسنة الخ. (ہندیہ، کتاب الحیل، زکریا دیوبند ۶/۳۹۰، جدید زکریا ۶/۳۹۳)

(۲) امام صاحب کے پیچھے بلا کراہت نماز جائز ہے۔

(۳) امام صاحب نے معارف القرآن کے درس کا سلسلہ جاری فرمایا ہے، بہت

اچھا کیا ہے، جو لوگ اس میں بیٹھنے سے لوگوں کو منع کرتے ہیں، وہ سخت گنہگار ہوں گے، البتہ جو لوگ اپنی ضرورت کی وجہ سے خود چلے جاتے ہیں، وہ گنہگار نہیں ہوں گے، اور اسی طرح صبح کو فضائل اعمال کی تعلیم کا سلسلہ بھی نہایت عمدہ اور لوگوں کو ہدایت کا ذریعہ ہے اس میں بھی لوگوں کو جوڑ جوڑ کر بٹھانا چاہئے، اگر امام صاحب یا کوئی دوسرا شخص اپنی ضرورت کی وجہ سے بغیر بیٹھے چلے جاتے ہیں، وہ بھی گنہگار نہیں ہوں گے، البتہ قرآن کی تفسیر یا فضائل اعمال کی تعلیم میں بیٹھنے سے منع کرنے والے سخت گنہگار ہوں گے، ان لوگوں کو اس فعل شنیع سے باز آجانا لازم ہے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ قرآن کریم کی آیت کا سیکھنا سو رکعت نفل نماز سے زیادہ افضل ہے، اور دین کا ایک مسئلہ سیکھ لینا ایک ہزار رکعت نفل نماز سے زیادہ بہتر ہے، فضائل قرآن/ ۴۸، اب جو شخص قرآن کی تعلیم اور تفسیر سننے سے منع کریگا وہ کتنا بڑا گنہگار

ہوگا، اللہ تبارک و تعالیٰ بہتر جانے۔

عن أبي ذر رضى الله تعالى عنه قال: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم يا أبا ذر لأن تغدو فتعلم آية من كتاب الله خير لك من أن تصلي مائة ركعة ، الحديث : (سنن ابن ماجه ، العلم ، باب فضل من تعلم القرآن وعلمه ، النسخة الهندية ۱/ ۲۰ ، دارالسلام رقم : ۲۱۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۶ھ / ۲۰۲۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷ رجب الثانی ۱۴۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۰۳/۳۲۳۳)

کیا مدارس زکوٰۃ کا مصرف نہیں؟

سوال: [۴۴۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ لوگ جو عالم دین نہیں ہیں، ان کا کہنا ہے کہ مدارس میں زکوٰۃ کی رقم لینا جائز نہیں ہے، مدرسہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے، علماء نے جو زکوٰۃ کی رقم مدرسہ میں خرچ کرنے کا حیلہ اختیار کر رکھا ہے، وہ عقل و نقل کے خلاف ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا، تمام علماء اس مسئلہ میں (جو مدارس میں زکوٰۃ دینے کو جائز کہتے ہیں) غلطی پر ہیں، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ حضرات ایک مدرسہ کے ارکان منظمہ بھی ہیں، اور اپنے مدرسہ کیلئے (جس میں صرف دو چار بیرونی طلبہ ہیں) زکوٰۃ لیتے ہیں، چرم قربانی وصول کرتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں، کہ اللہ معاف کرے ہم پر بھی زکوٰۃ مدرسہ میں لینے کی وجہ سے قیامت میں ڈنڈے پڑیں گے کیا ایسے خیالات کے باوجود ان لوگوں کو زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کیلئے لینا درست ہے، جو خود اپنے اس فعل کو از روئے شرع ناجائز سمجھتے ہیں، ایسے لوگوں کو چرم قربانی یا زکوٰۃ کی رقم دینا کیسا ہے؟

المستفتی: سلیم الدین، سہسپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مدرسہ فی نفسہ مصرف زکوٰۃ نہیں بلکہ مصرف بغیرہ ہے، یعنی جب مدرسہ میں غریب و محتاج طلبہ زیر تعلیم ہوں اور ان کی کفالت کا کوئی نظم نہ ہو تو ایسا مدرسہ صدقہ واجبہ زکوٰۃ چرم قربانی وغیرہ کا مصرف ہو جاتا ہے، اور زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ بغیر کسی تامل کے ادا ہو جاتی ہے، چنانچہ جو حضرات اس مسئلہ میں علماء کو غلط ٹھہراتے ہیں، ان کے لئے اس سے تائب ہونا ضروری ہے، کیونکہ علماء حضرات نے ایسے ہی مدرسہ میں زکوٰۃ دینے اور لینے کو جائز قرار نہیں دیا ہے، اور وہ مدرسہ جہاں کوئی غریب طالب علم زیر تعلیم نہ ہو یا دو چار موجود تو ہوں، لیکن اس کا پورا خرچ امداد و صدقات نافلہ سے پورا ہو جاتا ہو تو ایسے مدرسے میں زکوٰۃ کی رقم لینے اور دینے کو جائز نہیں کہتے۔

وقد قال فی البدائع فی سبیل اللہ جمیع القرب فیدخل فیہ کل من سعی فی طاعة اللہ و سبیل الخیرات إذا کان محتاجاً الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصروف، زکریادیو بند ۳/۲۸۹، کراچی ۳/۲۳۴، بدائع الصنائع کراچی ۲/۴۵، زکریادیو بند ۲/۱۵۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ رجب ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۲۱۱۹)

مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا

سوال: [۴۴۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جامع مسجد رانی کھیت میں ایک مدرسہ خارج از مسجد تیس چالیس سال سے چل رہا ہے، جو پوری قوم کے اتفاق سے قیام میں آیا، جو کتب کی شکل میں آج تک چل رہا تھا، اب مدرسہ کی کمیٹی نے باہر کے غریب طلبہ کا قیام و طعام کا انتظام کیا ہے، لہذا فطرہ زکوٰۃ کا پیسہ اس مدرسہ میں خرچ کیا جاسکتا ہے؟ تملیک کے ساتھ یا بلا تملیک کے خرچ نہیں کیا جاسکتا ہے؟

المستفتی: شاہد رضا، رانی کھیت، نیستی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو بیرونی طلبہ مذکورہ مدرسہ میں رہتے ہیں، ان پر زکوٰۃ کا پیسہ بلا تملیک خرچ کرنا جائز ہے، ان کے کھانے میں، ان کے کپڑے میں ان کے وظائف وغیرہ میں دیا جاسکتا ہے، مگر مدرسہ کی تعمیر وغیرہ میں تملیک، یا بلا تملیک خرچ کرنا درست نہیں ہے، بلکہ تعمیر میں امدادی پیسہ ہی خرچ کیا جائے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ . (التوبة: ۶۰)

وقيل طلبة العلم ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً ، لا إباحة (تحتہ فی الشامیة) فلا يكفى فيها الإطعام إلا بطريق التمليك .
(در مختار مع الشامی ، كتاب الزكاة، باب المصرف ، زكريا ديوبند ۳/۲۸۹ تا ۲۹۱، كراچی ۲/۳۴۳، ۳۴۴)

وينبغي أن يلحق به طالب العلم لا شتغاله عن الكسب بالعلم .
(البحر الرائق ، قبيل باب صدقة الفطر ، زكريا ۲/۴۳۷ ، كوئٹہ ۲/۲۵۰)

لا يصرف إلى بناء نحو مسجد (وفي الشامیة) كبناء القنطرة إلى قوله والحج والجهاد وكل مالا تملك فيه . (شامی، كراچی ۲/۳۴۴، زكريا ۳/۲۹۱)

ولا تدفع الزكاة، لبناء مسجد، لأن التملك شرط فيها، ولم يوجد وكذا بناء القناطر، وإصلاح الطرقات، وكري الأنهار، والحج، والجهاد، وكل مالا تملك فيه . (مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۳۲۸، مصری قديم ۱/۲۲۲) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۲/۱۰/۲۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷/شوال ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۵۱۱/۳۹)

کس طرح کے مدارس میں زکوٰۃ جاتر ہے؟

سوال: [۴۲۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ایک مدرسہ ہے جس میں صرف لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں، اسمیں باہر کی لڑکیاں مقیم نہیں ہیں، گاؤں ہی کی رہنے والی لڑکیاں پڑھتی ہیں، تو اس مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا کیسا ہے؟ (۲) اسی طرح ایک مدرسہ ہے جس میں مقامی و بیرونی لڑکے تعلیم پاتے ہیں، مقامی طلباء زیادہ ہوتے ہیں، اور بیرونی کم اس مدرسہ میں مطبخ اور قیام کا بھی نظم ہے، تو اس میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اس مدرسہ میں مقامی نابالغ لڑکیاں بھی تعلیم پاتی ہیں؟ وضاحت فرمائیں؟

المستفتی: حافظ شمیم احمد، مدرسہ اسلامیہ عربیہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) زکوٰۃ فقیروں اور غریبوں کا حق ہے جب مذکورہ مدرسہ میں مستحق زکوٰۃ فقیروں کا خرچ نہیں ہے، تو زکوٰۃ کس کام کیلئے۔

ویشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة ولا يصرف إلى بناء

نحو مسجد الخ. (در مختار، كتاب الزكاة، باب المصروف زكريا

ديوبند ۳/۲۹۱، كراچی ۲/۳۴۴)

(۲) جی ہاں اس مدرسہ میں مستحق زکوٰۃ طلبہ کا خرچ ہے کھانا وغیرہ سب ہے چاہے کم

ہو یا زیادہ بہر حال مستحقین ہیں، اسلئے زکوٰۃ کی رقم اس میں دے سکتے ہیں۔

ویشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة الخ. (در مختار، زكريا

ديوبند ۳/۲۹۱، كراچی ۲/۳۴۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۱۱/۲۰۲۰ھ

۱۱/۱۱/۲۰۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۳۵/۶۳۷۵)

مدرسوں کے لئے ضرورت سے زائد زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم

سوال: [۴۴۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس مدرسہ میں صرف پانچ سات بیرونی طالب علم حصول تعلیم میں مشغول ہیں، اور لوگوں کے گھروں پر جا کر یا گھروں سے لا کر کھانا کھاتے ہیں، اور ان پر مدرسہ کی جانب سے سالانہ صرف ہونے والی رقم مثلاً پانچ ہزار ہے تو اس مدرسہ کیلئے پچاس ہزار روپیہ زکوٰۃ کی مد میں یکمشت یا متفرق طور پر چندہ کی شکل میں لینا کیسا ہے؟

المستفتی: سلیم الدین، سہسپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس مدرسہ میں صرف پانچ سات بیرونی طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہوں اور ان کی کفالت بھی گاؤں والوں کے ذمہ ہو تو ایسے مدرسہ کو ضرورت سے زیادہ زکوٰۃ کی رقم وصول کرنا درست نہیں؟

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ. (التوبة: ۶۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳/۷/۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۲۱۱۹)

محض چند طالبات کو وظیفہ دینے کیلئے زکوٰۃ کی وصولیابی کا حکم

سوال: [۴۴۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں

زید مدرسۃ البنات للمسلمین کا ذمہ دار ہوں، اس مدرسہ میں صرف لڑکیوں کی تعلیم کا نظم ہے، تعلیمی نصاب قرآن کریم، ناظرہ، اور اردو دینیات کے علاوہ درجہ ایک سے درجہ آٹھ تک ہندی انگریزی سائنس وغیرہ کی تعلیم کا نظم ہے، مدرسہ ہذا میں نہ تو مطبخ کا نظم ہے اور نہ ہی طالبات کا قیام البتہ مدرسہ میں پڑھنے والی کچھ نادار غریب طالبات

کو ماہانہ وظیفہ (قائم مقام کھانا) دیا جاتا ہے، نیز کسی غریب نادار کی شادی پر اس کا مالی تعاون مدرسہ ہذا سے کیا جاتا ہے، جامعہ کی طالبات سے برائے نام ماہانہ فیس لی جاتی ہے، جو مدرسہ کے اخراجات کیلئے ناکافی ہے اس لئے ماہ رمضان میں منجانب مدرسہ زکوٰۃ وصولیائی کا اور عید الاضحیٰ کے موقع پر چرم قربانی کا نظم رہتا ہے، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ موجودہ شکل میں مدرسہ کے لئے زکوٰۃ وصول کرنا اور زکوٰۃ کو مدرسہ کے اخراجات میں (مدرسین کی تنخواہ مدرسہ کی تعمیر وغیرہ میں) صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے، تو جواز کی شکل کیا ہے واضح فرمائیں؟

المستفتی: صادق حسین، کاشی پور، اتر اکنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ میں ذکر کردہ صورت حال میں مذکورہ

مدرسۃ البنات میں صرف غریب نادار طالبات کو جو ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے، وہی مدزکوٰۃ سے دیا جاسکتا ہے، باقی مدرسہ میں کوئی مصرف زکوٰۃ نہیں ہے، لہذا صرف غریب طالبات کو وظیفہ دینے کی وجہ سے زکوٰۃ و صدقات واجبہ کا باضابطہ چندہ کرنا بے محل ہے اس لئے اس مدرسہ کے چلانے کے لئے رمضان میں باضابطہ زکوٰۃ کی وصولی کرنا زکوٰۃ دہندگان کو دھوکہ اور غفلت میں رکھنا ہے، جو شرعاً درست نہیں اور زکوٰۃ کی وصولی ایسے مدارس کیلئے جائز ہے، جہاں غریب طلبہ کیلئے باضابطہ قیام و طعام کا نظم ہوتا ہے، اور یہاں ایسا کوئی نظم نہیں بلکہ طالبات سے فیس بھی لی جاتی ہے، اور فیس کے ذریعہ سے جو ضرورت پوری نہیں ہو پاتی ہے اس کے لئے سرمایہ داروں سے صاف وضاحت کے ساتھ رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے، کہ ضرورت پوری نہیں ہو پارہی ہے، امداد کی ضرورت ہے، اور غریب نادار لڑکیوں کی شادی میں خرچ کرنے کے لئے مدرسہ ذمہ دار نہیں ہے، اور نہ ہی مدرسہ کو اس کے لئے چندہ کرنا

چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈبھیل ۹/۵۹۳-۵۹۶)

قال الله تعالى: 'إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ'. (التوبة: ۶۰)

مصرف الزکاة هو فقير وهو من له أدنى شيء، أي دون نصاب .
(شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف کراچی ۲/۳۳۹، زکریا ۳/۲۸۳، مراقی الفلاح قدیم
۳۹۲/، دارالکتاب دیوبند/۷۱۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۲۰/۲۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/۱۴۳۵ھ

زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کی کن مدت میں صرف کر سکتے ہیں؟

سوال: [۴۳۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ کا روپیہ مدرسہ کی کس کس مد میں لگا سکتے ہیں؟

المستفتی: مہتمم جامعہ اخلاق العلوم، چکر کی ملک، مراد آباد
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: طلبہ کے کھانے کپڑے وغیرہ میں صرف کیا جاسکتا ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تلميكاً لا إباحة الخ. (الدر المختار، كتاب
الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ صفر ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵۴۱/۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۱۴۱۲ھ

مدرسہ کی زکوٰۃ کا مصرف اور تملیک کا طریقہ

سوال: [۴۳۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ کا مال مدرسہ کے کن کن مصارف میں استعمال ہو سکتا ہے، نیز تملیک کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ مستند

دلائل کے ساتھ جواب مرحمت فرمادیں؟

المستفتی: مقیم الدین قاسمی، خادم:
مدرسہ عمر فاروق، ہلدانی، نئی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مدرسہ کی زکوٰۃ کے پیسے کا مصرف مدرسہ کے غریب اور مستحق طلبہ ہی ہوتے ہیں، لہذا ان کے کھانے کپڑے میں زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کرنا درست ہے، اور تملیک کا شرعی طریقہ یہی ہے، کہ طلبہ کے قبضہ میں زکوٰۃ کا پیسہ دے کر ان کو مالک بنا دیا جائے، اسی طرح زکوٰۃ کے پیسہ سے بنا ہوا کھانا طلبہ میں تقسیم کر دیا جائے، تو یہ بھی تملیک کا بہترین طریقہ ہے، نیز مستفتی نے تملیک کا شرعی حکم پوچھا ہے وہی ہم نے لکھ دیا ہے، حیلہ تملیک نہیں پوچھا۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة (وتحتہ فی الشامیة) فلا يكفى فيها إلا طعام إلا بطريق التملك. (شامی، كتاب الزكاة، باب المصرف كراچی ۲/۴۴، زکریادیو بند ۳/۲۹۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ ذی القعدہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۸۳۰/۴۰)

چندہ کی رقم مدرسہ کی کن ضروریات میں خرچ کی جاسکتی ہے؟

سوال: [۴۴۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک صاحب خیر نے اپنی ذاتی سوا ۱۱ ایکڑ (۴۹ گھٹے) زمین کے ٹکڑے پر مختلف عمارتیں بنا کر ایک مولوی صاحب سے یہ کہا کہ میں نے یہ مدرسہ بنا دیا ہے، آگے آپ اسے چلاؤ میں آئندہ کسی قسم کی مدد نہیں کروں گا، آگے مرمت، رنگ، روغن، ٹوٹ پھوٹ وغیرہ کے مصارف بھی آپ کے ذمہ رہیں گے، مولوی صاحب نے ہامی بھر لی اور چندہ کر کے مدرسہ چلانا شروع کر دیا تقریباً چھ سال کا عرصہ ہو گیا ہے ان صاحب نے یزین کا ٹکڑا وقف نہیں کیا ہے؟

اب تک جس قدر مال صرف کیا گیا ہے، وہ حتی الوسع احتیاط کے ساتھ طلبہ کی ضروریات میں ہی صرف ہوا ہے، مثلاً لائٹ، پنکھے ان کے لگائے ہوئے خراب ہو گئے تو مدرسہ کی رقم سے بدل دئے گئے، دیواروں کا رنگ بالکل خراب ہو گیا تو رنگ کروادیا، بارش کے موسم میں گھاس پھوس بڑھ جاتی ہے، تو کٹوادی اور ابھی ایک دو جگہ نشیبی حصہ میں بھراؤ کرنا ہے، تاکہ بارش کا پانی جمع ہو کر گندگیوں اور امراض کے پھیلنے کا سبب نہ ہو اور رمزیدنا لیاں بنانی ہیں، تاکہ مدرسہ کے اندر کا پانی باہر نکل جائے، جس میں اچھی خاصی رقم خرچ ہو جانے کا اندازہ ہے، سوال یہ ہے کہ اب تک جو کچھ خرچ ہوا ہے، اور آئندہ جو خرچ ہوگا یہ چندہ کی رقم سے صحیح ہے یا غلط؟ کیونکہ زمین ان کی ذاتی ہے، وقف نہیں، اگر اللہ نہ کرے یہ خرچ غلط ہے تو جو کچھ خرچ ہوا ہے، اس کی تلافی کی کیا صورت ہوگی، اور یہ کہ آئندہ اس مدرسہ کی ترتیب کو جاری رکھا جائے یا بند کر دیا جائے، ملحوظ رہے کہ بار بار ترغیب دینے اور سمجھانے کے باوجود صاحب زمین وہ حصہ وقف کرنے پر آمادہ نہیں ہے لہذا تشفی بخش مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: خلیل احمد، عبدالغفار خاں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: چندہ کی رقم مذکورہ مدرسہ کی بالفعل ضروریات پانی بجلی پنکھے وغیرہ میں خرچ کرنا درست ہے اور تعمیری کام اور ہر پائنداری کام اس وقت تک چندہ کے پیسے سے نہ کیا جائے، جب تک مالک زمین اپنی ملکیت میں سے نکال کر مدرسہ کے نام منتقل نہ کر دے، ہاں البتہ وقتی ضرورت کیلئے رنگ وغیرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور گڈھے وغیرہ کا بھراؤ بھی تعمیر میں شامل ہے۔ (قاعدہ ۲۵۰/ہ)

لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه . (قواعد الفقه ،

اشرفیہ دیوبند/۱۱۰، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸/۲۹۶، شرح المحلة لسليم رستم ، باز

اللبناني اتحاد دیوبند ۱/۶۱، رقم: المادة : ۱۹۶) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶ صفر المظفر ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۹۸۱/۲۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۶/۲/۱۴۳۳ھ

زکوٰۃ کے دواہم مصرف میں سے کسی کو دینا زیادہ افضل ہے؟

سوال: [۴۴۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے دو مصرف ایسے ہیں، جنکو زکوٰۃ دینے سے دو گنا ثواب ملتا ہے، ایک اعزہ واقارب ہیں، ان کو دینے سے ایک تو صلہ رحمی کا دوسرے زکوٰۃ ادا کرنے کا، اور دوسرے نمبر پر مدارس عربیہ ہیں ان میں دینے سے بھی دو گنا ثواب ملتا ہے، ایک تو اشاعت علم دین کا دوسرے زکوٰۃ ادا کرنے کا، اب آپ تحریر فرمائیں، ان دونوں میں سے کس کو دینا زیادہ افضل ہے اگر مدارس عربیہ میں دینا افضل ہے، تو ”ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین و ابن السبیل“ میں تطبیق کی صورت کیا ہوگی؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اعزہ واقارب کو ذکر کیا ہے، فقہاء یا محدثین کس کے دینے کو زیادہ افضل قرار دیتے ہیں، مسئلہ کی وضاحت فرما کر جواب تحریر فرمائیں، نوازش ہوگی؟

المستفتی: کلیم اللہ غفرلہ، مقام: فتح پور،
کملپور، ضلع: سیتاپور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: محتاج عالم دین و طالب علم اور ذورحم سب افضلیت میں برابر ہیں لیکن حالات کے پیش نظر کبھی فرق بھی ہوتا ہے، کہ اگر طالب علم اور اہل علم ذورحم سے زیادہ ضرورت مند ہیں، تو ان کو دینا زیادہ افضل ہوگا، اور اگر ذورحم زیادہ ضرورت مند ہے تو اس کو دینا زیادہ افضل ہوگا۔

لأن المقصود منها، سدّ خلة المحتاج فمن كان أحوج كان أولى وأنفع للمسلمين بتعليم.... التصديق على العالم الفقير أفضل من الجاهل

الفقیر الخ. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الزکاة، باب المصرف قدیم ۳۹۴/، دارالکتاب دیوبند/۷۲۲، وھکذا فی الھندیہ زکریا ۱/۱۸۷، جدید زکریا، تبیین الحقائق، مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۰۲، زکریا دیوبند ۲/۱۲۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹/۱۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴۷/۲۷)

امداد نہ آنے والے مدرسہ میں زکوٰۃ صرف کرنا

سوال: [۴۳۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جس مدرسہ میں بیرونی طلبہ نہ رہتے ہوں تو اس مدرسہ میں زکوٰۃ و صدقات وغیرہ تملیک کر کے لگانا کیسا ہے، اور احقر کے گاؤں میں مدرسہ ہے، اور حالت یہ ہے کہ اگر زکوٰۃ و صدقات وغیرہ نہ لگایا جائے تو تعمیر کرانا تو بہت ہی مشکل بات ہے، ایک مدرس کی تنخواہ بھی دینی مشکل پڑے گی، اور بچوں کے اعتبار سے تین مدرسوں کی ضرورت ہے اور گاؤں کے اندر بدعت بھی ہے، تو ایسے حالات میں کیا کریں؟

المستفتی: احقر عبدالحفیظ، نورپور،

بڑھاپور، ٹکینہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کی تعمیر میں اور مدرسین کی تنخواہ میں لگانا اور خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

و كذلك فی جمیع أبواب البر التي لا یقع بہا التملیک كعمارة المساجد وبناء القناطر، والرباطات لا یجوز صرف الزکاة، إلیٰ هذه الوجوه. (عالمگیری، کتاب الحیل زکریا دیوبند ۶/۳۹۲، جدید زکریا ۶/۳۹۵)

اور بلا ضرورت شرعی کے مد زکوٰۃ کی تملیک بھی جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر کسی علاقہ

میں دور دور تک کوئی مدرسہ نہیں ہے، اور وہاں جہالت پھیلی ہوئی ہے، دینی انحطاط بڑھتا جا رہا ہے، اور امداد کہیں سے نہیں آرہی ہے، تو ایسی مجبوری کی صورت میں مد زکوٰۃ کی تمسک کر کے اس دینی ضرورت کو پوری کرنے کی گنجائش ہے، اب آپکا مدرسہ اس ضرورت کے دائرہ میں داخل ہے یا نہیں؟

والحیلة فی ذلک أن يتصدق السلطان بذلک علی الفقراء ثم الفقراء یدفعون ذلک إلى المتولی ثم المتولی یدفعون ذلک إلى الرباط .
(عالمگیری، زکریا دیوبند ۶/۳۹۲، جدید زکریا ۶/۳۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کاتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۹۷/۳)

مہتمم صاحب کا دوسرے مدرسہ کے طالب علم کو زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۴۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عبد اللہ نے ایک مدرسہ میں دینی تعلیم کی ابتداء کی پھر عربی چہارم سے فارغ ہو کر اس نے کسی بڑے ادارہ میں داخلہ لے لیا جبکہ اس مدرسہ میں فراغت تک تعلیم ہوتی ہے، عبد اللہ کی مالی حالت خستہ ہے لہذا اس نے اپنے ابتدائی مدرسہ کے مہتمم صاحب سے اپنی پریشانیاں بیان کیں، اور وظیفہ کی درخواست کی لہذا انھوں نے ماہانہ دو سو روپیہ وظیفہ دینا شروع کیا تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عبد اللہ کیلئے یہ رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے، اور عبد اللہ یہ نیت کرے کہ فی الحال ضرورت کے پیش نظر میں اس رقم کو استعمال کر لوں گا، لیکن فرسخی اور خوشحالی کے بعد انشاء اللہ ساری رقم اس مدرسہ کو لوٹا دوں گا، تو اس صورت میں اس کیلئے استعمال کی گنجائش ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالستار، مہاراشٹری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ طالب علم مستحق زکوٰۃ ہے اور مدرسہ کے مہتمم صاحب زکوٰۃ ہی کا پیسہ دیتے ہوں گے، اور زکوٰۃ دہندگان عام طور پر یہ قید نہیں لگاتے ہیں، کہ مذکوٰۃ کا پیسہ ایسے غریب طالب علم کو نہ دیں جو دوسرے بڑے مدرسہ میں تعلیم حاصل کر رہا ہے، اور زکوٰۃ میں چونکہ صرف مستحق کو مالک بنانا شرط ہوتا ہے، اور وہ شرط یہاں موجود ہے، لہذا بعد میں واپس کرنا اس پر لازم نہ ہوگا۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لإباحة الخ. (درمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند ۳/۲۹۱، كراچی ۲/۳۴۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
 كتبه: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۶/۲/۱۴۱۶ھ
 (الف فتویٰ نمبر ۳۲۰/۳۳۳)

دارالافتاء، دارالمطالعہ وغیرہ کیلئے زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں خریدنا

سوال: [۴۴۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایسے دارالافتاء کو زکوٰۃ کے پیسے سے کتابیں خرید کر دینا جہاں طلبہ نہیں پڑھتے عوام کے مسائل حل کرنے کیلئے اس کا قیام عمل میں آیا ہو تو زکوٰۃ کے پیسے سے کتابیں خرید کر دینا کیسا ہے، اس طرح وہاں جو مفتی صاحب رہیں گے، ان کو تنخواہ لینا کیسا ہے؟

المستفتی: عبدالرحمن، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دارالافتاء، دارالمطالعہ اور مدارس اسلامیہ کی لائبریریاں مستحق زکوٰۃ نہیں ہیں، لہذا ان میں زکوٰۃ کے پیسے سے کتابیں خرید کر دینا جائز نہ ہوگا، بلکہ مصرف خیر سے خرید کر دینا چاہئے، اور جو مفتی صاحب دارالافتاء میں کام کریں گے، انکی تنخواہ بھی مصرف خیر سے دینا ضروری ہے، اگر کسی شہر میں ایسا دارالافتاء قائم ہے اور ایسے کوئی معتبر مفتی صاحب اس دارالافتاء کی ذمہ داری ادا کریں تو اس شہر والوں کیلئے ضروری

ہے، کہ مصرف خیر سے مفتی صاحب کی تنخواہ کا انتظام کریں۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا، (تحتہ فی الشامیة) فلا یكفی فیہا الاطعام إلا بطریق التملیک . (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا دیوبند ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۴/۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۷۷)

مقروض مدرس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

سوال: [۴۴۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک مسجد میں امامت کرتا ہے، اور ایک مدرسہ میں مدرس ہے، مجموعی طور پر دونوں جگہوں سے اتنی تنخواہ ہے کہ جس کے ذریعہ گھر کا خرچ بمشکل چلتا ہے، نیز زید مقروض بھی ہے، مذکورہ صورت میں جواب طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کو ادائیگی قرض کیلئے زکوٰۃ دینا درست ہے یا نہیں؟ نیز کیا زید کو زکوٰۃ دینے میں بمقابلہ دیگر کے زیادہ ثواب ملے گا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب مرحمت فرما کر ممنون ومشکور ہوں؟

المستفتی: رئیس احمد، نجیب آباد، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب زید صاحب نصاب نہیں ہے، اور مسجد ومدرسہ کی تنخواہ قرض کی ادائیگی کیلئے کافی نہیں ہے، اور قرض کی ادائیگی کی کوئی اور صورت بھی نہیں ہے، تو زید کو شرعی طور پر زکوٰۃ کی رقم دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور عام لوگوں کے مقابلہ میں مستحق زکوٰۃ عالم کو دینا زیادہ افضل ہے۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو اكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً

أو كان صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لا يخص كلاً أو لا يفضل بعد دينه نصاب فلا يكره. (شامی، كتاب الزكاة، باب المصرف، زكريا ديوبند ۳/۳۰۳، ۳۰۴، كراچی ۲/۳۵۳)

الدفع إلى من عليه دين أولى من الدفع إلى الفقير. (ہندیہ، زکریا ۱/۱۸۸، جدید زکریا ۱/۲۵۰)

التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق على الجاهل .
(ہندیہ، زکریا ۱/۱۸۷، جدید زکریا ۱/۲۴۹، طحطاوی علی المراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند ۲/۷۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۱۷/۱۴۳۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/۱۲/۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۷۱۹/۴۱)

امام صاحب کیلئے صدقات واجبہ کی رقم وصول کرنا

سوال: [۴۲۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر امام غریب ہے، اخراجات نہیں چلتے تو فطرہ زکوٰۃ اس کو لینا کیسا ہے؟

المستفتی: گلزار احمد، سہارنپور، امام مسجد جھاڑی، ضلع سیکر، صوبہ: راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بطریق زکوٰۃ وصدقہ جائز ہے، اور بطریق اجرت امامت ناجائز ہے، کیونکہ زکوٰۃ و فطرہ بلا کسی عوض کے مستحق کو دینا واجب ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تملكاً الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند ۳/۲۹۱، كراچی ۲/۳۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۰/۱۱/۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۰۳۳)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۰/۱۱/۲۳ھ

ڈرافٹ کا خرچہ مد زکوٰۃ سے ادا کرنا

سوال: [۲۴۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بہت سے لوگوں پر دس ہزار روپیہ مثلاً زکوٰۃ فرض ہے، اسلئے مدرسہ کو زکوٰۃ کا پیسہ بھیجنے کیلئے ڈرافٹ بنوایا اور ڈرافٹ رجسٹری کے ذریعہ سے مدرسہ کو بھیجا تو رجسٹری میں اور ڈرافٹ بنوانے میں جو پیسہ خرچ ہوا ہے وہ دس ہزار روپیہ میں سے ہی تھا، الگ سے نہیں تھا، ایسا کرنے سے دس ہزار روپیہ پوری زکوٰۃ ادا ہوگئی یا ڈرافٹ پیسہ بنوانے میں یا رجسٹری کرنے میں اپنے پاس سے پیسہ خرچ کرنا چاہئے؟

المستفتی: قاری تسلیم احمد، مدرسہ انوار العلوم، کرتپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مد زکوٰۃ سے رجسٹری اور منی آرڈر خرچ اور ڈرافٹ خرچ ادا کرنا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ اس میں تملیک فقراء نہیں پایا گیا اور تملیک فقراء ادائے زکوٰۃ کیلئے شرط ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة الخ. (درمختار، كتاب

الزكاة، باب الصرف، زكريا ديو بند ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴)

لہذا یہ خرچ اپنے پاس سے ادا کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۱۰/۱۷ھ

۱۴۱۲/۱۰/۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۶۶۷)

ذمہ دار حضرات زکوٰۃ مصرف میں نہ خرچ کریں تو گناہ کس پر ہے؟

سوال: [۴۳۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے چندے کا پیسہ وصول کر کے مدرسہ کے ذمہ دار حضرات کو سوئپ دیا کہ اس کو صحیح جگہ پر صرف کریں، ان حضرات نے نامعقول جگہ پر پیسہ خرچ کیا تو زید کسی گناہ یا باز پرس کا مستحق ہوگا یا نہیں؟
المستفتی: احقر محمد ارشاد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مدرسہ کے ذمہ دار حضرات نے زکوٰۃ کا پیسہ اگر مصرف زکوٰۃ میں خرچ نہیں کیا ہے تو یہ لوگ شرعاً حائِن اور گنہگار ہونگے، ان کے ذمہ اس کا تاوان ادا کرنا لازم ہے۔

وللو کیل أن يدفعه لو لده الفقير لا لنفسه (در مختار) لا یملک الدفع
إلی غیرہ۔ (شامی، کتاب الزکاة، کراچی ۲/۲۶۹، زکریا ۳/۱۸۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ شعبان ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۳۷۷)

نامعلوم سفراء کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ

سوال: [۴۳۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یہاں سعودی عرب میں رمضان المبارک میں مختلف ممالک کے مدارس اور رفاہی تنظیم کے سفراء چندہ کیلئے آتے ہیں، لوگوں سے زکوٰۃ صدقات وغیرہ وصول کرتے ہیں، ان میں بعض دھوکہ باز بھی ہوتے ہیں، اگر کسی شخص کی زکوٰۃ وصول کنندہ بجائے مصرف کے اپنے اوپر خرچ کر لے جیسا کہ دیکھنے میں آیا ہے، کہ کاغذی مدرسہ یا تنظیم بنا کر عرب حضرات سے کافی مقدار میں چندہ جمع کر کے اپنا کاروبار شروع کر دیتے ہیں، تو کیا ایسی صورت میں زکاۃ دینے والوں کی زکاۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اور کیا زکوٰۃ دہندگان پر دوبارہ زکوٰۃ لازم ہوگی، اور کیا وصول کنندہ پر پہلی رقم قرض ہوگی؟

المستفتی: حبیب اللہ تاج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر زکوٰۃ دہندگان نے لاعلمی سے ایسے شخص کو زکوٰۃ دیدی ہے تو ان کی زکوٰۃ ادا ہوگئی اور دھوکہ دیکر وصول کرنیوالا شخص جب تک اس رقم کو مصرف تک نہ پہنچائے گا، اس وقت تک عند اللہ یہ مستحق مؤاخذہ ہوگا، اس شخص پر اس رقم کو مصرف تک پہنچانا لازم ہے، اور اگر زکوٰۃ دہندگان نے معلوم ہونے کے باوجود ایسے شخص کو زکوٰۃ کی رقم دیدی، تو پھر ایسی صورت میں یہ لوگ اپنے فریضہ سے بری نہ ہوں گے، بلکہ زکوٰۃ بدستور ذمہ میں باقی رہے گا۔

وإن بان غناه لا يعيد لأنه أتى بما في وسعه . (الدر المختار على

رد المختار ، كتاب الزكاة ، باب المصرف ۲ / ۳۵۳ ، زكريا ۳ / ۳۰۳)

حتى لو دفع بلا تحر لم يجز إن أخطأ أي إن تبين له أنه غير مصرف

فلو لم يظهر له شيئى فهو على الجواز . (شامى، كراچى ۲ / ۳۵۳، زكريا ۳ / ۳۰۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۰ / ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵ / ۶۹۷)

مدرسہ کے آٹا پسائی کی اجرت زکوٰۃ کی رقم سے دینا

سوال: [۴۲۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

بچوں کے لئے گیہوں پسائی کی اجرت زکوٰۃ کی رقم سے دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح کلٹری وغیرہ کی قیمت اور اس کی ڈھلائی وغیرہ زکوٰۃ کی رقم سے ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب باصواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتی: زاہد الاسلام مدرسہ رحمانیہ، محمد نگر، سہاگ پور، شہدول

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس کی یہ شکل ہوتی ہے کہ معطی جس کو زکوٰۃ کی رقم دے رہا ہے، وہ صرف معطی کا وکیل ہے طلباء کا وکیل نہیں اور معطی اپنے وکیل کو یہ ہدایت کرتا ہے، کہ اس پیسے کے ذریعے فلاں چیز ادائے زکوٰۃ کیلئے تیار کرنی ہے، اور یہ پیسہ اسی چیز میں خرچ کرنا ہے، مثلاً یہ کہہ کر کے دیدیا کہ اس پیسے سے کھانا بنا کر بہ زکوٰۃ طلباء کو کھانا تقسیم کرنا، تو ایسی صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت تک نہ ہوگی جب تک تیار شدہ کھانا طلباء کے ہاتھوں میں نہ پہنچ جائے، درحقیقت معطی کی طرف سے بشکل طعام ہی زکوٰۃ ادا ہو رہی ہے، اور پیسے دیتے وقت اس پیسے کو بہ زکوٰۃ کہنا صرف نام کے لئے ہے، لہذا اس پیسے کے ذریعے سے کھانا تیار کرنے کے لئے تمام اشیاء کا خریدنا اور آٹا پیسائی کی اجرت دینا، لکڑی کی قیمت ادا کرنا، اور طبّاخ کی اجرت دینا سب جائز ہے، اس لئے کہ یہ پیسہ بھی زکوٰۃ نہیں بنا بلکہ ان تمام چیزوں میں پیسہ خرچ ہونے کے بعد تیار شدہ کھانا ہی زکوٰۃ ہوگا، لہذا تیار شدہ کھانا جب تک مستحقین کے ہاتھوں میں نہ پہنچ جائے، اس وقت تک معطی کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

إلا إذا دفع إليه المطعوم بنية الزكوة يملكه فيصير أكلاً من ملكه . (شامی، کتاب الزکاة، کراچی ۲/۲۵۷، زکریا ۳/۱۷۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۲/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۶/۱ھ

زکوٰۃ کی رقم سے ماہانہ فیس ادا کرنا

سوال: [۴۴۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے بچے احسن العلوم طویلہ میں پڑھ رہے ہیں، اب ان کے کورس اور ماہانہ فیس کا مسئلہ ہے میرے اندر اتنی وسعت نہیں کہ میں اپنے بچوں کے کورس اور ماہانہ فیس کے پیسے دے سکوں تو دریافت یہ کرنا ہے، کہ اگر ان بچوں کی فیس اور کورس کے پیسے اس مدرسہ کے ذمہ دار بہ زکوٰۃ دیدیں، تو کیا یہ میرے لئے جائز ہے، میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے، گھر کا خرچہ بھی

قرض وغیرہ سے چل رہا ہے، شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں؟

المستفتی: محمد لائق، دولت باغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ میں آپ نے اپنے جو حالات ظاہر کئے ہیں، ان حالات کی وجہ سے آپ کیلئے زکوٰۃ کا استعمال جائز ہے، اسلئے مذکوٰۃ سے آپ کے بچوں کی فیس ادا کرنا یا بچوں کو کورس کی کتابیں لیکر دینا شرعاً جائز ہے، لیکن فیس کے مسئلہ میں اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، کہ اگر فیس ادا کرنے والے نے اپنے ہی مال کی زکوٰۃ کو فیس کی شکل میں دیدیا ہے تو وہ پیسہ پہلے آپکے یا آپکے بچوں کے ہاتھ میں آئے اس کے بعد آپ یا آپکے بچے فیس ادا کریں، تب اسکی گنجائش ہے، ورنہ فیس ادا کرنے والے کی زکوٰۃ خطرہ میں پڑ جائیگی۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ. (التوبة: ۶۰)

مصرف الزکوٰۃ والعشر هو فقير. (شامی، کتاب الزکاۃ، کراچی ۳۳۹/۲،

زکریا ۲۸۳/۳)

ويشترط أن يكون الصرف تملكاً لا إباحة. (شامی، باب المصروف

کراچی ۳۴۴/۲، زکریا ۲۹۱/۳)

دفع الزکوٰۃ إلى صبيان أقاربه برسم عيد أو إلى مبشر أو مهدى

الباکورة جاز (درمختار) قوله إلى صبيان أقاربه أي العقلاء؛ وإلا فلا يصح

إلا بالدفع إلى ولي الصغير. (شامی، کراچی ۳۵۶/۲، زکریا ۳۰۷/۳، طحطاوی

علی الدر کوئٹہ ۴۳۱/۱، عالمگیری، زکریا ۱۹۰/۱، جدید زکریا ۲۵۲/۱، حاشیہ

الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند/۷۱۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

۱۴۲۲/۲/۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۱۶۶)

محفل قرأت کے اخراجات زکوٰۃ کی رقم سے پورے کرنا

سوال: [۴۴۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مجلس تبلیغ قرآن (رجسٹرڈ) خالص قرأت قرآن کی خدمت کرنے کا ادارہ ہے ملک کی عالمی سطح پر قرأت کے اجتماعات کراتا ہے، آپ کے تمام دارالعلوم و مدارس میں شعبہ تجوید کے شعبہ جات عام ہیں، یہ مجلس کی کاوشوں کا نتیجہ ہے، مجلس کی کوئی آمدنی نہیں ہے، صرف اہل خیر سے جب سالانہ جلسہ ہوتا ہے، چندہ جمع کیا جاتا ہے، اہل خیر اور قرآن کے عاشقین مجلس کی خدمت کرتے ہیں، قراء مہمانوں کے قیام اور طعام اور زائد ہرہ (کرایہ) تمام اخراجات جن میں پنڈال اشتہارات وغیرہ شامل ہیں، کے ان اخراجات کو زکوٰۃ کے پیسہ سے پورا کیا جاسکتا ہے؟

المستفتی: خادم قرآن: چودھری محمد عارف

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کے مستحق فقراء و مساکین ہی ہیں، اس طرح کے ادارے و مجالس وغیرہ کی ضروریات زکوٰۃ کے مصارف میں شامل نہیں ہیں، اسلئے مذکورہ اخراجات میں زکوٰۃ و صدقات واجبہ کی رقم صرف کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، اور جو زکوٰۃ دہندگان جان بوجھ کر ایسی جگہ زکوٰۃ دیں گے ان کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ. (التوبة: ۶۰)

ولا تصرف في بناء مسجد وقنطرة ورباط ولا

يبنى بها قبر، ولا يقضى بها دين ميت ولا يعتق عبد ولا يكفن ميتا.

(الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل الثامن في من توضع فيه الزكاة،

زكريا ۳/۲۰۸، رقم: ۴۱۴۰)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما لا يصرف إلى بناء

نحو مسجد و کل ما لاتملیک فیہ . (در مختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب

المصرف کراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۳/۱۴۲۱ھ

۳/۳ یقعدہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۹۳۳)

زکوٰۃ، صدقات اور چرم قربانی کی رقم سے انجمن اور مدرسہ کی

کتابیں خریدنا کیسا ہے؟

سوال: [۴۴۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قربانی کی کھال کی رقم یا زکوٰۃ فطرہ کی رقم انجمن میں کتابوں وغیرہ کیلئے دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر دیدی تو انجمن میں کتابوں وغیرہ کیلئے خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد عزیز، مدرسہ اشرف العلوم، لکھنؤ پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ و صدقات اور چرم قربانی کی رقم سے انجمن یا

مدرسہ کی کتابیں خریدنا جائز نہیں ہے، بلکہ محتاجوں اور غریبوں کو صدقہ کر دینا لازم ہے۔

ولو باع الجلد أو اللحم بالدراهم أو بما لا ينتفع به إلا بعد استهلاكه
تصدق بثمانه لأن القرية انتقلت إلى بدله . (ہدایہ آخرین، کتاب الأضحیۃ،

جیسوری ۴/۴۳۴، اشرفیہ دیوبند ۴/۴۵۰، وکذا فی العالمگیریۃ کوئٹہ و زکریا ۶/۳۹۲،

جدید زکریا ۶/۳۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹/۲/۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۰۵۱)

زکوٰۃ کی رقم اور غلہ بلا تملیک مطبخ میں استعمال کرنا

سوال: [۴۴۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ کی رقم بغیر حیلہ تملیک کے بعیہ مطبخ کے صرف میں آسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ طلباء میں مالدار بھی ہوتے ہیں، اور غریب بھی ہوتے ہیں، یا زکوٰۃ کا اناج وغیرہ آیا تو اس کو بعیہ مطبخ میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بغیر حیلہ تملیک کے؟

المستفتی: سعید احمد، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ کا پیسہ اور زکوٰۃ کا غلہ بغیر حیلہ تملیک کے طلباء کے مطبخ میں استعمال کرنا بلا تردد جائز ہے، اور مدارس میں مد زکوٰۃ میں آیا ہو پیسہ اور غلہ کا اصل مصرف یہی مطبخ ہے، چاہے مطبخ سے صاحب حیثیت لوگوں کے لڑکے بھی کھا لیتے ہوں، اس لئے کہ صاحب حیثیت لڑکے جن کے پاس ماں باپ کی دولت سے الگ ذاتی دولت نصاب سے زیادہ ہے اور وہ مطبخ میں خوراک کی جمع کر کے کھانا لیتے ہیں، یا مدرسین خوراک کی جمع کر کے کھانا کھا لیتے ہیں، تو وہ بھی بلا تردد جائز ہے، اس لئے کہ انھوں نے قیمت ادا کر دی ہے۔

لأن الدفع لو لد الغنى إذا كان كبيراً جائزاً مطلقاً. (البحر الرائق، کتاب

الزكاة، باب المصروف زكريا ۲/۲۹۶، كونه ۲/۴۶۶) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۰ صفر ۱۴۲۰ھ

۱۴۲۰/۲/۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۶۰۳۵)

مدرسہ کے مطبخ کا قرض زکوٰۃ سے ادا کرنا

سوال: [۴۴۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک غریب مدرسہ ہے رمضان میں جو چندہ آتا ہے، اس سے مدرسہ کے تین چار ماہ کا خرچ

مشکل سے ہو پاتا ہے، اس کے بعد مدرسہ قرض پر چلتا ہے، مطبخ کا پورا رسد ادھا رآتا ہے، اور جب زکوٰۃ کا پیسہ چندہ میں وصول ہو جاتا ہے، تو اس سے مدرسہ کا قرض ادا کرتے ہیں، تو سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ کے پیسے سے طلباء کی ضروریات کیلئے لیا گیا قرض براہ راست زکوٰۃ سے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: شہزاد، بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مدرسہ کے مہتمم نے جو قرض لے کر طلباء کی ضروریات میں خرچ کیا ہے اس قرض کی ادائیگی براہ راست زکوٰۃ کے پیسے سے کرنا جائز ہے کیونکہ مہتمم طلبہ اور چندہ دہندگان دونوں کا وکیل ہوتا ہے، لہذا جب چندہ کا پیسہ ذمہ دار مدرسہ کے قبضہ میں ہے تو چندہ دہندگان کی زکوٰۃ ادا ہو گئی ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۲۵۰/۴، محمودیہ میرٹھ ۲۶۲/۱۴، کفایت المفتی جدید ۲۹۴/۴، جدید زکریا مطول ۲۶۱/۶، ایضاح المسائل/۱۱۳، محمودیہ ڈابھیل ۶۰۰/۹، کفایت المفتی قدیم ۲۷۶/۴)

إذا كان بإذنه وهو فقير فيجوز عن الزكاة على أنه تملك منه والدائن بقبضه بحكم النيابة عنه ثم يصير قابضاً لنفسه . (فتح القدير، اشرفیہ ۲۷۲/۲، زکریا ۲۷۲/۲، کوئٹہ ۲۰۸/۲)

من قضی دین غیرہ بامرہ فيجوز لو بامرہ أى يجوز عن الزكاة على أنه تملك منه والدائن يقبضه لحكم النيابة عنه ثم يصير قابضاً لنفسه. (شامی، زکریا ۲۹۲/۳، شامی، کراچی ۳۴۵/۲)

إذا وقع بأمر المديون لأن بالدفع وقع الملك للفقير بالتمليك وقبض النائب. (فتح القدير، اشرفیہ ۲۷۳/۲، زکریا ۲۷۳/۲، کوئٹہ ۲۰۸/۲) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۳ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۵۰/۴۰)

زکوٰۃ کی رقم سے بلا تملیک قرض ادا کرنا

سوال: [۴۴۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مہتمم یا کمیٹی کے لوگ قرض لیکر مدرسہ کی عمارت تعمیر کر دیں، اس کے بعد مدرسہ کا مہتمم یا ذمہ داران زکوٰۃ کے پیسے سے وہ قرض ادا کر دیں تو ایسا کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟
 المستفتی: شہزاد، کھاری ضلع بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدرسہ کی عمارت کے لئے جو قرض لیا گیا ہے اس کو براہ راست بغیر تملیک کے زکوٰۃ کے پیسے سے ادا کیا جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک شرط ہے اور یہاں تملیک نہیں پائی گئی ہے۔
 (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۴/۲۷۷)

ویشترط أن يكون الصرف تملیکاً لا إباحة. (شامی، باب المصروف کراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱)

بناء مسجد وتكفين ميت وقضاء دينه وشراء قن يعتنق وعدم الجواز
 لا نعدم التملیک الذی هو الرکن. (البحر الرائق، زکریا ۲/۴۲۴، کوئٹہ ۲/۲۴۳)
 بناء مسجد أى لا يجوز أن یبنى بالزکاة المسجد لأن التملیک
 شرط فیها ولم یوجد. (تبیین الحقائق، زکریا ۲/۱۲۰، امدادیہ ملتان ۱/۳۰۰)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۵۶/۴۰)

زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ کا قرض ادا کرنا

سوال: [۴۳۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل مدارس میں زکوٰۃ ہی زیادہ وصول ہوتی ہے، اور امداد تو شاذ و نادر ہے، اس لئے مدارس کے ارباب حل و عقد شریعت کے مقررہ طریق حیلہ تملیک سے فائدہ اٹھالیتے ہیں، مگر ہمارے اہل مدرسہ اس حیلہ تملیک سے بھی کلی طور پر متفق نہیں ہیں، تو اس صورت میں مہتمم کیا یہ کر سکتا ہے، کہ اول کسی مہاجن وغیرہ سے قرض اٹھالے، اور اس کو مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کر لے، بعد میں زکوٰۃ کی مد سے اس قرضہ کو ادا کر دے تو کیا مہتمم زکوٰۃ کی مد سے مدرسہ کا قرضہ ادا کر سکتا ہے؟

المستفتی: محمد اظہار الحق، مظہر القاسمی، شریف نگری،

ضلع: رتن گڈھ، صوبہ: راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر قرض لیکر مستحق طلبہ کی ضروریات میں خرچ

کیا گیا ہے تو مد زکوٰۃ سے ادا کرنا جائز ہے۔

من قضیٰ دین غیر بأمرہ، فیجوز لو بأمرہ أي یجوز عن الزکاة علی
أنہ تملیک منه والدائن یقبضہ لحکم النیابة عنہ، ثم یصیر قابضاً بنفسہ.

(شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا دیوبند ۳/۲۹۲، کراچی ۲/۳۴۵، کوئٹہ

۲/۶۸، وھکذا فی الھندیۃ زکریا ۱/۱۹۰، جدید زکریا ۱/۲۵۲)

اگر دوسری ضروریات کیلئے قرض لیا ہے تو اس کی ادائیگی میں جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں فقراء کو مالکانہ قبضہ بالواسطہ یا بلا واسطہ کسی طرح بھی نہیں دیا گیا اور مالکانہ قبضہ شرط ہے۔

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحةً إلی آخرہ . (الدر مع الرد،

کوئٹہ ۲/۶۱، کراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ العلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ محرم ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۴۵۹)

مستحق زکوٰۃ سفیر کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۴۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احقر کو بعض قرائن سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ چندہ کرنے والا شخص جو مدرسہ کے لئے چندہ کر رہا ہے، خود مستحق زکوٰۃ بھی ہے میں چندہ میں ایک بڑی رقم مد زکوٰۃ کی اسی شخص کو دیدوں زبان سے نہ کہوں جبکہ نیت اسی کی کر لوں، تو کیا میری زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟ خواہ وہ مدرسہ میں دے یا نہ دے؟

المستفتی: عبدالکریم، الہ آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں آپ کی زکوٰۃ ایسی صورت میں ادا ہو جائیگی، لیکن ایک فقیر کو مقدار نصاب سے زائد دینے میں کراہت لازم آتی ہے۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر الخ . (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب

المصرف، زكريا ديوبند ۳/۳۰۳، كراچى ۲/۳۵۳)

وكره دفع نصاب أو أكثر إلى فقير . (مجمع الأنهر مصرى قديم ۱/۲۲۵،

دارالكتب العليمة بيروت ۱/۳۳۲)

وكره الأغنياء وهو أن يفضل للفقير نصاب . (حاشية الطحطاوى على

مراقى الفلاح، دارالكتاب ديوبند/۷۲۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۴۲)

کیا مالدار طلباء مصرف زکوٰۃ ہیں؟

سوال: [۴۴۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بہت سے مدرسے ایسے ہیں، کہ جہاں بیرون طلباء تو ہیں، مگر بیرونی طلبہ سب سے کثیر تعداد میں مالدار ہیں، کیا ان طلباء پر صرف بیرونی طلبہ ہونے کی بنیاد پر زکوٰۃ فطرہ چرم قربانی وغیرہ مدت کا صرف کرنا جائز ہے؟

المستفتی: قاری تسلیم احمد، مدرسہ انوار العلوم، کراچی، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بیرونی طلبہ ہیں، اور وہ طلبہ از خود مالک نصاب نہیں ہیں، بلکہ انکے والدین مالک ہیں، تو ان کیلئے زکوٰۃ کا مال حلال ہے، اور صدقہ فطرہ و چرم قربانی کی رقم ان پر خرچ کرنا جائز ہے، اس لئے کہ والدین کے مالدار اور صاحب نصاب ہونے سے بالغ اولاد کا صاحب نصاب ہونا لازم نہیں آتا ہے۔

إن طالب العلم يجوز له أخذ الزكوة الخ. (درمختار، کتاب الزکاة، باب

المصرف زکریاد یوبند ۳/۲۸۵، کراچی ۲/۳۴۰، حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح،

دارالکتاب دیوبند/۷۲۰)

ولا يسأل أي لا يحل له أن يسأل شيئاً من الفوت من له قوت يومه ،
بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب إلا أن يكون مشغلاً بالجهد أو
طلب العلم . (سکب الأنهر، مع مجمع الانهر، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۳۳۳)

بخلاف ما إذا كان كبيراً فقيراً ؛ لأنه لا يعد غنياً بيسار أبيه وإن كانت

نفقته عليه. (هدايه، اشرفیہ دیوبند ۱/۲۰۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۷ شوال ۱۴۱۴ھ

۱۷/۱۰/۱۴۱۴ھ

(الف توئی نمبر: ۳۱/۳۶۶۷)

مالدار طالب علم کو زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۴۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ہمارے یہاں کے کچھ لڑکے دارالعلوم دیوبند میں پڑھتے ہیں ان لڑکوں کے والدین صاحب نصاب ہیں، مگر یہ لڑکے جب دارالعلوم جاتے ہیں، تو اپنے خرچ کیلئے چار سو پانچ سو روپے لیجاتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے، کیا ہم گاؤں کے لوگ جب دارالعلوم جائیں ان لڑکوں کو زکوٰۃ کے پیسے دے سکتے ہیں، کیا طالب علمی کے زمانہ میں اس طرح کے طالب علم مصرف زکوٰۃ ہوتے ہیں۔ (۲) اگر یہ طالب علم مصرف زکوٰۃ ہیں، تو کیا ہم ان کو ان کے گھر پر چھٹیوں میں رہتے ہوئے بھی زکوٰۃ کے پیسے دے سکتے ہیں، یا زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں خرید کر ان کو دے سکتے ہیں۔

المستفتی: محمد ایوب، بجنور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱-۲) جو طالب علم خود مالک نصاب نہیں ہے، اور وہ بالغ ہے اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا بلا تردد جائز ہے، بلکہ ڈبل ثواب ملیگا۔ (۱) اداء زکوٰۃ کا ثواب۔ (۲) اشاعت علم کا ثواب۔ لہذا دارالعلوم میں زیر تعلیم ایسے بالغ طلبہ کو وہاں جا کر کے زکوٰۃ کے پیسے دینا یا چھٹیوں کے زمانہ میں گھر کے قیام کے دوران دینا دونوں طرح جائز ہے، ان پیسوں کو وہ اپنی ذات پر استعمال کریں یا کتابیں خریدنے میں استعمال کریں ان کو اختیار ہے ایسے طلبہ کے ماں باپ مالدار ہوں تب بھی جائز ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱۸/۲، فتاویٰ محمودیہ ڈبھیل ۹/۲۰۰)

وبهذا التعلیل یقوی مانسب للوقعات من أن طالب العلم یجوز له أخذ الزکوٰۃ ولو غنیاً إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب الحاجة داعية إلى ما لا بد منه - وفي الشامیة تحته - وهذا الفرع مخالف لا طلاقهم الحرمة فی الغنی ولم یعمده أحد قلت وهو كذلك والأوجه تقييده بالفقر . (شامی، کتاب الزکاۃ، باب مصرف، کراچی ۲/۳۴۰،

زکریا دیوبند ۳/۲۸۵، ۲۸۶، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الزکاة، باب

المصرف، دارالکتاب دیوبند/۷۲۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۹ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

۱۴۳۰/۱/۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۷۳۵)

زکوٰۃ کی رقم طالب علم کیلئے حلال ہے

سوال: [۴۴۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)

زید حافظ قرآن ہے، اور اپنے گھر سے تنگ دست ہے گھر والے اس کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے اور وہ مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے، اور مدرسہ کا طعام لینا نہیں چاہتا ہے بلکہ اپنی جانب سے کھانا چاہتا ہے، تو کیا ایسا شخص تراویح میں ختم قرآن کی اجرت لیکر سال بھر کا خرچہ برداشت کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر ٹھیک ہے تو اجرت طے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد راغب، محلہ شیخان،

قصبہ سہسپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کی رقم غریب طالب علم کیلئے کھانا حلال ہے۔

أن طالب العلم له أخذ الزکوٰۃ ولو غنياً إذا فرغ نفسه لإفادة العلم

واستفادته لعجزه عن الكسب والحاجة داعية إلى ما لا بد منه . (الدر المختار

مع الشامی، کتاب الزکاة، باب المصرف کراچی ۲/۳۴، زکریا ۳/۲۸۵)

اور قرآن کریم کو سنا کر اجرت لینا حرام ہے اور حلال چھوڑ کر حرام کارا ستہ اختیار کرنا

کہاں کی عقل مندی ہے۔

وأن القراءة لشيء من الدنيا لا تجوز، وأن الاخذ والمعطى اثمان

لأن ذلك يشبه الاستئجار على القراءة ونفس الاستئجار عليها لا يجوز .

(شامی، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب فی بطلان الوصیة بالختمات والتہلیل کراچی ۷۳/۲، زکریا ۵۳۴/۲)

اور حدیث شریف میں فرمایا کہ قرآن کریم کو حصول رضاء خداوندی کا ذریعہ بناؤ، کمائی کا ذریعہ نہ بناؤ۔

إقرؤوا القرآن وابتغوا به الله عز وجل الحدیث: (رواہ احمد ۳۵۷/۳، رقم: ۱۴۹۱۶)

إقرؤوا القرآن ولا تغلوا فيه ولا تجفوا عنه ولا تأكلوا به، الحدیث: (رواہ احمد ۴۲۸/۳، رقم: ۱۵۶۱۴)

اور حدیث شریف میں ایسے لوگوں کے بارے میں وعید آئی ہے، جو قرآن کو اجرت اور کمائی کا ذریعہ بناتے ہیں۔

إقرؤوا القرآن وسلو الله تبارک وتعالیٰ به من قبل أن یجیبی قوم یسألون الناس به . (رواہ احمد ۵۴۵/۴، رقم: ۲۰۲۳۹)

اور بطور نذرانہ و تحفہ کے لینا بھی ناجائز ہے، چونکہ یہ شرعی طور پر المعروف کا مشروط کے تحت داخل ہو کر نام کا نذرانہ ہے بلکہ درحقیقت یہ بھی اجرت ہی ہے، چونکہ حافظ صاحب مقتدی حضرات دونوں کے ذہن میں کچھ لینے دینے کی بات ہوتی ہے اس لئے یہ بھی ناجائز ہوگا۔ (مستفاد: دارالعلوم ۶/۳۶۳، ۲/۲۹۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳۲۰/۸/۱۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۰/۶۳۰۸)

غنی طالب علم کیلئے زکوٰۃ لینا نیز مدرسہ کا کھانا کھانا

سوال: [۴۴۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا غنی

طالب علم کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں، اگر نہیں لے سکتا تو کیا وہ مدرسہ کا کھانا وغیرہ کھا سکتا ہے۔

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایسا غنی اور مالدار طالب علم جس کی ملکیت میں نصاب کے بقدر یا اس سے زائد مال ہو تو راجح قول کے مطابق اس کو زکوٰۃ کی رقم دینا یا مد زکوٰۃ سے اس پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے، لہذا مالدار اور مستطیع کو چاہئے کہ فیس مدرسہ کو ادا کر کے مدرسہ سے کھانا حاصل کرے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۲۸، بواہر النوادر/ ۱۲۷، احسن الفتاویٰ ۲/۲۵۲، ایضاح النوادر/ ۴۹)

من أن طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة ولو غنيا إذا فرغ نفسه لإفادة العلم وهذا الفرع مخالف لإطلاقهم الحرمة في الغنى ولم يعتمده أحد. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا ۳/۲۸۶، شامی، کراچی ۲/۳۴۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۶/۱/۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۶۸)

مستطیع طلباء کیلئے مدرسہ سے کھانا

سوال: [۴۴۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ طالب علم مدرسہ میں رہتے ہوئے مطبخ سے کھانا کھائے جبکہ وہ خود صاحب نصاب ہو تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر کیا طالب علم پر اس کھانے کی قیمت کا ادا کرنا ضروری ہے جو اس نے مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کھالیا ہے؟

المستفتی: حبیب اللہ تاج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: غنی اور صاحب نصاب غیر مسافر طالب علم کیلئے جائز نہیں ہے، اسلئے مدرسہ کے زمانہ میں جو اُس نے لاعلمی میں مطبخ سے کھانا کھایا ہے، اس زمانہ کے اعتبار سے قیمت طعام ادا کر دے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۴/۲۵۸، جدید زکریا ۲۷۴/۲ جدید زکریا مطول ۶/۲۷۰)

لأن الفقر شرط في الأصناف كلها. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف، کراچی

۳/۴۳، زکریا دیوبند ۳/۲۸۹، البحر الرائق، زکریا ۲/۴۲۲، کوئٹہ ۲/۲۴۲)

وهذا الفرع (أى جواز أخذ الزكوة لطالب العلم) مخالف لإطلاقهم

الحرمة في الغنى ولم يعتمد أحد.... والأوجه تقيده بالفقير. (شامی،

کراچی ۲/۳۴۰، زکریا ۳/۲۸۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۹۹۰)

مستطیع طالب علم کیلئے مدرسہ سے امداد لینا

سوال: [۴۴۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) ایک طالب علم جسکے والدین مالک نصاب ہیں، اور اپنے بچے کا کھانا خرچہ برداشت کر سکتے ہیں، تو کیا اس طالب علم کیلئے مدرسہ کا کھانا کھانا جائز ہے۔

(۲) وہ لڑکا بالغ ہے تو کیا حکم ہے۔

(۳) نابالغ ہے تو کیا حکم ہے، اور اگر لڑکا بالغ ہے اور وہ خود صاحب نصاب ہے تو

اس کیلئے مدرسہ کا کھانا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر لڑکا صاحب نصاب نہیں ہے، اور اس کے والدین صاحب نصاب ہیں، تو وہ والدین کو خرچہ دینے پر مجبور کریگا یا نہیں؟

المستفتی: وسیم اکرم، بدایوں، متعلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اگر وہ طالب علم بالغ ہے تو منجانب مدرسہ اس

کے اخراجات بھدزکوٹہ دئے جاسکتے ہیں، چاہے اس کے والدین غنی مالدار ہوں یا نہ ہوں۔

فیصرف إلى البالغ ولو ذكراً صحيحاً الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب

المصرف، زکریا دیوبند ۳/۲۹۸، کراچی ۲/۳۴۹)

بـخلاف ولده الكبير وإن كانت نفقته على الأب الغني لأنه لا

يعد غنياً بغنائه. (مجمع الأنهر، مصری قدیم ۱/۲۲۴، دارالکتب العلمیة بیروت

۳۳۰/۱، ہدایہ، اشرفیہ دیوبند ۱/۲۰۶، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح،

دارالکتاب دیوبند ۰/۷۲۰، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۳/۳۱۵، تبیین الحقائق،

امدادیہ ملتان ۱/۳۰۳، زکریا دیوبند ۲/۱۲۴)

(۲) اور اگر بالغ طالب علم خود صاحب نصاب ہے، جو اس کی حاجت اصلیہ سے

فاضل ہے تو اس کیلئے منجانب مدرسہ بھدزکوٹہ تعاون حاصل کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی مدزکوٹہ

کا کھانا لینا جائز ہے۔

عن عبد الله بن عمرو، قال: قال النبي ﷺ لا تحل الصدقة لغني،

ولا لذي مرة سوي. (مسند أحمد بن حنبل ۲/۱۶۴، رقم: ۶۵۳۰)

ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية الخ.

(شامی، کراچی ۲/۳۴۷، زکریا ۳/۲۹۵، ۲۹۶)

(۳) اور اگر طالب علم نابالغ ہے اور اس کے والدین صاحب نصاب مالدار ہیں، تو

اس طالب علم کو مدزکوٹہ سے مدرسہ کا کھانا لینا جائز نہیں ہے، والدین پر لازم ہے، کہ از خود اس

کا خرچہ برداشت کیا کریں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۱۹)

ولا إلى طفله أي الغني (إلى قوله) أن المراد بالطفل غير البالغ

ذكراً كان أو أنثى الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا

دیوبند ۳/۲۹۸، کراچی ۲/۳۴۹)

ولا إلى ولد غني إذا كان صغيراً لأنه غنياً ببسار أبيه. (هدایہ اشرفیہ دیوبند ۱/۲۰۶)

وإنما منع من الدفع لطفل الغني؛ لأنه يعد غنياً بغناء أبيه . (البحر الرائق ،
زكريا ديوبند ۲/۴۲۹، كوئٹہ ۲/۲۴۶، وھكذا في الجوہرۃ النيرة ، دارالكتاب ديوبند
۱/۱۵۷، امداديه ملتان ۱/۱۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۵۶/۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۳/۱۲ھ

غنی طالب علم کا مدرسہ سے وظیفہ لینا

سوال: [۲۳۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک
طالب علم گھر میں صاحب نصاب ہے اور مدرسہ میں جب اس کو جتنے روپے کی ضرورت پڑتی
ہے، منگوانے سے مل جاتے ہیں، بلکہ جتنے روپے طلب کرتا ہے، اتنا ہی گھر والے بھیج دیتے
ہیں، تو کیا ایسے طالب علم کیلئے مدرسہ کا کھانا کھانا اور وظیفہ لینا فی نفسہ درست ہے یا نہیں؟
المستفتی: محمد عباس، بردوانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسے بالغ طالب علم کو زکوٰۃ اور اس مدرسہ سے
وظائف لینا جائز ہے جس کے والدین صاحب نصاب ہیں لیکن اسکی ملکیت میں بقدر نصاب
مال نہیں ہے خواہ اس کے گھر سے روپے حسب چاہت آجاتے ہوں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ
۲/۱۸، فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۲۳، کفایت المفتی جدید ۴/۲۷، قدیم ۴/۲۵۸، جدید زکریا مطول ۶/۲۳۰،
ایضاح النوادر ۲/۶۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/۷/۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۰۷/۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۷/۱۴۲۰ھ

غنی اور سید طالب علم پر زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا

سوال: [۴۴۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شامی وغیرہ کی تحقیق سے یہ بات ثابت ہے، کہ اگر طالب علم غنی ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز و درست ہے لیکن اگر طالب علم سید ہو تو کیا اس کیلئے بھی زکوٰۃ جائز اور درست ہے، کیا بصورت عدم جواز طالب علم نے مدرسہ میں جو کھایا ہے، اور اسی طرح بجلی پانی اور دیگر زکوٰۃ کی اشیاء کا استعمال کیا ہے، اس کیلئے مدرسہ کو اس تمام رقم کا لوٹا ضروری ہوگا، یا صرف کھانے کی رقم کا لوٹانا ضروری ہوگا؟

المستفتی: رفعت علی قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شامی، کے جس مقام کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ غیر مفتی بہ ہے دوسرے مقام پر اسکی وضاحت موجود ہے، کہ طالب علم غنی صاحب نصاب غیر مسافر کیلئے زکوٰۃ جائز نہیں ہے اور سید کے بارے میں بھی یہی مسئلہ ہے کہ سید کو زکوٰۃ جائز نہیں ہے، خواہ وہ طالب علم غنی ہو یا محتاج، لہذا اس نے بھد زکوٰۃ سے جو کھایا ہے، اسکو ادا کرے اور اگر نادر ہے، تو ذمہ داران مدرسہ دوسری مد سے اس رقم کو ادا کریں اسی طرح بجلی پانی فرش جگہ وغیرہ کا استعمال کیا تو ان کا بھی مناسب کرایہ یا تو سید طالب علم از خود ادا کرے اور اگر نادر ہے تو ذمہ داران مدرسہ دوسری مد سے کہ جس سے تمملیک کی ضرورت نہ ہو اور معظمین کی جانب سے دلالۃ یا صراحتہً بلا تخصیص صرف کی اجازت ہو تو اسمیں سے سید طلباء کیلئے صرف کریں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۵۳)

ولا الیٰ بنی ہاشم ثم ظاهر المذهب إطلاق المنع . (شامی، کتاب

الزکاة، باب المصروف کراچی ۲/۳۵۰، ذکر یا ۳/۲۹۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱/۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۰۰۳)

زکوٰۃ کی رقم سے طلبہ کو بٹھا کر کھانا کھلانا

سوال: [۴۴۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ میں زکوٰۃ کے فنڈ کی رقم سے بغیر کسی حیلہ تملیک کے طلبہ کیلئے کھانا تیار کیا جاتا ہے، اور طلبہ بھی یہ جانتے ہیں، کہ یہ کھانا زکوٰۃ کے فنڈ کی رقم سے تیار کیا گیا ہے، اور وہ کھانا طلبہ کو حسب مصلحت (آداب طعام و دعاء وغیرہ سکھانے اور تصبیح اوقات سے روکنے اور کھانا ضائع کرنے سے بچانے کی غرض سے) ایک ساتھ بیٹھا کر کھلایا جاتا ہے، بعض طلبہ کو وقت الاطعام حاضر نہ ہونے کی صورت میں الگ سے کھانا دیدیا جاتا ہے، اور کھلانے والے طلبہ کو بھی الگ سے کھانا تقسیم کر دیا جاتا ہے، اور طلبہ بخوبی جانتے ہیں، کہ ان کی تربیت کی غرض سے ایک ساتھ بیٹھا کر کھلایا جاتا ہے، جیسا کہ مدارس میں ایسا بکثرت ہوتا ہے، اب دریافت۔ طلب بات یہ ہے کہ مکتوبہ تفصیل کی صورت میں زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوتی ہے، تو کیا کھانا تیار کرنے میں صرف شدہ کل رقم کی ادا ہوتی ہے، یا اس میں کوئی تفصیل ہے ”اور جو کھانا باقی رہ جاتا ہے، یا خراب ہو جاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے“ اور اگر بیٹھا کر کھلانے میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے، تو کیا صرف کردہ کل رقم کی نہیں ہوتی ہے، یا کوئی تفصیل ہے اور اب تک جو رقم ایک ساتھ بیٹھا کر کھلانے میں صرف ہوئی ہے، اس کا کیا حکم ہے، اور زکوٰۃ کے فنڈ کی رقم کو طلبہ کیلئے کھانا وغیرہ تیار کرانے میں حیلہ تملیک کے بعد صرف کرنا بہتر ہے یا بغیر حیلہ تملیک کے مسئلہ، صورتوں میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو کھانا زکوٰۃ کے پیسہ سے بٹھا کر کھلایا جاتا ہے، اسکی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اسلئے کہ یہ تملیک نہیں ہے بلکہ اباحت ہے اور ادائے زکوٰۃ کیلئے تملیک شرط ہے، اور بغیر قبضہ کے تملیک کا ثبوت نہیں ہوتا اور جو کھانا تقسیم کر کے طلبہ کے قبضہ

میں دیدیا جاتا ہے، اسکی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، لہذا جو کھانا بیٹھا کر کھلایا جاتا ہے، یا باقی رہ جاتا ہے، اسکی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اور جو تقسیم کر دیا جاتا ہے، اس کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، اور طلبہ پر زکوٰۃ کی رقم صرف کرنے اور کھانا پکا کر طلبہ کے قبضہ میں دیدینے میں حیلہ تملیک کی نہ ضرورت ہے نہ ہی مناسب ہے۔

وَأما الطعام فما يدفعه إليه بيده يجوز أيضاً لما قلنا بخلاف ما يأكله

بلا دفع إليه الخ. (شامی، کتاب الزکاۃ، زکریا دیوبند ۳/۱۷۲، کراچی ۲/۲۵۷)

إذا اشترى بالزکوٰۃ طعاماً فأطعم الفقراء غداً وعشاء ولم يدفع عين

الطعام إليهم لا يجوز لعدم التملیک الخ. (بدائع الصنائع، کراچی ۲/۳۹،

زکریا ۲/۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ہکذا فی البحر الرائق، کوئٹہ ۲/۲۰۱، زکریا ۲/۳۵۳)

لہذا اب تک جو کھانا بیٹھا کر کھلایا گیا ہے، ان سب کی زکوٰۃ باقی ہے مدرسہ کے ذمہ

داران پر اداء زکوٰۃ کی ذمہ داری باقی رہ جائیگی۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۰ ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ

۲۰/۱۱/۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۷۰۳)

مالدارو مستحقین زکوٰۃ طلبہ کا ایک ساتھ کھانا پکانا

سوال: [۴۴۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ

کے مطبخ سے کھانے والے طلبہ دو قسم کے ہوتے ہیں، (الف) غریب مستحق زکوٰۃ کے طلبہ۔

(ب) مالدار طلبہ جن کیلئے زکوٰۃ کا مال کھانا حرام ہے، اور وہ اپنی خوراک کی رقم مطبخ میں دے

کر کھانا لیتے ہیں، ان دونوں قسم کے طلبہ کا کھانا ایک ساتھ پکانا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ زکوٰۃ

فطرہ کے غلہ سے کھانا پکایا جاتا ہے، اور دونوں قسم کے طلبہ کو اس میں سے کھانا دیا جاتا ہے، اور

اگر مالدار طلبہ کا کھانا علیحدہ پکانا ضروری ہو تو ان کا غلہ، مصالحہ، ایندھن حساب وغیرہ سب کچھ

علیحدہ کرنا ضروری ہوگا، جس میں حرج عظیم ہے، لہذا کون سا طریقہ اختیار کیا جائے؟

المستفتی: محمد شہید اللہ پاڑوی، مدرسہ اشرف العلوم،
پیتھن، بردوان، مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مالدار طلبہ جو خوراک جمع کرتے ہیں، اور جو مدرسین خوراک جمع کر کے مدرسہ سے کھاتے ہیں، ان کا حساب الگ جوڑ کر رکھنا چاہئے، پھر مستحق زکوٰۃ طلبہ کیلئے مد زکوٰۃ سے جو کھانا بنایا جاتا ہے، ان کے ساتھ ملا کر پکانا جائز اور درست ہے، اسلئے کہ مطبخ کا حساب متعین ہے کہ ایک آدمی کی خوراک کتنی مقدار ہے اس طریقے سے ساتھ میں ملا کر پکایا جائے تو بلا تردد جائز اور درست ہے، یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ مالدار مدرسین نے زکوٰۃ کے پیسے کا کھانا کھایا بلکہ اپنے پیسے کا کھانا کھایا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/۲۲۳، ڈبھیل ۹/۶۰۸)

إن تخالطوهم فإخوانكم والمقصود الحث على المخالطة المشروعة بإصلاح مطلقاً أي إن تخالطوهم في الطعام والشراب والمسكن والمصاهرة تؤدوا اللائق بكم لأنهم إخوانكم أي في الدين وبذلك قرأ ابن عباس وأخرج عبد بن حميد عن المخالطة أن يشرب من لبنك وتشرب من لبنه ويأكل في قصعتك وتأكل في قصعته ويأكل من تمرتك ويأكل من تمرته الخ. (روح المعاني، زكريا ودارالفكر بيروت ۱۷۶/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۵/۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ
(الف توئی نمبر: ۳۷/۸۳۹۰)

زکوٰۃ و صدقات کی رقم سے بنے ہوئے کھانے کو غیر امدادی طلبہ کا کھانا

سوال: [۴۴۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ میں زکوٰۃ و صدقات امداد سبھی قسم کاراشن مثلاً غلہ کھی مرچ مسالہ وغیرہ مشترک

رہتا ہے، اور اسی سے کھانا تیار ہوتا ہے، طلبہ میں بعض وہ ہیں، جو غیر امدادی کھانا کھاتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ غیر امدادی طلباء اسی میں سے کھانا کھائیں، یا ان کیلئے الگ سے کھانا تیار کرایا جائے، نیز اگر راشن کی تملیک کرا دی جائے، تو کیا پھر غیر امدادی طلبہ کا اسمیں سے کھانا درست ہے، مذکورہ جو بھی صورت بہتر ہو یا ان کے علاوہ کوئی صورت ہو تو اس سے آگاہ فرمائیں؟

المستفتی: محمد اسلم قاسمی، خادم: مدرسہ حسینیہ
قاسم العلوم، دھامپور، ضلع: بجنور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: امدادی وغیر امدادی طلبہ کا کھانا ایک ساتھ تیار کرنا جائز ہے، اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، اسی طرح جو اساتذہ قیمتاً مدرسہ سے کھانا کھاتے ہیں، ان کا کھانا بھی طلبہ کے مدزکوۃ کے کھانے کے ساتھ پکانا جائز اور درست ہے۔
وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ، الآية: (سورة البقرة، آیت ۲۲۰)

والمقصود الحث على المخالطة المشروعة بالإصلاح مطلقاً أي إن تخالطوهم في الطعام والشراب والمسكن والمصاهرة تؤدوا اللائق بكم لأنهم إخوانكم أي في الدين وبذلك قرأ ابن عباس وأخرج عبد بن حميد عن المخالطة أن يشرب من لبنك وتشرب من لبنه ويأكل في قصعتك وتأكل في قصعته ويأكل من تمرتك ويأكل من تمرته الخ. (روح المعاني،

زکریا ۲/۱۷۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۰/۱/۱۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۷۳۶)

مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم سے بننے والے کھانے کا اساتذہ یا مہمان کا استعمال کرنا

سوال: [۴۴۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے مدرسہ میں مطبخ قائم ہے، اور مدرسین بھی اس سے کھانا کھاتے ہیں، مطبخ میں صدقہ زکوٰۃ کا پیسہ استعمال ہوتا ہے، کیا یہ مدرسین کیلئے جائز ہے، جبکہ مدرسین بھی اس سے کھانا کھاتے ہیں، اور مدرسین کیلئے الگ سے کھانا بنانا مشکل ہے، نیز ناظم مطبخ کیلئے امدادی فنڈ سے پیسہ لگانے کا امتیاز بھی بہت دشوار ہے، لہذا اگر کوئی گنجائش ہو تو تحریر فرمائیں؟

ایک مدرسہ کے ذمہ دار ہیں، اور وہ صاحب نصاب بھی ہیں، مدرسہ کی ہر وقت نگرانی کی فکر رہتی ہے، بعض موقعوں پر مہمانوں کا آنا اور ان کا مطبخ کے کھانے میں شریک کرنا کیسا ہے؟ اگر ایسا نہ ہو تو بھی بہت برا محسوس ہوتا ہے، کہ وہ ایک طرف کو بیٹھے رہیں، باقی لوگ کھانا کھاتے رہیں، نیز چائے وغیرہ کا امتحان وغیرہ کے موقع پر مدرسہ کے فنڈ سے انتظام ہوتا ہے، اس میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: رحمۃ اللہ تعالیٰ، مدرسہ اسلامیہ عربیہ،
مسافر خانہ دوگر سرائے، سنبھل، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ و صدقات واجبہ کی رقم مدرسین و ملازمین کی تنخواہوں میں دینا جائز نہیں اور مدرسہ کے مطبخ میں صدقات واجبہ اور زکوٰۃ کی مد سے طلبہ کیلئے جو کھانا وغیرہ تیار ہوتا ہے، اس میں سے بھی ملازمین و مدرسین کو کھانا دینا جائز نہیں ہے، البتہ اگر ہر ایک خوراک کی قیمت متعین کر کے ملازمین و مدرسین سے اس کے بقدر فیس وصول کر لی جائے یا ان کی تنخواہوں میں سے کاٹ لی جائے تو ایسی صورت میں طلبہ کے

کھانے کے ساتھ مدرسین کا کھانا بھی ایک ہی دیک میں پکانا جائز اور درست ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مدرسہ میں جو مہمان وغیرہ آتے ہیں، ان کو مطبخ سے صدقات واجبہ کی رقم سے پکا ہوا کھانا کھلانا بھی جائز نہیں ہے، نیز امتحان اور دیگر تقاریب میں آئے ہوئے مہمانوں کیلئے چائے وغیرہ کا انتظام بھی صدقات واجبہ کی مد سے درست نہیں بلکہ ایسے اخراجات کیلئے صدقات غیر واجبہ اور امداد خصوصی کا الگ سے فنڈ بنانا چاہئے، تاکہ اسی میں سے خرچ کیا جائے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۴/۲۶۳، ۴/۲۶۹، جدید زکریا مطول ۶/۲۷۰، ایضاح المسائل/۱۱۸)

فہی تملیک المال بشرط قطع المنفعة عن المملک من

کل وجه الله تعالیٰ. (الہندیۃ کتاب الزکاة، الباب الاول، زکریا دیوبند ۱/۱۷۰، جدید

زکریا ۱/۳۲۳، الدر مع الرد، زکریا دیوبند ۳/۱۷۳، کراچی ۲/۲۵۸، مجمع الأنهر،

مصری قدیم ۱/۱۹۲، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ شعبان ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۹۹۵)

کیا طالب علم مدرسہ کے کھانے کو بیچ سکتا ہے؟

سوال: [۴۴۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ:

ایک طالب علم کی امداد مدرسہ سے جاری ہے لیکن وہ کسی وجہ سے مثلاً اسکو مدرسہ کا کھانا برداشت نہیں ہوتا ہے، یا وہ چاول کھانے کا عادی ہے، جس کی وجہ سے روٹی برداشت نہیں ہوتی تو اپنا کھانا جو اس کو مدرسہ سے ملتا ہے، وہ کسی کو بیچ دیتا ہے اگر نہیں بیچتا ہے تو کبھی پھینک دینا پڑتا ہے، اور ایسا ہوتا ہے کہ اگر وہ نہ بیچے تو اس کے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ الگ سے روپے لگا کر چاول وغیرہ خریدے تو اس کے لئے یہ کھانا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بیچنے کا یہ طریقہ ہوتا ہے، کہ جو ٹکٹ اس کو مدرسہ کی طرف سے ملتا ہے بیچنے والا

اس ٹکٹ کو جس کو وہ اپنا کھانا بیچتا ہے دے دیتا ہے، اور خریدنے والا وہ ٹکٹ لیکر مطبخ سے کھانا اٹھا لیتا ہے، اور مہینہ میں ایک مقدار روپے خریدنے والے سے لیتا ہے، مثلاً دو سو روپیہ میں بیچتا ہے اگر وہ نہ بیچے تو مدرسہ سے بدل طعام لیتا ہے تو بہت کم روپیہ ملتا ہے، مثلاً سو روپیہ ملتا ہے، جس سے اس کا کام نہیں ہوتا تو کیا اس طرح کھانا فروخت کرنا درست ہے جبکہ آسمیں ایک خرابی یہ ہے کہ یہ بیع قبضہ سے پہلے ہے، اور دوسری خرابی یہ ہے، کہ مجہول کی بیع ہے، اگر یہ کہا جائے کہ مدرسہ کا کھانا متعین ہے، کہ دونوں ٹائم دو دو روٹی اور ایک ڈبا سالن ملتا ہے، تو جہالت تو نہیں البتہ دوسری خرابی قبضہ وہ نہیں پایا گیا لیکن اگر چہ فی الفور قبضہ نہیں تو بھی یہ معاملہ مفضی الی المنازعة نہیں تو مفضی الی المنازعة نہ ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ درست ہوگا، اسی طرح مدرسہ سے جو طالب علم کھانا خریدتا ہے، اس کو بھی روپیہ لیکر ایک ٹکٹ دیدیا جاتا ہے، اور وہ ٹکٹ لیکر مطبخ سے کھانا وصول کرتا ہے، یہاں بھی بیع مجہول معلوم ہوتی ہے، اور قبضہ بھی نہیں، قبضہ صرف ٹکٹ پر ہے، تو کیا مدرسہ سے اس طرح کھانا خریدنا درست ہوگا، دونوں مسئلوں میں اگر درست نہیں ہے تو جواز کی کوئی صورت اگر ہوا سے لکھیں؟

المستفتی: محمد عباس بردوان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: طعام کا ٹکٹ مدرسہ کی طرف سے حق امداد ہے، جب مدرسہ نے طالب علم کو ٹکٹ دیدیا تو طالب علم کا مدرسہ سے ملنے والی امداد یعنی طعام میں حق متعین ہو گیا، اب اسکی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے، اس کو جاننے کیلئے تین پہلو سے غور کیا جانا ضروری ہے۔

(۱) اس معاملہ میں جہالت ہے یا نہیں؟

(۳) اس میں غرر و دھوکہ ہے یا نہیں؟

(۳) حق امداد کس نوعیت کا ہے، اور بیع جائز ہے یا نہیں؟

ا تو سب سے پہلے جہالت کی جہاں تک بات ہے، اگر مان بھی لیا جائے، کہ طعام میں جہالت ہے کہ کسی دن روٹیاں بڑی اور کسی کسی دن چھوٹی کسی دن سالن کم کسی دن زیادہ ہو سکتا ہے، تو یہ جہالت جہالت یسیرہ ہے اور عقد اس جہالت کا متحمل ہوتا ہے، کیونکہ جہالت یسیرہ مفضی الی المنازعة نہیں ہوتی ہے۔

ففي كل ذلك تنتفي الجهالة الفاحشة عن المبيع ، وتبقى الجهالة

اليسيرة التي لاتنافي صحة البيع . (شامی، کتاب البیوع، قبیل مطلب فی الزق بین الأثمان والمبيعات کراچی ۴/۵۳۰، زکریا دیوبند ۷/۵۱)

لہذا جہالت کی بنیاد پر اس اس معاملہ کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا ہے۔

۲ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں غرر و دھوکہ نہیں ہے، کیونکہ جب ذمہ داران مدرسہ نے طعام کا ٹکٹ طالب علم کو دیدیا تو یہ متعین ہو گیا کہ روزانہ دو ٹائم اس کو کھانا ملنا متعین ہے۔ ۳ تیسرا پہلو جہاں تک حق امداد کی بات ہے تو حق امداد اصلاً فروخت کرنا جائز نہیں ہے، لیکن کسی شخص کیلئے صلح اور دست برداری کے طور پر عوض لیکر حق امداد منتقل کرنا جائز ہے، کیونکہ معاً آخرین احناف نے وظائف سے دستبرداری کے طور پر عوض لینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

فیفتمی بجواز النزول عن الوظائف بمال . (الدر مع الرد، مطلب فی النزول عن

الوظائف بمال، زکریا دیوبند ۷/۳۵، کراچی ۴/۲۸۲، الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۹/۲۸۳) نیز علامہ شامی نے مفتی ابوالسعود کا فتویٰ نقل کیا ہے: ورأيت بخط بعض

العلماء عن المفتي ابي السعود أنه أفتى بجواز أخذ العوض في حق القرار والتصرف وعدم الرجوع . (شامی، قبیل مطلب فی حلول الحوانیت زکریا

دیوبند ۷/۳۷، کراچی ۴/۵۲۰)

نیز ٹکٹ پر قبضہ کو قبضہ حکمی اور تخلیہ کے درجہ میں رکھ کر بھی اس معاملہ کو جواز کے

دائرے میں لایا جاسکتا ہے، کیونکہ قبضہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) قبضہ حقیقی۔

(۲) قبضہ حکمی۔

قبضہ حقیقی کا مطلب یہ ہے کہ عین طعام پر قبضہ ہو جائے، اور قبضہ حکمی کا مطلب یہ ہے کہ ایسی چیز پر قبضہ ہو جائے، جو طعام کیلئے تخلیہ کا درجہ رکھتی ہو تو اب ٹکٹ پر قبضہ قبضہ حکمی کے درجہ میں ماننا لازم ہوگا، اسلئے کہ جب طالب علم کو ٹکٹ مل جاتا ہے، تو ہر ایک جانتا ہے، کہ اس کو پورا سال کھانا ملیگا، البتہ اتنی بات طے ہو جانا ضروری ہے کہ جس کے نام کا ٹکٹ ہے اگر اس کے کسی جرم کی وجہ سے کھانا بند ہو گیا تو جن دنوں میں کھانا بند رہا ان دنوں کا پیسہ ٹکٹ بیچنے والے کو نہیں ملیگا، حتیٰ کہ وہ پیسہ مشتری طالب علم کو واپس کرنا ضروری ہے، نیز اس میں یہ شرط بھی ہے کہ اسی مدرسہ کے طلبہ کو فروخت کرے جس مدرسہ سے یہ ٹکٹ ملا ہے، دوسرے مدرسے کے طلباء یا عام آدمی کے ہاتھ یہ ٹکٹ فروخت کرنے کی گنجائش نہیں ہوگی، کیونکہ ان لوگوں کیلئے بھی گنجائش دیدی جائے تو مدرسہ کا نظام خراب ہو سکتا ہے، اور جو طالب علم پیسہ دیکر مدرسہ سے کھانا خریدتا ہے، یہ بلاشبہ جائز ہے، کیونکہ مدرسہ نے ایسی چیز پر قبضہ دیدیا ہے جو قبضہ حکمی اور تخلیہ کا درجہ رکھتی ہے اور بیع اہل مدرسہ کیلئے مقدوراً تسلیم ہے، اور بیع کا مقدوراً تسلیم ہونا کافی ہے۔

وكونه مقدور التسليم فلم ينعقد بيع المعدوم وماله خطر العدم.

(شامی، مطلب: شرائط البیع انواع اربعۃ زکریا دیوبند ۱۵/۷، کراچی ۵۰/۴)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۰/۱۱/۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۰/۱۱/۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۲۹)

مدارس میں مال زکوٰۃ کا استعمال کیسے ہو؟ (ایک تحقیقی جائزہ)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ أَمَّا بَعْدُ!



إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ. (التوبة الآية: ۶۰)



يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ❖ عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
مدارس اسلامیہ میں نوے فیصد زکوٰۃ کی رقم آتی ہے، اور دس فیصد مشکل
سے امداد کی رقم آتی ہے، اور زکوٰۃ کی رقم میں تملیک فقراء شرط ہے، اور بعض دفعہ
تملیک اور حیلہ تملیک کے اختیار کرنے میں بڑے مدارس میں سخت دشواریاں بھی
پیش آتی ہیں؛ اس لئے اس سلسلے میں کہاں تک گنجائش نکل سکتی ہے؟ اس کے
اثبات و نفی سے متعلق یہ مضمون پیش خدمت ہے۔

کس قسم کے مدارس کیلئے زکوٰۃ وصول کرنا جائز ہے؟

جن مدارس میں طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام ہے ان تمام مدارس کے لئے زکوٰۃ اور
صدقات واجبہ کی رقوم مسلمانوں سے وصول کرنا جائز اور درست ہے، چاہے وہ مدارس
چھوٹے ہوں یا بڑے، ہاں البتہ جن مدارس میں طلبہ کے قیام و طعام کا نظم نہیں ہے جیسا کہ
مکاتب ان کیلئے زکوٰۃ اور صدقات واجبہ وصول کرنا درست نہیں ہے؛ اس لئے کہ ان مدارس
میں ان مدات کے مصرف کا وجود ہی نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۵۹۴/۹)

اور ایسے مدارس کیلئے زکوٰۃ کی رقوم وصول کر کے طلبہ پر خرچ کرنے کا مسئلہ حضرت
معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو یمن بھیجتے وقت
جو ہدایات فرمائی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ان کے مال داوروں سے زکوٰۃ اور صدقات
وصول کر لیا کریں پھر وہی زکوٰۃ و صدقات ان کے فقراء میں تقسیم کر دیں۔

لمبی حدیث شریف کا ٹکڑا ملاحظہ فرمائیے:

بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر اپنے مال کی زکوٰۃ فرض فرمادی ہے اور وہ زکوٰۃ ان کے مالداروں سے وصول کر کے ان کے فقراء پر خرچ کی جائے۔

أَنَّ اللَّهَ قَدْ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ
صَدَقَةً تَوْحَدٌ مِنْ أَعْيَابِهِمْ وَتُرُدُّ
عَلَىٰ فُقَرَائِهِمْ الْخ. (بخاری
۲۰۳/۱، رقم: ۱۴۷۴)

ضرورت مند علماء کو زکوٰۃ دینا

تدریس و تصنیف اور تبلیغ میں مصروف علمائے دین اگر مد زکوٰۃ کے مصرف (فقیر) ہیں، تو ان کو مد زکوٰۃ میں سے بطور تبرع دینا جائز اور درست ہے، مگر بغیر تمسک فقراء کے تنخواہوں میں دینا جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ تنخواہیں اجرت ہوتی ہیں جو کام کے عوض میں لی جاتی ہیں، اور زکوٰۃ و صدقات واجبہ کو اجرت میں دینا جائز نہیں ہے؛ بلکہ بغیر اجرت اور بلا عوض کے مستحق کو مالک بنا دینا لازم ہوتا ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۴/۲۳۹، زکریا جدید ۴/۲۹۳، جدید زکریا مطول ۶/۲۷۸، محمودیہ میرٹھ ۴/۲۶۷ تا ۲۷۰، ایضاح المسائل/۱۱۸، امداد الفتاویٰ ۲/۵۲، احسن الفتاویٰ ۴/۲۵۲)

اس حکم کو بدائع الصنائع میں ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے:

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”وفی سبیل اللہ“ اس سے تمام نیکی کے کام مراد ہیں؛ لہذا اس میں ہر وہ شخص داخل ہو جائے گا جو اللہ کی طاعت اور خیراتی کاموں میں سرگرم عمل ہو بشرطیکہ وہ محتاج (مستحق) ہو

وَأَمَّا قَوْلُهُ تَعَالَىٰ: وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ عِبَادَةٌ عَنْ جَمِيعِ الْقُرْبِ فَيَدْخُلُ فِيهِ كُلُّ مَنْ سَعَىٰ فِي طَاعَةِ اللَّهِ تَعَالَىٰ، وَسَبِيلِ الْخَيْرَاتِ إِذَا كَانَ مُحْتَاجًا.

(بدائع الصنائع زکریا ۲/۵۴)

طلبہ کو مالک بنائے بغیر ان پر خرچ کرنا

سوال ۳ میں پوچھا گیا ہے کہ زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کی رقوم کا طلبہ کو مالک بنائے بغیر ذمہ دار مدرسہ طلبہ کی مصلحتوں اور ضرورتوں میں اپنے طور پر خرچ کر دیں تو مالک بنانے کے قائم مقام ہو جائے گا یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ طلبہ کو مالک بنائے بغیر اپنے طور پر ان کی ضروریات اور مصلحتوں میں خرچ کرنے کی بہت سی صورتیں جواز کے دائرے میں داخل ہیں، مثلاً طلبہ کے کھانے کے لئے مطبخ کے فنڈ میں خرچ کر دیا جائے یا طلبہ کیلئے کپڑا خرید کر ان میں تقسیم کر دیا جائے تو یہ صورتیں جائز اور درست ہیں؛ اس لئے کہ لوٹ کر طلبہ کے پاس بطور تملیک کے آجاتی ہیں، مگر طلبہ کی وہ ضروریات جو استہلا کی مصارف میں شامل ہیں، مثلاً روشنی، پانی، معلمین، خدام اور ملازمین کی تنخواہ، درس گاہ، کتب خانہ، اور کتابوں وغیرہ کے خرچ سے متعلق جو مسئلہ ہے وہ سوال ۸ اور ۹ کے ذیل میں موضوع بحث بنایا گیا ہے؛ اس لئے یہاں پر اس کو نہیں لکھا جا رہا ہے وہاں پر غور کیا جائے گا۔

اس حکم کو شامی میں ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے:

وَيَشْتَرِطُ أَنْ يَكُونَ
الصَّرْفُ تَمْلِيكًا لَا إِبَاحَةً.
(وَتَحْتَهُ فِي الشَّامِيَّةِ): فَلَا
يَكْفِي فِيهَا الإِطْعَامُ إِلَّا بِطَرِيقِ
التَّمْلِيكِ. (شامی، باب المصرف

شرط یہ ہے کہ زکوٰۃ کا پیسہ مالک بنانے کے طور پر صرف کیا جائے اباحت کے طور پر نہیں۔ (اس کے تحت شامی میں ہے کہ) لہذا کھانا کھلانا کافی نہیں ہے الا یہ کہ کھانے پر قبضہ دے کر مالک بنانے کے طریقہ سے ہو۔

زکریا ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴

اور شامی میں دوسری جگہ یہ حکم ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے:

جب یتیم کی پرورش کی جائے، اور اپنے مال کی زکوٰۃ میں سے اس کو پہنائیں اور کھلائیں تو پہنانے کے جواز میں کوئی شک نہیں، رکن زکوٰۃ کے پائے جانے کی وجہ سے اور رکن زکوٰۃ مالک بنانا ہے، بہر حال کھانا کھلانا تو جو کچھ اپنے ہاتھ سے اس کے قبضہ میں دیا جائے تو وہ بھی جائز ہے، بخلاف ان چیزوں کے جو وہ کھاتا ہے بغیر اس کے قبضہ میں دیئے ہوئے۔

إِذَا كَانَ يِعْوُلُ يَتِيمًا
وَيَجْعَلُ مَا يَكْسُوهُ وَيُطْعِمُهُ مِنْ
زَكَاةِ مَالِهِ ، فَفِي الْكِسْوَةِ لَا
شَكَّ فِي الْجَوَازِ لَوْ جُودَ
الرُّكْنِ وَهُوَ التَّمْلِيكُ ، وَأَمَّا
الطَّعَامُ فَمَا يَدْفَعُهُ إِلَيْهِ بِيَدِهِ
يَجُوزُ أَيْضًا لَمَّا قُلْنَا ، بِخِلَافِ
مَا يَأْكُلُهُ بِلَا دَفْعٍ إِلَيْهِ . (شامی،

زکریا ۱۷۲/۳، کراچی ۳۳۱/۲،

تاتار خانیاہ ۲۱۴/۳، رقم: ۴۱۵۹)

حیلہ تملیک کیسے ہو؟

حضرات فقہاء نے حیلہ تملیک کی جو صورت بیان کی ہے، وہ یہی ہے کہ فقیر کو زکوٰۃ کی رقم دے کر پھر اس سے مدرسہ کی ضروریات کے نام سے مطالبہ کیا جائے۔ اور اس کو ترغیب دی جائے کہ یہ پیسہ تمہارے پاس آچکا ہے، اور مدرسہ کو پیسوں کی سخت ضرورت ہے؛ لہذا اگر آپ یہ پیسہ مدرسہ کو دے دو گے تو آپ کو اس کا اجر ملے گا، اور اس پر ترغیبی انداز سے دباؤ ڈالنے کی بھی گنجائش ہے، جو فقہاء کی عبارت: ”ثم يأمر بعد ذلك بالصرف إلى هذه الوجوه“ وغیرہ کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے، کہ اس عبارت میں حیلہ تملیک کے موقع پر کم و بیش اصرار اور دباؤ کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اس سلسلے میں چند عبارتیں ذیل میں درج ہیں۔

اس حکم کو ”الفتاویٰ التاتاریخانیہ“ میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے:

وہ شخص جو مالِ زکوٰۃ کو غیر مصرف میں خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے، اس کے لئے حیلہ کی شکل یہ ہے کہ زکوٰۃ کی نیت سے فقیر پر صدقہ کر دے، پھر اس کے بعد فقیر کو ان غیر مصرف کار خیر میں خرچ کرنے کا حکم کرے، تو ایسی صورت میں صاحبِ مال کو زکوٰۃ کا ثواب اور اس فقیر کو اس کار خیر میں خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔

وَالْحَيْلَةُ لِمَنْ أَرَادَ
ذَلِكَ أَنْ يَتَصَدَّقَ يَنْوِي الزَّكَاةَ
عَلَىٰ فَقِيرٍ، ثُمَّ يَأْمُرُهُ بَعْدَ ذَلِكَ
بِالصَّرْفِ إِلَىٰ هَذِهِ الْوُجُوهِ،
فَيَكُونُ لِصَاحِبِ الْمَالِ ثَوَابُ
الصَّدَقَةِ، وَلِذَلِكَ الْفَقِيرُ
ثَوَابُ هَذَا الصَّرْفِ. (الفتاویٰ

التاتارخانیة زکریا ۳/۲۰۸، رقم:

۴۱۴۱، ۳۱۸/۱۰، رقم: ۱۴۸۶۰،

۱۴۸۶۱، ہندیہ ۶/۳۹۲، جدید

زکریا ۲/۴۷۳، شامی، کتاب الزکاة

، زکریا ۳/۱۹۱، کراچی ۲/۲۱۱)

اس کو محیط برہانی میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے:

جو شخص مد زکوٰۃ کو دیگر کار خیر میں خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہو اس کے لئے حیلہ کی شکل یہ ہے کہ مقدار زکوٰۃ کے برابر فقیر پر صدقہ کر دے، پھر اس کے بعد فقیر کو ان دیگر کار خیر میں خرچ کرنے کا حکم کرے، تو ایسی صورت میں صاحبِ مال کو ادائے زکوٰۃ کا ثواب ملے گا، اور فقیر کو اس کار خیر کا ثواب ملے گا۔

وَالْحَيْلَةُ لِمَنْ أَرَادَ
ذَلِكَ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمِقْدَارِ
زَكَوَاتِهِ عَلَىٰ فَقِيرٍ، ثُمَّ يَأْمُرُهُ بَعْدَ
ذَلِكَ بِالصَّرْفِ إِلَىٰ هَذِهِ
الْوُجُوهِ، فَيَكُونُ لِصَاحِبِ
الْمَالِ ثَوَابُ الصَّدَقَةِ، وَلِلْفَقِيرِ
ثَوَابُ هَذِهِ الْقُرْبَةِ. (المحیط

البرہانی ذہیل ۳/۲۱۲، رقم: ۲۷۸۴،

و کذا البحر الرائق زکریا ۲/۴۲۴، تبیین

الحقائق، زکریا ۲/۱۲۱، النهر لفاتح

۱/۳۲۸، مجمع الأنهر ۱/۳۲۸، فقیہ

الأمت دیوبند و مصری)

حضرات فقہاء نے حیلہ تملیک کا مسئلہ خاص طور پر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے مستنبط کیا ہے، کہ جب حضرت نسیبہؓ نے صدقہ کا بکرہ حضرت بریرہؓ کو پیش کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ بریرہ کے لئے صدقہ ہے، ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لا کر فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کی چیز ہے؟ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ کچھ نہیں ہے، مگر نسیبہؓ نے بریرہؓ کے واسطے جو صدقہ کا بکرہ بھیجا ہے، اس میں سے کچھ ہے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے شک وہ بکرہ اپنی جگہ پہنچ چکا ہے۔

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةِ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ: لَا إِلَّا شَيْءٌ بَعَثْتُ بِهِ إِلَيْنَا نُسِيْبَةً مِنَ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ: إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحَلَّهَا.

(بخاری ۱/۲۰۲، رقم: ۱۴۷۲)

ایک روایت کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ حضرت انسؓ سے مروی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ ایسا گوشت پیش کیا گیا جو حضرت بریرہؓ پر صدقہ کیا گیا تھا، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ بریرہ کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى بِلَحْمٍ تَصَدَّقَ بِهِ بِرَيْرَةَ، فَقَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ.

(بخاری، النسخة الهندية ۱/۲۰۲،

رقم: ۱۴۷۳، مسلم ۱/۳۴۵،

دارالسلام رقم: ۱۰۷۴)

ابوداؤد شریف اور ابن ماجہ کی حدیث شریف کے اسی ٹکڑے سے بھی حیلہ تملیک کی بات سمجھ میں آتی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

لِرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَارٌ
مُسْكِينٌ فَتَصَدَّقَ عَلَى الْمُسْكِينِ
فَأَهْدَاهَا الْمُسْكِينُ لِلْغَنِيِّ. (ابو داؤد ۲۳۱/۱، رقم: ۱۶۳۶، ابن ماجہ ۱۳۲/۱ رقم: ۱۸۴۱)

کسی آدمی کا پڑوسی مسکین فقیر ہے
پس اس فقیر پر صدقہ کیا جائے، پھر مسکین
وہ صدقہ غنی مالدار کے لئے ہدیہ کر دے
(تو جائز ہے)۔

فقیر کا قرض لے کر مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کرنا

سوال ۵۱ میں جو بات لکھی گئی ہے وہ بات آج کے زمانہ میں ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، کہ مستحق زکوٰۃ اور محتاج شخص کو اتنا بڑا قرض کون دے سکتا ہے، تاکہ وہ مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کر دے؛ کیوں کہ موجودہ زمانہ کے تجربہ سے ثابت ہوا کہ ایسے محتاج شخص کو کوئی شخص بڑی رقم بطور قرض نہیں دیتا ہے، تاہم اگر ایسا کہیں وجود میں آنا ممکن ہے اور فقیر محتاج کو مدرسہ میں خرچ کرنے کے نام سے کوئی شخص قرض دے دیتا ہے، اور وہ قرض لے کر مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کر دیتا ہے، تو مذکوٰۃ سے اتنی رقم ادائے قرض کے نام سے اس کو دینا جائز ہو سکتا ہے، جیسا کہ فقہاء کی اس طرح کی عبارت سے واضح ہوتا ہے:

وَمَدْيُونٌ لَا يَمْلِكُ
نَصَابًا فَاصْلًا عَنْ دَيْنِهِ. (وفی
الظَّهْرِيَّةِ: الدَّفْعُ لِلْمَدْيُونِ
أَوْلَىٰ مِنْهُ لِلْفَقِيرِ (وَتَحْتَهُ فِي
الشَّامِيَّةِ) أَيُّ أَوْلَىٰ مِنَ الدَّفْعِ
لِلْفَقِيرِ الْغَيْرِ الْمَدْيُونِ لَزِيَادَةِ
إِحْتِيَاجِهِ. (شامی، کراچی
۲/۳۴۳، زکریا ۳/۲۸۹)

اور ایسے قرض دار کو زکوٰۃ دی جاسکتی
ہے، جو ایسے نصاب کا مالک نہیں ہے، جو اس
کے قرض کی ادائیگی سے فاضل ہو۔
(اور ظہیریہ میں ہے کہ مدیون کو دینا فقیر
کو دینے سے زیادہ بہتر ہے،) (اس کے نیچے
شامی میں ہے کہ) (غیر مدیون فقیر کو دینے
سے مدیون فقیر کو دینا زیادہ بہتر ہے اس کے
زیادہ محتاج ہونے کی وجہ سے۔

کیا عمارت کی تعمیر کے قرض کو مد زکوٰۃ سے ادا کیا جاسکتا ہے؟

سوال ۱۰ میں یہ پوچھا گیا ہے کہ عمارت کی تعمیر کیلئے مہتمم صاحب کسی ایک مالدار شخص یا چند افراد کی کمیٹی سے کہیں کہ آپ لوگ خود اپنی طرف سے یا دوسرے لوگوں سے قرض لے کر مدرسہ کی عمارت بنوادیں اور ہم کسی طرح ادا کر دیں گے، پھر مدرسہ کے مہتمم زکوٰۃ کی رقم سے ان کا قرض ادا کر دیں تو کیا قوم زکوٰۃ اور صدقات واجبہ سے ان حضرات کا قرض ادا کرنا جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟

اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ یہ قرض موجودہ طلبہ کی فوری ضرورت میں خرچ نہیں ہوا ہے، اور نہ ہی اس قرض کے پیسہ سے موجودہ طلبہ نے کسی کا قسم فائدہ اٹھایا ہے؛ بلکہ آئندہ سالوں میں آیا تو لے طلبہ ان عمارتوں سے فائدہ اٹھائیں گے؛ اس لئے یہ قرض موجودہ طلبہ کی طرف سے ثابت کرنا صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے؛ لہذا زکوٰۃ کی رقم سے تعمیر کیلئے لئے گئے قرض کی ادائیگی کے بارے میں بغیر تملیک فقراء کے جواز کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔

زکوٰۃ کی رقم مسجد وغیرہ کی تعمیر پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے، ایسا ہی رفاہ عام کے پل اور پیادہ و مسافر خانہ کی تعمیر، راستوں اور سڑکوں کی پختگی میں، نہروں کی کھدائی میں، حج اور جہاد میں اور ہر اس چیز میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے جس میں مالک بنانا نہ پایا جاتا ہو

لَا يَصْرِفُ إِلَىٰ بِنَاءِ نَحْوِ
مَسْجِدٍ (و تَحْتَهُ فِي الشَّامِيَةِ)
كِبْنَاءِ الْقَنَاطِرِ وَالسَّقَايَاتِ
وَإِصْلَاحِ الطَّرِيقَاتِ وَكَرَى
الْأَنْهَارِ وَالْحَجِّ وَالْجِهَادِ
وَكُلُّ مَا لَا تَمْلِكُ فِيهِ.

(شامی زکریا ۳/۳۹۱، کراچی ۲/)

زکوٰۃ کے پیسہ سے مطبخ کا قرض ادا کرنا

اگر کوئی مدرسہ غریب ہے اور بحرانی حالت میں ہے، اور دوکان دار سے ادھار سامان

لا کر مطبخ اور دیگر ضروریات پوری کرتا ہے، اور بعد میں زکوٰۃ کے پیسہ سے دوکاندار کا قرض ادا کر دیا جاتا ہے، تو ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟ اور بلا تملیک کے زکوٰۃ کے پیسہ سے قرض ادا کرنا درست ہو جائے گا یا نہیں؟

اس بارے میں وضاحت آگے آرہی ہے کہ قبضہ زکوٰۃ کے بارے میں مہتمم، ذمہ دار مدرسہ اور مہتمم کے نائبین سرفراء وغیرہ زکوٰۃ دہندگان کے وکیل ہونے کے ساتھ ساتھ طلبہ کے بھی وکیل ہیں؛ لہذا طلبہ پر خرچ کرنے میں جو قرض ہوا ہے وہ قرض طلبہ کی طرف سے وکیل بن کر مد زکوٰۃ سے ادا کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ چنانچہ دوکان دار کا قرض طلبہ کے واسطے ہوا ہے؛ اس لئے طلبہ کی طرف سے وکیل بن کر مد زکوٰۃ سے ادا کرنا جائز اور درست ہو جائے گا جیسا کہ حسب ذیل فقہی جزیات سے واضح ہوتا ہے:

بہر حال زندہ فقیر کا قرض ادا کرنا اگر اس کی اجازت سے ہو تو جائز ہے (اور اس کے تحت شامی میں ہے کہ) بیشک جو شخص غیر کا قرض اس کے حکم سے ادا کرتا ہے اس کیلئے رجوع کی شرط لگائے بغیر صحیح قول کے مطابق مقروض پر رجوع کرنا جائز ہے، تو ایسی صورت میں مدیون کی طرف سے قرض کے طور پر تملیک ثابت ہو جائے گی اور زکوٰۃ کی ادائے کی جائز ہو جائے گی اس وجہ سے کہ مدیون کی طرف سے تملیک پائی گئی اور ائسن کا اس کو قبضہ کرنا اس کی طرف سے نیابت کی وجہ سے ہے، پھر اس کے بعد وہ اپنے لئے قبضہ کرنے والا بن جاتا ہے۔

أما دين الحي الفقير فيجوز لو بأمره (وتحتہ فی الشامیة) لأن من قضیٰ دين غیره بأمره له أن يرجع علیه بلا شرط الرجوع في الصحيح، فيكون تملیکاً من المديون علی سبيل القرض، وقوله: يجوز عن الزکوٰۃ علی أنه تملیک منه والدائن يقبضه لحکم النيابة عنه ثم يصير قابضاً لنفسه. (شامی، زکریا ۳/۲۹۱، ۲۹۲، کراچی ۲/۲۴۴)

اور شامی کی ذیل کی عبارت سے بھی یہ بات مستفاد ہوتی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

وہو أن يوكل المديون
خادم الدائن بقبض الزكوة ثم
بقضاء دينه ، فقبض الوكيل
صار ملكاً للموكل ولا يسلم
المال للوكيل إلا في غيبة
المديون لا احتمال أن يعزله عن
وكالة قضاء دينه حال القبض
قبل الدفع . (شامی، زکریا ۳/۱۹۱،

اور وہ یہ ہے کہ مديون دائن کے خادم کو
قبضہ زکوٰۃ کا وکیل بنائے، پھر اپنے قرض کی
ادائیگی کا وکیل بنائے، تو وکیل کے قبضہ کی وجہ
سے موکل کی ملکیت ثابت ہو جائے گی، اور مال
وکیل کو سونپا نہیں جائے گا، مگر مديون کی غیبت
میں مال کی ادائیگی سے پہلے قبضہ کی حالت
میں اس کے قرض کی ادائیگی کی وکالت سے
معزول کر دینے کے خطرہ کی وجہ سے۔

کراچی ۲/۲۷۱)

تملیک کی بہترین شکل

سوال کے میں جو طریقہ لکھا گیا ہے مدارس میں تملیک کیلئے وہ سب سے بہتر شکل معلوم ہوتی ہے، کہ جتنا ماہانہ خرچ بشمول مطبخ، تعلیم، تنخواہ مدرسین و ملازمین وغیرہ آتا ہے، اس کو طلبہ کی تعداد پر تقسیم کر کے ہر ایک کے حصہ میں آئیواری قوم بطور فیس مقرر کر دی جائے، اور ہر مہینہ فیس کے بقدر رقم بطور وظیفہ طالب علم کو مدزکوٰۃ سے دے دی جائے، پھر طالب علم سے بطور فیس وصول کر کے ذمہ دار مدرسہ، مدرسے کی مذکورہ تمام ضروریات میں خرچ کرتے رہیں، یہ صورت مدارس اسلامیہ میں مدزکوٰۃ کی قوم کی تملیک کی بہترین شکل ہے، اگر اس شکل پر حتی الامکان عمل ہو جائے تو کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا۔ (مستفاد: ایضاح النوادر/۲۲۳، محمودیہ ڈابھیل ۹/۶۰۳، رجمیہ ۵/۱۵۰، محمودیہ الفتاویٰ ۲/۱۴۷، کتاب المسائل ۲/۲۷۳)

لہذا جن مدارس میں اس شکل پر عمل ممکن ہو تو ان مدارس کے ذمہ داروں کو اس شکل کو اپنالینا چاہئے، اور جو مدارس بہت بڑے ہیں، جن میں ہزاروں سے زائد طلبہ قیام

و طعام کیساتھ رہتے ہیں، ان مدارس میں اس شکل پر عمل کرنا دشوار ہو سکتا ہے؛ اسلئے ان مدارس کیلئے الگ سے کوئی دوسرا حل تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ اور مذکورہ شکل میں صراحت کیساتھ فقیر کو مال زکوٰۃ کا مالک بنا دینا پایا جاتا ہے، جو فقہاء کی ذیل کی صریح عبارت کے تحت داخل ہے:

ويشترط أن يكون الصرف
 و يشترط أن يكون الصرف شرط یہ ہے کہ زکوٰۃ کا پیسہ مالک
 تملیکاً لا إباحة. (شامی، زکریا ۳/۲۹۱) بنانے کے طور پر صرف کیا جائے اباحت کے
 طور پر نہیں۔

مد زکوٰۃ سے سفراء کی تنخواہ

مدارس کے سفراء کو ”العالمین علیہا“ کے حکم میں قرار دیکر ان کو زکوٰۃ کی رقم میں سے بلا
 تملیک تنخواہ دینا درست ہو گا یا نہیں؟

اس سلسلے میں ہمارے اکابر میں سے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب^۲ نے سفراء کو
 ”العالمین علیہا“ کے دائرے میں داخل کر کے مد زکوٰۃ سے ان کو تنخواہ دینا جائز قرار دیا ہے
 اور صرف یہ قید لگائی ہے، کہ ان کی وصول کی ہوئی رقم کے نصف سے زائد تنخواہ دینا جائز نہیں
 ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۴/۲۶۹، جدید زکریا ۴/۲۸۶، جدید زکریا مطول ۶/۲۷۷)

لیکن حضرت مفتی شفیع صاحب^۳ نے ”معارف القرآن“ میں کافی تفصیل کے ساتھ
 مختلف دلائل سے یہ ثابت کر دیا ہے، کہ مدارس کے سفراء کو عالمین کے حکم میں قرار نہیں دیا
 جا سکتا؛ لہذا ان کو عالمین کے حکم میں قرار دے کر مد زکوٰۃ سے ان کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہو
 سکتا ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن ۴/۱۶۹، تحت سورۃ توبہ، آیت: ۶۰)

کیوں کہ العالمین علیہا کے حکم میں قرار دینے کے لئے لازم ہے کہ امیر المؤمنین کی
 طرف سے سفراء مقرر کئے گئے ہوں اور مہتمم مدرسہ کو ولایت عامہ اور قوت عسکری حاصل نہ
 ہونے کی وجہ سے امیر المؤمنین کے حکم میں نہیں قرار دیا جا سکتا ہے؛ اس لئے سفراء کو عالمین
 علیہا کے حکم میں داخل نہیں کیا جا سکتا۔

نیز حضرت تھانویؒ قدس سرہ نے ”امداد الفتاویٰ“ میں اور حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندیؒ نے ”عزیز الفتاویٰ“ میں اور حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ نے ”احسن الفتاویٰ“ میں یہی نقل فرمایا ہے کہ سفراء کو عالمین کے حکم میں قرار دے کر ان کو مد زکوٰۃ سے تنخواہ دینا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ زکریا ۲/۵۶، عزیز الفتاویٰ کراچی/۳۶۳، احسن الفتاویٰ ۴/۲۵۲)

تو اکابر میں سے جواز کے قائل صرف حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب قدس سرہ تمہارہ جاتے ہیں، اور قریب قریب تمام اکابر اہل فتاویٰ اس پر متفق ہیں کہ سفراء کو امیر کی طرف سے مقرر کردہ عالمین کے حکم میں قرار دیکر ان کو مد زکوٰۃ سے بلا تملیک تنخواہ دینا جائز نہیں ہے۔ اور یہی حکم محاسبی اور دفتر کے ملازمین کی تنخواہ کے بارے میں بھی ہوگا، خصوصاً جب وہ لوگ حساب زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے کام بھی انجام دیتے ہوں؛ لہذا مد زکوٰۃ سے سفراء اور دیگر ملازمین کو تنخواہ دینا جائز نہیں ہوگا۔ (مستفاد: ایضاح النوادر، ص: ۲۳۹ تا ۲۳۱، مکتبہ نیچہ)

کیا مہتمم امیر المؤمنین کے حکم میں ہو سکتا ہے؟

سوال ۱۸ اور ۱۹ زیادہ اہمیت کے حامل ہیں، اور دونوں سوالوں میں مہتمم اور ذمہ دار مدرسہ کو امیر المؤمنین کے درجہ میں قرار دینے کا حکم اٹھایا گیا ہے، ان کو امیر المؤمنین کے درجہ میں قرار دینے کی بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، اسلئے کہ امیر المؤمنین کو ولایت عامہ بھی حاصل ہوتی ہے، اور قوت عسکری بھی حاصل ہوتی ہے اور یہ دونوں چیزیں مدارس کے مہتمم اور ذمہ دار مدرسہ کو حاصل نہیں ہوتیں، ہاں البتہ مدارس کے مہتمم اور ذمہ دار کو قوت ارادی حاصل ہوتی ہے اور جس کو قوت ارادی حاصل ہوتی ہے اس کو امیر المؤمنین کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا ہے؛ اس لئے یہ مسئلہ موضوع کے پیش نظر انتہائی نازک ہے؛ لہذا اس مسئلہ میں براہ راست نصوص سے استفادہ کر کے سمجھنے کے بجائے بڑے بڑے اکابر و مشائخ اور معتبر اہل فتاویٰ کا سہارا لے کر سمجھنا زیادہ مناسب ہوگا۔

تو اس سلسلے میں سوال نامہ میں جن اکابر کا نام لیا گیا ہے، یعنی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تحریرات کو پیش نظر رکھ کر گفتگو کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے؛ لہذا حضرات اکابر کی تحریرات کا نچوڑ یہاں پر نقل کر دیتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

مہتمم معطیین و طلبہ دونوں کا وکیل

مہتمم اور سفراء بالاتفاق معطیین کے وکیل ہیں؛ لیکن سوال یہ ہے کہ طلبہ اور فقراء کے بھی وکیل ہیں یا نہیں؟ تو اگر ان کو صرف زکوٰۃ دہندگان کی طرف سے وکیل تسلیم کیا جائے اور طلبہ کی طرف سے وکیل تسلیم نہ کیا جائے تو زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ اس وقت تک ادا نہ ہوگی جب تک یہ لوگ مصرف میں خرچ نہ کر دیں؛ لہذا اگر مصرف میں خرچ ہونے سے قبل ضائع ہو جائے تو معطیین کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اس پر زکوٰۃ بدستور باقی رہے گی؛ لیکن اگر مہتمم اور سفراء کی طرف سے کوئی تعدی نہیں ہوتی ہے تو ان پر تاوان بھی لاگو نہیں ہوگا۔

نیز ایسی صورت میں اگر کسی مدرسے میں زکوٰۃ کی رقم کئی سال خرچ ہوئے بغیر جمع رہ جائے تو وہ اگر بقدر نصاب ہو تو ان معطیین پر ان سالوں کی زکوٰۃ بھی دوبارہ ادا کرنا لازم ہوگا۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ نے ”معارف القرآن“ میں اس کو خوب وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ (معارف القرآن ۴/۱۶۹ تحت سورۃ توبہ، آیت: ۶۰)

مگر ہمارے اکثر اہل فتاویٰ نے مہتمم کو طلبہ اور معطیین دونوں کا وکیل تسلیم کیا ہے اور طلبہ کا وکیل ہونے کی وجہ سے مہتمم اور اس کے ماتحت لوگوں کے قبضہ کرنے پر زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ اسی وقت ادا ہو جاتی ہے؛ لہذا اگر طلبہ پر خرچ ہونے سے قبل بلا تعدی ہلاک ہو جائے تو معطیین کے وکیل اور امین ہونے کی وجہ سے ان پر کوئی تاوان لازم نہ ہوگا اور طلبہ کے وکیل ہونے کی وجہ سے معطیین کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ نیز کئی سال سے جمع شدہ رقم پر کسی شخص حقیقی

کی ملکیت تامہ نہ ہونے کی وجہ سے ان سالوں کی زکوٰۃ بھی ادا کرنا لازم نہ ہوگا۔
حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ فرماتے ہیں، کہ معظیین کے حق میں اہل مدرسہ بیت المال کے عمال کے مثل ہیں، طلبہ اور آخذین کی طرف سے وکلاء ہیں؛ لہذا نہ اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور نہ ہی معظیین زکوٰۃ واپس لے سکتے ہیں۔ (فتاویٰ خلیلیہ مکتبہ مظاہر العلوم، سہارنپور/۳۱۹)

اور یہی مضمون مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ نے ”فتاویٰ محمودیہ“ میں بھی نقل فرمایا ہے کہ جب طلبہ نے مہتمم کے اہتمام و انتظام اور قوانین کو تسلیم کر کے داخلہ لیا ہے تو گویا یوں کہہ دیا کہ آپ میرے وکیل ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈبھیل ۵۱۳/۹)

اور حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قدس سرہ نے صاف اور واضح الفاظ میں مہتمم کو طلبہ کا وکیل قرار دیا ہے۔ (مستفاد: تذکرۃ الرشید ۱۶۴/۱، بحوالہ حاشیہ فتاویٰ خلیلیہ ۳۲۰/۱)
قوت دلائل کی روشنی میں اگرچہ مہتمم کو طلبہ کا وکیل قرار نہیں دیا جاسکتا، جیسا کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ”معارف القرآن“ میں نقل فرمایا ہے؛ لیکن اساطین امت اور اہل فتاویٰ کی ایک بڑی جماعت نے مہتمم اور اہل مدرسہ کو طلبہ کا وکیل قرار دیا ہے؛ اس لئے مسلم ہوگا کہ مہتمم اور اہل مدرسہ، سفراء معظیین اور طلبہ دونوں کی طرف سے وکیل ہوں گے، نیز حضرت تھانویؒ نے بھی ”امداد الفتاویٰ“ ترتیب قدیم مطبوعہ رحمانیہ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے مذکورہ جواب کو تحریر فرمایا ہے، جس سے شبہ اور تردد بالکل مرتفع ہو جاتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ترتیب قدیم ۲/۲۱۸)

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری عمر میں اس فتویٰ سے رجوع کر کے اعلان کر دیا ہے، جس میں مہتمم اور اہل مدرسہ کے طلبہ کی طرف سے وکیل ہونے کا مفتی صاحبؒ نے انکار کیا تھا۔ اور اکابر کے اس فتویٰ سے اتفاق کر لیا ہے، جس میں مہتمم اور اس کے مامور کردہ حضرات کے طلبہ کی طرف سے وکیل ہونے کی صراحت ہے، اور رجوع کا تفصیلی فتویٰ ”جواہر الفقہ“ ۴/۳۸۷، میں امین اشرف متعلم شعبہ افتاء دارالعلوم کراچی کے

پانچ ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ کے سوال کے جواب کے تحت موجود ہے۔ اور ان کی وفات دس اور گیارہ شوال کی درمیانی شب ۱۳۹۶ھ میں ہوئی ہے؛ لہذا وفات سے تقریباً گیارہ مہینے پہلے رجوع فرما کر حضرت گنگوہیؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ اور حضرت تھانویؒ کی تحریر سے اتفاق کر لیا ہے۔ (امداد مفتیین کراچی/ ۱۰۸۵، جواہر الفقہ قدیم ۲/ ۳۸۷، جدید سلمان عثمان اینڈ کمپنی دیوبند ۳/ ۳۱۲ تا ۳۲۱)

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ جو اشیاء مہتمم یا اس کے نائب کو حاصل ہوتی ہیں اس میں تین شکلیں ہوں گی:
شکل ۱: صاحب خیر زکوٰۃ کی رقم یہ کہہ کر دے کہ یہ طلبہ کی فلاں ضرورت میں خرچ کر دینا، تو ایسی شکل میں ذمہ دار مدرسہ معطین اور طلبہ دونوں کا وکیل ہوگا، معطی کا وکیل اس لئے ہے کہ اس نے صراحت کیساتھ وکیل بنایا ہے، اور طلبہ کا وکیل اس ضرورت کی وجہ سے ہے؛ لہذا اگر طلبہ کا وکیل تسلیم نہ کیا جائے تو زکوٰۃ کی چیز اہل مدرسہ کے ہاتھ میں آتے ہی معطی کی زکوٰۃ کی ادائیگی ثابت نہ ہوگی؛ بلکہ ادائے کی معلق رہے گی۔

شکل ۲: صاحب خیر اہل مدرسہ کو بغیر کسی صراحت کے زکوٰۃ کی چیز دیدے، تو ایسی صورت میں بھی اہل مدرسہ معطین اور طلبہ دونوں کے وکیل ہوں گے۔ اور موضوع سے متعلق زیر بحث مسئلہ میں یہی شکل زیادہ پیش نظر ہے۔

شکل ۳: صاحب خیر امداد کی رقم دیدے، تو ایسی صورت میں مہتمم اور اہل مدرسہ صرف معطی کے وکیل ہوں گے طلبہ کی وکالت کی ضرورت نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ رقم ہمد زکوٰۃ نہیں ہے؛ لہذا جب تک صحیح مصرف میں خرچ نہیں ہوگی اس وقت تک وہ رقم معطی کی ملکیت سے خارج نہ ہوگی۔ نیز جہاں خرچ کر نیکی صراحت کر دی ہے وہاں خرچ کر دینا واجب ہوگا۔

اگر کسی قوم نے رقم واسباب جمع کر کے مسجد کی تعمیر کی ہے اور کچھ سامان فاضل بچ جائے تو وہ انہیں چندہ دہندگان کی ملکیت میں ہوگا اور وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

المستفاد: قوماً بنوا
مسجداً و فضل من خشبہم
شیء - الی - یکون الفاضل
لہم یصنعون ما شاؤا۔ (البحر
الرائق کوئٹہ ۵/۲۰۰)

وکالت نامہ پر دستخط کافی کیوں نہیں؟

مذکورہ وضاحت سے یہ بات سامنے آگئی کہ مہتمم اور ذمہ دار مدرسہ طلبہ کے وکیل ہوتے ہیں، اور اس بارے میں تمام اکابر اہل فتاویٰ کا اتفاق ہو چکا ہے، جیسا کہ ماقبل کے عنوان سے واضح ہو چکا ہے، مگر اس پر غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ مہتمم اور ذمہ دار مدرسہ چندہ وصول کرتے وقت کن طلبہ کے وکیل ہوتے ہیں۔

یہ بات واضح ہے کہ عمومی طور پر پچانوے فیصد زکوٰۃ کا پیسہ رمضان المبارک میں وصول ہوتا ہے، اور ظاہر بات ہے کہ رمضان میں جو پیسہ وصول ہوتا ہے وہ آئندہ آنے والے سال شوال میں جو طلبہ داخل ہونے والے ہیں، ان ہی کی طرف سے وکیل بنکر وصول کیا جاتا ہے، یعنی جو طلبہ مدرسہ میں ابھی داخل نہیں ہوئے ہیں اور نہ ہی وہ طلبہ مدرسہ کے قوانین و ضوابط کے پابند ہوئے ہیں، اور نہ ہی انہوں نے مہتمم اور ذمہ دار مدرسہ کی ماتحتی کو ابھی قبول کیا ہے اور وہ مجہول الذات اور مجہول الکمیت بھی ہیں، ان کی طرف سے وکیل بنکر زکوٰۃ کا پیسہ وصول کیا جاتا ہے، اور اکابر نے مہتمم اور ذمہ دار مدرسہ کو ان غیر داخل طلبہ کی طرف سے وکیل تسلیم کر لیا ہے، حضرت گنگوہیؒ نے اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے فتویٰ میں اس بات کی صراحت بھی ہے کہ اگرچہ وہ طلبہ مجہول الذات اور مجہول الکمیت کیوں نہ ہوں تب بھی مہتمم مدرسہ ان کی طرف سے وکیل ہے۔ (فتاویٰ خلیفہ/۳۹۱، تذکرۃ الرشید/۱۶۳، امداد الفتاویٰ جدید ۶/۲۶۳، قدیم ۶/۲۷۳)

اب اس پر ہمارا ایک سوال ہے کہ جب غیر داخل طلبہ جو ابھی مہتمم یا ذمہ دار مدرسہ کی

ماتحتی میں مدرسہ کے کسی طرح کے قوانین و ضوابط کے پابند نہیں ہیں اور ابھی تک وہ مجہول الذات اور مجہول الکمیت ہیں ان کی طرف سے سارے اکابر نے مہتمم اور ذمہ دار مدرسہ کو وکیل تسلیم کر لیا ہے تو شوال میں جو طلبہ معلوم الذات اور معلوم الکمیت ہو کر مہتمم اور ذمہ دار مدرسہ کی ماتحتی میں مدرسہ کے سارے قوانین و ضوابط کی پابندی کا عہد کر کے داخل ہو جاتے ہیں، ان کی طرف سے ان کی متعلقہ تمام ضروریات روشنی، پانی، رہائش اساتذہ کی تنخواہیں، کتابوں وغیرہ میں خرچ کرنے کا مہتمم اور ذمہ دار مدرسہ وکیل کیوں نہیں بن سکتے؟

لہذا اگر داخلہ فارم پر پورے سال کا ایک طالب علم کے پیچھے بجٹ کے حساب سے جو بھی امکانی خرچ ہو سکتا ہے، اس کو تفصیل سے درج کر دیا جائے اور طالب علم اس کو پڑھ کر اس پر دستخط کر دے کہ میری طرف سے ان تمام اخراجات کا مہتمم اور ذمہ دار مدرسہ وکیل ہے تو ایسی صورت میں یہ وکالت کیوں جائز نہ ہوگی۔

اس سلسلہ میں علماء کرام سے گزارش ہے کہ غور فرمائیں لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی گزارش ہے کہ وکالت نامہ کی یہ شکل صرف ان مدارس کے بارے میں زیر غور ہونی چاہئے، جن میں طلبہ کی تعداد ہزاروں سے زائد ہے، کیونکہ حضرات فقہاء کے لکھے ہوئے حیلہ تملیک کی صورت پر عمل کرنا ان مدارس میں دشوار ہے، یہ پیش کش احقر کے طرف سے حضرات علماء کرام کی خدمت میں غور کرنے کیلئے کی گئی ہے ابھی اپنی طرف سے کسی قسم کی رائے کا اظہار نہیں ہے۔

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

(رجسٹر خاص)



(۸) باب: حیلہ تملیک

حیلہ تملیک

سوال: [۴۴۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حیلہ کا کیا حکم ہے؟ مدارس میں جو حیلہ تملیک کراتے ہیں شرعاً جائز ہے یا نہیں، جسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی طالب علم کو مہتمم صاحب کہتے ہیں، ہم اس مال کا آپ کو مالک بنائیں گے پھر تم قبضہ کرنے کے بعد یہ کہنا کہ میں نے یہ مال مدرسہ کیلئے وقف کیا تو کیا اس طرح تملیک کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ جب کہ مہتمم صاحب کی نیت مالک بنانے کی نہیں ہوتی بلکہ حکم شرعی (تملیک) کا اسقاط مقصود ہوتا ہے، لہذا آپ سے گزارش ہے کہ حیلہ کا صحیح طریقہ تحریر فرمائیں۔

نوٹ: جن علماء نے اس کو جائز قرار دیا ہے، اور جن علماء اس کو ناجائز قرار دیا ہے، دونوں فریقین کے دلائل قرآن و حدیث اور کتب فقہ سے مدلل فرمائیں۔

المستفتی: مفتی حسام الدین، مقیم امر اوہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حیلہ تملیک مطلقاً ہر جگہ جائز نہیں ہے بلکہ خاص قیودات کے ساتھ سخت ضرورت کے تحت جائز ہوتا ہے، مثلاً جس مدرسہ میں قرآن و حدیث تفسیر و فقہ کی تعلیم ہوتی ہے اور مدرسین کی تنخواہیں امداد کے پیسے سے پوری نہیں ہوتیں اور بغیر تنخواہ کے مدرس میسر نہیں ہوتے ہیں، تو ان کی تنخواہوں میں دینے کیلئے حیلہ تملیک کی گنجائش ہے، اور حیلہ کی شکل یہ ہوتی ہے، کہ کسی فقیر یا غریب طالب علم کے قبضہ میں زکوٰۃ کا پیسہ دیدیا جائے پھر اس کے بعد اس سے مانگ کر لیا جائے کہ مدرسہ میں دیدو تم کو ثواب ملے گا، یہ حیلہ تملیک کا طریقہ ہے اور بہتر شکل یہ ہے کہ مدرسہ کی سالانہ ضروریات یا ماہانہ ضروریات اور تنخواہوں کا حساب لگایا جائے اور پھر اس حساب سے فی طالب علم کتنا بیٹھتا ہے، اس کا بھی

حساب لگا کر ہر طالب علم کو لفافے میں یا یوں ہی اتنا پیسہ دیدیا جائے اور ہر طالب علم بطور فیس کے مدرسہ میں جمع کردے ایسی صورت میں کوئی شکوک و شبہات باقی نہ رہیں گے، نیز ضرورت کے وقت حیلہ تملیک کے مسئلہ میں کسی نے اختلاف کیا ہوںظر سے نہیں گذرا حیلہ تملیک کی عبارت حسب ذیل ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۲۸)

والحیلة فی الجواز فی هذه الأربعة أن يتصدق بمقدار زكوة
 علی فقیر ثم يأمره بعد ذلك بالصرف إلى هذه الوجوه فيكون لصاحب
 المال ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب، كذا فی المحيط .
 (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف كوئته ۲/۲۴۳، زكريا ديوبند ۳/۴۲۴)
 فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲/ صفر ۱۴۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۲۸۳)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۵/۲/۱۴۲۹ھ

تملیک و حیلہ تملیک میں فرق

سوال: [۴۴۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تملیک اور حیلہ تملیک میں کیا فرق ہے، مدارس میں جو طریقہ رائج ہے وہ اگر حیلہ تملیک ہے تو تملیک کی شکل بتائی جائے تاکہ اسکے تحت پرائمر اور جونیئر بھی چلایا جاسکے۔

المستفتی: محمد یوسف قاسمی، جامعہ شمس العلوم، کاشی پور، نین تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تملیک اور حیلہ تملیک میں یوں فرق ہے کہ تملیک میں دینے والے کے دل میں کسی ترکیب سے فقیر کے ہاتھ سے نکالنے کا ارادہ نہیں ہوتا مثلاً کسی ان جان شخص کو مستحق زکوٰۃ ہونے کی بناء پر دیدیا جائے پھر اس سے کوئی توقع نہ رکھی جائے، وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے جس طرح چاہے خرچ کر سکتا ہے، اس صورت میں

مدرسہ ہو یا جو نیز کسی میں بھی مال زکوٰۃ پہنچنے کی کوئی شکل اور موقع نہیں ہو سکتا۔

التملیک هو جعل الرجل مالکاً . (قواعد الفقہ / ۲۳۷)

والمالک هو المتصرف فی الأعیان المملوكة كيف شاء من

الملك الخ . (بیضاوی شریف / ۷)

اور حیلہ تملیک کی شکل یہ ہے کہ کسی فقیر کو مال زکوٰۃ اس طرح دیا جائے کہ کسی ترکیب سے مثلاً کارخیر کی ترغیب وغیرہ کے ذریعہ سے اسکے ہاتھ سے نکالنے کی توقع ہو جو صرف دینی مدارس میں شدت ضرورت کی بناء پر جائز ہے، جو جو نیز وغیرہ میں کسی حال میں بھی جائز نہیں ہو سکتا ہے پرائمری دینی تعلیم مدرسہ کے تابع ہوتی ہے اسلئے اشکال نہ ہونا چاہئے۔

والحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء فتكون

لرب المال ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذا التقرب الخ . (الدر المستقى شرح

المملتی، کتاب الزکاة، باب فی بیان أحكام المصارف، دارالکتب العلمیة بیروت

۱/۳۲۸، قدیم ۱/۲۲۲، فتاویٰ عالمگیری زکریا دیوبند ۶/۳۹۲، کتاب الحیل الفصل

الثالث، زکریا ۶/۳۹۴، الدر المختار مع الشامی، کراچی ۲/۳۴۵، زکریا دیوبند ۳/۳۹۳

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یکمزدی الحجہ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۶/۲۴)

کیا حیلہ تملیک سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

سوال: [۴۲۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ کی

رقم کی ادائیگی کس طرح سے ہوتی ہے، مدارس میں کام کرنے والے کسی زکوٰۃ کے حقدار بچے کو

پوری رقم دیدیتے ہیں، جو دیگر شہروں سے وصول کر کے لائی جاتی ہے وہ بچہ اپنی طرف سے

اس رقم کو مدرسہ میں امداد کر دیتا ہے پھر اس رقم کو تعمیر تنخواہ وغیرہ میں خرچ کیا جاتا ہے اس

طرح سے زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟

نوٹ: جبکہ لوگوں سے رقم غرباء و یتیم بچوں کی پڑھائی کھانا اور کپڑوں کیلئے کہہ کر لی جاتی ہے اور جس بچے کو رقم دی جاتی ہے اس سے یہ وعدہ کر کے دیجاتی ہے کہ وہ رقم مدرسہ کی امداد میں واپس کرے گا؟

المستفتی: نبیس الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس طریقہ کار کو حیلہ تملیک کہتے ہیں اور یہ حیلہ ہر قسم کے مدارس میں جائز نہیں ہے بلکہ صرف ان مدارس میں جائز ہے جن میں باہر کے طلبہ اور مطبخ وغیرہ ہو اور اگر پہلے واپسی کا وعدہ کرایا جاتا ہے تو حیلہ تملیک صحیح طریقہ پر نہیں ہوگا، اس حیلہ سے نہ طالب علم اس کا مالک ہوگا اور نہ رقم زکوٰۃ اپنی مد سے منتقل ہوگی، ہاں البتہ اگر پہلے کوئی بات نہیں کہی ہے اور یونہی فقیر کے قبضہ اور ملکیت میں دے کر پھر اس فقیر سے اس طرح مانگے جس طرح چندہ کرتے وقت مالکان سے مانگا تھا، ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱۳/۲)

والحیلۃ أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء فتكون لرب المال ثواب الزکوۃ وللفقير ثواب هذا التقرب . (مجمع الأنهر، کتاب الزکاة، باب المصرف، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۲۸، قدیم مصری ۱/۲۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱۲/۱۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۷۵)

بغیر تملیک کے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے

سوال: [۴۴۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بقرعید کے موقع پر قربانی کی کھال یا اس کی قیمت لا وارث لعش میں بغیر تملیک کے لگا سکتے ہیں

یا نہیں؟ کیونکہ بقرعید سے پہلے کچھ لوگوں نے جامعہ نعیمیہ سے فتویٰ لیا تو انہوں نے فتویٰ اس طرح دیا کہ زکوٰۃ، فطرہ بغیر تملیک کے کسی بھی مصرف میں نہیں لگا سکتے البتہ یہ کام کارخیر ہے اس میں انہوں نے تملیک کی شرط نہیں لگائی اور حوالہ دیا درمختار کا اس کو صحیح تحریر فرما کر شکر یہ کا موقع دیں؟ نوازش ہوگی۔

المستفتی: ربیع الدین، جھبوکانالہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قربانی کی کھال فروخت کر کے اس کی قیمت لاوارث نعلش کی تجہیز و تکفین میں صرف کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کی قیمت کا صدقہ کر کے کسی زندہ فقیر کو مالک بنا دینا لازم ہے اور یہی حکم زکوٰۃ و فطرہ کا بھی ہے، اگر بلا تملیک کسی مصرف میں صرف کر دی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ مالک نصاب پر زکوٰۃ کی ادائیگی بدستور باقی رہے گی، اور وہ عند اللہ مؤاخذہ دار بھی ہوگا۔

فإن بيع اللحم أو الجلد به أو بدرهم تصدق بشمنه. (الدرالمختار مع

الشامی کتاب الأضحیة کراچی ۶/۳۲۸، زکریا ۹/۴۷۵)

ولا یسنی بہا مسجد ولا یکفن بہا میت لانعدام التملیک وهو الرکن
فإن اللہ تعالیٰ سماها صدقة و حقیقة الصدقة تملیک المال من الفقیر وهذا
فی البناء ظاہر و کذا فی التکفین لأنه لیس تملیکا للکفن من المیت ولا
الورثة. (فتح القدیر مع الہدایہ، کتاب الزکاة، باب من یجوز دفع الصدقة إلیه و من لا یجوز

زکریا ۲/۲۷۲، کراچی ۲/۲۰۷، بیروت ۲/۲۶۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

۱/۱۶/۱۴۳۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۶۴۵)

کیا حیلہ تملیک من گھڑت ہے؟

سوال: [۴۴۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بہت سے لوگ تملیک کو بھی من گھڑت مسئلہ بتاتے ہیں، کہ یہ کوئی مسئلہ نہیں مولویوں کا من گھڑت ہے؟ یا حقیقت سے کچھ اس کا تعلق ہے؟

المستفتی: قاری تسلیم احمد، کرت پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مسئلہ تملیک من گھڑت نہیں ہے بلکہ اس کے جواز کیلئے ضرورت شدیدہ اور خالص دینی ضرورت شرط ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر/۱۵۹) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۴/۱۰/۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۶۶۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۱۰/۱۷ھ

تملیک کا صحیح طریقہ

سوال: [۴۴۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ کی رقم کی تملیک کیلئے کوئی تعداد رقم متعین ہے یا نہیں یا کتنی بھی رقم ہو اس کے بارے میں بھی تملیک ہو سکتی ہے، قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں؟

المستفتی: قمر الاسلام انصاری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایک فقیر کو اتنی زکوٰۃ دینا کہ وہ صاحب نصاب ہو جائے مگر وہ ہے البتہ نصاب سے کم کم دینا جائز ہے اور اگر فقیر مدیون ہو یا صاحب عیال ہو تو اسکو بقدر نصاب یا اس سے زائد رقم دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ اس رقم کو تمام بچوں وغیرہ پر تقسیم

کرنے کے بعد نصاب باقی نہ رہتا ہو۔

و کرہ إعطاء فقیر نصاباً إلا إذا كان مديوناً أو صاحب عيال لو فرقه عليهم لا يخص كلاً أو لا يفضل بعد دينه نصاباً فلا يكره . (الدر المختار، كتاب

الزكاة، باب المصرف كراچی ۲/۳۵۳، زکریا دیوبند جدید ۱/۲۵۰، ۱/۱۸۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۸/۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ شعبان ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۸۶۵)

دینی ضروریات کیلئے حیلہ تملیک

سوال: [۴۴۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حیلہ

تملیک کی اجازت صرف دینی ضروریات کو چلانے کے واسطے ہے یا دوسری ضروریات مثلاً امام مسجد کی تنخواہ کنواں وغیرہ بھی بنوایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یا جو نیر ہائی اسکول اور ہاسپٹل وغیرہ کی تعمیر کرائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد شفیع قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حیلہ صرف ایسی دینی ضروریات کیلئے جائز ہے،

جن کے بغیر اسلامی شعائر اور دینی علوم وغیرہ ضائع ہو جانے کا سخت خطرہ ہو، چونکہ امور مسجد بھی دینی ضروریات میں شامل ہیں، عام مسلمانوں کیلئے کہیں پانی کا انتظام نہیں ہو رہا ہے تو کنواں بھی دینی ضرورت میں شامل ہوگا۔

والحیلة له أن يتصدق بمقدار زكوته على فقير ثم يأمره بعد ذلك بالصرف إلى هذه الوجوه ، فيكون للمتصدق ثواب الصدقة ولذلك

الفقیہ ثواب بناء المسجد والقنطرة الخ. (ہندیہ، کتاب الحیل، الفصل الثالث فی زکوٰۃ زکریا دیوبند ۶/۳۹۲، جدید ۶/۳۹۴)

جونیر ہائی اسکول دینی ضروریات میں داخل نہیں اسلئے اس میں جائز نہ ہوگا، ہاسپٹل کی اتنی ضرورت نہیں جسکی وجہ سے مال زکوٰۃ کو حیلہ کر کے اس میں صرف کرنا پڑے جبکہ حکومت کی طرف سے بغیر دیگر وجوہات سے علاج و معالجہ کا انتظام ہر جگہ وافر طریقہ سے موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
ارذ یقعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۲/۲۳)

صدقات واجبہ کی چیز کھا کر اندازے سے تملیک کرنا

سوال: [۴۴۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) کیا صدقہ یا فطرہ کی چیز کو کھا کر بعد میں اندازے سے اسکی تملیک کر سکتے ہیں، یا نہیں؟
(۲) تملیک کا مستحق کون ہے یا ہر شخص تملیک کر سکتا ہے؟

المستفتی: طاہر حسین، فاضل پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) صدقہ یا فطرہ کی اشیاء فقراء کی ملکیت میں دیدینا واجب ہوتا ہے اس کو کھالینا ممنوع ہے اگر کھالیا ہے تو اس کے تاوان میں اتنی چیز صدقہ یا فطرہ کی نیت سے فقراء کو دیدینا لازم ہے۔

ویشترط أن يكون الصرف تملیکاً لإباحة الخ. (الدرالمختار، کتاب

الزکاة، باب المصرف زکریا ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴)

(۲) زکوٰۃ اور صدقہ کا مالک ایسے شخص کو بنانا لازم ہے جو نصاب کا مالک نہ ہو یعنی

ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مالک نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱۱/۲۰ھ

۱۹ یقعدہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۲۱۱)

تملیک کیلئے پیسہ لیکرواپس نہ کرنے پر زبردستی کرنا

سوال: [۴۴۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کو تملیک کیلئے پیسے دیئے اس نے لینے کے بعد دوبارہ دینے سے انکار کر دیا تو کیا اس سے جبراً وہ پیسے لینے کا حق ہے یا نہیں اور اگر جبراً وہ پیسے اس سے لے لئے تو کیا تملیک ہوگی یا نہیں؟ آجکل جو ہر آدمی تملیک کا بہانا بنا کر جگہ جگہ مدرسہ کھول بیٹھا ہے اور لوگوں سے زکوٰۃ وغیرہ وصول کرتا ہے تو کیا ایسے مدرسہ والوں کو زکوٰۃ دی جائے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تملیک کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مال فقیر کو بہتیت زکوٰۃ دیکر مالک بنا دیا جائے اور اس کے بعد اس سے اسی طرح درخواست کی جائے جس طرح چندہ دہندگان سے درخواست کی جاتی ہے، اب اگر وہ نہ دے تو جبر نہیں ہونا چاہئے، لہذا اگر زبردستی لیا جائیگا تو تملیک صحیح نہ ہوگی۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱۲/۲)

الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء .
(الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف کراچی ۲/۳۴۴، ذکر یاد یوبند ۳/۲۹۳)

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۲/۲۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۵۵۰)

صاحب نصاب معذور سے یا کسی کو انعام دے کر تملیک کرانا

سوال: [۴۲۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
(۱) کوئی شخص ہاتھ و پیروں سے تو معذور ہے مگر صاحب نصاب ہے تو کیا ایسے شخص کو مدد کوۃ یا چرم قربانی وغیرہ کی تملیک کرائی جاسکتی ہے؟
(۲) آجکل تملیک کرانے کا طریقہ اس طرح سے ہے کہ زکوۃ وغیرہ کی کل رقم معذور شخص کو دیدی جاتی ہے، اور اس سے کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ روپیہ مدرسہ کا ہے وہ شخص کل روپیہ لیکر پھر واپس کر دیتا ہے اب ہاتھ صاحب اس شخص کو اس روپیہ میں سے ۳۰۰ یا ۴۰۰ روپے جو بھی مناسب سمجھتے ہیں دیدیتے ہیں، کیا یہ طریقہ درست ہے؟
المستفتی: محمد اسلم امرہوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) ایسا شخص جو صاحب نصاب ہے اس سے زکوۃ کے مال کی تملیک کرانا ہرگز جائز نہیں ہے اگرچہ وہ ہاتھ پیروں سے معذور ہی کیوں نہ ہو۔ (مستفاد: کفایت المفتی جدید ۶/۲۷۶، ۲۶۰/۴، جدید زکریا مطول ۶/۲۴۲)

والحيلة أن يتصدق على الفقراء ثم يأمره بفعل هذه الأشياء . (شامی،

کتاب الزکاة، باب المصرف کراچی ۲/۴۴، زکریا ۳/۲۹۳)

(۲) انعام یا کچھ دیکر مدد زکوۃ کی تملیک کرانا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹ھ / ۶/۳۰

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۹ھ / جمادی الثانیہ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۵۸۳۶)

کیا بذریعہ چیک حیلہ تملیک کی شکل ہو سکتی ہے؟

سوال: [۴۲۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل

عام طور پر مدارس میں زیادہ رقومات، زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی آتی ہیں، جن کو دیگر مصارف میں خرچ کرنے کے لئے جو حیلہ تملیک رائج ہے، وہ محض حیلہ بن کر رہ گیا ہے، اور بعض اکابر رحمہم اللہ کے بقول یہ حیلہ محض لاشئی ہے کیوں کہ دینے والا بھی ہازل ہے اور لینے والا بھی ہازل اسلئے ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی ایسی صورت تجویز کی جائے جس میں تملیک واقعی کا کسی حد تک تحقق ہو جائے۔

اس سلسلہ میں مجلس عاملہ دارالعلوم دیوبند کی ہدایت پر ایک مجلس نے غور و خوض کے بعد درج ذیل صورت تجویز کی ہے:

(تجویز کا متن)

مروجہ حیلہ تملیک و توکیل کے بجائے مدارس میں طلبہ کے ضروری مصارف مثلاً مصارف مطبخ، روشنی، پانی، علاج، مصارف کتب، صفائی، مصارف تعلیم و امتحانات کے اعتبار سے ہر طالب علم پر ایک مقررہ رقم عائد کر دی جائے اور مہینہ کے ختم پر اسے مد زکوٰۃ سے سند حوالہ (چیک) دیدیں پھر اسی طالب علم سے سابقہ واجب الاداء رقم بذریعہ چیک واپس وصول کر کے مد عطا یا میں داخل کر دی جائے۔ تو کیا یہ صحیح ہے؟

برائے کرم جلد جواب سے نوازیں۔

المستفتی: مولانا مرغوب الرحمن،
مہتمم دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چیک کی دو قسمیں ہیں، (۱) صرف ادارہ کے اندر اندر اس کا اعتبار ہے حکومت اور عوام میں اس کا اعتبار نہیں ہے، تو اس طرح کا چیک مال کا بدل یا سند نہیں بن سکتا! اور اس طرح کے چیکوں کے ذریعے سے لین دین اور طلبہ کے مصارف کی خانہ پوری اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حال اس سے زیادہ لاشئی اور ہزل ہے جو سوال نامہ میں مروجہ حیلہ تملیک کے بارے میں کہا گیا ہے۔

(۲) سرکاری چیک جو عوام اور حکومت دونوں میں معتبر ہوتا ہے بلکہ بعض حالات میں دوسری حکومتوں میں بھی اس کا اعتبار ہو جاتا ہے، کیونکہ جس حکومت نے کاغذی نوٹ کو شمن عرفی کی حیثیت دے رکھی ہے اسی نے سرکاری چیک کو بھی کاغذی نوٹ کے بدل کی حیثیت دے رکھی ہے، اس لئے وہ چیک صرف سرکاری بینک ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اور بڑے بڑے ادارے، فرم اور کمپنی کی رقم جب بینک میں جمع ہو جائے پھر ادارے اگر چاہیں تو بینک سے اپنی ضرورت کے مطابق سرکاری چیکوں کی پوری پوری کاپیاں حاصل کر سکتے ہیں، اور ایک ایک چیک بک میں کافی تعداد میں چیک ہوتے ہیں، لہذا اگر اس طرح کیا جائے کہ روشنی، مطبخ، پانی، تعلیم اور امتحانات وغیرہ تمام مصارف کیلئے طالب علم پر جو مقررہ رقم عائد کردی ہے اس رقم کا مدزکوٰۃ سے اس سرکاری چیک کے ذریعے سے طالب علم کو ذمہ دار کے دستخط کے بعد مالک بنا دیا جائے اور پھر طالب علم اپنے دستخط کے بعد سابقہ واجب الاداء رقم یا آئندہ واجب ہونے والی رقم کو اس چیک کے ذریعے دفتر میں داخل کر دے، اور پھر دفتر والے طالب علم کی طرف سے بینک میں جمع شدہ رقم اس چیک کے ذریعے سے وصول کر لیں اور پھر اس رقم کو ادارہ کسی بھی مصرف میں خرچ کرے تو اس کی شرعاً گنجائش معلوم ہوتی ہے، بشرطیکہ ادارے کی رقم بالفعل بینک میں موجود ہو کیونکہ سرکاری چیک کو ہم غیر ملکی کرنسی کے حکم میں سمجھتے ہیں۔

ومنه يعلم حکم ما تعورف فی زماننا من الشراء بالقروش فإن القرش فی الأصل قطعة مضروبة من الفضة (إلى قوله) ثم إن أنواع العملة المضروبة تقوّم بالقروش فمنها ما يساوي عشرة قروش (وقوله) فإذا اشترى بمائة قرش فالعادة أنه يدفع ما أراد إما من القروش أو مما يساويها من بقية أنواع العملة من ريال أو ذهب ولا يفهم أحد أن الشراء وقع بنفس القطعة المسمّاة قرشابل هي أو ما يساويها من أنواع العملة المتساوية في الرواج المختلفة في المالية. (شامی، کتاب البيوع، مطلب هم في حکم الشراء

بالقروش فی زماننا کراچی ۴/۵۳۷، زکریا ۷/۶۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۳۰ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

۱۴۲۲/۷/۳۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۳۳۷)

فدیہ کی رقم کی تملیک کیسے ہو؟

سوال: [۲۳۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فدیہ کی بڑی رقم ہے جسمیں بعض تو نماز کا فدیہ ہے اور بعض روزہ کا، ہمارے یہاں طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ و صدقات کی جو رقم وصول ہوتی ہے، وہ تو طلبہ سے تملیک کر دیتے ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ ماہانہ دو ہزار روپے کے حساب سے طلبہ کو دیتے ہیں، جو اپنی خوراکی فیس میں جمع کر دیتے ہیں، فدیہ میں کیا صورت اختیار کی جائے، فدیہ میں سے دو ہزار روپیہ ایک طالب علم کو دیدیں تو متعدد فدیہ ایک کو دینا ہوگا، نیز فدیہ مکمل دینا چاہئے، اور مذکورہ صورت میں کمی بیشی ہوگی، سفیر لوگ فدیہ کی رقم چندہ میں لاتے ہیں، اور معلوم نہیں ہوتا ہے کہ معطی نے کس حساب سے فدیہ نکالا ہے؟

مہتمم کے قبضہ سے زکوٰۃ فدیہ وغیرہ کی ادائیگی ہو جائے گی کہ وہ طلبہ کا وکیل ہو کر وصول کرے اور پھر طلبہ پر صرف کر دے؟

المستفتی: محمود غفرلہ سورت

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فدیہ کے مصارف وہی ہیں، جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں۔

مصرف الزکوٰۃ هو فقير وهو من له أدنى شئ، و مسكين من لا شئ

لہ و تحتہ فی الشامیہ: وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير

ذلك من الصدقات الواجبة. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاۃ، زکریا ۳/۲۸۳،

اور فدیہ کی ادائیگی کیلئے تملیک ضروری ہے اور تملیک کا درج کردہ طریقہ فدیہ کی رقوم میں بھی جاری کرنا درست ہے۔

ویشترط أن يكون الصرف تملیكا لا یصرف إلى بناء المسجد ولا إلى كفن میت (إلى قوله) لعدم التملیك وهو الركن وقد منأ أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء . (شامی، زکریا ۳/۲۹۱، ۲۹۳، کراچی ۲/۳۴۴، ۳۴۵)

اور آپ کے ذکر کردہ تملیک کے طریقہ میں ایک طالب علم کے حصہ میں متعدد فدیوں کی رقم آنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

ویدفع عن كل صلاة نصف صاع حنطة منوین ولو دفع جملة إلى فقیر واحد جاز . (تاتار خانیة دارالایمان ۱/۸۶، جدید زکریا دیوبند ۲/۴۵۹، رقم: ۲۹۹۲)

اسی طرح ایک فدیہ کی رقم کا متعدد طلبہ کے درمیان تقسیم ہونا بھی شرعاً جائز ہے۔

ولو أدى اثنا عشر منأ إلى أربعة وعشرين مسکینا اختلفوا فیہ قال بعضهم یجوز کما فی صدقة الفطر إذا أدى إلى مسکین منأ ومنأ إلى مسکین یجوز . (تاتار خانیة ۱/۸۷، جدید زکریا ۲/۴۵۹، رقم: ۲۹۹۴)

وفی اللؤلؤ الحیة : ولو دفع عن خمس صلوات تسع أمناء لفقیر واحد ومنأ لفقیر واحد قال أبو بکر الإسکاف یجوز ذلك كله . (تاتار خانیة ۱/۸۷، مطبع دالایمان جدید زکریا ۲/۴۵۹، رقم: ۲۹۹۳)

اور اکثر ارباب فتاویٰ کی رائے کے مطابق مہتمم اور سفراء حضرات زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ فدیہ وغیرہ کی وصولیابی میں ادا کنندگان اور زکوٰۃ دہندگان کی طرح طلبہ کے بھی وکیل ہیں، اس اعتبار سے فدیہ کی رقم سفراء اور مہتمم حضرات کے قبضہ اور تحویل میں آتے ہی فدیہ دہندگان کی طرف سے فدیہ ادا ہو جائے گا، لیکن ان حضرات پر لازم ہے کہ وصول شدہ زکوٰۃ و فدیہ اور دیگر صدقات واجبہ کی رقوم کو طلبہ کے

مصارف ہی میں خرچ کریں۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۵۰، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/۲۱۸، جدید ڈائجیل ۹/۵۱۳، تذکرۃ الرشید ۱/۱۶۳)

وأما الفقير البالغ فلا يقع القبض له إلا بتوكيله . (تاتار خانیا قدیم

۲/۲۷۴، جدید زکریا ۳/۲۱۲، رقم: ۴۱۵۳)

إذا دفع الزكاة إلى الفقير لا يتم الدفع مالم يقبضها أو يقبضها للفقير من له ولاية عليه . (ہندیہ، زکریا قدیم دیوبند ۱/۱۹۰، جدید زکریا ۱/۲۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۹۶۶)

عشر اور صدقہ کے تملیک کی صورت

سوال: [۴۴۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عشر اور صدقہ کے غلہ کی تملیک کی کیا صورت ہے۔

المستفتی: عبدالقدوس، گیاوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مستحق زکوٰۃ فقیر کو مالک بنا دیا جائے اور اس میں اپنا کوئی اختیار باقی نہ رکھے۔

ويشترط أن يكون الصرف تملكاً الخ . (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب

المصرف زکریا دیوبند ۳/۳۹۳، ۴/۳۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۰ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

۲۰/۱۱/۱۴۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۲۹۶)

حیلہ تملیک کی بہتر شکل کیا ہے؟

سوال: [۴۴۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حیلہ تملیک کی جو شکل فقہاء کرام نے تحریر کی ہے اس میں مناسب شکل کونسی ہے؟

اسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حیلہ تملیک کی ایک مناسب شکل یہ ہے کہ مدرسہ کا جتنا سالانہ خرچ ہے اس کو تمام طلبہ اور ہر ایک طالب علم پر جتنا خرچ آتا ہے حساب لگا کر دیکھ لیا جائے اور اتنی رقم بطور وظیفہ طالب علم کو دیدی جائے پھر طالب علم وہ رقم فیس کے طور پر مدرسہ کو دیدے، تو اس طرح مدرسہ میں آنے والی رقم مدرسہ کے تمام مصارف میں خرچ کی جاسکتی ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر/۲۲۳، فتاویٰ رحیمیہ ۶/۱۵۶، کتاب المسائل ۲/۲۷۳)

الحیلة فی الجواز فی هذه الأربعة أن يتصدق بمقدار زكاته علی فقیر ثم يأمره بعد ذلك بالصرف إلى هذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب . (البحر الرائق، کتاب الزكاة، باب المصروف زكريا ۲/۴۲۴، البحر الرائق، كراچی ۲/۲۴۳، تبیین الحقائق، زكريا ۲/۱۲۱، امدادیہ ملتان ۱/۳۰۰)

والحیلة لمن أراد ذلك أن يتصدق بنوی الزكاة علی فقیر ثم يأمره بعد ذلك بالصرف إلى هذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الصدقة ولذلك الفقير ثواب هذا الصرف . (تاتارخانیة زكريا ۳/۲۰۸، رقم: ۴۱۴۱، مجمع الأنهر دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۳۲۸، قدیم مصری ۱/۲۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ ربیع الأول ۱۴۳۵ھ

(الف خاص فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۴۶۶)

تملیک کی بہترین شکل

سوال: [۴۲۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) زید یہ کہتا ہے، کہ آجکل مدارس میں جو حضرات تملیک کی صورت اختیار کرتے ہیں، مناسب نہیں اگرچہ اصل مسئلہ کے اعتبار سے یہ جائز ہے لیکن اب اکابر اس کو منع کرتے ہیں، چنانچہ ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند میں بھی حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم نے دوران سبقت اس پر کافی لمبی تقریر کی تھی اور یہی کہا تھا کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے تو کیا زید کی یہ بات درست ہے؟

نیز زید پھر بھی یہ کہتا ہے کہ اس کا بہترین اور افضل طریقہ یہ ہے کہ اولاً تو مدرسہ کو امداد سے چلانے کی کوشش کی جائے اس کے باوجود اگر تملیک کی ضرورت پڑتی ہو تو پھر مدرسہ کا نظام اس طور پر بنایا جائے کہ ہر بچہ پرفیس رکھدی جائے اور جب آپ فیس متعین کریں تو مدرسہ کے تمام تقاضوں کو سامنے رکھیں مثلاً بجلی کا خرچہ فرشوں کا خرچہ، اساتذہ کی تنخواہ بچوں کا کھانا کپڑے اور کمرے وغیرہ ان تقاضوں کو سامنے رکھکر بچوں پرفیس متعین کی جائے، اب اگر وہ بچہ یا اس کے والدین اتنا خرچہ برداشت کر سکتے ہیں تو بہت اچھا، اور اگر اس کے والدین اتنا خرچہ برداشت نہیں کر سکتے ہیں تو پھر مدرسہ کی زکوٰۃ کا جو فنڈ ہے اس میں سے فیس کے بقدر پیسے لے لئے جائیں اور اس بچہ کو دے دیئے جائیں اور پھر وہ بچہ اپنی فیس مدرسہ کے فنڈ میں جمع کر دے، مثلاً آپ نے ۴۰۰ روپیہ فیس کے متعین کئے تو زکوٰۃ کے فنڈ سے ۴۰۰ روپیہ بچہ کو دے دیئے جائیں اور پھر ان کو امداد کے فنڈ میں داخل کر دیئے جائیں، اور پھر آپ ان پیسوں کو جہاں چاہے استعمال کر سکتے ہیں، خواہ تنخواہ میں استعمال کریں یا تعمیر میں یا اور کہیں بھی مثلاً آٹکے یہاں ۳۰ بچے ہیں، اور اس حساب سے ماہانہ ۱۲۰۰۰ روپیہ جمع ہوئے، اور مثلاً کھانے میں جو بچوں کا خرچ ہو وہ صرف ۶۰۰۰ کا ہو تو اب باقی ۶۰۰۰ روپیہ آپ جہاں چاہیں استعمال کر سکتے ہیں، خواہ

تنخواہ میں یا عمارت میں یا بجلی میں تو کیا یہ جائز ہے؟

(۲) اور دوسری صورت یہ معلوم کرنی ہے کہ ہم نے جو فیس متعین کی ہے وہ صرف کھانے کا تقاضہ سامنے رکھ کر متعین کی ہے، مثلاً ہم نے ۳۰۰ روپیہ ماہانہ فیس متعین کی اس حساب سے ماہانہ ۹۰۰۰ روپیہ جمع ہوئے اور کھانے میں صرف ۵۰۰۰ روپیہ کا خرچہ ہوا تو کیا باقی رقم عمارت، تنخواہ، بجلی وغیرہ میں استعمال کرنا جائز ہے یا باقی رقم کو کھانے ہی میں استعمال کرنا ضروری ہے؟

(۳) یہ جو ہم نے فیس متعین کی ہے تو کیا بچوں کے ہاتھ میں دینا ضروری ہے یا صرف حساب لگا کر زکوٰۃ کے فنڈ سے امداد کے فنڈ میں داخل کر دینا ہی کافی ہے؟

(۴) اب یہ معلوم کرنا ہے کہ زید کی یہ تمام باتیں درست ہیں یا نہیں اگر درست نہیں تو کونسا راستہ اختیار کرنا چاہئے کیونکہ علاقہ میں مدرسہ کی سخت ضرورت ہے اور اب مدرسوں کے ہمارے یہاں پر اسکول بنتے جا رہے ہیں، اب ہم کیا صورت اختیار کریں، اس کے برخلاف عمرو یہ کہتا ہے کہ فیس متعین نہ کی جائے بلکہ پرانے طرز پر ہی یعنی تملیک کے طور پر مدرسوں کو چلایا جائے، کیونکہ ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالاحد صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند نے ویٹ کے مدرسہ میں یہ بات کہی تھی کہ اگر مدرسوں کو فیس پر چلایا جائیگا تو مدرسوں کی روح نکل جائے گی؟

نوٹ: تو اب ہمارا ذہن پریشان ہے کہ مدرسہ بھی چلانا ہے اور اللہ کے یہاں جواب بھی دینا ہے، اسلئے خدا کے واسطے ایسا راستہ بتائیے کہ جس سے مدرسہ بھی چل جائے، اور کسی ناجائز کام کا ارتکاب بھی نہ کرنا پڑے؟

المستفتی: حافظ محمد فرحت، استاذ مدرسہ تجوید القرآن، محلہ قاضی خیل، قصبہ سیانہ، ضلع: بلند شہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) زید کا یہ کہنا کہ اولاً مدرسہ کو امداد سے

چلانے کی کوشش کی جائے بہت مناسب ہے بصورت دیگر زکوٰۃ وغیرہ کی مدات وصول کر لی جائیں اور ہر بچہ کو وظیفہ دیدیا جائے، تاکہ زکوٰۃ ادا ہو جائے، پھر اگر یہ بچے نابالغ ہیں تو ان کے اولیاء سے ماہانہ فیس کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے وہ اس رقم کو فیس میں داخل کر دیں اور اگر وہ لڑکے خود بالغ ہیں تو اولیاء کے توسط کی بھی ضرورت نہیں وہ خود وظیفہ لیکر اس سے اپنی ماہانہ مقررہ فیس ادا کر دیں۔

(۲) اب اس فیس کو طعام، تعمیرات، مدرسین کی تنخواہ میں خرچ کر سکتے ہیں، پوری رقم کا کھانے میں خرچ کرنا ضروری نہیں۔

(۳) ماہانہ مقرر کردہ فیس پر طلبہ کا قبضہ کرنا ضروری ہے صرف رجسٹر اور کاغذات میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، بلکہ مستحق طلبہ کا قبضہ کرنا ضروری ہے۔

والحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء الخ .

(الدرالمختار، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا دیوبند ۲۹۳/۳، کراچی ۲/۳۴۵، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۴۵/۳۶)

وفى الهندية فالحيلة أن يتصدق به المتولي على الفقراء ثم الفقراء يدفعونه إلى المتولي ثم المتولي يصرف إلى ذلك . (ہندیہ زکریا ۲/۴۷۳،

جدید زکریا ۲/۴۱۷، الفتاویٰ التاتاریخانیہ زکریا ۱۰/۳۱۹، رقم: ۴۸۶۶)

(۴) اور حضرت مولانا کا یہ کہنا کہ طلبہ سے فیس لیکر تعلیم دیجائیگی تو مدرسہ کی روح ختم ہو جائیگی تو اس سے مراد وہ صورت ہے جو اسکولوں، اور کالجوں میں ہوتی ہے یہ مطلب نہیں کہ مدرسہ کے تعاون سے وظیفہ لیکر فیس جمع کر دیں گے تو بھی روح ختم ہو جائیگی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۰/۵/۲۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۰/۶۱۷۷)

تملیک کی بہترین شکل

سوال: [۴۴۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) کیا مہتمم طلبہ کا شرعی وکیل ہوتا ہے؟ مفصل جواب مطلوب ہے؟

(۲) زکوٰۃ کی رقم کو مدرسہ کی جملہ مدات میں استعمال کرنے کے لئے وظیفہ کا طریقہ اختیار کر لیا جائے، اور طلبہ سے ماہانہ وظیفہ کے ذریعہ جو رقم اکٹھی ہوتی ہے اس میں مدرسین کی تنخواہیں اور دیگر ضروریات پوری کر لی جائیں، جیسا کہ بعض مدارس میں ایسا بھی ہوتا ہے، تو کیا اس شکل میں مہتمم اس رقم کو جو زکوٰۃ کی ہے، جس کو طلبہ کے وظیفہ میں دیدیا ہے، طلبہ نے اس کو اپنی فیس طعام وغیرہ میں مدرسہ میں جمع کر دیا، مدرسہ کی دیگر ضروریات میں وہ رقم خرچ کر سکتا ہے یا نہیں، فی زمانہ اس کا بہترین طریقہ کیا ہے، جو شلوک سے بالاتر ہو، نیز اس مسئلہ میں قرآن و حدیث کا کیا حکم ہے، اور تعامل صحابہ اور اجماع امت کیا ہے، اس مسئلہ پر تحقیقی نقطہ نظر سے قلم اٹھائیں، تو ذرہ نوازی ہوگی، کیونکہ حیلہ تملیک تو رقم کی ہیرا پھیری کا نام ہے اس مسئلہ پر معترضین کے منہ کس طرح بند کئے جائیں؟

(الف) طلبہ نابالغ ہوں یا بالغ ہی ہوں۔ (ب) نابالغ طلبہ کو مالک بنانے کی کیا صورت ہے؟ (ج) مستطیع طلبہ ہی ہیں یا غیر مستطیع طلبہ کو مالک بنایا جاسکتا ہے؟ (د) کسی طالب علم کے ورثاء مستحق زکوٰۃ تو نہیں ہیں مگر وہ اپنے بچے کا خرچہ بھی مدرسہ میں نہیں دے سکتے تو اس شکل میں کیا حکم ہے؟ اس پر زکوٰۃ خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ (ہ) اگر طلبہ کے ورثاء سے لکھوا دیا جائے کہ ہم خرچہ برداشت نہیں کر سکتے ہیں، تو کیا ان طلبہ پر زکوٰۃ خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ (و) کیا یہ بھی درست ہے کہ بیرونی طلبہ جو نابالغ ہوں انکے وارثین کی طرف سے کسی کو سرپرست بنایا جائے اور وہ سرپرست بیت المال سے ان طلبہ کے وظیفہ کی شکل میں رقم لیکر مدرسہ میں جمع کرادے اور مدرسہ اس رقم کو تنخواہ و جملہ مدات میں صرف کر لے؟

المستفتی: محمد اظہار الحق مظہر القاسمی،

شریف نگری، رتن گڈھ، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) مہتمم طلبہ اور معظمین زکاۃ دونوں کی طرف

سے شرعی وکیل ہو سکتا ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱۵/۲)

(۲) یہ صورت مدارس اسلامیہ کیلئے حیلہ تملیک وغیرہ سے بہت اچھی ہے کیونکہ اس میں باقاعدہ مستحق کو مالکانہ قبضہ دیا جاتا ہے نیز مدارس میں شکوک سے بچنے کا بھی بہترین طریقہ ہے اور شدت ضرورت کے وقت نفس حیلہ کا ثبوت قرآن کریم سے ہے۔

قوله تعالیٰ: 'خُذْ بِيَدِكَ ضِغْتًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنُثْ'. (سورہ: ص : ۴۴)

اور یہی معترضین کے جواب کیلئے کافی ہے۔ (عمدہ القاری شرح بخاری،

دارالاحیاء التراث العربی ۲۴/۱۰۸، زکریا دیوبند ۶/۲۳۹، تحت رقم الحدیث ۶۹۵۳/۶۹)

(الف-ب-ج) بالغ یا نابالغ سب طلبہ کو مالک بنایا جاسکتا ہے، لیکن درج ذیل

قیود کے ساتھ طلبہ پر کسی طرح بھی جائز نہیں ہے (۱) سید ہوں۔ (۲) مستطیع مالک نصاب ہوں۔ (۳) وہ نابالغ طلبہ جنکے والدین مالک نصاب ہوں۔

لا تدفع إلی غنی (قوله ولا إلی ولد غنی إذا كان صغيراً) قوله لا تدفع

إلی بنی ہاشم الخ). (الجوهرة النيرة، كتاب الزكاة، باب المصرف، امدادیه

ملتان ۱/۱۶۰، دارالکتاب دیوبند ۱/۱۵۷)

(د) کی جاسکتی ہے عدم موانع کی وجہ سے۔ (ه) اگر مستحق ہو تو کی جاسکتی ہے۔ (و)

اگر نابالغ طلبہ کے اولیاء صاحب نصاب اور سید نہ ہوں تو یہ شکل بھی درست ہے۔ (مستفاد:

احسن الفتاویٰ ۴/۲۹۰، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۲۱۹)

ولا إلی ولد غنی إذا كان صغيراً، لأنه يعد غنيا بمال أبيه - إلی - ولا

يدفع إلی ابن ہاشم . (الجوهرة النيرة، دارالکتاب دیوبند ۱/۱۵۷، امدادیه ملتان

۱/۶۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۳/۴۵۹)

زکوٰۃ کی تملیک کی آسان شکل

سوال: [۴۴۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ کی تملیک کی صحیح اور آسان شکل کیا ہے کہ جس پر بآسانی عمل کیا جاسکے دارالعلوم میں جو یہ شکل جاری ہے کہ فارم میں تملیک کے متعلق لکھ دیا گیا ہے کہ طالب علم اس پر دستخط کر دیتا ہے تملیک کی یہ شکل کس حد تک درست ہے ہمیں اس شکل پر شرح صدر نہیں ہے۔

المستفتی: مفتی اشرف علی، مدرس جامعہ
قاسمیہ جامع الہدیٰ، کھاری، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ کی تملیک کی آسان شکل یہ ہے کہ طلباء کے اخراجات کا حساب لگا کر فی کس جتنا بنتا ہے اتنے کا چیک بنا کر مہتمم مدرسہ طلباء کے قبضہ میں دیدیا کریں اور پھر طلبہ اپنے قیام و طعام کی فیس کے نام سے مدرسہ کو دیدیا کریں تو یہ بلاشبہ جائز اور درست ہے اور یہ مدارس اسلامیہ میں مال زکوٰۃ کی تملیک کیلئے بہت بہترین اور مناسب شکل ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۴۸)

اور مرہجہ شکل بھی جائز ہے لیکن اسمیں یہ ہے کہ فقیر کو دینے کے بعد فقیر سے باضابطہ اس طرح ترغیب دیکر کے چندہ کے طور پر اس رقم کو لے کہ بھائی تمہارے پاس پیسہ ہے تم مدرسہ کو دیدو مدرسہ کو ضرورت ہے یہ کہہ کر لے۔

إن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء الخ.

(الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب الصرف کراچی ۲/۴۵۰، ذکر یا ۳/۲۹۳)
اور دارالعلوم دیوبند کی طرف سے تملیک کی جو شکل بتائی گئی ہے اس سلسلہ میں دارالعلوم

کی تحریر ہمارے پاس بھی آئی ہوئی تھی اس سے ہم اتفاق نہیں کر پائے آپ سے بھی یہی گزارش ہے کہ دارالعلوم کی مذکورہ شکل سے ہمیں اتفاق نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/رجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۷/۱۴۲۵ھ

تملیک کیلئے کیا فارم داخلہ کی وکالت کافی ہے؟

سوال: [۴۴۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جن مدارس میں ذمہ داران مدرسہ طلبہ سے داخلہ فارم پر لکھوا لیتے ہیں کہ ہم مہتمم مدرسہ یا ناظم مدرسہ کو وکیل بناتے ہیں کہ یہ ہماری طرف سے زکاۃ اور صدقات واجبہ وصول کر کے مدرسہ ہذا میں لگائیں، تو ایسی صورت میں ذمہ داران مدرسہ آمدہ رقومات کو عمارت یا مدرسین کی تنخواہ میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: مسعود احمد، معلم دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: محض داخلہ فارم میں لکھنے کی وجہ سے تملیک فقراء کا ثبوت نہیں ہوتا ہے، اور زکاۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک فقراء شرط ہے، اور ناظم مدرسہ و سفراء حضرات کو معطین کی زکاۃ کی ادائیگی کے لئے وکیل کے درجے میں قرار دیا گیا ہے، لیکن ان حضرات و کلاء پر لازم ہے کہ زکاۃ کے پیسے پر قبضہ کرنے کے بعد اس پیسے کو طلبہ پر ہی خرچ کریں ہاں البتہ اگر مدرسین کی تنخواہیں امداد کے پیسوں سے پوری نہ ہوتی ہوں، تو بدرجہٴ مجبوری صحیح طور پر تملیک کرانے کے بعد زکاۃ کے پیسوں کو تنخواہوں میں خرچ کرنے کی گنجائش ہے، اس لئے کہ تنخواہ کے بغیر کوئی مدرس کام کرنے پر راضی نہ ہوگا، نیز تنخواہوں کا خرچہ مسلسل ہر مہینہ کا ہے، ایسا نہیں ہے کہ دس بیس سال میں ایک آدھ مرتبہ اس کی ضرورت پڑتی ہو، اس کے بالمقابل تعمیرات کا خرچہ سو پچاس سال میں ایک مرتبہ پیش آتا ہے، اس لئے تعمیرات کے واسطے زکاۃ کا وجود ہی نہیں ہو سکتا، اور تعمیر کے بغیر تعلیم کہیں بھی جاری ہو سکتی ہے، مسجد میں بیٹھ

کر، اور چھپر کے نیچے بیٹھ کر بھی تعلیم دی جاسکتی ہے، حاصل یہ ہے کہ مدرسین کی تنخواہوں کیلئے بدرجہٴ مجبوری حیلہٴ تملیک جائز ہے، اور تعمیرات کیلئے حیلہٴ تملیک جائز نہیں ہے۔

رأیتہ مکتوباً و علی هامش الشامی بخطه طال بقائه علی رؤس المستفیدین، أن التملیک رکن الزکاة، ولم یوجد فی التوکیل. (تصحیح الأغلاط/۲۷، بحوالہ حاشیة امداد الفتاویٰ ۱/۲/۱۴)

ویشترط أن یكون الصرف تملیکاً، لا إلی بناء نحو مسجد ولا إلی کفن میت قوله لعدم التملیک وهو الرکن، وقد منّا أن الحیلة أن یتصدق علی الفقیر، ثم یأمره بفعل هذه الأشياء. (شامی، کتاب الزکاة، باب الصرف زکریا ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴)

لا تدفع الزکاة لبناء المسجد وکذا بناء القناطیر وإصلاح الطرقات، وإن أربد الصرف إلی هذه الوجوه صرف إلی فقیر ثم یأمره بالصرف إلیها. (مجمع الانهر، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۳۲۸، قدیم ۱/۲۲۲)

أراد ببعض الناس أباحیفة - إلی قوله - لأن مذهبه أن کل حیلة یحتال بها أحد فی إسقاط الزکاة فأنتم ذلك علیه - إلی قوله - وقال محمد: یکره لما فیہ من القصد إلی إبطال حق الفقراء بعد وجود سببه وهو النصاب. (عمدة القاری، داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۴/۱۱۰، زکریا دیوبند ۱/۲۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۱/۳/۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۱/۳/۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۴۲/۳۸)

کیا فارم میں مدزکوة کے خانہ میں امداد لکھنا جائز ہے

سوال: [۴۳۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ادارہ دینیات پچھلے چند سالوں سے قیام مکاتب اور اس کے استحکام، تنظیم و ترتیب مکاتب کے سلسلہ میں جدوجہد کر رہا ہے، مکاتب کے اخراجات میں سہولت کے پیش نظر ادارہ نے فیس کا نظام قائم کیا ہے، علاقہ کی نوعیت کے لحاظ سے ماہانہ فیس ۵۰، ۷۵، ۱۰۰، ۲۰۰، روپے مقرر کی جاتی ہے اس کے باوجود کوئی غریب اپنے بچوں کی فیس ادا نہ کر پائے تو علاقہ کے اہل خیر حضرات کو اللہ رقم سے تعاون کی ترغیب دی جاتی ہے، اگر اللہ رقم سے فیس کا نظم نہ ہو سکے تو زکاۃ کی رقم سے فیس ادا کرائی جاتی ہے، اس کے لئے ادارہ نے ایک فارم ”وکالت نامہ“ کے طور پر تیار کیا ہے یہ فارم اصلاح کی غرض سے آپ کی خدمت میں پیش ہے اس فارم میں ایک خاص بات دریافت کرنی ہے، کہ زکاۃ کی مدد کے بجائے ”امدادی رقم“ کے الفاظ لکھنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ بعض حضرات مستحق زکاۃ ہونے کے باوجود عزت نفس کی وجہ سے لفظ زکاۃ دیکھ کر یہ فارم بھرنے سے اعراض کرتے ہیں، برائے کرم مدلل جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: بندہ وسیم احمد، ادارہ دینیات،

مہاراشٹر کالج، ناگپاڑا، ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مدزکوۃ کے خانے میں زکوۃ لکھنے کے بجائے

امداد لکھنا جبکہ رقم زکوۃ ہی کی ہو جھوٹ اور فریب ہے اس لئے ایسا کرنا جائز نہیں۔

وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ . (الحج، الآیة: ۳)

عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال إن الصدق یهدی إلى البر وإن البر یهدی إلى الجنة ، وإن الرجل لیصدق حتی یكون صديقاً وإن الکذب یهدی إلى الفجور وإن الفجور یهدی إلى النار وإن الرجل لیکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا . (بخاری شریف، کتاب الأدب ، باب قول اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وكونوا مع الصادقین الخ، النسخة الهندیة ۲/۹۰۰، رقم

بچہ/بچوں ----- کی مدرسہ کی فیس نی بچہ ----- روپیہ
 ماہانہ ادا نہیں کر سکتا/کر سکتی۔ لہذا اپنے بچہ/بچوں کی فیس ادا نہ کر سکنے پر جناب -----
 کو اپنی طرف سے فیس کی رقم زکوٰۃ کی مد سے وصول کرنے کا وکیل بناتا ہوں/بناتی ہوں تاکہ
 وہ میری طرف سے زکوٰۃ کی رقم وصول کر لیں اور فیس کی مد میں جمع کر لیں۔
 والا/والی کی دستخط ----- گواہ نمبر ۱: -----
 تاریخ ----- گواہ نمبر ۲: -----

تملیک میں فقیر نے آدھا روپیہ رکھ لیا تو اس کا ضامن

سوال: [۴۳۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے جب کسی سے تملیک کرائی تو اس نے روپے کو آدھا رکھ لیا آدھا واپس کیا تو اس صورت میں ان روپیوں کا ضامن کون ہوگا؟ دفتر محاسبی کے ملازم یا ناظم؟ تحریر فرمادیں۔

المستفتی: روح الامین الظاہری،

دارالعلوم، ارریہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید نے کسی فقیر سے تملیک کرائی اور اس نے آدھا روپیہ اپنے پاس رکھ لیا اور آدھا دیا تو ایسی صورت میں دفتر محاسبی کے ملازم یا ناظم میں سے کوئی بھی اس کا ضامن نہ ہوگا، اس لئے کہ جس فقیر کو زکوٰۃ کا پیسہ دیا گیا ہے وہ مستحق زکوٰۃ ہے، اس کو زکوٰۃ دینے پر زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا ہوگئی ہاں البتہ مدرسہ کے ذمہ داروں کو یہ حق ہے کہ اس سے اسی طریقہ سے مدرسہ کیلئے چندہ مانگیں جس طرح سرمایہ داروں سے مانگا جاتا ہے کہ مدرسہ میں پیسے کی ضرورت ہے آپ یہ پیسہ مدرسہ کے تعاون کیلئے پیش فرمادیں، اگر وہ نہیں دیتا ہے تو زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا ہوگئی دفتر محاسبی کے ملازم یا ناظم اس کے ضامن نہیں ہیں۔

وہل تران ینخالف أمرہ لم أرہ والظاهر نعم لأنه مقتضى صحة التملیک
(شامی، زکریا ۳/۲۹۳، کراچی ۲/۳۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ صفر ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۷۰۲)

حیلہ تملیک کن مدارس میں کیا جاسکتا ہے؟

سوال: [۴۴۶۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کن
مدارس میں حیلہ تملیک سے زکوٰۃ و فطرہ کی رقم خرچ کرنا درست ہے۔

المستفتی: عبداللہ، ٹانڈہ بادی، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جن مدارس میں فقہ تفسیر حدیث کی تعلیم ہوتی ہو
وہاں نہایت شدید ضرورت میں گنجائش ہوتی ہے۔

وکل حیلۃ یتحتال بہا الرجل لیتخلص بہا عن حرام أو لیتوصل بہا
إلی حلالٍ فہی حسنة. (الفتاویٰ التاتارخانیۃ، کتاب الحیل الفصل الاول فی جواز
الحیل، زکریا دیوبند ۱۰/۳۱۱، رقم: ۱۴۸۴۶، ہندیہ قدیم، زکریا ۶/۳۹۰، جدید
۶/۳۹۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۰۸۹)

زکوٰۃ کی رقم دینی ضروریات میں صرف کرنے کیلئے حیلہ تملیک کرنا

سوال: [۴۴۶۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حیلہ
تملیک کی اجازت صرف دینی ضروریات کو چلانے کے واسطے ہے یا دوسری ضروریات مثلاً

امام مسجد کی تنخواہ، کنواں وغیرہ بھی بنوایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جو نیر ہائی اسکول اور ہاسپٹل وغیرہ کی تعمیر کرائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد شفیع عفرلہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حیلہ صرف دینی ضروریات کیلئے جائز ہے، جبکہ بغیر اسلامی شعرا اور دینی علوم اور عبادات وغیرہ ضائع ہونے کا سخت خطرہ ہو امور مسجد بھی دینی ضروریات میں سے ہیں عام مسلمانوں کے لئے پانی کا انتظام نہ ہو تو کنواں بھی دینی ضروریات میں شامل ہوگا!

والحیلة أن يتصدق بمقدار زكوة ته على فقير ثم يأمره بعد ذلك بالصرف إلى هذه الوجوه فيكون للمتصدق ثواب الصدقة ولذلك الفقير ثواب بناء المسجد والقنطرة الخ. (ہندیہ، کتاب الحیل، قبیل الفصل الثالث فی مسائل الزکاة، زکریا دیوبند ۶/۳۹۲، جدید زکریا ۶/۳۹۵)

جو نیر ہائی اسکول دینی ضروریات میں داخل نہیں ہے، بلکہ اس کی ترقی دینی مدارس کی تنزیلی کا سبب بن سکتی ہے، اس لئے اسمیں ہرگز جائز نہ ہوگا، ہاسپٹل کی اتنی ضرورت نہیں جسکی وجہ سے مال زکوٰۃ کو حیلہ کر کے اس میں خرچ کرنا پڑے، جبکہ حکومت کی طرف سے نیز دیگر وجوہات سے علاج معالجہ کا انتظام وافر طریقہ سے موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۳/۲۳)

مقروض کے قرض کو زکوٰۃ میں بدلنے کا حیلہ

سوال: [۴۴۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) زید عمر و کا مال لیکر گیا اجرت پر اپنی ذمہ داری میں پھر وہ مال اس شخص سے ضائع

ہو گیا، جب عمرو نے اس سے اس مال کی قیمت کا مطالبہ کیا تو اس نے کچھ روپے آسمیں سے دیدئے اور باقی آئندہ کیلئے وعدہ کیا وعدہ کئے ہوئے کافی مدت گزر گئی اور اب وہ کہہ رہا ہے کہ جب میرے پاس روپے ہوں گے تو دیدو نگا، ورنہ نہیں دے سکتا اور اب عمرو یہ چاہتا ہے کہ اس روپے کو (جو زید کے پاس ہے) اسی کو زکوٰۃ میں دیدیا جائے، تو اس صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی ہوگی یا نہیں؟ اور وہ شخص مستحق زکوٰۃ بھی ہے؟

(۲) ایک شخص کاروپپہ چند لوگوں پر ہے جس کو ان لوگوں نے بطور قرض کے لیا تھا اور وہ بار بار وعدہ کرتے ہیں، لیکن ادا نہیں کرتے ہیں، اور جب ان لوگوں پر سختی کی جائے تو تعلقات میں خرابی آئیگی اور جس شخص کا روپپہ ہے وہ چاہتا ہے کہ اس روپے کو جو مقروض پر ہے زکوٰۃ میں دیدے یا بطور صدقہ دیدے تو اس بارے میں کیا حکم ہے، وضاحت فرمائیں؟

المستفتی: اکرم الحق، سنبھلی گیٹ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دونوں صورتوں میں محض نیت کر لینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اس کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً بقدر قرض رقم مقروض کو بہ نیت زکوٰۃ دیدی جائے پھر مقروض اس سے اپنا قرض ادا کر دے، بشرطیکہ مقروض مستحق زکوٰۃ ہو۔

وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقير زكاته ثم يأخذها عن دينه ولو امتنع المديون مديده وأخذها لكونه ظفر بجنس حقه. (درمختار، كتاب الزكاة كراچی ۲/۲۷۱، زکریا ۳/۱۹۰، ۱۹۱)

– وتحتہ فی الشامیہ – والحیلة إذا خاف ذلك مافی الأشباه وهو أن یؤکل المديون خادم الدائن بقبض الزکوٰۃ ثم بقضاء دينه بقبض الوكيل صار ملكاً للموكل ولا یسلم المال للوكيل إلا فی غیبة المديون لا احتمال أن یعزله عن وكالة قضاء دينه حال القبض قبل الدافع. (شامی كراچی ۲/۲۷۱، زکریا ۳/۱۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۶۲۰۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳۲۰/۶/۱۴ھ

حیلہ تملیک کی ناجائز شکلیں

سوال: [۳۴۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک مدرسہ کا مہتمم ہوں، میں نے تملیک کی درج ذیل صورتیں اختیار کیں ہیں کیا شرعاً یہ صورتیں جائز ہیں یا نہیں؟ (۱) میں ایک شخص سے قرض لیکر مدرسہ کی ہر قسم کی ضروریات پوری کرتا ہوں، اور بعد میں زکوٰۃ کے روپے سے اس قرض کو ادا کر دیتا ہوں۔ (۲) ہمارے یہاں کے طلباء محلہ میں ایک شخص کے یہاں کھانا کھاتے ہیں، میں بطور قیمت کے زکوٰۃ کا روپیہ اس شخص کو دے دیتا ہوں اور بعد میں وہ شخص وہی روپیہ یا اسی مقدار کے دیگر روپے ہمیں بطور امداد کے دیدیتے ہیں، نیز واضح رہے کہ وہ شخص طلبہ کو کھانا فری (مفت) میں کھلاتا ہے، اگر تملیک کی مذکورہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں، تو صحیح اور جائز صورت کیا ہو سکتی ہے؟

المستفتی: محمد افضل، مدرسہ قاسم العلوم، بہیڑی، بریلی، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) زکوٰۃ کے پیسہ سے قرضہ ادا کرنا جائز نہیں ہے، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے، اسلئے کہ زکوٰۃ کا پیسہ مستحق فقیر کو دے کر مالک بنا دینا ضروری ہوتا ہے، اور زکوٰۃ دہندگان مہتمم اور مدرسہ کے سفراء کو اسلئے زکوٰۃ کا پیسہ دیتے ہیں، کہ ان کے پاس زکوٰۃ کے مستحق طلبہ ہوتے ہیں، تاکہ مہتمم ان پیسوں کو صحیح مصرف میں خرچ کرے اور صورت مسئلہ میں جب مہتمم زکوٰۃ کے پیسہ کو مستحق طلبہ پر خرچ کرنے کے بجائے براہ راست اس سے قرضہ ادا کر رہا ہے تو یہ مستحقین تک نہیں پہنچی اسلئے مذکورہ صورت میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ جدیدہ اچھیل ۶۰۹/۹)

وہی تملیک جزء مال عینہ الشارح من مسلم فقیر . (الدر المختار ،

کتاب الزکاة، زکریا ۳/۱۷۰ تا ۱۷۲، کراچی ۲/۲۵۶، ۲۵۷)

ہی تملیک مال مخصوص لشخص مخصوص . (مراقی الفلاح مع

حاشیة الطحطاوی ، دارالکتاب دیوبند/۷۱۳، قدیم/۳۸۹)

(۲) دوسرے شخص کی طرف سے کھانا کھلا دیا جائے اور بعد میں زکوٰۃ کے پیسے سے اس شخص کو اس کھانے کی قیمت ادا کر دی جائے تو اس کیلئے صرف یہ شکل دائرہ جواز میں داخل ہے کہ جو کھانا تیار کیا گیا ہے، اسکی پوری قیمت جوڑ لے اسکی پوری قیمت جوڑنے کے بعد مدرسہ میں آئی ہوئی زکوٰۃ کی ادائیگی کی نیت سے وہ کھانا طلبہ کو کھلا دیا جائے، اور مد زکوٰۃ کے پیسے سے اس کھانے کی قیمت ادا کر دی جائے، اور سوالنامہ میں جو شکل آپ نے لکھی ہے، وہ جائز نہیں ہے، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے، نہ کھانا کھلانے والے کی زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے، اور نہ مدرسہ میں زکوٰۃ دہندگان کی، اور کھانا کھلانے والوں کی زکوٰۃ اسلئے ادا نہیں ہوتی کہ تملیک نہیں پائی گئی، اور تملیک کیلئے ضروری ہے کہ وہ جہاں کھانا چاہیں لیجا کر کھالیں اور بٹھا کر کھانا کھلانے میں تملیک نہیں ہوتی ہے، صرف اباحت ہے۔

ویشترط أن يكون الصرف تملیکاً لا إباحة كما مر . (الدر المختار ،

کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا دیوبند ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴)

اور مدرسہ میں زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ اس شکل میں اسلئے ادا نہیں ہوئی کہ اس زکوٰۃ کے پیسے سے یہ کھانا خریدنا نہیں گیا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۳/۱۲۶، جدید ڈائجیل ۹/۶۰۳)

ولو تصدق أى الوکیل بدفع الزکاة إذا أمسک دراهم الموکل

ودفع من ماله لیرجع ببدلها فی دراهم الموکل صح . (شامی، زکریا ۳/۱۸۹،

کراچی ۲/۲۷۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۵۸۹-۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۷/۴/۱۴۲۳ھ

وجوب زکوٰۃ سے بچنے کیلئے حیلہ کرنا

سوال: [۴۴۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں کچھ حضرات زکوٰۃ کے وجوب سے بچنے کے لئے حفاظت مال کا نام دیکر یہ حیلہ کرتے ہیں کہ اپنے مال نقد روپے اور سونے اور چاندی کے زیورات کو جیولری کی بڑی دکانوں سے ہیرے کی صورت میں تبدیل کرا کے بینک وغیرہ میں لاکر جمع کر دیتے ہیں، اسی طرح کچھ لوگ اپنی پرائیاں اپنے نابالغ بچوں کے نام سے خریدتے ہیں، مقصد صرف زکوٰۃ کے وجوب سے بچنا ہوتا ہے، اب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ عمل کیسا ہے؟ اور اس طرح حیلہ کرنے سے زکوٰۃ ساقط ہوگی یا نہیں؟ براہ کرم جواب نوازیں؟

المستفتی: محمد توحید عالم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نیتوں کا حساب اللہ کے پاس ضرور ہوگا لیکن ظاہری حالت کے اعتبار سے مسئلہ بتانے کے مکلف ہیں، کہ جب سرمایہ دار نے نقد روپے اور سونا چاندی کو ہیرے میں تبدیل کر دیا ہے تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ ہیرے جوہرات میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ علی المنبر قال: سمعت رسول اللہ ﷺ

يقول: إنما الأعمال بالنيات وإنما لامرئ ما نوى. (بخاری ۲/۱، رقم: ۱)

أن من عزم على المعصية بقلبه ووطن نفسه عليها أثم في اعتقاده وعزمه (إلى قوله) للأحاديث الدالة على المؤاخذه بأعمال القلوب. (شرح نووی ۱/۷۸)

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ إن الله لا ينظر إلى صوركم وأموالكم ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم. (مسلم، كتاب البر والصلة والأدب،

باب تحریم ظلم المسلم الخ، النسخة الهندية ۲/۳۱۷، بیت الافکار رقم ۲۵۶۴ (ہندیہ،
 وأما اليواقیت واللالی والجواهر فلا زکوٰۃ ولو كانت حلیاً. (ہندیہ،
 زکریادیوبند ۱/۱۸۰، جدید، کتب الزکوٰۃ، الباب الثالث: الفصل الثانی فی العروض
 ۱/۲۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۷/۱۲۳۱ اول اول ۱۳۳۱ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۹۲۶)

تعمیر کیلئے حیلہ تملیک کرنا

سوال: [۴۷۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک
 ایسی مسلم بستی جس میں دینی تعلیم کیلئے کوئی مدرسہ نہیں ہے، اس بستی میں زکوٰۃ کی رقم سے حیلہ
 تملیک کے بعد دینی مدرسہ کیلئے زمین خریدنا اور تعمیر کرنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: تسلیم احمد، مسجد مولانا والی، تمباکووالان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ کی رقم فقیر مسکین اور غریبوں کا حق ہے
 اور تعمیری ضرورت ایسی ضرورت نہیں ہے جس کی وجہ سے فقیروں مسکینوں کو اپنے حق سے
 محروم کر کے تعمیر میں لگایا جائے اسلئے سلف سے خلف تک تعلیم کیلئے باضابطہ عمارت
 اور مدرسہ کی شکل نہیں تھی، بلکہ اکثر و بیشتر علماء مسجد یا چھپر میں بیٹھ کر تعلیم دیا کرتے تھے، لہذا
 یہ ضرورت مسجد اور چھپروں کے ذریعہ سے بھی پوری ہو سکتی ہے اسلئے تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم
 لگانے کی کوئی شکل نہیں ہے اور ایسی کوئی امداد کی بھی صورت نہیں ہے جس سے پڑھانے
 والوں کو تنخواہ دی جاسکے، تو اس ضرورت کیلئے حیلہ تملیک کی گنجائش ہے، اور پڑھانے
 والے جب تک امداد کے طریقہ سے عمارت تیار نہ ہو اس وقت تک کیلئے مسجد یا کسی کے گھر

یا بیٹھک یا کسی چھپر میں تعلیم دے سکتے ہیں، اسلئے زکوٰۃ کی رقم تعمیر میں لگانے کے واسطے
حیلہ تملیک کرنے کی گنجائش نہیں۔

ویشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر لا يصرف إلى بناء
نحو - مسجد وتحتہ فی الشامیة - كبناء القناطر والسقايات وإصلاح
الطرقات و كرى الأنهار والحج والجهاد، وكل ما لا تملیک فیہ.
(الدرالمختار مع الشامی، كتاب الزكاة، باب المصرف ذكر یا ۳/۲۹۱، كراچی ۲/۳۴۴)
ولیس من أخلاق المؤمنین الفرار من أحكام الله بالحیل الموصلة
إلى إبطال الحق . (عمدة القاری، داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۴/۱۰۹،
زکریادیو بند ۱۶/۲۳۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۷/۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم / رجب ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۷۲۶)



(۹) باب: مدزکوٰۃ تنخواہ یا تعمیر میں صرف کرنے کا حکم

حیلہ تملیک

سوال: [۴۴۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم اپنے گاؤں میں ایک مدرسہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں، آیا تعمیر و تعلیم میں بعد از حیلہ تملیک زکوٰۃ کی رقم لگانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبدالناصر، ساکن نگلیا مائل، ضلع رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حیلہ تملیک کے بعد تعمیر میں لگانا جائز ہے، بشرطیکہ اس گاؤں اور علاقہ کی امداد کافی نہ ہوتی ہو اور مدرسہ قائم کئے بغیر دینی شعائر ختم ہونے کا سخت خطرہ ہو ورنہ حیلہ کرنا جائز نہیں ہے۔

لیس من أخلاق المؤمنین الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى إبطال الحق . (عمدة القاری شرح بخاری، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰۹/۲۴، زکریادیوبند ۲۳۹/۱۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸/رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۹۵۰/۲۶)

حیلہ تملیک کی اجازت کہاں ہے؟

سوال: [۴۴۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص ایسے موضع کارہنے والا ہے کہ جس میں کافی لوگ مزدور طبقہ کے ہیں پانی نکالنے کیلئے کنواں کھودتے ہیں، اور اسی سے پانی پیتے ہیں، یعنی نادار ہیں اور ۷۵ فیصد ناخواندہ

ہیں، اور کوئی باقاعدہ تعلیم کا نظم نہیں ہے بلکہ ایک صاحب کے مکان پر چار چھ بچے جمع ہو جاتے ہیں، اور صاحب مکان کے لوگوں میں سے جس کو فرصت ہوتی ہے وہ لوجہ اللہ سبتی سن کر چھٹی دیدیا کرتے ہیں، ایک طویل زمانہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا بعدہ ایک حاجی صاحب کا انتقال ہو گیا ان کے کوئی اولاد نہیں تھی دور کے وارثوں نے ان کا یہ مکان مدرسہ کیلئے وقف کر دیا کافی جدوجہد سے ایک مولانا صاحب مقیم دہلی نے دو کمرے اور کچھ برآمدہ پختہ بنوادیا نیز گاؤں کے لوگوں نے مٹی کی دیوار سے گھیر کر درست کر لیا اور نام مدرسہ کا ضیاء الاسلام رکھا ہے اور مستقل تعلیم دینے کیلئے مدرس رکھ کر شوری ہوئی جس کے صدر نائب صدر دو عالم بنائے گئے اور مہتمم و خازن و ممبران کا تقرر ہوا تاکہ نظم و لگن کیساتھ مدرسہ آگے بڑھے لیکن بوجہ ناداری مدرسہ قائم تو ہے لیکن ترقی نہ کر سکا بہر کیف مدرسہ مذکورہ کے صدر مسجد مقدس محلہ سیوری بمبئی میں تقریباً ۲۵ سال سے امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، انھوں نے لوجہ اللہ بغیر کسی روئیداد وغیرہ کے صرف لوگوں کے اپنے اعتماد کی وجہ سے مدرسہ کیلئے مخصوص لوگوں سے چندہ کی اپیل کی تو لوگوں نے بڑی شفقت و محبت کیساتھ اپنے امام پر جو مدرسہ مذکورہ کے صدر بھی ہیں، اعتماد و بھروسہ کرتے ہوئے رقم زکوٰۃ و صدقہ فطر چرم قربانی وغیرہ دینا شروع کر دیا امام موصوف بذریعہ رسید مدرسہ صرف محلہ سیوری بمبئی میں اپنے مخصوص مقتدیوں سے وصول کرتے ہیں، اور جملہ رقم حیلہ تملیک کرا کے مہتمم مدرسہ کے حوالہ کر دیتے ہیں، اور کبھی رقم مہتمم کے حوالہ کرتے ہوئے حیلہ تملیک کی تاکید کرتے ہیں، اس طرح ہر سال بعد حیلہ تملیک ہی وہ رقم مدرسہ مذکورہ کے مصارف میں صرف ہوتی رہی، یہ سب جدوجہد اسلئے کی جاتی ہے کہ گاؤں کے لوگوں میں علم کے حصول کی رغبت و عقائد کی درستگی و دینداری آئے کیا امام موصوف کے اس طرح حیلہ تملیک کرنے کے بعد معطلی کی زکوٰۃ وغیرہ درست و ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور امام موصوف گنہگار ہوں گے یا کچھ ثواب کی بھی امید ہے نیز ایسا چھوٹا مدرسہ جہاں خورد و نوش کا مستقل نظم نہ ہو اور صرف چند پارہ حفظ و ناظرہ و دینیات پڑھا کر دوسرے مدرسوں میں

داخلہ کی رغبت دلانے والے امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے یا نہیں؟

المستفتی: خلیل احمد ندوی، مسجد مقدس، سیوری، بمبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بلا ضرورت شدیدہ حیلہ تملیک ممنوع ہے مگر پھر بھی حیلہ تملیک سے بہر کیف لوگوں کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، ان کے اوپر زکوٰۃ کی ذمہ داری باقی نہیں رہتی اور اگر وہاں مدرسہ کی شدید ضرورت ہے اور اس کے علاوہ دوسرا مدرسہ بھی نہیں ہے جس سے دینی تعلیم کی ضرورت پوری ہو سکے اور امدادی رقم بھی اتنی حاصل نہیں ہوتی جس سے کسی حد تک مدرسہ کی ضرورت پوری ہو سکے تو وقتی طور پر ضرورت پوری ہونے تک کیلئے ایسے مدرسہ کیلئے بھی بلا کراہت جائز اور درست ہوگی۔

وكل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوصل بها

إلى حلال فهي حسنة الخ. (ہندیہ کتاب الحیل زکریا دیوبند ۶/۳۹۰، جدید ۶/۳۹۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۴۳۴)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۷/۴/۱۴۱۶ھ

مد زکوٰۃ سے طلبہ کی فیس ادا کرنا

سوال: [۴۴۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا

یہ صورت درست ہوگی کہ ایک طالب علم جو مستحق زکوٰۃ ہے ادارہ اس کے طعام قیام تعلیم اور دوسری سہولتوں کا انتظام کرتا ہے، اس کے طعام پر ماہانہ خرچ سو روپے آتا ہے اس کی رہائش کیلئے جو مکان فراہم کیا گیا ہے (مکان کی تعمیر عام چندے سے کی گئی ہے) بازاری نرخ کے حساب سے اس کا کرایہ ۲۵ روپے ماہانہ ہے اساتذہ کے شہر یہ (ماہانہ تنخواہ) وغیرہ پر جو خرچ آتا ہے اسی طرح دیگر انتظامی امور پر جو مامور ہیں ان کا مجموعی شہر یہ اگر فی

طالب علم تقسیم کی جائے تو فی طالب علم ۲۵ روپے ماہوار پڑتا ہے اس طرح ایک طالب علم پر کل اخراجات ماہانہ مثلاً ڈھائی سو روپے آتے ہیں، مدرسہ یہ نظم بناتا ہے کہ ہر طالب علم سے ڈھائی سو روپے ماہانہ لئے جائیں مستطیع طلبہ یہ اخراجات اپنے پاس سے ادا کریں اور غیر مستطیع طلبہ کی طرف سے یہ مقررہ فیس مدرسہ مذکوٰۃ سے ادا کرے یا مدرسہ اس رقم کا چیک اس طالب علم کے نام دیدے اور وہ چیک وصول کرنے کے بعد مدرسہ میں جمع کر دے کیا یہ صورت جائز ہوگی؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی،
فقہ اسلامی، پٹنہ (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر طلبہ کے اخراجات کا حساب لگا کر فی کس جتنا بنتا ہے اتنے کا چیک بنا کر مہتمم مدرسہ طالب علم کے قبضہ میں دیدیا کرے اور طلبہ اپنے قیام و طعام کی چیز کے نام سے مدرسہ کو واپس دیدیا کریں تو بلاشبہ جائز اور درست ہوگا، اور یہ مدارس اسلامیہ میں مال زکوٰۃ کی تملیک کیلئے بہت بہترین اور مناسب شکل ہے اور یہ حیلہ تملیک نہیں بلکہ تملیک کے دائرہ میں داخل ہو جائیگی اور اگر مالدار اور مستطیع طلبہ سے فی کس کے تناسب سے فیس لیا کرے تو یہ بھی جائز اور درست ہے البتہ وہ غنی طالب علم جس کی ملکیت میں نصاب سے زائد مال اور رقم ہو راجح قول کے مطابق اس کو زکوٰۃ کی رقم دینا یا مذکوٰۃ سے اس پر خرچ کرنا جائز نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ زکریا ۱۹/۲، احسن الفتاویٰ زکریا ۲۵۲/۴)

اور صاحب درمختار نے جو غنی طالب علم کیلئے اخذ زکوٰۃ کو جائز لکھا ہے اس کو علامہ شامی نے یہ کہہ کر مسترد کر دیا ہے کہ یہ اس قول کے خلاف ہے جس میں مطلقاً غنی کیلئے حرمت زکوٰۃ کو ثابت کیا گیا ہے، اور جواز کے قول کا کسی نے اعتبار نہیں کیا ہے۔

ترجمہ: اور یہ جزئیہ فقہاء کے غنی کے حق میں علی الاطلاق حرمت زکوٰۃ کے قول کے مخالف ہے اور (اس جواز کے قول)

وهذا الفرع مخالف لإطلاقهم الحرمة في الغني ولم يعتمده أحد. (شامی، کتاب

الزکاة، باب المصروف زکریادیوبند کا کسی نے اعتبار نہیں کیا ہے۔

۲۸۶/۳، کراچی ۲/۳۴۰

اور اگر فقیر طلبہ کو مہتمم اور ذمہ داران مدرسہ چیک یا رقم پر قبضہ نہ دیں، اور خود مہتمم یا دیگر ذمہ دار طلبہ کے نام سے اپنے طور پر جمع کر لیں، پھر اس رقم کو تنخواہ وغیرہ میں صرف کیا جائے تو یہ جائز نہ ہوگا، بلکہ اسکے جواز کیلئے یہ شرط ہے کہ طلبہ صراحةً ذمہ دار کو اس کام کیلئے وکیل بنا دیں اس کے بغیر جواز کے دائرہ میں نہیں آ سکتا ہے اسلئے کہ مہتمم اور اہل مدرسہ اگرچہ طلبہ کے کلی وکیل ہیں، مگر جزئی وکیل نہیں ہیں، اور مذکورہ تصرف میں جزئی وکالت شرط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۳۰۵۲)

زکوٰۃ کی رقوم میں تنخواہوں کیلئے تملیک کرانا

سوال: [۴۴۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ

کی رقم کو اساتذہ کی تنخواہ کیلئے تملیک کرانا جائز ہے یا نہیں؟

اسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کے پیسوں سے اساتذہ کی تنخواہ دینے کیلئے

تملیک کرانا ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: جواہر الفقہ ۶/۳۰،

جدید فقہی تحقیقات ۶/۳۴۶، فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۰۷)

کل حيلة یحتال بها الرجل لیتخلص بها عن حرام أو لیتوصل بها الیٰ

حلال فہی حسنة. (تاتارخانیة ۱۰/۳۱۱، رقم: ۱۴۸۶۰)

لا یصرف الیٰ بناء نحو مسجد وکل مالا تملیک فیہ وقدمننا أن

الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره يفعل هذه الأشياء. (تاتار حانية ۱۰/۳۱۸،

رقم: ۱۴۸۶۰، درمختار مع شامی، زکریا ۳/۲۹۳، شامی کراچی ۲/۳۴۴، مجمع الانهر

مکتبہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۲۸، قدیم ۱/۲۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۵۴/۴۰)

صدقات واجبہ کی رقم سے مدرسین کو تنخواہ یا بچوں کو سپارہ دلانا

سوال: [۴۴۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

ہمارے علاقہ میں مسلمان عموماً بے دین و جہالت کی زندگی گزار رہے ہیں، بچوں و بچیوں کو دینی تعلیم دلانے کا ذوق تقریباً مفقود ہے ایک دینی ادارہ مدرسہ نورالعلوم کے نام سے ایک عرصہ سے دینی خدمت انجام دے رہا ہے، بستی میں کثیر تعداد میں بچے و بچیاں جہالت کی زندگی بتا رہے ہیں، تمام بچے اور بچیوں کی تعلیم کا انتظام امدادی رقم سے نہیں کر پارہے ہیں، امدادی رقم کا انتظام قدر ضرورت بھی نہیں ہو رہا ہے، بچوں پر فیس لگانے کی صورت میں بچے دینی تعلیم سے محروم ہوتے ہیں، عوام میں دینی بیداری اس قدر نہیں ہے کہ وہ تمام مدرسین کی تنخواہ کا انتظام اپنے صرفہ سے خود کے ذمہ لیں اور مدرسہ میں امیر و غریب سبھی کے بچے تعلیم پاتے ہیں، امیر غریب میں امتیاز کرنا بھی کوئی آسان و سہل کام نہیں ہے، اور بستی میں عوام کی معاشی حالت بھی کمزور ہے کیا ایسی صورت میں مدرسین کی تنخواہ اور بچوں کو قاعدہ پارہ جات و دیگر ضروری اشیاء بیت المال کی واجبہ یعنی زکوٰۃ و فطرہ چرم قربانی کی رقم سے دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بستی کے عوام سے رمضان المبارک میں تمام طور پر زکوٰۃ فطرہ کی رقم وصول کی جاتی ہے، جس میں سے بستی کے یتیم بیواؤں و نادار لوگوں کو ماہانہ وظیفہ کی شکل میں دیا جاتا ہے، اور بیرونی طلبہ کے مطبخ اور ادویہ جات، کتب درسیات صابون، لحاف، گدے وغیرہ میں خرچ کئے جاتے ہیں، سوال طلب امر یہ ہے کہ اسی رقم کو

دینی تعلیم کے انتظام میں براہ راست لاسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر براہ راست نہیں لاسکتے تو پھر کوئی شکل جیسے تملیک مستحق کا حیلہ کر کے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب تفصیل اور وضاحت کیساتھ عنایت فرمائیں، اور تملیک مستحق کی کیا صورت ہوگی، اس کی بھی وضاحت فرمائیں، امدادی رقم کا انتظام نہ کر پانے کی صورت میں تقریباً مدرسہ کے بند ہونے کا اندیشہ ہے عوام میں اس بابت کافی اختلاف ہے۔

(۱) ایک فریق سرے سے دینی تعلیم ہی کے فریضہ سے غافل ہے۔

(۲) ایک فریق فقط امدادی رقم سے ہی مدرسہ چلانے کے حق میں ہے۔ نہ چلے

تو بند ہی سہی۔

(۳) ایک فریق تملیک مستحق کے حیلے کا قائل نہیں ہے، بلکہ براہ راست علوم دینیہ

کے فروغ و انتظام میں صدقات حسنہ و صدقات واجبہ لگانے کے حق میں ہے۔

(۴) ایک فریق دینی تعلیم کے اہم ذمہ سے سبکدوش ہونے کیلئے اس بات کا قائل

ہے کہ اگر امدادی رقم سے ضرورت تعلیم جس کا طلب کرنا فرض قرار دیا گیا ہے، اس کے

بندوبست نہ ہونے کی صورت میں تملیک مستحق کا قائل ہے یعنی صدقات حسنہ و صدقات

واجبہ وصول کر کے بقدر ضرورت صدقات واجبہ میں تملیک مستحق کا حیلہ کر کے تعلیم کو جاری

رکھنے کے حق میں ہے؟

المستفتی: محمد صادق علی، چورو، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدرسین کو زکوٰۃ کی رقم اجرت میں دینا جائز نہیں

ہے، کیونکہ یہ یتیموں اور مسکینوں کا حق ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۵۳/۲، کفایت المفتی ۲۸۵/۳،

جدید زکریا مطول ۲۷۹/۶)

ویشترط أن يكون الصرف تملیکاً لا إباحة . (الدر المختار مع الشامی،

کتاب الزکاة، باب المصرف کراچی ۳۴۴/۲، زکریا ۲۹۱/۳)

اور ایک دو روپیہ کے قاعدے سپارے کیلئے مذکوٰۃ سے چندہ کرنے کی ضرورت بندہ کی سمجھ سے بالاتر ہے اسلئے کہ ایک دو روپیہ ہر غریب فقیر خرچ کرنے پر قادر ہوتا ہے، اس میں کوئی مسلمان کوتاہی نہیں کریگا، زکوٰۃ کی رقم جس مصرف میں صرف ہو رہی ہے، وہی صحیح ہے اب اس میں مزید ترمیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے، نیز زکوٰۃ دہندگان نے مدرسہ کے طلبہ کے ساتھ ساتھ نادار فقیروں کیلئے بھی رقم جمع کی ہے، تو پھر ایک عالم دین مدرسہ کا ذمہ داریہ کیسے گوارہ کر سکتا ہے، کہ فقراء کو محروم کر کے تمام زکوٰۃ صرف مدرسہ کے مصرف میں صرف کرتے رہیں شریعت ایسے ظلم کی ہرگز اجازت نہیں دیتی۔

أى مصرف الزكاة والعشر..... هو فقير وهو من له أدنى شىء أى دون

نصاب . (شامی ، کتاب الزکاة ، زکریا ۳/۲۸۳ ، کراچی ۲/۳۳۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۲/۴/۱۴۱۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ رجب الثانی ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۷۲۸)

صدقات واجبہ کی رقم تنخواہوں یا دیگر ضروریات مدرسہ میں صرف کرنا

سوال: [۶۱۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)

ہماری بستی کے اندر ایک اسلامی ادارہ ہے، جس کے اندر قرآن پاک حفظ و ناظرہ اور اردو دینیات کی تعلیم ہوتی ہے، اور اس کے اندر دو مدرس پڑھاتے ہیں، اور اس مدرسہ میں صرف بستی کے بچے پڑھتے ہیں، اور بستی کے علاوہ کوئی بچہ تعلیم حاصل نہیں کرتا اور مہتمم مدرسہ لوگوں سے زکوٰۃ و صدقہ الفطر و چرم قربانی کا پیسہ وصول کر کے اس مدرسہ میں تملیک کرا کر لگالیتے ہیں، اور اس سے مدرسہ کے مدرس کی تنخواہ دیتے ہیں، نیز اس مدرسہ کے اخراجات امدادی رقوم کے ذریعہ پورے نہیں ہوتے تو کیا ایسے مدرسہ میں زکوٰۃ و صدقہ الفطر و چرم قربانی کی تملیک کرا کر لگانا اور اس سے مدرسوں کی تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مدرسہ کے فنڈ کے اخراجات میں صرف کیا جائے یا نہیں؟

المستفتی: محمدناظم بجنوری، معلم دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) زکوٰۃ وصدقات اور چرم قربانی کی رقم مدرسین

کی تنخواہ اور مدرسہ کے ضروریات میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، لہذا جہاں تک ہو سکے مدرسہ کے اخراجات امدادی رقم ہی کے ذریعہ پوری کرنے کی کوشش کریں۔

و كذلك في جميع أبواب البر التي لا يقع بها التملك كعمارة

المساجد وبناء القناطر والرباطات لا يجوز صرف الزكوة إلى هذه الوجوه.

(عالمگیری، کتاب الحیل زکریا ۶/۳۹۲، الفصل الثالث فی الزکوٰۃ جدید ۶/۳۹۵، البنایہ

، اشرفیہ دیوبند ۳/۴۶۲، تبیین الحقائق، امدادیہ، ملتان ۱/۳۰۰، زکریا ۲/۱۲۰)

اور بلا ضرورت شرعی زکوٰۃ وصدقات کی تملیک بھی جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر اس

علاقہ میں دور دور تک کہیں مدرسہ نہیں ہے اور وہاں جہالت پھیلی ہوئی ہے، دینی انحطاط بڑھتا

جا رہا ہے اور کہیں سے امداد نہیں آ رہی ہے تو ایسی مجبوری کی صورت میں بقدر ضرورت تملیک

کر کے اس دینی ضرورت کو پوری کرنے کی گنجائش ہے اب آپ کا مدرسہ اس ضرورت کے

دائرے میں داخل ہے یا نہیں آپ خود فیصلہ کریں نیز مدرسہ میں جو زکوٰۃ وصدقات کی رقم فنڈ

میں موجود ہے اسے مدرسہ میں خرچ کر سکتے ہیں، جبکہ مدرسہ اس کا مستحق ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ

رحیمیہ ۵/۱۵۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۰/۱/۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۰/۵۹۹۸)

مذکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ دینا

سوال: [۴۴۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید

ایک مدرسہ میں پڑھاتا ہے، اور اس مدرسہ میں زکوٰۃ خیرات امداد صدقات گویا تمام مدوں

سے رقم آتی ہے، اور کسی بھی مد کی رقم کو الگ نہیں کیا جاتا ہے، سب کو خلط ملط کر دیا جاتا ہے، اور کسی طرح کی تملیک نہیں کرائی جاتی ہے، اور وہی رقم بیرونی طلبہ اور مقامی طلبہ پر صرف ہوتی ہے، اور اسی رقم سے اساتذہ کی تنخواہیں دی جاتی ہیں، کیا ایسی رقم اساتذہ کیلئے درست ہے؟ اور علم ہونے کے باوجود ایسی رقم اساتذہ لیتے رہیں، تو اس کا عذاب کس پر ہوگا؟ دینے والے پر یا لینے والے پر؟ اور کیا ایسے مدرسہ میں پڑھانا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: ارشد عالم، دارالعلوم دینیہ،
رحمت نگر، کرولہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب مدرسہ میں زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی رقم آتی ہے، اور نفلی صدقات اور خیرات اور امداد کی رقم بھی آتی ہے تو اس مدرسہ والوں پر لازم اور ضروری ہے کہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کا فنڈ الگ اور مدت خیرات کا فنڈ اس سے بالکل الگ تھلگ دوسرا رکھیں اور دونوں کا حساب و کتاب الگ الگ رکھنا بھی ضروری ہے ورنہ مدرسہ کے ذمہ داران اللہ کے یہاں خیانت کی وجہ سے جواب دہ ہوں گے، ہاں البتہ اگر زکوٰۃ و صدقات واجبہ کی رقم تنخواہوں میں دینے کیلئے سخت ضرورت پیش آجائے تو پہلے ان کی تملیک کر لینا واجب ہے اس کے بعد تنخواہوں میں دینا درست ہے، اگر اس کے بغیر تنخواہوں میں دیں گے، تب بھی ذمہ داران اللہ کے یہاں خیانت کی وجہ سے پکڑے نہیں بچ سکیں گے، اور اساتذہ اور ملازمین جن کو اختیارات حاصل نہیں ہیں، اللہ کے یہاں وہ لوگ جو ابده نہ ہوں گے۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة. (الدر المختار مع الشامی،

كتاب الزكاة، باب الصرف، زكريا ديوبند ۳/۲۹، كراچی ۲/۴۴۴)

حدثنا حبان بن علي عن حصين بن مذعون قريش التميمي عن
عبد الله قال قال رسول الله ﷺ لا إيمان لمن لا أمانة له ولا دين لمن لا
عهده الخ. (المعجم الكبير، دار احياء التراث العربي بيروت ۱۰/۲۲۷، رقم:

(۱۰۵۵۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۰۴/۳۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۵/۵ھ

زکوٰۃ کی رقم سے مدرسین یا امام کو تنخواہ دینا

سوال: [۴۴۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ و صدقات کے پیسے سے مدرس یا امام کو تنخواہ دیکر اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور مدارس دینیہ کے اندر مدرسوں کو اسی مد سے تنخواہیں دی جاتی ہیں، تو کیا اس مد سے مدرس کو تنخواہ دینے کی کوئی صورت شریعت مطہرہ میں ہے یا نہیں؟

المستفتی: شبیر اختر، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز بہر حال درست ہے مگر زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے پیسے سے مدرس یا امام کو تنخواہ دینا جائز نہیں ہے، اس سے زکوٰۃ و صدقات ادا نہیں ہونگے نیز احقر کے علم میں نہیں ہے کہ مدارس میں مد زکوٰۃ سے مدرس کو تنخواہ دی جاتی ہو، اگر دی جاتی ہے تو جائز نہیں ہے، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، کیونکہ زکوٰۃ جبھی ادا ہو سکتی ہے کہ جب بلا کسی عوض یا اجرت کے مفت میں کسی مستحق کو مالک بنا دیا جائے، اس کے بغیر ادا نہیں ہو سکتی۔

ویشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة. (الدر المختار، كتاب الزكاة،

باب الصرف، زكريا ديوبند ۳/۲۹۱، كراچی ۲/۳۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۳/۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۶/۳/۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۳۷۱/۳۲)

مد زکوٰۃ سے سفراء کی تنخواہ

سوال: [۴۴۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدارس کیلئے زکوٰۃ کی وصولی پر جو لوگ مقرر کئے جاتے ہیں، وہ ماہانہ تنخواہ پاتے ہیں، اور ساتھ ساتھ وہ عملہ جو حساب کتاب کیلئے مقرر ہوتا ہے، اسے بھی ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے، یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ ماہانہ تنخواہ پر مقرر کئے ہوئے سفراء و مخلصین کے ذریعہ جو آمدنی ہوتی ہے، اور ان پر جو خرچ ہوتا ہے، اس سے مدرسہ کو نقصان پہنچتا ہے، آمد کا تناسب کم اور خرچ کا تناسب زیادہ آتا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حساب آمد و خرچ کے اندراج پر جو عملہ مقرر ہے کیا اس کی ماہانہ تنخواہ مد زکوٰۃ سے ادا کی جاسکتی ہے، جبکہ وہ لوگ دوسرے کام بھی انجام دیتے ہیں؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی،
فقہ اسلامی، پٹنہ، (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدارس کے سفراء کو العالمین علیہا کے حکم میں قرار دیکر ان کو زکوٰۃ کی رقم میں سے بلا تملیک تنخواہ دینا درست ہوگا یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں ہمارے اکابر میں سے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب^۲ نے سفراء کو العالمین علیہا کے دائرہ میں داخل کر کے مد زکوٰۃ سے ان کو تنخواہ دینا جائز قرار دیا ہے، صرف یہ قید لگائی ہے کہ ان کی وصولی کی ہوئی رقم کے نصف سے زیادہ تنخواہ دینا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۲۶۹/۴، جدید زکریا مطول ۶/۲۷۷، امداد المفتین، کراچی/۳۵۸)

(۲) نیز حضرت مفتی شفیع صاحب قدس سرہ نے امداد المفتین میں بڑی تفصیل کیساتھ یہی نقل فرمایا ہے کہ سفراء کو العالمین کے حکم میں قرار دیکر ان کو مد زکوٰۃ سے تنخواہ دی جاسکتی ہے، لیکن حضرت مفتی محمد شفیع صاحب^۲ نے معارف القرآن میں کافی تفصیل کے ساتھ

مختلف دلائل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مدارس کے سفراء کو عالمین کے حکم میں قرار نہیں دیا جاسکتا ہے اور ان کو عالمین کے حکم میں قرار دیکر مدزکوٰۃ میں سے ان کو تنخواہ دینا ہرگز درست نہیں ہو سکتا ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن ۴/۶۹، سورۃ توبہ آیت: ۷)

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مفتی صاحب موصوف نے جواز کے فتویٰ سے رجوع کر کے عدم جواز کو اختیار فرمایا ہے، اسلئے کہ یہ مسلم بات ہے کہ امداد لمفتیین بہت پہلے مرتب ہو گئی تھی، اور اس کے طویل عرصہ کے بعد معارف القرآن تحریر فرمائی ہے تو اب اکابر میں سے جواز کے قائل صرف حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب قدس سرہ تہارہ جاتے ہیں، اور قریب قریب تمام اکابر اہل فتاویٰ اس پر متفق ہیں، کہ سفراء کو امیر کی طرف سے مقرر کردہ عالمین کے حکم میں قرار دیکر ان کو مدزکوٰۃ سے بلا تملیک تنخواہ دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ/۳۶۰، احسن الفتاویٰ ۴/۲۸۶)

اور یہی حکم محاسبی اور دفتر کے ملازمین کی تنخواہ کے بارے میں بھی ہوگا، خصوصاً جب وہ لوگ حساب زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے کام بھی انجام دیتے ہوں، لہذا مدزکوٰۃ کی رقم سے سفراء و دیگر ملازمین کو تنخواہ دینا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۵۴/۲۸)

ٹیوشن پڑھانے والے کو زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ دینا

سوال: [۴۴۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا ہے کہ جو بھی روزانہ بیوپار ہو اس میں سے کچھ رقم نکال کر اللہ کے دین یا اس کے راستے میں خرچ کروں گا، بجز اللہ کچھ مدرسوں کو ماہانہ کچھ رقم دیتا ہوں، رشتہ داروں میں جو غریب ہیں، ان پر خرچ کرتا ہوں میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، تقریباً ۴، ۵، سال کے جو زیادہ آمدورفت والے روڈ کو کراس نہیں کر سکتے ہیں،

کیونکہ مسجد و مدرسہ فاصلہ پر ہے، اسلئے ایک حافظ صاحب کو گھر پر بچوں کو پڑھانے کیلئے مدعو کیا ہے تو کیا ان کو اس مذکورہ رقم میں سے تنخواہ دے سکتا ہوں؟ وہ پانچ سو روپیہ ماہوار لیتے ہیں؟ جو بھی مسئلہ ہو وضاحت فرمائیں کرم ہوگا؟

المستفتی: حمید اللہ، مولانا اسٹور،

جامع مسجد، اندھیری ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حافظ صاحب کی تنخواہ میں زکوٰۃ صدقہ فطر اور دیگر صدقات واجبہ دینا جائز نہیں ہے اس سے زکوٰۃ اور صدقہ ادا نہیں ہوگا، بلکہ ان حافظ صاحب کی تنخواہ میں وہ پیسہ دینا لازم ہے جو آپ اپنی ذات پر خرچ کرتے ہوں گے، ہاں البتہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر اور صدقات واجبہ کے علاوہ صرف کار خیر میں خرچ کیلئے کچھ پیسہ علیحدہ رکھا ہے تو اس سے حافظ صاحب کو بطور تنخواہ دے سکتے ہیں، لیکن بلا معاوضہ کار خیر میں خرچ کرنے کی جو نیت کی گئی ہے وہ باقی نہیں رہے گی، اسلئے کہ حافظ صاحب کو جو دے رہے ہیں، وہ اجرۃ الخیرت اور کام کے عوض میں دے رہے ہیں، اسلئے وہ کار خیر باقی نہیں رہا ہے بلکہ بچوں کو پڑھانے کی تنخواہ ہو جائے گی۔ (مستفاد: امداد الأحکام ۳/۸۴، احسن الفتاویٰ ۴/۲۵۲)

ولو دفعها المعلم لخليفته إن كان بحيث يعمل له لو لم يعطه صح
والا لا أى لأن المدفوع يكون بمنزلة العوض . (شامی، کتاب الزکاة، باب

المصرف کراچی ۲/، زکریا ۳/۳۰۸، عالمگیری زکریا ۱/۱۹۰، جدید زکریا ۱/۲۵۲)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة . (الدر المختار مع الشامی،

زکریا ۳/۲۹۱، کراچی ۳/۴۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۸/۷/۱۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰/رجب ۱۴۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۳۶۴)

زکوٰۃ، فطرہ اور چرم قربانی کا پیسہ تنخواہ میں دینا

سوال: [۴۴۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نئی آبادی میں ایک مسجد ہے، مسجد کے برابر ہی میں ایک حجرہ ہے، آمین مکتب کی شکل میں مدرسہ قائم ہے باہر کے بچے کچھ دن رہ کر بھاگ گئے، محلہ غریب ہے مدرسہ کا خرچہ برداشت نہیں کر سکتا ہے دو مدرس کام کر رہے ہیں، کیا زکوٰۃ و فطرہ و چرم قربانی وغیرہ دینا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ، فطرہ و چرم قربانی کی رقم کا فقیر مستحق کو مالک بنانا شرط ہے، ورنہ ادا نہیں ہوتی ہے، لہذا مذکورہ مکتب کیلئے دینے سے زکوٰۃ فطرہ وغیرہ ادا نہیں ہونگے، نیز چرم قربانی کی قیمت تنخواہ وغیرہ میں دینا جائز نہیں ہوگا۔

ويشترط أن يكون الصرف تملكاً لا إباحةً كما مر لا يصرف إلى بناء نحو مسجد الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديو بند ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴)

و صدقة الفطر كالزكاة في المصارف الخ. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، زكريا ديو بند ۳/۳۲۵، کراچی ۲/۳۶۸، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الزكاة، دارالكتاب ديو بند ۴/۷۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ محرم ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۰۷۷)

مذکوٰۃ کی تملیک کے بعد مدرسین کے مشاہرات یا تعمیر میں صرف کرنا

سوال: [۴۴۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس رقم کی تملیک حیلہ شرعی کے ذریعہ کجائے اس کو تملیک کے بعد ملازمین و مدرسین کے مشاہرات

نیز عمارت میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: سلیم الدین، سہسپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس رقم کی تملیک حیلہ شرعی کے ذریعہ کجائے اسکول ملازمین و مدرسین کی تنخواہ نیز عمارت وغیرہ میں صرف کرنا درست ہے، مگر حیلہ تملیک ہر جگہ درست نہیں ہے۔

والحیلة له أن يتصدق بمقدار زكاته على فقير ثم يأمره بعد ذلك بالصرف إلى هذه الوجوه فيكون للمتصدق ثواب الصدقة ولذلك الفقير ثواب بناء المسجد والقنطرة . (ہندیہ ، کتاب الحیل زکریادیو بند ۶/۳۹۲، جدید زکریا ۶/۳۹۵، وھکذا فی الشامی ، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا ۳/۲۹۳، کراچی ۲/۳۴۵، البحر الرائق، کوئٹہ ۲/۲۴۳، زکریا ۲/۴۲۴، تبیین الحقائق، زکریادیو بند ۲/۱۲۱، مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۱/۳۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳/۷/۱۳۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۱۱۹)

زکوٰۃ کی رقم تنخواہ یا تعمیر میں صرف کرنے کی شرعی حیثیت

سوال: [۴۴۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ کا پیسہ استاذ کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیر وغیرہ میں صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ مدرسہ میں کوئی زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے؟

المستفتی: تنویر عالم، اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو مدرسہ ایسا ہے جس میں بچوں کا قیام و طعام، مطبخ

وغیرہ کچھ نہیں ہے اس کو ملتب کہتے ہیں، جب اس میں مستحق نہیں تو وہاں زکوٰۃ کا مصرف بھی نہیں ہے، ایسے مکاتب میں زکوٰۃ کا پیسہ دینے والے خود اپنی زکوٰۃ کی حفاظت کریں، اور زکوٰۃ کا پیسہ تعمیر میں لگانا جائز نہیں ہے، اور مدرسین کی تنخواہ میں بھی بلا تملیک دینا جائز نہیں ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ . (التوبہ: ۶۰)

مصرف الزکاۃ هو فقير و مسكين . (شامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف

زکریا دیوبند ۲۸۳/۳، کراچی ۳۳۹/۲)

ويشترط أن يكون الصرف تملكاً لا إباحة لا يصرف إلى بناء نحو

مسجد . (شامی، کراچی ۳۴۴/۲، زکریا ۲۹۱/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۱/۱۰/۱۸ھ

۱۴۳۱/۱۰/۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۷۷)

صدقات واجبہ کی رقم تنخواہوں اور تعمیرات میں صرف کرنا

سوال: [۴۴۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) زید ایک اسلامی مدرسہ میں ملازم ہے مدرسہ کی آمدنی زکوٰۃ، فطرات اور چرم قربانی ہیں، فصل پراناج اکٹھا کیا جاتا ہے، مدرسہ میں بیرونی طلبہ ۲۸ ہیں، جنکا مدرسہ خود کفیل ہے مدرسہ میں ایک مطبخ چل رہا ہے، جس پر تقریباً ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ نقد خرچ ہوتے ہیں، مدرسہ میں مقامی طلباء و طالبات کی تعداد تقریباً ساٹھ تین سو ہے مدرسہ کی کل آمدنی تقریباً دو لاکھ روپیہ ہے مطبخ کے خرچ کے علاوہ باقی آمدنی سے مدرسین کی تنخواہوں کی ادائیگی مدرسہ میں تعمیراتی کام پر خرچ اور بچوں کے بیٹھنے کیلئے فرش کی خرید پر خرچ کیا جاتا ہے، زید اور مدرسہ کے مدرسین و ملازمین زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ لے سکتے ہیں یا نہیں زکوٰۃ سے تعمیراتی کام اور دیگر امور پر خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) مدرسہ میں زکوٰۃ کی تملیک کرا کر مدرسین کی تنخواہ نہیں دی جاتی ہے یہ کیا ہے؟ زکوٰۃ کی تملیک کیلئے زکوٰۃ کی رقم کسی کی تحویل میں دے دینے سے رقم کے واپس نہ کرنے کا خدشہ ہوتا ہے ایک بار ایسا ہوا بھی ہے کہ جس کی ملکیت میں رقم دی وہ رقم لیکر بھاگ گیا تو اس کا دیگر کوئی طریقہ ہے یا نہیں؟

المستفتی: قمر الاسلام انصاری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) زکوٰۃ صدقہ فطر اور دیگر صدقات واجبہ کی رقم مدرسین کی تنخواہ اور مدرسہ کے دیگر مصارف تعمیر وغیرہ میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، جہاں تک ممکن ہو مدرسہ کے اخراجات تعمیر وغیرہ امدادی رقوم ہی کے ذریعہ پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

و كذلك في جميع أبواب البر التي لا يقع بها التملك كعمارة المسجد، وبناء القناتير والرباطات لا يجوز صرف الزكاة إلى هذه الوجوه . (هنديہ ، كتاب الحيل زكريا ۶/۳۹۲، جديد زكريا ۶/۳۹۵، كتاب الزكاة ، الباب السابع في المصارف زكريا ۱/۱۸۸، ومثله في الشامي، زكريا ۳/۲۹۱، كراچی ۲/۳۴۴)

(۲) بلا ضرورت شرعی زکوٰۃ و صدقات کی تملیک کرنا بھی جائز نہیں ہے، البتہ اگر مدرسہ میں امدادی فنڈ نہ ہو اور مدرسین کی تنخواہ کا کسی طرح کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو ایسے ناگزیر حالات میں بدرجہ مجبوری بقدر ضرورت تملیک کر کے مدرسین کی تنخواہ اور دینی ضرورت کو پوری کرنے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحمیہ ۵/۱۵۳)

البتہ تعمیر میں تملیک کر کے زکوٰۃ وغیرہ کی رقوم کا صرف کرنا پھر بھی جائز نہیں ہے، تملیک کا طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کسی غریب مستحق زکوٰۃ کو دیدی جائے، پھر وہ اپنی جانب سے مدرسہ کے اخراجات کیلئے مدرسہ کو دیدے اس حیلہ کے بعد اسی رقم سے مدرسین کی تنخواہ دینا جائز ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۵۲)

وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقير زكواته ثم يأخذها عن دينه
وحيلة التكفين بها التصديق على الفقير ثم هو يكفن فيكون الثواب
لهما وكذا في تعمیر المسجد . (شامی، زکریا ۳/۱۹۰، کراچی ۲/۳۴۴،
ہندیہ ۶/۳۹۲، جدید زکریا ۶/۳۹۵)

اور اس کا ایک طریقہ وہ ہے جس کو حضرت فقیہ الامت نے ارشاد فرمانے کے ساتھ ساتھ
بہت سے مدارس میں جاری بھی فرمایا کہ مستحق طلبہ کو مدرسہ کی طرف سے کھانا کپڑا وغیرہ نہ دے
بلکہ کہدے کہ اتنا وظیفہ تم کو دیا جائیگا، اور کھانا کمرہ، وغیرہ کا کرایہ وصول کیا جائیگا، مہینہ پورا ہونے
پر وظیفہ ان کو دیدیا جائے، پھر کھانے اور کمرہ وغیرہ کا کرایہ وصول کیا جائے، اور وظیفہ اتنا مقرر
کیا جائے کہ معاضہ طعام و کمرہ وغیرہ کی اجرت وصول کرنے کے بعد طلبہ کے پاس صابون
وغیرہ کی ضرورت کیلئے بھی بچ جائے۔ (ملفوظات فقیہ الامت قسط: ۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴ شعبان ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۸۶۹)

مدارس کی تعمیر اور مدرس کی تنخواہ میں حیلہ تملیک سے مال زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آجکل
جو مدارس اسلامیہ چل رہے ہیں، ان کی بقاء کے ذرائع بظاہر زکوٰۃ و صدقۃ الفطر اور چرم قربانی
وغیرہ ہیں، اور ان ہی آمدنی سے مدارس اسلامیہ چل رہے ہیں۔

کیا ان مکتبوں میں جن میں باہر کے پردیسی نادار طلبہ تو نہیں پڑھتے ہیں، لیکن
زکوٰۃ صدقۃ الفطر وغیرہ ان کو دیا جاتا ہے، اور ان ہی پیسوں سے مدرسوں کی تنخواہیں اور
تعمیر مدرسہ کیجاتی ہے، بعض دل کو سمجھانے کیلئے تملیک کرا لیتے ہیں ان ہی میں سے ایسے
سے جو فوراً مدرسہ کو واپس کر دے، اگر واپس نہ کرے بلکہ ان پیسوں سے اپنے اخراجات
رفع کرے تو ہرگز اہل مدرسہ اس سے خوش نہ ہونگے، بلکہ آئندہ کبھی بھی اس سے تملیک

نہ کرائیں گے، صورت مذکورہ میں کیا ان پیسوں سے مدرسوں کی تنخواہ و تعمیر مدرسہ کرانا جائز ہے؟ اس سے مدرسوں پر تو کوئی جرم عائد نہیں ہوتا؟ کیا زکوٰۃ، صدقۃ الفطر ادا ہو جائیگا؟ اور کن وجوہات کی بنا پر علماء کرام اس طرف راغب ہوتے ہیں، کہ کوئی بھی چھوٹے بڑے اس طرف دھیان نہیں دیتے عند اللہ ماخوذ تو نہیں ہونگے؟ اس طریقہ سے بیان کیجئے کہ کوئی اشکال نہ رہے؟ مہربانی ہوگی؟

المستفتی: مہتمم مدرسہ خزینۃ العلوم،
موضع کلڑیا معانی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مکتب کی ضروریات مقامی انداز سے پوری ہو جاتی ہے، تو مکتب کے مدرسین و تعمیر کیلئے زکوٰۃ، صدقۃ الفطر وغیرہ کا تملیک کرانا جائز نہیں ہے، اور اس میں شامل ہونے والے سب لوگ گنہگار ہونگے۔

وأما الاحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان الخ. (عمدة القاری

شرح بخاری، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰۹/۲، زکریا دیوبند ۲۳۹/۱۶)

(وقوله) عن محمد بن الحسن قال ليس من أخلاق المؤمنين الفرار

من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى إبطال الحق الخ. (عمدة القاری،

۱۰۹/۲۴، فتح الباری ۳۲۹/۱۲، فیض الباری ۴۱۸/۶)

نیز حیلہ تملیک کی اجازت جو دی گئی ہے، وہ نہایت مجبوری اور شدید ضرورت کی بنا پر امور دینیہ کی ضیاع سے حفاظت کیلئے ہے اور یہ حیلہ تملیک صرف ان مدرسوں میں جائز ہے جن کی ضرورت حیلہ تملیک کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو شروع میں ترغیب دئے بغیر مال زکوٰۃ کا مالک بنا دیا جائے اور فقیر اس پر قابض ہو جائے، پھر بعد میں فقیر کو اس طرح ترغیب دیجائے کہ فلاں کار ثواب میں یہ مال دیدو اور فقیر اس کام میں دیدے تو مالک کے زکوٰۃ کا ثواب مل جائیگا اور اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور فقیر کو کار خیر کا ثواب ملے گا (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱۳/۲)

والحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء فتكون
 لرب المال ثواب الزكوة وللفقير ثواب هذا التقرب الخ. (الدر المتقى شرح
 ملتقى الأبحر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصارف، دارالكتب العلمية بيروت
 ۳۲۸/۱، قدیم ۲۲۲/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳۰۹/۱/۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۰۴۷)

زکوة کی رقم حیلہ کے بعد اساتذہ کی تنخواہ اور تعمیر میں لگانا

سوال: [۴۴۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
 زید نے ایک مسجد کے اندر مقامی طلبہ کو تعلیم دینے کیلئے ایک پرائیویٹ مدرسہ قائم کیا ہے،
 اور اس میں کچھ اساتذہ کو متعین کر دیا ہے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے اب ظاہری بات ہے
 کہ استاذ کو بھی تنخواہ چاہئے تو اس کے لئے بچوں سے فیس لے کر اور مدرسہ کے ممبران وغیرہ
 سے پیسے وصول کر کے استاذ کو تنخواہ دی جاتی ہے، اور بقیہ دوسری ضروریات میں خرچ
 کیا جاتا ہے، لیکن پھر بھی مدرسہ کا کام نہیں چل پارہا ہے، اور بچوں کی تعداد زیادہ ہو چکی ہے
 جس کی وجہ سے جگہ کافی تنگ ہے اسلئے انھوں نے سوچا کہ مسجد کے باہر ایک زمین ہے، اس
 میں مدرسہ تعمیر کر لیا جائے ٹھیک ہے تو اس کے لئے انھوں نے پیسے کی تنگی کی وجہ سے قربانی کا
 چمڑا لینا شروع کر دیا اور لینے کا حق بھی بنتا ہے اب رہی بات حیلہ تملیک کی تو اس مکتب میں
 کوئی ایسا غریب نادار طالب علم نہیں پڑھتا ہے جس سے حیلہ تملیک کرایا جائے سب کے
 سب مقامی ہی طلباء ہیں، تو اس کے لئے لوگوں نے ایک تدبیر سوچی کی کسی فقیر یا مسکین کو یہ
 پیسہ دیکر حیلہ تملیک کرایا جائے تاکہ کم از کم مدرسہ کی تعمیر ہو جائے، جو کہ مسلمانوں کے لئے
 ایک اہم فریضہ ہے۔ اب اس مسائل کے اندر آپ سے یہ بات پوچھنی ہے کہ کیا اس

مدرسہ والے کو چمڑے کے پیسے لینا صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر صحیح ہے تو کیا اس طرح چمڑے کے پیسے کو کسی فقیر سے حیلہ کرانے کے بعد مسجد اور مدرسہ میں خرچ کر سکتا ہے یا نہیں؟ یا مدرسہ کے کسی رکن میں خرچ کر سکتا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ اس عبارت سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ تملیک کرانے کے بعد خرچ کرنا صحیح ہے۔

وحيلة التكفين التصدق بها على فقير ثم يكفن فيكون الثواب لهما
 وكذا في تعمیر المسجد. (الرد المختار، كتاب الزكوة كراچی ۲/۲۷، زکریا ۳/۱۹۱)
 اور دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بریرہ کے گھر تشریف لے گئے تو ہانڈی میں گوشت بن رہا تھا تو حضور ﷺ نے اس گوشت کو مانگا تو بریرہ نے کہا کہ یہ صدقہ کا گوشت ہے آپ ﷺ نے کہا کہ یہ تمہارے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے ان سب باتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ چمڑے کا مال کسی فقیر کو مالک بنا کر پھر اس سے لیا جائے تو درست ہو جائے گا۔ ویسے تو یہ پیسہ دینی ہی کام میں خرچ کیا جاتا ہے نہ کہ کسی دوسرے کام میں جیسا کہ عام طور سے دیکھا گیا سرکاری اور غیر سرکاری مدرسہ والے پیسہ کا حیلہ تملیک کرا کے اسکو جہاں چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں، کسی کا اس میں کوئی اعتراض نہیں رہتا۔ برائے مہربانی اس باریک مسئلہ کا قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح جواب عطا فرما کر ممنون ومشکور ہوں؟
 المستفتی: مولوی شاہد جمال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ میں صاف الفاظ میں اس بات کو ذکر کیا جا چکا ہے کہ جو بچے پڑھتے ہیں، وہ سب صاحب حیثیت لوگوں کے بچے ہیں، اور انہیں کے بچوں کی تعلیم کیلئے سارے مسائل کا مدار ہے تو ایسے حالات میں صاحب حیثیت لوگوں کے بچوں کی تعلیم کی غرض سے زکوٰۃ کے پیسوں کا حیلہ تملیک کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ صاحب حیثیت لوگوں سے امدادی رقم جمع کر کے تعمیر میں لگانا چاہئے لہذا زکوٰۃ اور چمڑے کے پیسوں کا حیلہ تملیک کر کے غریبوں اور فقیروں کا حق سرمایہ داروں کی اولاد کی تعلیم کیلئے ضائع نہ کیا

جائے شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے، ہاں البتہ غریب بچوں کی تعلیم کیلئے استاذ کی تنخواہ کا انتظام امدادی پیسوں سے نہ ہو سکے تو مجبوری کے تحت حیلہ تملیک کرا کے زکوٰۃ و چمڑے کے پیسوں کا استاذ کی تنخواہوں میں صرف کرنے کی ضرورت گنجائش ہے مگر تعمیر میں لگانا ایسی ضرورت نہیں ہے، جس کی وجہ سے فقراء و مساکین کے حق کو حیلہ کر کے استعمال کیا جائے، جیسے مسجد میں تعلیم ہو رہی ہے ایسے ہی مسجد میں تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا جائے، جب امدادی رقم کا انتظام ہو جائے، تو تعمیر کر دیا جائے، اور درمختار کی جو عبارت تکلفین و تعمیر مسجد کیلئے حیلہ سے متعلق نقل کی گئی ہے وہ ایسی ضرورت کے وقت میں ہے کہ کفن خریدنے کیلئے زکوٰۃ کے پیسے کے علاوہ کوئی دوسری شکل نہ ہو ورنہ بغیر کفن کے دفن کرنے کی ضرورت پیش آ جائے اسی طرح مسجد کی تعمیر کیلئے کسی قسم کا نظم نہ ہونے کی وجہ سے لوگ نماز ہی نہ پڑھتے ہوں اور مسجد بننے کی صورت میں لوگ نماز پڑھیں گے اور جماعت کیساتھ پڑھیں گے مگر تعمیر مسجد کیلئے کوئی شکل نہیں ہے تو ایسی سخت ضرورت میں حیلہ تملیک کر کے اتنی تعمیر کی گنجائش ہے جتنے میں لوگ نماز پڑھ سکیں اور اتنا کام چھپر کے ذریعہ سے بھی ہو سکتا ہے پھر اس ضرورت کے پوری ہونے کے بعد حیلہ تملیک کی اجازت نہیں ہے، یہی درمختار کی عبارت کا مطلب ہے اور موجودہ سوال میں کسی حد تک مسجد میں تعلیم جاری ہے نیز بعض لوگوں نے درمختار کی اس عبارت سے حیلہ تملیک کے جواز کا مسئلہ بتایا ہے تو اس سے سرمایہ داروں نے حیلہ تملیک کر کے بڑے بڑے اسکول اور ہسپتال وغیرہ کیلئے بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کر دیں اور مذکوٰۃ کے کروڑ ہا روپے اسکولوں و ہسپتالوں میں خرچ ہو رہے ہیں، مگر دینی مدارس جوں کے توں رہ گئے اس لئے حیلہ تملیک کر کے تعمیر کے جواز کا مسئلہ بتانا خود دینی مدارس کیلئے نقصان دہ ہے۔ فقہاء و محدثین نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔

وأما الاحتيال لإبطال حق المسلم فإثم واعدوان وقال النسفي في الكافي عن محمد بن الحسن قال ليس من أخلاق المؤمنين الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى إبطال الحق. (عمدة القاری، زکریا ۱۶/۲۳۹، بیروت

۱۰۸/۲۰، ۱۰۹، المبسوط للسرخسی ۳۰/۱۰، فتاویٰ عالمگیری، زکریا دیوبند
۳۹۰/۶، جدید ۶/۳۹۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۵/۲۶/۲۲۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ صفر ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۶۷۶)

زکوٰۃ، صدقہ، چرم قربانی کی رقم تنخواہ و تعمیر میں لگانے کی ممانعت

سوال: [۴۴۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شہر مراد آباد میں ایک مدرسہ ہے جو کہ قرآن کریم کی تعلیم اور دینی تعلیم سے بچوں کو آراستہ کر رہا ہے، آسمیں داخل بچوں کی تعداد لگ بھگ ۱۵۰/۱ ایک سو پچاس ہے، اور سب کے سب شہری ہیں، مدرسین و معلموں کی تنخواہ وغیرہ سب بچوں کی ماہانہ فیس سے ادا کر دی جاتی ہے، مدرسہ میں زیادہ تعداد لڑکیوں کی ہے اب جبکہ مدرسہ میں تعمیر نو کا کام یعنی بالائی منزل کی تعمیر ہونی ہے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ صدقات یا چرم قربانی کی رقم مدرسہ کے اخراجات کو پورا کرنے اور تعمیر میں لگانے کی گنجائش ہوگی۔ مہربانی فرما کر اس مسئلہ کی وضاحت کیسا تھ جوابی شکل دیکر شکریہ کا موقع دیں؟

المستفتی: محمد خلاق، کارخانیدار محلہ کسرول،

رحیم اللہ والی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ مدرسین کی تنخواہ اور تعمیرات میں زکوٰۃ، صدقہ، فطر، چرم قربانی کی رقم صرف کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اگر اس میں خرچ کریں گے تو زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی جبکہ اس کو اس کا علم ہو۔

يشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر لا يصرف إلى

بناء نحو مسجد وتحتة في الشامية كبناء القناطر والسقايات وإصلاح

الطرقات وکبری الأناہار والحج ، والجہاد وکل مالا تملیک فیہ الخ .
(الدر المختار مع الشامی ، کتاب الزکاة ، باب المصرف زکریا دیوبند ۳/۲۹۱ ،
کراچی ۲/۳۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶ ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۰۹/۲۵)

مدرسہ کے مدد زکوٰۃ کی رقم بطور قرض لیکر مسجد کی تعمیر میں لگایا تو کیا کریں؟

سوال: [۴۴۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں مدرسہ اور محلہ کی مسجد کے ذمہ داروں کی ایک ہی کمیٹی تھی اس کمیٹی میں چند بااثر لوگوں نے محلہ کی مسجد میں تعمیر کے وقت جب روپیوں کی ضرورت پڑی تو مدرسہ کی رقم جسمیں اکثر حصہ صدقات واجبہ کا ہے نکال کر مسجد کی تعمیر میں صرف کر دی جب اس کا علم دیگر لوگوں کو ہوا تو انھوں نے کمیٹی کے ان چند افراد سے باز پرس کی تو اس وقت انھوں نے یہ کہہ دیا کہ ہم نے یہ رقم مدرسہ سے بطور قرض لی ہے ، جو مسجد کی آمدنی سے واپس کر دی جائیگی مسجد کی تعمیر کو چھ یا سات سال کا عرصہ گزر چکا ہے اب لوگوں نے ان سے اس رقم کا مطالبہ کیا اب کمیٹی اس رقم کو دینے سے انکار کرتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ مسجد کی آمدنی اتنی نہیں ہے ہم کہاں سے یہ رقم ادا کریں ، اب مفتی صاحب سے سوال یہ ہے کہ مدرسہ کی رقم بطور قرض مسجد میں لگا دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو معظمین کی زکوٰۃ کی جو رقم مسجد میں لگ چکی ہے اس سے ان کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ کمیٹی کے ذمہ دار اس قرض کے نہ دینے سے گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ اگر مسجد کی آمدنی اتنی نہ ہو تو اس مدرسہ کے قرض کو ادا کرنے کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ کمیٹی پر یا اہل محلہ پر جنکے ماتحت وہ مسجد ہے یا مسجد کی جتنی بھی آمدنی ہو اس پر ہوگی اور اگر بالکل قرض ادا کرنے سے یہ کمیٹی کے ذمہ دار منکر ہو جائیں تو ایسی مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ مذکورہ تمام باتوں کا جواب دیکر شکر یہ کا موقع

عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: مولانا محمد ہارون قاسمی، رکن کمیٹی:

مدرسہ قاسم العلوم، قصبہ چلاکانہ، ضلع سہارنپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مدرسہ کی وہ رقم جو مد زکوٰۃ میں سے ہے اس کو بطور

قرض مسجد میں لگا لینے کے بعد مسجد کے ذمہ وہ پیسہ مدرسہ کو واپس کرنا ہر حال میں لازم ہے اور اس پیسہ کی ادائیگی کے ذمہ دار مسجد کے ذمہ دار لوگ ہونگے، اگر مسجد کے ذمہ دار اس پیسہ کی ادائیگی پر قدرت نہیں رکھتے تو عامۃ المسلمین سے مسجد کے نام سے چندہ جمع کر کے ادا کرنا لازم ہے، اور مسجد کے ذمہ دار اگر اس طریقہ سے بھی ادائیگی کے اہل نہیں ہیں، تو ان کو ذمہ داری سے سبکدوش ہو جانا چاہئے جو اس کے اہل ہیں، ایسے افراد کو ذمہ دار بنا دینا چاہئے کیونکہ مسجد میں جو پیسہ لگا ہے وہ مد زکوٰۃ کا ہے جس کو مسجد میں لگانا قطعی طور پر جائز نہیں، اس لئے اس پیسہ کی واپسی مسجد کے اوپر ہر حال میں لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۵/۴۸)

أخرج عبد الزراق عن الثوري قال الرجل لا يعطى زكوة ماله من يحبس على النفقة من ذوى أرحامه ولا يعطيها في كفن ميت ولا دين ميت ولا بناء مسجد الخ. (مصنف عبدالرزاق، الزكاة، باب لمن الزكاة، المجلس العلمي

بيروت ۴/۱۱۳، رقم: ۷۱۷۰)

يشترط أن يكون الصرف تملكاً لا إباحة لا يصرف إلى نحو بناء

مسجد ولا إلى كفن ميت. (شامی، کتاب الزكاة، باب المصروف، کراچی

۲/۳۴۴، زکریا دیوبند ۳/۲۹۱، ہندیہ زکریا ۱/۱۸۸، جدید ۱/۲۵۰، تاتار خانیا

زکریا ۳/۲۰۸، رقم: ۴۱۴۰)

ليس للمتولى إيداع مال الوقف ولا إقراضه فلو أقرضه

ضمن وكذا للمستقرض. (البحر الرائق، كتاب الوقف، كوثه ۵/۲۳۹،

زکریا ۵/۴۰۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۵ھ/۱۱/۱۷

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۸۴/۲۰)

زکوٰۃ، صدقات، فطرہ اور چرم قربانی کی رقم مسجد میں استعمال کرنا

سوال: [۴۴۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے مکتب میں زکوٰۃ، صدقات، فطرہ چرم، قربانی کا روپیہ مبلغ ۱۴۰۰۰ ہے اب سوال طلب امر یہ ہے کہ مسجد کی دیوار گرنے کے قریب ہے اور چھت بھی ڈلوانا ضروری ہے، اور فی الحال اتنی رقم کا جمع ہونا جس سے مسجد کی دیوار درست کی جاسکے مشکل ہے، جبکہ ہم اس قرض کو بہت جلد چار ماہ کے اندر اندر ادا کرنے کی کوشش کریں گے، قرآن و احادیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے؟

المستفتی: جاہر حسین، گاؤں بھینسیا، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ کی رقم مستحق کو دینے سے پہلے وکیل کیلئے بطور قرض صرف کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے سوال نامہ کی درج شدہ صورت میں مسجد کیلئے بطور قرض استعمال جائز نہیں ہوگا۔

الوکیل بدفع الزکوٰۃ إذا أمسک دراهم الموکل ودفع من ماله لیرجع ببدلها فی دراهم الموکل صح، بخلاف ما إذا أنفقها أولاً، علی نفسه مثلاً، ثم دفع من ماله فهو متبرع الخ. (شامی، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۱۸۹/۳، کراچی ۲۶۹/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶ھ/۲/۵

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۱۵۱/۲۶)

زکوٰۃ کی رقم مسجد کی دوکانوں میں لگانے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی

سوال: [۴۴۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد سے علاحدہ مسجد کی دوکانیں ہیں انکی مرمت وغیرہ زکوٰۃ و فطرات کی رقم سے کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ دوکانیں مسجد سے بالکل علیحدہ ہیں، حضرت والا سے دست بستہ درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: عبدالحفیظ، اغوانپور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عدم تملیک کی وجہ سے ناجائز ہے۔

یشترط أن يكون الصرف تملیکاً لا إباحةً. (الدر المختار مع الشامی،

کراچی ۲/۳۴۴، زکریا دیوبند ۳/۲۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸/زیقہ ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۲/۲۳)

زکوٰۃ، فطرہ، صدقہ کی رقم سے مسافر خانہ تعمیر کرنا

سوال: [۴۴۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ، فطرہ، صدقہ کی رقم سے مسافر خانہ تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: عبدالعظیم، بساتیان مسجد، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ فطرہ اور صدقہ واجبہ کی رقم مسافر خانہ کی تعمیر

میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

ولا یصرف إلى بناء نحو مسجد وتحتہ فی الشامیة کبناء القناطر

والسقايات وإصلاح الطرقات وكري الأتھار الخ. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند ۳/۲۹۱، كراچی ۲/۳۴۴، تبين الحقائق، كتاب الزكاة، باب المصرف مكتبه امداديه ملتان ۱/۳۰۰، زكريا ۲/۱۲۰، البنایة، كتاب الزكاة، باب مايجوز دفع الصدقات إليه، اشرفيه ديوبند ۳/۴۶۲، هنديہ، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، زكريا ديوبند ۱/۱۸۸، جديد ۱/۲۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳ھ

۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۳۲۸)

مد زکوٰۃ سے فقراء کیلئے، مکانات، ہسپتال اور مدرسوں کی تعمیر

سوال: [۲۳۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احقر مد زکوٰۃ کے فنڈ سے زمین خریدنا چاہتا ہے جو کہ منصوبہ بنایا گیا ہے کہ اس کے پیش نظر زمین خریدی جا رہی ہے۔

(۱) تعمیر مکانات برائے غرباء۔

(۲) قیام مدرسہ بسلسلہ قرآن پاک اردو وغیرہ۔

(۳) قیام اسپتال برائے غرباء۔

معلومات طلب یہ ہے کہ مد زکوٰۃ کے فنڈ سے میں اپنی تحریر بالا میں ذکر کردہ خواہشات کو پورا کرنے کا مجاز ہوں؟ کیا دائرہ شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟
المستفتی: محمد کامل، محلہ ٹھٹیرہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اگر مکانات بنا کر غرباء کو مالک بنا دیا جائے

اور ان میں آپ کا کوئی اختیار نہ رہے تو جائز ہے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

كما في الدر المختار يشترط أن يكون الصرف تملكاً لا إباحة الخ.

(الدر المختار، کراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱)

(۲) فقرا کو مالکانہ قبضہ دئے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، بلکہ اپنی طرف سے ایک تبرک ہو جائیگا۔

(۳) زکوٰۃ ادا نہ ہوگی دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنی فرض و واجب رہے گی، کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں فقیر کو مالک بنانا شرط ہے وہ یہاں مفقود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ شوال ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۲۶۵)

تملیک کے بعد مسجد و مدرسہ کی عمارت میں صرف کرنے والے کو زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۴۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اپنی زکوٰۃ کی رقم ایک غریب مدرسہ کی امداد کے طور پر دینا چاہتا ہے، لیکن صورت حال یہ ہے کہ مدرسہ مذکورہ کے ارباب حل و عقد مذکور رقم کو کسی غریب و حاجت مند کے ذریعہ تملیک کرا کر خریدار رضی برائے توسیع مدرسہ و مسجد میں لگانا چاہتے ہیں، جس کا زید کو علم بھی ہے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ کی رقم غریب مدرسہ کی امداد کے طور پر دینا درست ہے یا نہیں؟
المستفتی: حکمت اللہ خاں، لالباغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بہر امداد نہیں بلکہ بہر زکوٰۃ دی جائے اور مدرسہ کے ذمہ دار حضرات صحیح طریقے سے حیلہ تملیک کرا کر اس قسم کی زمین کی خریداری کریں تو درست ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۱۳)

والحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء فتكون لرب المال ثواب الزكوة وللفقير ثواب هذا التقرب الخ. (الدر المنتقى شرح ملتقى الأبحر، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۳۲۸، قديم ۱/۲۲۲، شامی زکریا ۳/۲۹۳،

کراچی ۲/۴/۳۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ صفر ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۰۴/۲۴)

زکوٰۃ کی تملیک کرا کے عمارت میں لگانا

سوال: [۴۳۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قصبہ نور پور محلہ اسلام نگر میں ہندو ماحول سے آئی ہوئی آبادی کے اندر قریبی اہل علم حضرات کے مشورہ سے حلقہ میں فقدان علم کی وجہ سے ساٹھ ہزار میں اٹھارہ سو میٹر جگہ کی بات کی گئی ہے، بیع نامہ دیدیا گیا ہے، بیع نامہ ان شاء اللہ ۳۱ مارچ ۱۹۸۹ء کو ہوگا، حضرت اس تعلیمی درس گاہ کیلئے نہ پہلے سے کوئی اثاثہ تھا اور نہ اب ہے، صرف اہل خیر حضرات سے صدقہ، زکوٰۃ وصول کر کے تملیک صحیح کے بعد اس کا بیع نامہ ہوگا، اور بعد ازاں اس کا تعمیر پروگرام ہے آیا ایسی شکل میں کہ قوم کے نونہالان ضروری دینی تعلیم سے محروم ہیں، صدقہ زکوٰۃ وصول کر کے تملیک صحیح کے بعد اس کے بیع نامہ اور اس کی تعمیر پر خرچ کر سکتے یا نہیں؟ اس کے جواز کی شکل مذکورہ بالا ہی ہے یا اس کے علاوہ اور کوئی ہے حوالہ کے ساتھ تحریر فرما کر مشرف فرمائیں۔ ذرہ نوازی ہوگی۔

المستفتی: محمد فرقان، ساکن نور پور محلہ اسلام نگر، فتح آباد ضلع بجنور یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صدقہ واجبہ اور زکوٰۃ فقراء کا حق ہے حیلہ تملیک کے ذریعہ ان کے حق کو باطل کرنا ہے جو شرعاً ناجائز ہے، ہاں البتہ وہ امور دیدیہ ضروریہ جن کے بغیر دین کی حفاظت ناممکن ہو اور ان کی حفاظت کیلئے امدادی رقم بھی نہ مل رہی ہو، تو ایسی صورت میں بقدر ضرورت حیلہ تملیک کی اجازت ہے، اس لئے حیلہ تملیک میں تساہلی برتنا

بڑی غفلت کی بات ہے، اگر ایسی مجبوریاں ان مدارس میں پیش آجائیں جن میں فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ فوقانی علوم کی تعلیم ہوتی ہو تو وہاں حیلہ تملیک جائز ہے، لہذا اگر نور پور کے زیر تجویز تعلیمی درسگاہ میں فقہ، حدیث اور تفسیر ہی کی تعلیم مقصود ہے، اور وہاں کے لوگ امداد پر تیار نہیں ہیں، اور ضرورت بھی شدت سے ہے، تو حیلہ تملیک شدہ صدقہ واجبہ، زکوٰۃ کی رقم تعمیر میں صرف کرنا جائز ہوگا، لیکن حیلہ کرنے والے عند اللہ کنہگار ثابت ہوں گے، نیز حیلہ کے علاوہ صرف رقم صدقہ واجبہ کے جواز کی دوسری شکل بظاہر نہیں ہے۔

والاحتیال للہروب عن الحرام والتباعد عن الوقوع فی الآثام لا بأس بہ بل ہو مندوب إلیہ وإنما الاحتیال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان ، وقال النسفی فی الکافی عن محمد بن الحسن ، قال لیس من أخلاق المؤمنین الفرار من أحكام اللہ بالحیل الموصلة إلی إبطال الحق الخ . (عمدة القاری شرح بخاری ، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰۹/۲۴ ، زکریا دیوبند ۲۳۹/۱۶)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶ رشتوال ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۴۵۹/۲۵)

بلا حیلہ تملیک رقوم زکوٰۃ تعمیر میں لگانا

سوال: [۴۴۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے پاس کچھ زکوٰۃ کی رقم ہے، ہم اس سے ایک دینی مدرسہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں، شریعت کی روشنی میں اس کا حل مفصل و مدلل تحریر فرمائیں، حیلہ کا صحیح طریقہ بھی لکھیں؟ نوازش ہوگی؟

المستفتی: ساکنان لالباغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے کسی مستحق زکوٰۃ کو مالک بنانا شرط ہے، اور مدرسہ کی تعمیر میں شرط مفقود ہے اس لئے تعمیر مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم

صرف کرنا جائز نہیں ہے، اگر کرے گا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

لا یصرف إلى بناء نحو مسجد الخ (شامی، مطبوعہ کوئٹہ مع الدر ۶۸/۲،

کراچی ۳۴۴/۲، زکریاد یوبند ۳۳۳/۲۹۳)

ضروریات دینیہ کے لئے اس طرح حیلہ کرنا جائز ہے کہ مالک زکوٰۃ کی نیت سے فقیر کو مالک بنادے پھر فقیر مالک کو ہبہ کر دے یا خود تعمیر میں صرف کر دے۔

الحیلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء الخ.

(الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف، کوئٹہ ۶۹/۲، زکریا ۳/۲۹۳، کراچی

۳۴۴/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ شعبان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۵۱/۲۴)

کیا زکوٰۃ کی رقم تعمیر میں صرف کرنا جائز ہے؟

سوال: [۴۴۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) زید نے اپنی زمین مدرسہ نسواں کیلئے اعلانیہ وقف کر کے اس میں چھوٹی موٹی عمارت قائم کرنے کی غرض سے چندہ کراتا ہے کہ پردہ میں رہ کر خواتین اساتذہ تعلیم دے سکیں، اور لڑکیاں پردہ میں رہ کر تعلیم حاصل کر سکیں تو کیا زیادہ عمل کہ تعلیم شروع ہونے سے قبل چندہ کرنا درست ہے؟

(۲) کیا بذریعہ تملیک زکوٰۃ کا روپیہ تعمیر میں لگا سکتے ہیں؟

(۳) کیا دین کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: آصف الحسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۲:۱) دینی مدرسہ قائم کرنے کیلئے چندہ کرنا جائز

ہے، مگر تعمیر میں زکوٰۃ کا پیسہ لگانا جائز نہیں ہے، نیز جس مدرسہ کا ابھی وجود بھی نہیں ہے اس

کیلئے حیلہ تملیک بھی ممنوع ہے کیونکہ حیلہ تملیک ہر جگہ جائز نہیں ہے بلکہ جس میں حدیث قرآن فقہ کی تعلیم ہوتی ہے اس میں شدت ضرورت کی وجہ سے گنجائش ہے کیونکہ حیلہ تملیک میں فقراء کا حق مارا جاتا ہے جس کی اجازت نہیں ہے۔

أن كل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال حق الغير أو لإدخال شبهة فيه أو لشمويه باطل فهي مكروهة . (ہندیہ ، کتاب الحیل ۶/۳۹۰ ، جدید زکریا ۶/۳۹۳ ، الفتاویٰ التاتار خانیہ زکریا ۱۰/۳۱۱ ، رقم: ۶/۱۴۸۴ ، عمدۃ القاری ، داراحیاء التراث العربی ۲۴/۱۰۸ ، زکریا دیوبند ۶/۲۳۹ ، تحت رقم الحدیث/۶۹۵۳)

(۳) دین کی راہ میں رکاوٹ کی تفصیل سے آگاہ فرمائیں اس کے بعد شرعی حکم لکھا

جاسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۲۴۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۸/۴/۹ھ

تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنے کا حکم

سوال: [۴۴۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ کے طلبہ کیلئے رہائش گاہ کی تنگی ہے باہر کے طلبہ کی کثرت کی بنا پر موسم سرد میں دوسرے کے مکان کا سہارا لینا پڑتا ہے اور مدرسہ کے پاس عطیہ فنڈ کی رقم نہیں ہے تو کیا ایسی صورت میں زکوٰۃ وغیرہ کی رقم تعمیر میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟ اگر لگ سکتی ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ واضح جواب مطلوب ہے؟

المستفتی: بشیر احمد قاسمی، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کی رقم براہ راست مدرسہ کی تعمیر میں

لگانا جائز نہیں ہے۔

ولا یصرف إلى بناء نحو مسجد الخ. (الدرالمختار ، کتاب الزکاة ، باب المصرف زکریادیوبند ۳/۲۹۱ ، کراچی ۲/۳۴۴ ، ہندیہ زکریا ۱/۱۸۸ ، جدید ۱/۲۵۰ ، البناہ ، اشرفیہ دیوبند ۳/۴۶۲)

البتہ اگر زکوٰۃ کی رقم کسی نادار فقیر کو دیدی جائے ، اور اسے مدرسہ میں دینے کی ترغیب دی جائے ، پھر وہ اپنی مرضی اور خوشی سے مدرسہ کو دیدے تو اس رقم کو تعمیر میں لگانا جائز ہے۔

الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء الخ.

(الدرالمختار ، کراچی ۲/۳۴۵ ، زکریا دیوبند ۳/۲۹۳ ، الموسوعة الفقہیة الکویتیة ۳۶/۲۴۵ ، البحر الرائق ، زکریا ۲/۴۲۴ ، کوئٹہ ۲/۴۳۲ ، تبیین الحقائق ، مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۰۱ ، زکریا ۲/۱۲۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳۱۷/۳/۱۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

(الف فتاویٰ نمبر: ۳۲/۳۷۲۳)

مدرسہ کی عمارت میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنے کا حکم

سوال: [۴۴۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک حافظ صاحب بستی کے اندر ایک مکان میں بیٹھ کر اسی بستی کے بچوں کو دین اور قرآن کریم کی تعلیم و تربیت دیتے ہیں ، اہل بستی کو رغبت اور حافظ صاحب کو اتنی وسعت حاصل نہیں کہ کچھ آراضی خرید کر مدرسہ کو وقف کر دیں کیا وہ حافظ صاحب مدرسوں کی طرح عام طور پر یعنی زکوٰۃ وغیرہ کا چندہ کر کے مدرسہ کو بنیادی طور پر تعمیر کر سکتے ہیں ، یا نہیں؟ اگر صورت مسئلہ ناجائز ہو تو شریعت کی روشنی میں مشورہ دیں؟

المستفتی: شمشاد عالم ، نورانی مسجد ، براہمپور ، سیوہارہ ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کے پیسہ سے تعمیر جائز نہیں اور نہ ہی اس کیلئے

زکوٰۃ کی بطور حیلہ تملیک جائز ہے، ہاں البتہ سخت مجبوری میں تنخواہ کیلئے حیلہ تملیک کی گنجائش ہے جس بستی کا سوالنامہ میں ذکر ہے کیا اس بستی میں کوئی مسجد نہیں، اگر مسجد ہے تو مسجد میں بیٹھ کر بچوں کی تعلیم قرآن کریم جائز ہے۔

یشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر لا يصرف إلى بناء نحو مسجد وتحتة في الشامية كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكري الأنهار والحج، والجهاد وكل مالا تملك فيه الخ. (شامی، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند ۳/۲۹۱، كراچی ۲/۳۴۴، وهكذا في البناية، اشرفيه ديوبند ۳/۴۶۲، البحر الرائق زكريا ۲/۴۲۴، كوئٹہ ۲/۲۴۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱/۱۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ
(الف توئی نمبر: ۳۷/۸۲۰۵)

زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کی عمارت میں لگانا

سوال: [۴۴۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بکر زید کو اپنی زکوٰۃ دے کر یہ کہتا ہے کہ تم اس رقم سے دینی مدرسہ قائم کر لو جس میں بچے دینی تعلیم حاصل کریں تاکہ میرے بھائی اور والد کو ثواب پہنچتا رہے اب زید اس زکوٰۃ کی رقم سے کس طرح مدرسین کی تنخواہ ادا کرے اور مدرسہ کی عمارت تعمیر کرے اور اگر زید زکوٰۃ کی رقم سے مدرسین کی تنخواہ ادا کرتا ہے اور مدرسہ کی عمارت تعمیر کرتا ہے تو کیا یہ اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ یا پھر وہ کس طرح کام کرے؟

المستفتی: محمد زید

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن

ہے، اس کی ادائیگی سرمایہ دار پر فرض ہوتی ہے، والد یا بھائی یا دیگر اعزہ کا ایصالِ ثوابِ زکوٰۃ کے پیسے سے نہیں ہوتا بلکہ ایصالِ ثوابِ زکوٰۃ کے علاوہ دیگر امداد کی رقم سے صحیح ہوتا ہے، اب رہی یہ بات کہ زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کے مدرسین کی تنخواہوں میں خرچ کرنا تو اس کیلئے حیلہ تملیک لازم ہے، اسکے بعد تنخواہوں میں دینا جائز ہے، لیکن ہر جگہ تعمیرات کیلئے حیلہ تملیک کی گنجائش نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۲۰۴)

والاحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان ، وقال النسفی عن محمد بن الحسن ، قال ليس من أخلاق المؤمنين الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى إبطال الحق الخ . (عمدة القاری ، کتاب الحیل ، باب الزکاة ، دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۴/۱۰۹ ، زکریا دیوبند ۱/۲۳۹ ، تحت رقم الحدیث ۶۹۵۳/۱ ، وھکذا فی الھندیۃ زکریا ۶/۳۹۰ ، زکریا ۶/۳۹۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ العلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۳/۴/۱۴۲۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۵۸۴)

بلا ضرورت تعمیر کیلئے تملیک جائز نہیں

سوال: [۴۵۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چند حضرات کافی عرصہ سے ایک مدرسہ چلا رہے ہیں، اب دو تین سال پہلے انھوں نے ایک عمارت ایک نیا مدرسہ قائم کرنے کیلئے خریدی جس کا نام بھی علیحدہ ہے اور اس کے پہلے مدرسہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اس نئی عمارت کو خریدتے وقت اس میں کچھ گڑ بڑی تھی جس کا مقدمہ اب تک چل رہا ہے ابھی تک کوئی فیصلہ بھی نہیں ہوا ہے نہ اس عمارت پر مدرسہ والوں کا قبضہ ہے نہ اس میں تعلیمی سلسلہ ہے مدرسہ والے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے اس کے مقدمہ میں لگاتے ہیں، مذکورہ بالا صورت میں ایسی عمارت کے مقدمہ کیلئے زکوٰۃ کی رقم کا تملیک کرنا اور اس رقم کو مقدمہ میں صرف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ مسئلہ کی وضاحت اس طرح

فرمائیں کہ بات بالکل واضح ہو جائے۔

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب اس جگہ ایک دینی مدرسہ چل رہا ہے اور اس کے ذریعہ دین کی ترویج ہو رہی ہے تو ایسی صورت میں ایک نیا مدرسہ قائم کرنے کیلئے عمارت خرید کر زکوٰۃ کی رقم کو مقدمہ میں لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ بلا ضرورت تملیک بھی جائز نہیں ہے۔

قال فی شرح التنویر لا یصرف مال الزکوٰۃ إلی بناء نحو مسجد وتحتہ فی الشامیة کبناء القناطر والسقایات وإصلاح الطرق وکری الأبنار ، والحج والجهاد وکل ما لا تملیک فیہ . (الدر المختار ، کتاب الزکاۃ ، باب المصرف مصری ۵۸/۲ ، کراچی ۲/۳۴۴ ، زکریا دیوبند ۳/۲۹۱ ، فی عالمگیری زکریا ۶/۳۹۲ ، جدید زکریا

۶/۳۹۵ ، البحر الرائق زکریا ۲/۴۲۴ ، کوئٹہ ۲/۲۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

یکم صفر ۱۴۲۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یکم صفر ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۰/۶۰۰۹)

اراضی مدرسہ کی خریداری اور تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم لگانا

سوال: [۴۵۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مال زکوٰۃ مدرسہ کی زمین کی خریداری اور تعمیر میں صرف ہو سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرما کر زحمت گوارا فرمائیں؟

المستفتی: اراکین مدرسہ صدیق العلوم،

نئی آبادی، لالباغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ صورت میں بغیر تملیک فقراء کے زکوٰۃ ادا نہ

ہوگی اور بعد تملیک جائز رہے گا۔

كما في الشامي تحت قول الدر المختار ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر لا يصرف إلى بناء نحو مسجد وتحتة في الشامية كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكري الأنهار والحج والجهاد وكل مالا تملك فيه الخ. (الدر مع الرد، كتاب الزكاة، باب المصرف مصرى قديم ۲/۸۵، زكريا ۳/۲۹۱، كراچی ۲/۳۴۴، ہندیہ زکریا ۱/۱۸۸، جدید ۱/۲۵۰، البناہ اشرفیہ دیوبند ۳/۴۶۲)

والحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء فتكون لرب المال ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذا التقرب الخ. (الدر مع الرد، كراچی ۲/۳۴۵، زكريا دیوبند ۳/۲۹۳، البحر الرائق زکریا ۲/۴۲۴، کوئٹہ ۲/۲۴۳، تبیین الحقائق، مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۰۱، زکریا دیوبند ۲/۱۲۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۳/۲۲۲)

زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کی تعمیر یا مدرسہ کی تنخواہ میں استعمال کرنا

سوال: [۴۵۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ وصدقات و خیرات و فطرہ کے روپیہ سے مدرسہ کی تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں نیز مدرسہ کی تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر کوئی ہندو مسجد کی تعمیر میں روپے دے تو اس کا لینا کیسا ہے؟ یا کوئی مسلمان اگر مدرسہ کی تعمیر میں روپیہ دے تو اس کا دینا کیسا ہے؟

المستفتی: شبیر اختر، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ خیرات وصدقات و فطرہ کے روپیہ سے

مدرسہ کی تعمیر اور مدرسین کی تنخواہ نہیں دے سکتے اور اگر ہندو مسجد کی تعمیر میں نیک کام کی نیت سے دیتے ہیں، اور بعد میں لعن طعن کا اندیشہ نہ ہو تو درست ہے اور مسلمان کیلئے مندر کی تعمیر میں روپیہ دینا اعانت علی المعصیت ہے، لہذا درست نہیں۔

لايجوز أن يبني بالزكاة المسجد (إلى قوله) و كل مالا تملك فيه

الخ. (عالمگیری، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف زکریا ۱/۱۸۸، جدید ۱/۲۵۰،

ہکذا فی الشامی، کراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱، الموسوعة الفقهية ۳۶/۴۵۰)

لو نوى الزكاة بما يدفع المعلم إلى الخليفة (إلى قوله) بنية الزكاة .

(ہندیہ، زکریا ۱/۱۹۰، جدید زکریا ۱/۲۵۲، احسن الفتاویٰ ۴/۲۵۲)

بخلاف بناء البيعة فإن ذلك معصية فمن أعان على بنائها يكون

آثما. (قاضیخان، علی ہامش الہندیہ زکریا ۳/۴۹۸، قاضیخان، جدید ۳/۳۶۸)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵ھ/۷/۱۷

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۵ھ رجب

(الف فتاویٰ نمبر: ۳۱/۴۱۲۵)

زکوٰۃ کی رقم بعد تملیک مدرسہ میں صرف کرنا

سوال: [۴۵۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ

کی رقم کو بعد تملیک تعمیر مدرسہ پر خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: شبیر احمد قاسمی،

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خرچ تو کر سکتے ہیں، مگر حیلہ تملیک ہر جگہ جائز نہیں

ہے بلکہ جن مدرسوں میں اعلیٰ تعلیم ہوتی ہے مثلاً فقہ حدیث تفسیر کی تعلیم ہوتی ہے جن امور پر

شریعت کا مدار ہے ایسے مدرسوں میں شدید ضرورت کی وجہ سے تنخواہ وغیرہ کیلئے حیلہ تملیک کی گنجائش ہوگی، محض تعمیر کیلئے حیلہ تملیک جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی اہم ضرورت جس پر شریعت کا مدار ہو تعمیر نہیں ہے اس لئے تعمیر کے لئے حیلہ تملیک کا جواز ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

لیس من أخلاق المؤمنین الفرار من أحكام الله بالحيلة الموصلة إلى إبطال الحق الخ. (ہندیہ، کتاب الحیل زکریا دیوبند ۳۹۰/۶، جدید ۳۹۳/۶، ایضاح النوادر ۱/۱۶۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۲۲۵۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/۱۴/۱۴۱۵ھ

تملیک کے بعد زکوٰۃ کی رقم تعمیر میں صرف کرنا

سوال: [۲۵۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ

کی رقم بعد تملیک صحیح مدارس کی تعمیر میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: رحمت اللہ مظاہری، تاجپور، ضلع بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حیلہ ہر جگہ جائز نہیں ہے ایسے مدارس جن میں

حدیث و تفسیر وفقہ اور حفظ قرآن کی تعلیم ہوتی ہو اور امدادی فنڈ سے ضرورت پوری نہ ہوتی ہو اور طلبہ کے پڑھنے کیلئے جگہ کی سخت تنگی ہو اور تعمیر کی ایسی ضرورت ہے کہ اگر تعمیر نہیں ہوگی تو ان طلبہ کو مجبوراً تعلیم چھوڑ کر جانا ہوگا، اور تعمیر کیلئے امدادی رقم کسی طرح فراہم نہیں ہو پارہی ہے، تو ایسی ناگزیر حالت میں ان طلبہ کی تعلیم کی بقا کیلئے حیلہ تملیک کی گنجائش ہے نیز مکتب کیلئے اجازت نہیں ہے، اس کی ذمہ داری وہاں کے باشندوں پر ہوتی ہے نیز ابھی مدرسہ کا وجود بھی نہیں ہے، اور زکوٰۃ وصول کر کے حیلہ کرتے ہیں، اسکی ہرگز

اجازت نہیں ہے، لہذا آپ کا مدرسہ اگر ایسا ہے کہ اس میں بیرونی طلبہ رہتے ہیں، اور حدیث تفسیر فقہ اور حفظ قرآن کی تعلیم ہوتی ہے اس میں وہ ساری مشکلات ہیں جو ہم نے ذکر کیا ہے، تو گنجائش ہے ورنہ مطلقاً اس کی اجازت نہیں ہے۔

وأما الاحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان عن محمد بن الحسن قال ليس من أخلاق المؤمنين الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى إبطال الحق الخ. (عمدة القاری، کتاب الحیل، دار احیاء التراث العربی

۱۰۹/۲۴، ذکر یا ۱۶/۲۳۹، تحت رقم الحدیث: ۶۹۵۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۰ صفر ۱۴۱۹ھ

۱۴۱۹/۲۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۳۵)

تملیک کے بعد زکوٰۃ کی رقم مسجد میں صرف کرنا

سوال: [۳۵۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی

آمدنی اخراجات سے کم ہے اس میں حیلہ کر کے زکوٰۃ کی رقم استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: حاجی محمد یسین، احمد آباد، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ درحقیقت فقراء و مساکین کا حق ہے سخت

مجبوری اور شدید شرعی ضرورت کی بنا پر ہی علماء نے بعض صورتوں میں حیلہ اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، مسجد کے اخراجات کوئی ایسی ضرورت نہیں ہے کہ جس میں کمی کرنے سے کوئی شرعی حرج لازم آتا ہو لہذا ایسی صورت میں حیلہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں۔

ليس من أخلاق المؤمنين الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى

إبطال الحق. (عمدة القاری، دار احیاء التراث العربی ۱۰۹/۲۴، ذکر یا ۱۶/۲۳۹،

تحت رقم الحدیث / ۴۹۵۳، ہکذا فی الہندیۃ، زکریا ۶/ ۳۹۰، جدید ۶/ ۳۹۳، ایضاح
النوادیر / ۱۶۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ شعبان ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۹۷۰)

تملیک کے بعد زکاة کی رقم تعمیر میں لگانا جائز ہے؟

سوال: [۴۵۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)
زکوٰۃ کی رقم بعد حیلہ تملیک کے مدرسہ کی عمارت میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟
(۲) زاہد نے اپنا مکان مدرسہ کے واسطے وقف کیا اس مکان میں نچلے حصہ میں
مدرسہ بنایا جا رہا ہے، اور اوپر کے حصہ میں رہائشی مکان تاکہ اس کی آمدنی مدرسہ کو آسکے اس
عمارت میں جو اوپر اور نچلے حصہ میں بنائی جا رہی ہے اس میں زکوٰۃ کی رقم بعد حیلہ تملیک
صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: عزیز جان خزانچی، مدرسہ جامعہ
عربیہ رحمانیہ، محلہ بازگیران، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱-۲) حیلہ تملیک کر لیا ہے تو عمارت میں لگانا تو
جائز ہو جائے گا، مگر اس طرح نفس حیلہ اختیار کرنا ہر جگہ جائز نہیں ہے، اگر اس عمارت کو بنا کر
مدرسہ کی ضروریات میں نہ لگائی جائے تو دینی زبردست نقصان ہو سکتا ہے تو یہ حیلہ جائز ہو
سکتا ہے اور اگر زبردست دینی نقصان کا خطرہ نہیں ہے یا امداد کی رقم سے عمارت بنائی جاسکتی
ہے تو یہ حیلہ جائز نہیں ہے، اسلئے کہ زکوٰۃ کی رقم غریب فقراء کا حق ہے عظیم ضرورت کے بغیر
اس حق کو ضائع کرنا جائز نہ ہوگا۔

ليس من أخلاق المؤمنين الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى إبطال الحق الخ. (عمدة القاری، کتاب الحیل دار احیاء التراث العربی ۱۰۹/۲، زکریادیو بند ۱۶/۲۳۹، تحت رقم الحدیث/۶۹۵۳، وھکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیۃ زکریا ۱۰/۳۱۱، رقم: ۱۴۸۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۲۷)

بغیر تملیک کے زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ بنانا اور اسکول کیلئے کرایہ دینا

سوال: [۳۵۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ جمالیہ قصبہ گوهاور، بجنور میں واقع ہے جس کا قیام ۱۹۴۹ء میں ایک عظیم شخصیت کے ذریعہ دین کی بقا کی غرض سے وجود میں آیا، ۱۹۴۹ء سے ۱۹۹۰ء تک خالص دینی مرکز کی حیثیت سے گامزن رہا اور سینکڑوں حفاظ و قراء علوم قرآنیہ سے فیضیاب ہو کر سیراب ہوئے ۱۹۹۰ء میں ضرورت وقت کے مطابق ہندی انگلش جونیئر ہائی اسکول کی ضرورت پیش آئی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے عارضی طور پر مدرسہ کی اراضی چھ ماہ کیلئے دیدی گئی جس کا کرایہ ماہوار دینا طے ہوا اب اس میں چھ ہال اور بہت بڑے میدان میں مدرسہ ہے جس کا رقبہ کئی بیگھہ ہے چہار جانب باؤنڈری اور چھ ہال مکمل زکوٰۃ کی جائیداد ہے، اور اس میں باقاعدہ حکومت کے قانون کے مطابق جونیئر ہائی اسکول چل رہا ہے، اور اس میں غیر شرعی طریقہ پر غیر مسلم لڑکیاں تعلیم دیتی ہیں، اور وہ تمام جائیداد مدرسہ کی حکومت کو لکھ کر منظوری لے گئی ہے، اور مدرسہ کا وجود بالکل ختم ہو رہا ہے اب ان حالات میں مدرسہ کی بقا کے لئے کیا کرنا چاہئے، جو بھی قرآن و حدیث کا فیصلہ ہو تحریر فرمائیں؟

المستفتی: ڈاکٹر سید سکندر حسن ایم ایچ انصاری،
مہتمم جامع مسجد، گوهاور، ضلع بجنور (یو پی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مدرسہ عربیہ کی وہ املاک جو مذکوٰۃ سے خریدی گئی ہیں، ان کو بغیر تملیک کئے خریدنا درست نہیں تھا، مدرسہ کی عمارت کو اسکول کیلئے کرایہ پر دینا قطعاً جائز نہیں ہے، لہذا اول فرصت میں اسکول سے مدرسہ کی عمارت کو خالی کر لیا جائے اور اس میں دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کر لیا جائے، جن لوگوں نے مدرسہ کی عمارت کو اسکول کیلئے دیا ہے وہ سب گنہگار ہوں گے۔

علیٰ انہم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة . (شامی، کتاب

الوقف، کراچی ۴/۴۴۵، زکریا ۶/۶۶۵)

شرط الوقف کنص الشارع . (شامی، کراچی ۴/۴۳۳، زکریا ۶/۶۴۹)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲ھ/۷/۱۹

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹/رجب ۱۴۲۲ھ

(الف فتاویٰ نمبر: ۳۷/۸۱۲۹)

زکوٰۃ فطرہ کی رقم مدرسہ کی عمارت میں صرف کرنا

سوال: [۴۵۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا زکوٰۃ

فطرہ کی رقم مدرسہ کی عمارت میں خرچ کر سکتے ہیں؟

المستفتی: محمد نصیر الدین، نور پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ فطرہ نیز دیگر صدقات واجبہ کی رقم

مدرسہ کی عمارت میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ مستحق فقراء و مساکین میں تقسیم کرنا

واجب ہے، جن میں مدارس اسلامیہ کے طلبہ سرفہرست ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم

۳/۲۰۷، امداد المفتیین ۱/۳۶۲)

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ . (التوبة: ۶۰)

ویشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر ولا يصرف إلى بناء نحو مسجد ولا إلى كفن ميت وقضاء دينه . (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف كراچی ۲/ ۳۴۴، زكريا ديوبند ۳/ ۲۹۱، هندیه، ۱/ ۱۸۸، جدید ۱/ ۲۵۰، تبیین الحقائق، مكتبه امدادیہ ملتان ۱/ ۳۰۰، زكريا ۲/ ۱۲۰، البناية، اشرفیہ ديوبند ۳/ ۶۲، الموسوعة الفقهيّة الكويتية ۳۶/ ۲۴۵) فقط واللّه سبحانه وتعالى اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۲/۱۶ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۱/۲/۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۳۹۰)

زکوٰۃ وچرم قربانی کی رقم سے مدرسہ کی زمین خریدنا اور تعمیر کرنا

سوال: [۴۵۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک بستی والوں نے دینی تعلیم کیلئے مدرسہ قائم کرنا چاہا ابھی قائم نہیں کیا نام رکھ کر سیدات چھپوا کر زکوٰۃ وچرم قربانی جمع کیں پھر اس سے زمین خریدی پھر آئندہ سال زکوٰۃ وچرم قربانی سے تعمیر کرانے کا ارادہ رکھتے ہیں، ایسا مدرسہ جس میں تعلیم شروع نہیں ہوئی نہ کوئی عمارت ہے صرف کاغذ پر نام ہے کیا ایسے مدرسہ کو زکوٰۃ وچرم قربانی دینا جائز ہے؟

المستفتی: محمد اطہر، کتب فروش، افضل گڈ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ وچرم قربانی کے پیسہ سے مدرسہ کیلئے زمین خریدنا اور مدرسہ کی عمارت کی تعمیر کرنا جائز نہیں ہے، اگر زکوٰۃ دہندگان کو معلوم ہونے کے باوجود ایسی جگہ زکوٰۃ دیں تو ان کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی ان پر زکوٰۃ کا فریضہ باقی رہے گا اور دوبارہ ادا کرنا لازم ہوگا، اور زکوٰۃ وچرم قربانی کا پیسہ صرف ان مدارس میں دینا چاہئے جن میں باقاعدہ مطبخ ہو اور طلباء کو کھانا دیا جاتا ہو۔

ولا یصرف إلیٰ بناء نحو مسجد و تحته فی الشامیة کبناء القناطر
والسقیایات وإصلاح الطرقات و کروی الأبنار والحج والجهاد و کل مالا
تملیک فیہ الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب المصرف کراچی
۲/۳۴۴، زکریادیوبند ۳/۲۹۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۳۹۹)

زکوٰۃ، صدقات یا چرم قربانی کا روپیہ تعمیر مدرسہ میں لگانا

سوال: [۴۵۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھیڑا
ٹانڈہ مسجد قبرستان کی جانب غسل خانے اور وضو کی نالی کنواں وغیرہ خارج مسجد ہے مزید کچھ
جگہ خالی پڑی ہوئی تھی، جملہ جگہ کو شامل کر کے امدادی رقم جمع کر کے تعمیر کرا دی اور اس پر
وسیع اور عریض لٹنر اوپر مکتب خیر العلوم کے نام سے ڈال دیا اہل محلہ کو امام کی سخت پریشانی
رہتی ہے صرف امامت کیلئے کوئی آدمی تنخواہ کے قلیل ہونے کی وجہ سے نہیں ملتا، لہذا مدرسہ کی
غرض سے تعمیر کرا دی کہ وہی مدرس نماز بھی پڑھائے گا، دونوں جگہوں کی تنخواہ کفایت
کر جائے گی، مولوی محمد شفیع قاسمی، نے محلہ سے زکوٰۃ صدقات چرم قربانی وصول کیں اور
روپیہ تعمیر میں تملیک کر کے خرچ کر دیا اور مسئلہ یہ بتایا کہ مجبوراً ان رقم کی تملیک کرا کے تعمیر
میں صرف کرنا جائز ہے، پورا محلہ مسائل کے بارے میں ان سے اتفاق رکھتا ہے خود انھوں
نے زکوٰۃ چرم قربانی اسی مدرسہ میں دی ہیں؟

(۲) مولوی حفیظ الرحمن صاحب سابق نائب مہتمم مدرسہ شاہی نے بتایا کہ تم لوگ اپنی
زکوٰۃ چرم قربانی غارت کر رہے ہو تعمیر میں یہ رقم خرچ نہیں ہوگی نوعمر لوگ اور نئے فارغ
مولوی لوگ ان کے ساتھ ہیں دونوں میں سے کس کی بات شریعت کے مطابق ہے اس سال
پارٹی بن گئی ہے جواب بحوالہ کتب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: عبدالشکور، عبدالغفار، محمد فہیم، محمد یعقوب،
ساکنان، کھیڑہ ٹاٹنڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حیلہ تملیک کے بعد زکوٰۃ صدقات چرم قربانی کی رقم تعمیر اور تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے لیکن حیلہ تملیک مکتب چلانے اور مسجد کے امام کی تنخواہ پوری کرنے کیلئے اور مکتب کی تعمیر کیلئے ہرگز جائز نہیں ہے اور ایسے امور کیلئے حیلہ کرنے والے گنہگار ہوں گے، نیز زکوٰۃ دہندگان کو اگر معلوم ہے اور معلوم ہوتے ہوئے وہاں زکوٰۃ دیں تو تملیک کی وجہ سے ان کا فریضہ زکوٰۃ تو ادا ہو جائے گا لیکن ثواب کی کوئی امید نہیں ہے، کیونکہ اس سے زکوٰۃ و صدقات کی روح ختم ہو جاتی ہے اور فقراء اور مستحقین کا حق مارا جاتا ہے، اور مذکورہ امور میں کھیڑہ ٹاٹنڈہ جیسے علماء و حفاظ کے علاقہ میں حیلہ تملیک ایسی شرعی ضرورت کیلئے نہیں ہے، کہ جن امور کے بغیر وہاں کے لوگ دین اسلام سے دور ہو کر گمراہی میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو، لہذا شاید مولانا محمد شفیع صاحب کو یوں دھوکہ ہو گیا ہو کہ تملیک سے زکوٰۃ تو ادا ہو جاتی ہے لیکن اس طرف خیال نہ ہوا ہو کہ ہر جگہ حیلہ تملیک جائز نہیں ہے بلکہ ثواب سے محرومی ہوتی ہے، اور مولانا حفظ الرحمن صاحب کا قول حفاظت کیلئے گنجائش ہوتی ہے اور وہاں اگر حیلہ تملیک نہ کیا جائے تو عام لوگوں کا حرام اور گمراہی میں مبتلا ہونے کا کوئی خطرہ نہیں ہے، اسلئے مذکورہ صورت میں حیلہ تملیک جائز نہ ہوگا۔

الاحتیال للہروب عن الحرام والتباعد عن الوقوع فی الآثام لا بأس

بہ بل هو مندوب إلیہ الخ. (عمدة القاری، کتاب الحیل، دار احیاء التراث العربی
۱۰۸/۲۴، زکریادیو بند ۱/۲۳۹، تحت رقم الحدیث: ۶۹۵۳، وھکذا فی الھندیۃ زکریا

دیوبند ۳۹۰/۶، الفتاویٰ التاتاریخانیۃ ۱۰/۳۱۱، رقم: ۴۸۴۵)

ولیس من أخلاق المؤمنین الفرار من أحكام اللہ بالحیل الموصلة

إلى إبطال الحق الخ. (عمدة القارى، داراحياء التراث العربى، ۱۰۹/۲۴،
 زكريا ديو بند ۱۶/۲۳۹، تحت رقم الحديث: ۶۹۵۳، وهكذا فى الهندية زكريا
 ديو بند ۶/۳۹۰، الفتاوى التاتارخانية ۱۰/۳۱۱، رقم: ۱۴۸۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

ھ ۱۴۱۲/۱۲

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۵۱۲/۲۷)



(۱۰) باب: سفراء کے احکام

سفراء مدارس اور عالمین کے درمیان کیا فرق ہے؟

سوال: [۲۵۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت والانے ایضاح النوادر حصہ دوم صفحہ ۵۳ و ۵۴ پر تحریر فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سفراء مدرسہ العالمین علیہا الایۃ کے مصداق نہیں ہیں، اکثر اکابرین کی بھی یہی رائے ہے اسکی علت کیا ہے؟ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے معارف القرآن میں تفصیل فرمائی ہے مگر اس تفصیل کے اعتبار سے تو سفراء مدرسہ کا طلبہ کے وکیل نہ ہونا ثابت ہوتا ہے، اور پورا مدارس بات کو ماننے پر ہے جبکہ دیگر اکابرین کی رائے یہ ہے کہ طلبہ جس طرح وکلاء معطین ہیں، اسی طرح وکلاء آخذین بھی ہیں جیسا کہ آنجناب نے بھی ایضاح النوادر ۱۵/۲ پر صراحت فرمائی ہے تو دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ جب راجح قول یہی ہے کہ سفراء مدرسہ طلبہ و معطین دونوں کے وکلاء ہیں، تو پھر العالمین علیہا کا مصداق بھی قرار دینا چاہئے جیسا کہ حضرت مفتی مولانا کفایت اللہ صاحب کافتویٰ ہے، اور اگر العالمین علیہا کیلئے حکومت کی طرف سے مقرر ہونا شرط ہے تو کیا جب اسلامی حکومت نہ ہو بیت المال نہ ہو اور یہ کام علماء امت انجام دے رہے ہوں تو ہتہتمین مدارس کا تقرر حکومت کے تقرر کے قائم مقام نہ ہوگا، برائے کرم اس مسئلہ کو مدلل بیان فرما کر خلیجان کو دور فرمائیں؟ خاص کر دونوں میں وجوہ فرق بیان فرما کر ممنون فرمائیں؟

(نوٹ) اگر یہ علت ہے کہ سفراء کی تنخواہ مقرر ہوتی ہے تو اگر مقرر نہ کریں اور عالمین بیت المال کی طرح وظیفہ کے طور پر بعد میں دیدیں تو اس وقت مصداق بن جائیں گے یا نہیں؟

المستفتی: محمد بیچ اختر، کشن گنجی،

معلم شعبہ افتاء دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) آپ کے سوال کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے، کہ سفراء مدارس اور عالمین کے درمیان کیا فرق ہے؟ اور جب سفراء اور ارباب اہتمام عالمین کی طرح معظمین اور طلبہ دونوں کے وکیل ہوتے ہیں، تو عالمین اور سفراء کے درمیان کوئی فرق نہیں رہا، لہذا جس طرح عالمین کو مد زکوٰۃ سے تنخواہ دینا جائز ہے اسی طرح سفراء کو بھی مد زکوٰۃ سے بلا حیلہ تملیک تنخواہ دینا جائز ہونا چاہئے؟ تو جواب یہ ہے کہ صرف ایک امر میں ہی تو برابری ہے باقی بہت سے ایسے امور ہیں جن میں برابری نہیں ہو سکتی ان میں سے نو امور بطور مثال یہاں درج کر دیتے ہیں تاکہ دونوں کے درمیان کی علت افتراق واضح ہو جائے۔

(۱) عامل ایک دفعہ میں زکوٰۃ دہندہ کی پوری زکوٰۃ وصول کرتا ہے سفراء نہیں کر سکتے۔
(۲) زکوٰۃ دہندہ پر لازم ہے کہ مال زکوٰۃ عامل کے حوالہ کر دے مگر سفراء کے حوالہ کرنا لازم نہیں۔

(۳) عامل کو ہر صاحب نصاب سے زکوٰۃ وصول ہوتی ہے مگر سفراء کو نہیں ہوتی کسی نے دیا کسی نے واپس کر دیا۔

(۴) عامل کے پیچھے قوت عسکری ہوتی ہے سفراء کے پیچھے نہیں ہوتی۔

(۵) عامل کی زکوٰۃ بیت المال صدقات میں جمع ہو جاتی ہے سفراء کی نہیں۔

(۶) عامل کی زکوٰۃ حکومت کے نظام کے تحت بلا کسی حیلہ جوئی کے مصرف میں صرف ہوتی ہے سفراء کی نہیں بلکہ اس میں اکثر حیلہ تملیک بھی ہوتا ہے۔

(۷) عامل کے پاس صحیح طریقہ سے نظام حکومت کے تحت پہلے سے بیت المال موجود ہوتا ہے سفراء کے پاس نہیں۔

(۸) عامل کی زکوٰۃ کی حفاظت اور صحیح مصرف پر خرچ نظام حکومت کے تحت ہوتا ہے سفراء کی زکوٰۃ کیلئے منجانب حکومت کوئی انتظام نہیں۔

(۹) تمام عالمین کی زکوٰۃ ایک ہی نظام کے تحت صدقات کے بیت المال میں جمع

ہوتی ہے، پھر ایک ہی نظام کے تحت پورے ملک کے مستحقین پر صرف ہوتی ہے اور سفراء اور مہتممین کیلئے یہ بات امکان سے باہر ہے کہ تمام مدارس کے تمام سفراء کی زکوٰۃ کیلئے ایک ملک گیر بیت المال اور پھر اسی بیت المال سے تمام مدارس کے طلبہ کی تمام ضروریات پوری کی جاسکیں، آج سے تقریباً سات سال قبل جمعیتہ العلماء ہند نے بیت المال قائم کرنے کا ارادہ کیا تھا، اور اسی عنوان سے دفتر میں ایک اہم میٹنگ بھی ہوئی تھی، مگر شرط نمبر ۹ کو پوری کرنے کی کوئی شکل نہیں تھی، اسلئے قائم نہ ہو سکا البتہ امارت فنڈ کے نام سے لوگوں نے میٹنگ میں ہی روپیہ جمع کر دیا تھا اب بعد میں اسکا نام بھی بیت المال پڑ گیا، بہر حال ہندوستان میں بیت المال کے دائرہ میں داخل نہیں ہیں، اسلئے عالمین پر سفراء کو قیاس کر کے مد زکوٰۃ سے سفراء کی تنخواہ ادا کرنا صحیح نہیں ہو سکے گا۔

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے ۷/زیقعدہ ۱۳۹۵ھ میں معارف القرآن اور امداد المفتیین کی اس عبارت سے رجوع کا اعلان فرما دیا ہے جس میں مہتمم اور سفراء کو طلبہ کی طرف سے وکیل ہونے کا انکار فرمایا تھا، اور رجوع کے بعد حضرت مفتی صاحب مرحوم کا اختلاف باقی نہیں رہا۔ (جواہر الفقہ قدیم ۴/۳۸۷، جدید زکریا ۳/۳۲۰) میں یہ اعلان موجود ہے۔

(۳) حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کا اس مسئلہ میں اکابر سے ہٹ کر تفرد ہے اس کو کسی نے اختیار نہیں کیا ہے بہت ممکن تھا کہ اگر اکابر ملکر ان کو توجہ دلاتے تو اپنے موقف سے رجوع فرما لیتے۔

(۴) اس مسئلہ میں مہتمم کو حکومت کے قائم مقام مانا نہیں جاسکتا ہے اور نہ ہی ارباب اہتمام کا فرستادہ سفراء کو حکومت کے فرستادہ عالمین کے قائم مقام مانا جاسکتا ہے بلکہ مدارس کا نظام ایک پرائیویٹ نظام ہے جو کبھی بھی نظام حکومت کے برابر یا اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۷/۳۶۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۷/۳۶۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۰/۳۶۹۵)

کیا سفراء عالیین کے حکم میں ہیں؟

سوال: [۴۵۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سفراء مدارس عالیین کے حکم میں ہوں گے یا نہیں؟

المستفتی: مسعود احمد، معلم دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدارس کے سفراء عالیین کے حکم میں نہیں ہیں، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب^۲ کے علاوہ تمام اکابر اہل فتاویٰ کی شرعی تعریف ان پر صادق نہیں آتی، لہذا! بلا تملیک مدزکاة سے ان کو تنخواہ دینا جائز نہیں ہے، بلکہ وصول یابی میں جو بھی رقم حاصل ہو سب کو اولاد مدرسہ کے دفتر میں جمع کریں، اس کے بعد مدرسہ کے فنڈ سے باضابطہ اپنی تنخواہ وصول کریں۔ (ایضاح النوادر حصہ دوم/۵۴، مکتبہ فرید بکڈ پو، امداد الفتاویٰ ۲/۵۸، عزیز الفتاویٰ/۳۶۰، احسن الفتاویٰ ۴/۲۸۴، معارف القرآن اشرفیہ ۴/۳۹۹)

وأما العاملون فہم الذین نصبہم الإمام لاستيفاء صدقات المواشی، فیعطیہم مما فی یدہ من مال الصدقة ما یکفیہم وعیالہم۔ (تاتار خانیہ، کتاب الزکاة، الفصل الثامن من توضع فیہ الزکاة، کوئٹہ ۲/۲۶۸، زکریادیو بند ۳/۱۹۹، رقم:

۴۱۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۱/۳/۸ھ

مکتبہ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۴۴۲)

مہتمم معطیین وطلبہ دونوں کا وکیل

سوال: [۴۵۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مہتمم

مدرسہ زکوٰۃ دہندگان کا وکیل ہے یا مستحقین زکوٰۃ کا؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مہتمم اور سفراء بالاتفاق معطین کے وکیل ہیں لیکن

سوال یہ ہے کہ طلبہ اور فقراء کے بھی وکیل ہیں یا نہیں؟ تو اگر ان کو صرف زکوٰۃ دہندگان کی طرف سے وکیل تسلیم کیا جائے اور طلبہ کی طرف سے وکیل تسلیم نہ کیا جائے تو زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ اس وقت تک ادا نہ ہوگی جب تک یہ لوگ مصرف میں خرچ نہ کر دیں، لہذا اگر مصرف میں خرچ ہونے سے قبل ضائع ہو جائے تو معطین کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اس پر فریضہ زکوٰۃ بدستور باقی رہے گا، لیکن اگر مہتمم اور سفراء کی طرف سے کوئی تعدی نہیں ہوئی ہے تو ان پر تاوان بھی لاگو نہیں ہوگا، نیز ایسی صورت میں جن مدارس میں زکوٰۃ کی رقم کئی کئی سال خرچ ہوئے بغیر جمع رہتی ہے اگر بقدر نصاب ہو تو ان کے معطین پر ان سالوں کی زکوٰۃ بھی دوبارہ ادا کرنا واجب ہوگا، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن میں اس کو خوب وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن اشرفیہ دیوبند ۱۶۹/۴، تحت سورۃ توبہ آیت: ۶۰) لیکن بعد میں ۵/ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ کو امین اشرف متعلم شعبہ افتاء دارالعلوم کراچی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے صاف الفاظ میں اپنے سابق فتویٰ سے رجوع کا اعلان کر دیا ہے اور تمام اکابر کے اس فتویٰ کو تسلیم کر لیا ہے جس میں مہتمم اور اس کے مامور کردہ حضرات کو فقراء کا وکیل ثابت کیا گیا ہے، ان کے قبضہ سے معطین کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (جواہر الفقہ ۳/۳۸۸)

لیکن ہمارے اکثر اکابر اہل فتاویٰ نے مہتمم کو طلبہ اور معطین دونوں کا وکیل تسلیم کیا ہے، اور طلبہ کے وکیل ہونے کی وجہ سے مہتمم اور اسکے ماتحتی لوگوں کے قبضہ کرنے پر زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ اسی وقت ادا ہو جاتی ہے، لہذا اگر طلبہ پر خرچ ہونے سے قبل بلا تعدی ہلاک ہو جائے تو معطین کے وکیل اور امین ہونے کی وجہ سے ان پر کوئی تاوان لازم نہ ہوگا، اور طلبہ کے وکیل ہونے کی وجہ سے معطین کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، نیز کئی سال سے جمع شدہ رقم پر کسی

شخص حقیقی کی ملکیت تامہ نہ ہونے کی وجہ سے ان سالوں کی زکوٰۃ بھی ادا کرنا لازم نہ ہوگا۔
حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہ فرماتے ہیں، کہ
معظیین کے حق میں اہل مدرسہ بیت المال کے عمال کے مثل ہیں، اور طلبہ اور آخذین کی
طرف سے وکلاء ہیں، لہذا نہ اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور نہ ہی معظیین زکوٰۃ واپس لے سکتے
ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ خلیلیہ ۱/۳۱۹)

اور یہی مضمون حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی دامت برکاتہم نے فتاویٰ محمودیہ میں نقل
فرمایا ہے، کہ جب طلبہ نے مہتمم کے اہتمام اور انتظام اور قوانین تسلیم کر کے داخلہ لیا ہے تو گویا
یوں کہہ دیا کہ آپ ہمارے وکیل ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل ۹/۵۱۳، قدیم ۱۲/۲۱۸)
اور حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ نے بھی صاف
اور واضح الفاظ میں مہتمم کو طلبہ کا وکیل قرار دیا ہے۔ (مستفاد: تذکرۃ الرشید ۱۶۳/۱، حاشیہ
فتاویٰ خلیلیہ ۱/۳۲۰)

اور قوت دلائل کی روشنی میں اگرچہ مہتمم کو طلبہ کا وکیل نہیں قرار دیا جاسکتا ہے جیسا
کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ نے معارف القرآن میں نقل فرمایا ہے،
لیکن اساطین امت اور اہل فتاویٰ کی ایک بڑی جماعت نے مہتمم اور اہل مدرسہ کو طلبہ
کا وکیل قرار دیا ہے اسلئے یہی مسلم ہوگا، کہ مہتمم اور اہل مدرسہ اور سفراء معظیین اور طلبہ
دونوں کی طرف سے وکیل ہوں گے۔

نیز حضرت تھانویؒ نے بھی امداد الفتاویٰ ترتیب قدیم مطبوعہ رحیمیہ میں حضرت مولانا
خلیل احمد صاحب کے مذکورہ جواب کو تحریر فرمایا ہے جس سے شبہ اور ترد بالکل مرتفع ہو جاتا
ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ قدیم ۴/۲۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۳۰۵۳)

مہتمم و سفراء طلبہ و معظمین دونوں کے وکیل

سوال: [۲۵۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدارس کے سفراء اور مہتمم معظمین کے وکیل ہوتے ہیں، یا طلبہ کے، معظمین کی طرف سے سفراء اور مہتمم کے ہاتھ میں پیسہ آنے کے بعد انکی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اس سلسلے میں حضرت گنگوہیؒ، حضرت سہارنپوریؒ، حضرت تھانویؒ اور حضرت مفتی شفیع صاحب کی آخری رائے کیا ہے اسکو واضح کریں؟ نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبداللہ، بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدارس کے مہتمم اور سفراء معظمین اور طلبہ دونوں ہی کے وکیل ہوتے ہیں، لہذا جب معظمین کے ہاتھ سے پیسہ نکل کر ان حضرات کے ہاتھ میں آ گیا تو معظمین کی زکوٰۃ ادا ہوگی حضرت گنگوہیؒ، حضرت سہارنپوریؒ، حضرت تھانویؒ کا فتویٰ یہی ہے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی پہلی رائے سے رجوع کر کے اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر/۲۲۶، جواہر الفقہ ۳/۳۸۷، امداد المفتیین ۵/۱۰۸۵، محمودیہ ڈائجیل ۹/۵۱۴، ۵۱۷، معارف القرآن ۴/۳۹۹، فتاویٰ خلیلیہ ۱/۳۱۹، تذکرۃ الرشید/۱۶۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۵ھ/۱۶

(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۸۳)

چندہ کیلئے مدرسہ کی تصویر لینا

سوال: [۲۵۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض مدارس میں چندہ وصول کرنے کیلئے مدرسہ کی تعمیری عمارت کے ساتھ مہتمم صاحب ودیگر بعض

حضرات تصویر نکالتے ہیں، تاکہ لوگ اعتماد کر کے چندہ دیں جس سے مدارس کی ضرورتیں پوری ہوں، آیا اس طرح مدارس کی ضرورت و حاجت کی بناء پر علماء کا تصویر نکالنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ وضاحت سے بیان فرمائیں؟

المستفتی: مفتی حسام الدین، مقیم امرالہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدرسہ کی تعمیری عمارت یا مدرسہ کی تیار شدہ عمارت کا فوٹو لینا بلاشبہ جائز ہے، اور وہ فوٹو چندہ دہندگان کو دکھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ جن فوٹو کی ممانعت ہے، وہ جاندار کی فوٹو ہے۔

عن سعید بن أبي الحسن، قال: كنت عند ابن عباس رضی اللہ عنہما إذ أتاه رجل، فقال: يا أبا عباس، إني إنسان إنما معيشتي من صنعة يدي، وإني أصنع هذه التصاویر - إلى - فقال: ويحك، إن أبيت إلا أن تصنع، فعليك بهذا الشجر، كل شئی ليس فيه روح. (صحيح البخاری، كتاب البيوع، باب بيع التصاویر، التي ليس فيها روح، وما يكره من ذلك، النسخة الهندية ۱/۲۹۶، رقم ۲۱۷۴، ف: ۲۲۲۵، مسند أحمد بن حنبل ۱/۳۶۰، رقم: ۳۳۹۴، المعجم الكبير للطبراني، دار احیاء التراث العربی ۱۲/۱۶۴، رقم: ۱۲۷۷۲)

وفی روایة، فإن كنت لا بدفاعلاً، فاجعل الشجر، وما لا نفس له.

(مسند أحمد بن حنبل ۱/۳۰۸، رقم: ۲۸۱۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الحق محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۴ صفر ۱۴۲۹ھ

۱۴۲۹/۲/۲۵ھ

(الف فوٹو نمبر: ۳۸/۹۴۸۳)

چندہ دہندگان کو اختیار ہے جس کو چاہیں دیں

سوال: [۴۵۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) آج بعض بڑے اداروں پر اہل خیر حضرات اعتماد کر کے مدارس و مساجد کی تعمیری کام کرانے کیلئے

رقمیں دیتے ہیں، ان بڑے اداروں کے پاس تعمیری کام کرانے کیلئے جو لوگ جاتے ہیں، ان سے یہ کہہ کر فائل جمع کرتے ہیں، کہ مدرسہ اور مسجد کے ضروری کاغذات بنائیں مثلاً درسگاہوں کیلئے آٹھ لاکھ کا بجٹ بنا کر فائل جمع کرتے ہیں، پھر اس کی منظوری ہوتی ہے، پھر جب رقم لینے جاتے ہیں، تو کہتے ہیں، کہ ابھی بجٹ نہیں ہے اور ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں، پھر جب زیادہ تقاضہ کیا جاتا ہے تو ایک لاکھ دے کر کہہ دیتے ہیں، کہ کسی اہل خیر سے لیکر قرض کے طور پر کام کرائیں بعد میں آپ کو منظور شدہ رقم ادا کر دی جائے گی، پھر جب جاتے ہیں، تو کہہ دیتے ہیں کہ آپ لیٹ آئے اسلئے آپ کی منظور شدہ رقم کسی دوسری جگہ میں صرف کر دی گئی، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ جو رقم مدرسہ کیلئے یا مسجد کے لئے منظور ہوئی تھی کیا دیگر جگہوں پر صرف کرنے کا کوئی شرعی جواز ہے یا نہیں؟

(۲) اسی طرح دیگر جو بڑے بڑے ادارے ہیں، جن پر عوام الناس کا اعتماد ہے ان کے پاس اہل خیر حضرات کثیر رقم جمع کر دیتے ہیں، تاکہ جہاں مستحقین ہوں وہاں صرف کر دیں، اور ادارے والے ان رقموں کو ایسی جگہوں پر صرف کرتے ہیں، جہاں لوگ خود خوشحال ہیں، اور خود کفیل ہیں جبکہ ان رقموں کے مستحقین صرف ارتداد زدہ علاقہ والے لوگ ہی ہیں، اور بہت سی جگہوں پر مسجد کا کام شروع کر دیتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں، کہ کرسی تک کام بہت ہی آسان ہے، بعدہ مکمل ہم کرادیں گے، مگر جب کرسی تک کام کرادیا جاتا ہے تو اگلے کام میں ٹال مٹول کرتے ہیں، اور کام ادھورا پڑا رہ جاتا ہے، اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ کیا اس کا کوئی جواز ہے یا نہیں؟

المستفتی: اللہ نور ابن عبداللہ، مدرسہ جامعہ دارالرقم چانڈیا
کلاں، رائیور، ضلع: بالی، صوبہ (راجستھان)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ میں درج کئے گئے دونوں سوالات کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ چندہ دہندگان کو اختیار ہے کہ جہاں چاہیں اور جسکو چاہیں اپنا

چندہ دے دیں، لیکن اگر کسی سے کچھ دینے کا وعدہ کر رکھا ہے تو وعدہ پورا کرنا لازم اور ضروری ہے ورنہ سخت گنہگار ہوں گے، اور چندہ دہندگان کے وعدہ پورا نہ کرنے کی وجہ سے اگر مدرسہ کا نقصان ہوا ہے تو اس کا گناہ چندہ دہندگان یا چندہ میں واسطہ بننے والے کے سر ہوگا، نیز چندہ دہندگان کی طرف سے مدرسہ یا مدرسہ کے ذمہ داران کو بلا وجہ ایذا پہنچانا اپنے چندہ کے ثواب کو ضائع کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ. (آیۃ: بقرہ):

۲۶۴ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۰۵۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۴/۴/۱۶ھ

کیا چندہ دہندگان کی آمدنی کی تحقیق لازم ہے؟

سوال: [۴۵۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لوگ مدرسہ میں ہمارے پاس پیسے لیکر آتے ہیں، یا ہم چندہ کرنے کیلئے جاتے ہیں، اور ہم لوگ ان پیسوں کے بارے میں کوئی تحقیق نہیں کرتے تو کیا ایسا پیسہ استعمال کرنا جائز ہے نیز بہت سے لوگ ایک لاکھ دو لاکھ اور زائد بھی روپیہ دیتے ہیں، اور اگر تحقیق کی جائے تو عامۃً ایسے لوگ سود میں مبتلا ملتے ہیں، اور وہ لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں، کہ اگر ہم اپنی تمام آمد سرکار کے سامنے کر دیں گے تو پھر ہم کو کوئی بھی نفع نہیں ملیگا، تو کیا ان کا یہ فعل جائز ہے جیسا کہ گاڑی بس وغیرہ کے مالکین حضرات! آج ہی ایک صاحب آئے اور مجھ کو کچھ رقم دی اور میں نے ان سے کوئی تحقیق نہیں کی اور پھر انہوں نے وہ رقم واپس لے لی، اور پھر بہت کچھ کہا جو کھنے کے قابل نہیں؟ دل میں بھی طرح طرح کے وساوس آئے آپ برائے کرم جواب سے مطلع فرمائیں؟

المستفتی: حافظ محمد فرحت، تجوید القرآن، بلند شہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بغیر تحقیق کے چندہ کے پیسے استعمال کرنا جائز ہے، صرف اتنا معلوم ہونا کافی ہے کہ چندہ دینے والے کے پاس جائز کاروبار بھی ہے، کچھ بھی تفصیل معلوم نہیں تو ان صورتوں میں چندے کے پیسے بلا تردد حلال و جائز ہیں، ہاں البتہ کسی مسلمان کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ ان کے پاس حرام آمدنی کے علاوہ حلال کاروبار اور حلال آمدنی بالکل نہیں ہے یا حلال کمائی اور آمدنی اقل قلیل ہے، اکثر حرام ہے اور ایسے مسلمان کا چندہ ہمیں مل رہا ہے تو ہم کو یہی گمان کرنا چاہئے کہ اس نے ہمیں جو دیا ہے، وہ حلال ہے اسی کے ہم مکلف ہیں، البتہ اگر کسی نے یہ تحقیق کر لی ہے اور یہ معلوم ہوا کہ اس کے پاس حلال کمائی بھی ہے اور حرام کمائی بھی اور دیتے وقت کچھ بھی تفصیل بیان نہیں کی کہ حلال میں سے دیا یا حرام میں سے تو چندہ لینے والوں کو یہی گمان کرنا چاہئے کہ ہمیں حلال میں سے دیا ہے، اور اس سے چندہ لینا بھی جائز ہے۔

إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا . الآية: (الحجرات: ۱۲)

وإن كان غالب ماله حلالاً لا بأس بقبول هديته والأكل منها . (ہندیہ،

الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات زكريا ديوبند ۵/۳۴۳، جدید زکریا ۵/۳۹۷)

وفي البرازية غالب حال المهدي إن حلالاً لا بأس بقبول هديته وأكل ماله مالم يتبين أنه من حرام ، لأن أموال الناس لا يخلو عن حرام ، فيعتبر الغالب . (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في الكسب مصرى قديم ۲/۵۲۹، دارالكتاب العلمية بيروت ۴/۱۸۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳/۵/۱۴۲۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۷۰۹)

حلال و حرام کاروباری شخص سے چندہ لینا

سوال: [۳۵۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک

قصبہ میں ایک مسلمان کے پاس ٹیلیوژن اسٹیشن ہے یعنی اسکے پاس ایسی مشینیں ہیں، کہ شہر کے

لوگوں کے ٹیلیویشنوں میں کنکشن دیا ہے جس سے تمام پروگرام ٹیلیویشن اسٹیشن سے تمام شہر کے ٹیلیویشنوں میں آتا ہے، جس کا کرایہ شہر کے ٹیلیویشن والے اس مسلمان ٹیلیویشن اسٹیشن والے کو ادا کرتے ہیں، اس مسلمان ٹیلیویشن رکھنے والے کی اس آمدنی کے علاوہ کافی کاشتکاری کی زمین بھی ہے جس سے کافی آمدنی ہے اسکے علاوہ مزید آمدنی یہ ہے کہ اسکے دو بھائی باہر ملکوں میں ملازمت کرتے ہیں، وہاں سے بھی کافی رقم آتی ہے، لہذا از روئے شرع اس مسلمان ٹیلیویشن والے کے یہاں سے مدرسہ کا چندہ لینا اور ان کی دعوت کھانا حلال ہے یا حرام؟ جواب سے نوازیں؟

المستفتی: توقیر عالم، پیر غیب، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب ٹیلیویشن اسٹیشن والے کے پاس اس کی اس آمدنی کے علاوہ دوسرے کاروبار بھی ہیں، جن سے حلال آمدنی آتی ہے تو بلا تحقیق ہم کو یہی خیال کرنا چاہئے کہ اس نے حلال مال سے مدرسہ میں چندہ دیا ہے، لہذا اس کا چندہ مدرسہ کیلئے لینا اور استعمال کرنا بلا کراہت جائز ہے اور اگر تحقیقی طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے مدرسہ میں چندہ حرام مال سے دیا ہے تو اس کا چندہ لینا جائز نہیں ہے، نیز کسی مسلمان کے بارے میں ہم کو تحقیق کا حق نہیں ہے مسلمان کا چندہ ہمیں مل رہا ہے تو ہم کو یہی گمان کرنا چاہئے کہ اس نے جو پیسہ مدرسہ میں دیا ہے وہ حلال ہے اسی کے ہم مکلف ہیں، اور اس کے یہاں دعوت کھانا بھی جائز ہے۔

وإن كان غالب ماله حلالاً لا بأس بقبول هديته والأكل منها. (ہندیہ،

الباب الثانی عشر فی الهدایا والضيافات زکریا دیوبند ۳/۳۴، جدید زکریا ۵/۳۹۷، بزازیہ

علی ہامش الہندیہ زکریا ۶/۳۶۰، خانہ زکریا ۳/۴۰۰)

وإن كان غالب ماله حلالاً فلا بأس بأن يقبل حتى يتبين عنده أنه

حرام. (البنایہ، اشرفیہ، دیوبند ۱۲/۲۰۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۷۴۰/۳۵)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۶/۹ھ

خنزیر کے بالوں سے برش بنانے والوں کا چندہ لینا

سوال: [۴۵۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یہاں اکثر لوگوں کا کاروبار حرام ہے (خنزیر کے بالوں کے ذریعہ برش بنتے ہیں) صرف یہی کام ہے ان لوگوں کا تو ان کا چندہ مساجد و مدارس میں اور ان کے یہاں دعوت کھانا ان کا ہدیہ قبول کرنا ان کے یہاں بچوں کو ٹیوشن پڑھا کر اجرت لینا کیسا ہے؟

نیز اگر کسی ایسے شخص نے کسی مسجد کا فرش یا نماز جنازہ کیلئے بستی سے باہر چبوترہ یا مدرسہ میں کسی کمرہ کی تعمیر کرائی اور اس میں درس قرآن ہوتا ہو تو اس فرش پر نماز پنجگانہ اور چبوترہ پر نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ اگر نمازیں پڑھ لیں تو انکا کیا حکم ہے اور مدرسہ میں تعمیر شدہ مکان میں تعلیم و تعلم کا کیا حکم ہے؟ ایسے مدرسہ کے مہتمم ناظم جو ان کام کے کرنے والوں کی تعریف اور دعائیں برکت کی دے کر مزید چندہ کا خواہاں ہو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: مولوی سلامت اللہ، مدرس مدرسہ

تعلیم القرآن شیرکوٹ، ضلع بجنور یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: واقعہً اگر وہاں کے لوگوں کی زائد آمدنی حرام کی ہے، تو ان لوگوں کا چندہ مساجد و مدارس میں لگانا ان کے گھر دعوت کھانا انکا ہدیہ قبول کرنا ان کے بچوں کو ٹیوشن پڑھا کر اجرت لینا جائز اور درست نہیں ہے، نیز اگر اس مال حرام سے مسجد کا فرش یا نماز جنازہ کیلئے چبوترہ یا درس قرآنی کیلئے مدرسہ کے کمروں کی تعمیر کرا دی ہے تو اس حرام مال کی مقدار مال طیب سے اس کے مال کو لوٹا دے مالک نہ ہونے کی حالت میں فقراء پر صدقہ کر دے ورنہ اس فرش و چبوترہ اور کمروں میں تعلیم و نماز جنازہ اور نماز پنجگانہ ادا کرنا

مکروہ تحریمی ہے، اسی طرح مدرسہ کے مہتمم و ناظم کا ان لوگوں کے حرام مال میں برکت کی دعا کرنا اور مزید چندہ کا خواہاں رہنا درست نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ، گلستان کتاب گھر دیوبند/۵۳۱، زکریا/۵۲۲، مسئلہ نمبر ۹۳۱، کفایت المفتی قدیم ۷/۶۳-۶۷، زکریا جدید ۷/۷۷)

عن أبي هريرة - رضی اللہ عنہ - قال: قال رسول الله ﷺ أيها الناس إن الله طيب لا يقبل إلا طيباً، الحديث: (صحيح مسلم، الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب و ترتيبها، النسخة الهندية ۱/۳۲۶، بيت الأفكار رقم: ۱۰۱۵)

ولابس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب بماله الحلال (تنوير الابصار) قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذلك مالا خبيثا ومالا سببه الخبيث والطيب، فيكره لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب الخ. (الدرمع الرد، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها قيل مطلب كلمة لابس دليل على المستحب غيره، زكريا ديوبند ۲/۴۳۱، كراچی ۱/۶۵۸)

ا كل الربا وكاسب الحرام أهدي إليه، أو أضافه وغالب ماله حرام لا يقبل، ولا يأكل مالم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه. (عالمگیری، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات زكريا ديوبند ۵/۳۴۳، جديد زكريا ۵/۳۹۷، وهكذا في البنایة اشرفیه ديوبند

۲۰۹/۱۲ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۵/۵/۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۲۰۲۵)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۵/۲۹ھ

برادری، بدعتی اور ایڈوالے مدرسہ میں چندہ دینا کیسا ہے؟

سوال: [۴۵۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) جن مدرسوں میں ۹۹ مور میں برادری کا بڑا خاص لحاظ ہو علاوہ چندہ لینے کے کیا

اس میں چندہ دیا جاسکتا ہے؟

(۲) جن مدرسوں میں عاشورہ شب برأت اور کونڈے کی نسبت باقاعدہ چھٹی ہوتی ہو اور تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی چہلم، چھوٹا، منگنی بارات یعنی لڑکی کی شادی کی دعوت قبول کی جاتی ہو اور دوکان و مکان پر طلبہ کو باقاعدہ رسمی قرآن خوانی کیلئے بھیجا جاتا ہو وغیرہ اور مہتمم عامی غیر عالم ہو کیا ایسے مدرسوں میں چندہ دیا جاسکتا ہے؟

(۳) جن مدرسوں میں الہ آباد بورڈ یوپی سے باقاعدہ ایڈ آتی ہو اور وہ مدرسے مسلم مالدار و پندر تاجروں کے شہروں میں ہوں کہ سالانہ خرچ وہیں کی امداد، صدقہ، زکوٰۃ وغیرہ سے پورا ہو سکتا ہو تو کیا ایڈ والے مدرسے میں چندہ دینا جائز ہے؟ اور ایسے مدرسے میں دوسرے شہر کا چندہ کہ جس کا اس شہر کے چندہ سے کام پورا ہو سکتا ہے، چندہ بیرونی دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبداللہ عاصی سنی حنفی قاسمی، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم قاضی باغ، کاشی پور، ادھم سنگھ نگر، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) برادری اور تعصب شرعاً ناجائز ہے لیکن اس کا گناہ الگ سے ہوگا، اور اسمیں چندہ دینے کا ثواب الگ ہوگا، جو لوگ برادری اور تعصب میں مبتلا ہیں، وہ خود اپنے گناہ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

(۲) سوال میں مذکورہ تمام رسومات داخل بدعت ہونے کی وجہ سے ممنوع ہیں، اور یہ سب چیزیں مدارس اسلامیہ کے اندر قطعاً جائز نہیں ہیں، اگر ان چیزوں پر روک تھام کے باوجود باز نہ آئیں تو بجائے ایسے مدارس میں چندہ دینے کے دوسرے اچھے مدارس میں چندہ کا پیسہ بھیج دیا جائے، جہاں اس قسم کی بدعات و خرافات نہ ہوتی ہوں۔

(۳) جس مدرسے کی ضرورت عام مسلمانوں کے چندہ سے باسانی پوری ہو سکتی ہو انہیں ایڈ کا تعاون لیکر حکومت کا کسمپرسی بنیادینی تعلیم اور دینی مدارس کو اپنی جگہ سے نیچے اتار دینا ہے، اور دینی تعلیم کی حیثیت کو گھٹانا ہے، اس لئے شرعاً حکومت کا تعاون مدارس اسلامیہ کو

نہیں لینا چاہئے، لیکن پھر بھی حکومت سے ایڈ لینے کی گنجائش ہے اور صرف ایڈ سے مدرسہ کی ضروریات پوری نہیں ہوتی ہیں، تو اپنے شہر اور دوسرے شہر سے چندہ کرنا جائز ہے اور دینے والوں کیلئے چندہ دینے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۳/۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۱/۳/۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۱۵/۳۴)

سفیر کی شرعی حیثیت

سوال: [۴۵۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سفیر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ سفیر زکوٰۃ کی رقم کو ذاتی یا مدرسہ کے کام میں خرچ کر لے پھر اپنے پاس سے اس کی بھرپائی کر دے تو اس صورت میں زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟ اس طرح کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: ممتاز احمد قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدارس کے سفراء زکوٰۃ دہندگان اور طلبہ دونوں کے وکیل ہوتے ہیں، اور زکوٰۃ دہندگان کی طرف سے سفراء کے قبضہ میں زکوٰۃ آتے ہی ان کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، اس کے بعد سفراء کی اگلی ذمہ داری مدارس کے دفاتر میں داخل کرنے تک کی ہے، اور دفاتر میں داخل کرنے سے پہلے پہلے اس پیسہ کو خرچ کرنے میں ایک قسم کی خیانت بھی ہے، اور اس میں سے کچھ خرچ کرنے کی صورت میں مکمل ضمانت بھی ان کے ذمہ عائد ہوتی ہے، لہذا اس میں سے کچھ خرچ کرنے کے بعد بقیہ پیسہ ضائع ہو جائے، یا چوری ہو جائے تو اپنی جیب سے متعینہ رقم مدرسہ میں مکمل ادا کرنا لازم ہوگا۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۵۰)

ولو خلط زکاة موکلیہ ضمن وکان متبرعاً، إلا إذا وکلہ الفقراء

وتحتہ فی الشامیة : لأنه كلما قبض شیئا ملکوه و صار خالطا مالهم بعضهم ببعض و وقع زکاة عن الدافع - إلى قوله - وليس له الخلط بلا إذنهم ، فلو خلط أجزاء عن الدافعين وضمن للموکلین . (شامی، کتاب الزکاة، کراچی ۲/۲۶۹، زکریا ۳/۱۸۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۸/۱۴ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۲/۸/۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۴۷)

وصولی کے ایام کے اخراجات کی رقم تنخواہ سے وضع کرنا

سوال: [۴۵۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بد ناشتہ تمام مدرسین و ملازمین کے تنخواہ میں رقم شامل کر دی گئی ہے، جو تنخواہ کیساتھ مل رہی ہے، تو ایام وصولی میں جو رقم چائے ناشتہ میں صرف کرتے ہیں، وہ رقم اتنے ایام کے ان کے تنخواہ سے کیوں نہ وضع کر لی جائے؟

المستفتی: نبی حسن، خادم دارالعلوم، ارریہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کے مدرسہ میں اس سلسلہ میں جو اصول و ضوابط متعین اور نافذ ہیں، اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، مدرسہ میں رہ کر ناشتہ کا پیسہ ملتا ہے مگر ناشتہ نہیں ملتا، اور وصولی کے زمانہ میں منجانب مدرسہ لوگوں کے پاس جانے کی وجہ سے لوگ ناشتہ کرا دیں تو پھر اس ناشتہ کا پیسہ مدرسہ سے وصول نہیں کرنا چاہئے، ہاں البتہ اگر آپ کے مدرسہ کا ضابطہ دوسرا ہے تو اسکے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

والمسلمون علی شروطہم إلا شرطاً حرم حلالاً أو أحل حراماً .

(ترمذی شریف، الأحکام، باب ما ذکر عن رسول اللہ ﷺ فی الصلح بین الناس، النسخة

الہندیة ۱/۲۵۱، دارالسلام رقم: ۱۳۵۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ صفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۲۰/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۲/۱۸ ۱۴۲۶ھ

کیا پورے دن وصولی کرنا لازم ہے؟

سوال: [۴۵۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وصولی کے ایام منجانب مدرسہ ایام کارکردگی ہیں بیشتر دن ایسا ہوتا ہے کہ صبح ۱۱ بجے تک وصولی کا کام کیا بقیہ دن یا بعض دن بالکل کام نہیں کیا سوا ایسا کرنا مدرسہ کیساتھ خیانت تو نہیں؟ اور ان ایام کی تنخواہ لینا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ مدرسہ میں بکار مدرسہ شمار ہو رہا ہے؟

المستفتی: نبی حسن، خادم دارالعلوم ارریہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر وصولی کے زمانہ میں مدرسہ کے وصولی کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ مدرسہ کے وصولی کے دھن اور اس کی فکر میں پورا وقت گزرتا ہے، چاہے پورے دن میں سے چند گھنٹہ کام ہو پاتا ہو تو ایسی صورت میں پورا وقت کارکردگی میں شمار ہوگا، اور وصولی کے زمانہ میں کوئی دوسرا کام کرنے کی منجانب مدرسہ اجازت نہیں ہوتی اس لئے اگر دوسرا کام کیا جاتا ہے تو اس کو واضح کرنا چاہئے کہ مدرسہ کے ذمہ داروں سے دوسرے کاموں کے متعلق کیا معاملہ طے ہوا ہے اس کے بغیر شرعی حکم نہیں لکھا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ صفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۲۰/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۲/۱۸ ۱۴۲۶ھ

سفرء حضرات کا تحائف قبول کرنا

سوال: [۴۵۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان یا غیر رمضان میں مدارس کے مستقل سفرء حضرات یا عام چندہ کنندگان مثلاً مدرسہ

کے اساتذہ حضرات چندہ کرنے جاتے ہیں، چندہ دینے والے بعض دفعہ مدرسہ کی رسید کٹوانے کے بعد کچھ نقدی یا جوڑا وغیرہ چندہ کرنے والے صاحب کو دیکر کہتے ہیں، کہ حضرت یہ آپ کیلئے ہے، اسے آپ اپنے لئے رکھ لیں، تو اب ان حضرات کیلئے یہ دی ہوئی نقدی یا جوڑا اپنی ذات کیلئے بلا مہتمم مدرسہ کو بتائے ہوئے الگ کر لینا جائز ہے یا نہیں؟ یا اس کو مدرسہ میں جمع کرنا ضروری ہے؟

المستفتی: رفیق احمد، ہٹوا بازار، بستی، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مدارس کے سفراء اور دیگر چندہ کرنے والے ان لوگوں کے تحائف قبول کر سکتے ہیں، جنکے ساتھ پہلے سے ان کے تعلقات ہوں یا جو پہلے سے ان کو تحائف دیتے ہوں یا جن لوگوں کے بارے میں یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ ذاتی محبت کی وجہ سے ہی ہدیہ دے رہے ہیں، ان کے علاوہ عام لوگوں کے تحائف سے احتراز کرنا چاہئے۔
(مستفاد: امداد المفتیین ۲/۸۸۳)

عن أبي حميد الساعدي رضى الله عنه قال: استعمل النبي ﷺ رجلا من الأزد، يقال له: "ابن اللثبية" على الصدقات، فلما قدم قال: هذا لكم وهذا أهدي لى، قال: فهلا جلس في بيت أبيه أو أمه فينظر يهدى له أم لا، الحديث: (بخارى شريف، كتاب الهدية، باب من لم يقبل الهدية لعله، النسخة الهنديّة ۱/۳۵۳، رقم: ۲۵۲۵، ف: ۲۵۹۷)

قال صاحب تكملة فتح الملهم فى شرح هذا الحديث ودل الحديث على أن العامل لا يجوز له قبول الهدية أثناء عمله إلا ممن كان يهدى إليه قبل أن يتولى العمل..... أما من تبين منه أنه لا يهدى إليه إلا حبا لذاته ولا يتغى بذلك إلا وجه الله فالظاهر أنه لا يدخل فى وعيد هذا الحديث إن شاء الله تعالى. (تكملة فتح الملهم، كتاب الامارة، باب تحريم هدايا العمال، اشرفيه ديو بند ۳/۳۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۹۲/۳۵)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۲/۱۹ھ

سفیر کو زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے میں کلی اختیار دینا

سوال: [۲۵۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احقر چندہ کرنے والے ایک شخص کو جو کہ لوگوں میں دیانت امانت تقویٰ طہارت کے اعتبار سے پسندیدہ ہے، اپنی رقم دیکر کہہ دیتا ہے کہ تم یہ رقم جہاں اپنے علم کے مطابق ضروری سمجھو لگا دو یہ زکوٰۃ کی رقم ہے میں تم کو اختیار کلی دیتا ہوں اپنے علمی روشنی میں خرچ کر سکتی، تو کیا احقر کا فیصلہ مناسب ہے یا دوسرا مشورہ ہو تو مطلع فرمائیں کیسے کیا کروں؟

المستفتی: عبدالکریم، الہ آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جی ہاں یہ فیصلہ جائز اور درست ہے۔

وللوکیل أن يدفع لولده الفقير و زوجته الخ. (الدرالمختار، کتاب

الزکاة، زکریا دیوبند ۳/۱۸۸، ۱۸۹، کراچی ۲/۲۶۹، البحر الرائق، کوئٹہ ۲/۲۱۱، زکریا ۲/

۳۶۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸۴۲/۲۸)

سفیر کا بوقت ضرورت مدرسہ کی رقم استعمال کرنا

سوال: [۲۵۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض

سفیر حضرات مدرسہ کی رقم کو اپنی ذاتی مصرف میں استعمال کر لیتے ہیں، اور پھر بعد میں وہ رقم

مدرسہ میں جمع کر دیتے ہیں تو کیا مدرسہ کی رقم ضرورت کے وقت اپنے ذاتی مصرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ وہ رقم بعد میں مدرسہ کو لوٹا دیتے ہیں؟

المستفتی: اسلام الدین، مدنا پور بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سفراء حضرات کو چندہ میں جو پیسہ ملتا ہے وہ عام طور پر زکوٰۃ کا پیسہ ملتا ہے اور زکوٰۃ کے پیسہ کو مدرسہ کے دفتر میں جمع کرنے سے پہلے سفراء حضرات کو اس میں کسی قسم کے تصرف اور استعمال کا حق نہیں یہ سفراء کی طرف سے سخت خیانت ہے اور جو سفیر چندہ کے پیسہ کو اپنی ذات پر خرچ کر لیتا ہے وہ سخت گناہ گار ہوگا، اگرچہ مدرسہ میں اس کے بدلہ میں دوسرے پیسے جمع کر دیتا ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ، گلستاں کتاب گھر ۵۲۹، زکریا دیوبند/۵۰۸، ۸۷۷)

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا. (النساء: ۵۸)

عن عمر وبن شعيب عن أبيه ، عن جدّه ، عن النبی ﷺ ، قال: ليس على المستعير غير المغل ضمان ، ولا على المستودع غير المغل ضمان . (سنن الدر قطنی ، كتاب البيوع ، دارالكتب العلمية بيروت ۳/۳۶ ، رقم: ۲۹۳۹)

وليس للمودع حق التصرف والاسترباح في الوديعة . (المبسوط للسرخسي ، كتاب الوديعة ، دارالكتب العلمية بيروت ۱۱/۲۲ ، العناية دارالفكر ۸/۴۹۰ ، زکریا ۸/۵۱۵ ، ۵۱۶)

إنما كانت الوديعة أمانة لقوله عليه السلام: ليس على المستودع غير المغل ضمان والغلول والإغلال: الخيانة. (شامی، زکریا ۱۲/۴۴۷، کراچی ۸/۴۷۱)

وفي الخلاصة: والوديعة لا تودع ولا تعار ولا تؤجر ولا ترهن وإن فعل شيئاً منها ضمن . (شامی، زکریا ۱۲/۴۵۰، کراچی ۴۷۴۸)

فلو اودع رجلاً عشرين ذهباً عثمانياً لزم الوديع أن يرد هذه النهبات عيناً .

(شرح المحلہ، اتحاد بکڈپو دیوبند ۱/۱۲۴، رقم المادة: ۲۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۸/رجب ۱۴۳۳ھ

۱۴۳۳/۷/۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۷۵۲/۳۹)

سفیر کا فضول خرچی کرنا جائز نہیں

سوال: [۲۵۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دوران سفر صرف جات جو فضول خرچی پر مبنی ہے اور معطی کے منشا کجلاف بھی ہے ایسے بلوں کو ناظم مدرسہ کیا کرے، اگر مجبوری میں منظور کرتا ہے تو کیا عند اللہ مانخوڑ ہوگا؟

المستفتی: نبی حسن، خادم دارالعلوم، ارریہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فضول خرچی کہیں بھی جائز نہیں ہے اور مدارس کے محصلین کو اور زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اسلئے اوسط درجہ کے خرچہ سے زیادہ خرچ کریں گے، تو ناظم مدرسہ اسکے ذمہ دار نہیں گے اگر ناظم مدرسہ اجازت دیتے ہوں۔

ولا تبذر تبذیراً نہی عن صرف المال إلی من لا یتحققہ فإن التبذیر

إنفاق فی غیر موضعہ. (روح المعانی، سورة الاسراء تحت تفسیر الآیة: ۲۶،

زکریادیوبند ۹/۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/صفر ۱۴۲۶ھ

۱۴۲۶/۲/۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۲۰/۳۷)

کیا سفیر دوران سفر اعلیٰ کھانا کھا سکتا ہے؟

سوال: [۲۵۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دوران

سفر روزانہ کتنے چائے پان اور ناشتہ وغیرہ استعمال کر سکتے ہیں، جتنا جی چاہے کریں اسی طرح

کھانے میں عمدہ سے عمدہ کھانا کھائیں رقم جتنی بھی لگ جائے کیا حکم ہے؟
المستفتی: نبی حسن، خادم دارالعلوم، ارریہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دوران سفر بقدر ضرورت چائے پانی ناشتہ وغیرہ
منجانب مدرسہ کرنے کی اجازت ہے اعلیٰ درجہ کے کھانے کی قیمت دینے کا مدرسہ ذمہ دار نہ ہوگا۔
فتستوجب الكفاية عليه في ماله كالعامل على الصدقات لما فرغ
نفسه لعمل المساكين استوجب كفايته في مالهم . (مبسوط سرخسی، کتاب

النكاح، باب النفقة دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۵/۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲ صفر ۱۴۲۶ھ

۱۴۲۶/۲/۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۲۰/۳۷)

سفرء کا زکوٰۃ کی رقم سفر و طعام میں خرچ کرنا

سوال: [۴۵۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ
کے سفرء زکوٰۃ کی رقم سفر و طعام اور دیگر ضروریات میں خرچ کرتے ہیں، ایسا کرنا جائز ہے
یا نہیں؟ تشفی بخش جواب سے نوازیں؟

المستفتی: مولانا وجیہ الدین،

مدرسہ اشرف العلوم، گلشہید، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مدرسہ کے سفرء کے لئے زکوٰۃ کی رقم سفر و طعام
اور دیگر ضروریات میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، اگر سفیر مالک نصاب ہے تو زکوٰۃ دہندہ کی
زکوٰۃ ادائیگی نہیں ہوگی، اور اگر غریب غیر مالک نصاب ہے تو یہ اخراجات سفیر کی مزدوری کے
عوض میں ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

الزکوٰۃ تملیک المال من فقیر مسلم غیر ہاشمی ولا مولاہ بشرط
 قطع المنفعة عن المالك من كل وجه لله تعالى الخ . (بنایہ ، عینی شرح ہدایہ ،
 کتاب الزکاة ، باب المصرف قدیم ۲/۱۵۱ ، جدید مکتبہ اشرفیہ ۳/۲۸۸ ، ہندیہ
 ۱/۱۷۰ ، زیلعی امدادیہ ملتان ۱/۳۰۲ ، زکریا دیوبند ۲/۱۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ رجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۸۳/۲۳)

سفیر کانسائیکل کی مرمت مدرسہ کی رقم سے کروانا

سوال: [۳۵۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید
 ایک دینی مدرسہ کا مدرس ہے اور فراہمی مالیات کا فریضہ انجام دیتا ہے، دوران فراہمی اپنی
 کانسائیکل کا سامان مثلاً ریم، ٹائر، ٹیوپ، سیٹ وغیرہ کو مدرسہ کی رقم سے بدلنا کیسا ہے؟
المستفتی: نبی حسن ، خادم، دارالعلوم ارریہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: فراہمی مالیات مدرسہ کا کام ہے اس کا سفر خرچ
 مدرسہ کے اوپر لازم ہوتا ہے، اگر زید اپنی کانسائیکل سے فراہمی کرتا ہے تو مدرسہ کے ذمہ داروں
 سے یہ بات طے کر لے کہ دوران سفر کانسائیکل کی مرمت کا خرچہ مدرسہ کے پیسوں سے ہوا
 کرے گا، تو زید کے لئے جائز ہے کہ کانسائیکل کی مرمت کا خرچہ مدرسہ کے دفتر سے وصول
 کر لے، مگر دوران سفر جو چندے میں پیسہ ملے گا وہ سب دفتر میں آ کر مکمل جمع کر دے۔

(مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ، قدیم/۵۳۵، جدید زکریا ۵۱۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۶ صفر ۱۴۲۶ھ

۱۸/۲۶/۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۲۰/۳۷)

سفیر کا دوران سفر رشتہ داروں کے یہاں کھانا کھا کر سفر خرچ میں لکھنا

سوال: [۴۵۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سفیر یا ملازم مدرس چندہ کرنے کے دوران کسی کے گھر چندہ دن تک کھانا کھایا اگر چندہ دن کے کھانے کا خرچ مدرسہ کے سفر خرچ میں لکھ دے تو یہ جائز ہو گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد اعجاز، گلینہ، بجنور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدرس اور سفیر کو دوران چندہ جو رقم کھانے کے نام سے ملتی ہے یہ جزء تنخواہ ہوتی ہے، کیونکہ حالت سفر میں مستاجر کے ذمہ اجیر کا کھانا بھی ہوتا ہے، لہذا کھانے کا خرچ مدرسہ کے سفر خرچ میں لکھ دیتا ہے تو یہ جائز ہے چاہے دو دن یا چندہ دن دوسروں کے یہاں کھائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۶/۱۰۹، جدید ڈائجیل ۱۵/۵۷۱)

وإذا زاد الأجر والمستأجر في المعقود عليه أو في المعقود به، إن كانت الزيادة مجهولة، وإن كانت معلومة من جانب الأجر تجوز سواء كانت من جنس ما أجر أو من خلاف جنس ما أجر. (ہندیہ، کتاب الإجارة، الباب الرابع عشر في تجديد الإجارة بعد صحتها والزيادة فيها زكريا ديوبند ۴/۴۳۹، جدید زكريا ۴/۴۷۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹ھ/۷/۱۹

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۹ھ/۷/۱۹

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۳/۵۸۶۱)

کیا لفٹ ملنے والے سفیر کا کرایہ وصول کرنا جائز ہے؟

سوال: [۴۵۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) زید نے اپنے ساتھی یا اپنے شاگرد عمر کو اپنے کسی کام کیلئے کہیں بھیجا اور ساتھ میں اس کو

وہاں تک پہنچنے کیلئے رکشہ کا کرایہ دیا اب عمر رکشہ سے نہ جا کر پیدل چلا جاتا ہے محنت کر کے اور زید کے دئے ہوئے پیسے کو اپنے مصرف میں خرچ کر لیتا ہے تو کیا عمر کیلئے ان پیسوں کو اپنے مصرف میں لانا جائز ہے؟

(۲) سفیر کو پورا سفر خرچ مدرسہ کی جانب سے دیا جاتا ہے، اس نے مثلاً چندہ کی غرض سے لکھنؤ کا سفر کیا لیکن اس کو اپنا کوئی جاننے والا جو کہ گاڑی بھی لئے ہوئے ہو وہ مل گیا اور اس کو لکھنؤ تک فری میں لے کر چلا گیا تو اب اگر وہ ٹرین سے جاتا تو جو کرایہ ہوتا اس کرایہ کو سفر خرچ میں جوڑ سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کے لئے اس مقدار کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) زید نے عمر کو ہمیں ایسی جگہ بھیجا جہاں جانے کیلئے عام طور پر رکشہ کی ضرورت پڑتی ہے، لیکن زید نے نہ تو رکشہ سے جانے کیلئے کہا اور نہ ہی اس کے پیسے الگ سے دیئے ہاں جس چیز کو خریدنے کیلئے بھیجا تھا اس کے پیسے دئے تھے، تو اب عمر واپس آ کر زید کو پیسے واپس کر دے اور بچے ہوئے پیسوں میں سے رکشہ کا کرایہ مجرمی کر لے مثلاً تیس روپے زید کے دئے ہوئے پیسوں میں سے بچے تو اب وہ رکشہ کے دس روپیہ کاٹ کر بیس روپے واپس کرے تو کیا اس کیلئے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد ارشد، بارہ بنگلوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ میں جتنی چیزیں لکھی گئی ہیں ان سب کا

مدار اس حدیث شریف پر ہے۔

الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحاً حرم حراماً أو أحل حراماً
والمسلمون علی شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً أو أحل حراماً. (ترمذی

شریف، الأحکام، باب ما ذکر عن رسول اللہ ﷺ فی الصلح بین الناس، النسخة
الهندیة ۱/۲۵، دار السلام رقم: ۱۳۵۲، وھکذا فی المعجم الکبیر للطبرانی،

دار احیاء التراث العربی ۱۷/۲۲، رقم: ۳۰)

اب اس حدیث پاک کو پیش نظر رکھ کر مسئلہ کو سمجھنا ہے کہ سوالنامہ میں جو چیزیں لکھی گئیں ہیں اگر یہ سب چیزیں مدارس کے سفراء اور کارندوں سے متعلق ہیں، تو مدارس کے ضابطہ کے مطابق حساب ہوگا، بڑے مدارس کے ذمہ داروں سے اس سلسلہ میں یہ معلومات فراہم ہوئی ہیں، کہ رکشہ کرایہ بس یا ٹرین وغیرہ کا کرایہ اگر صحیح صحیح خرچ ہونے سے متعلق لکھا ہو تو کرایہ ملتا ہے اور اگر بجائے رکشہ کے پیدل گیا ہو تو رکشہ کرایہ نہیں ملتا ہے اسی طرح اگر ٹرین کا کرایہ کسی اور نے دیا ہے خود سے خرچ نہیں کیا ہے تب بھی نہیں ملتا ہے بلکہ جو کچھ اس کی جیب سے کرایہ میں خرچ ہوتا ہے وہی من جانب مدرسہ مل جاتا ہے، چاہے پیسہ پیشگی دیا گیا ہو اور اس کو علی الحساب مان کر بعد میں حساب کر لیا جاتا ہو اور چاہے پیشگی کوئی پیسہ نہ دیا ہو بلکہ بعد میں خرچہ کا حساب پیش کیا جاتا ہو، تو حاصل یہ ہے کہ جو کچھ خرچ ہوتا ہے وہی ملتا ہے پیدل چلنے کے عوض میں نہیں ملتا ہے، لہذا غلط بیانی سے خرچہ پیش کر کے پیسہ وصول کرنا جائز نہیں ہوگا، ہاں البتہ اگر کسی مدرسہ میں ایسا ہی ضابطہ بنا ہوا ہو کہ آنے جانے کا کرایہ جتنا لگتا ہے اتنا بہر حال دیا جائیگا، چاہے جیب سے خرچ ہو یا نہ ہو تو ایسی صورت میں رکشہ سے نہ جا کر پیدل جاتا ہے یا ٹرین کا کرایہ کوئی دوسرا دیتا ہے تو مدرسہ کے ضابطہ کی وجہ سے کرایہ وصول کرنا جائز ہوگا، ہمارے یہاں محکمہ شرعیہ کا ایجنڈا گھمانے کیلئے چراسی کو تیس روپیہ دے دیا جاتا ہے چاہے وہ پیدل جائے یا رکشہ میں جائے، اس سے دوبارہ حساب نہیں لیا جاتا ہے، اسلئے کہ ہمارے یہاں محکمہ شرعیہ میں یہی دستور ہے، اسلئے مذکورہ حدیث کی وجہ سے یہ بھی جائز ہے، اور مدارس کے سفراء کے کھانے کا خرچہ اسی حدیث شریف کے پیش نظر یومیہ متعین کر لیا جاتا ہے، مثلاً یومیہ پچاس روپیہ ہے چاہے اپنی جیب سے کھائے یا مہمان داری ہوتی رہے، ہر حال میں یومیہ پچاس روپیہ سے ملا کریں گے، تو اس حدیث کے پیش نظر کھانے کا خرچہ لینے کیلئے سفر کے ایام کی تعداد پیش کر کے جو کچھ حساب بنتا ہے وہ وصول کرنا جائز ہے، لہذا سوالنامہ میں استاذ و شاگرد یا ساتھی کی جو بات کہی گئی ہے وہ بھی

اس حدیث شریف کی رو سے آپس کی تراضی پر موقوف ہے، باقی تمام سوالات کے جوابات اسی تفصیل سے واضح ہو چکے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۵۱۶)

الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۸/۳/۱۴۲۹ھ

مدرسہ کا چندہ سفیر کے پاس امانت ہوتا ہے

سوال: [۴۵۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک مدرسہ کے چندہ کے سلسلہ میں سفر میں تھا چنانچہ میں ایک گاؤں سے سفر کر رہا تھا، اتفاق سے میرا تھیلہ گر گیا، مجھے جب معلوم ہوا تو گاؤں کافی دور نکل چکا تھا، میں نے گاڑڈ کو بہت تلاش کیا مگر نہیں ملا، اس میں ضروری سامان تھا، اور مدرسہ کی رسید بکیں اور رقم بھی تھیں اب رسید بکوں کا تو کوئی بدل نہیں ہے، لیکن رقم کا تو ہے اب زیادہ رقم مدرسہ والوں کو مجھے اپنے پاس سے جمع کر کے دینی پڑے گی، یا وہ ناگہانی حادثہ میں گئی جس میں میری کوتاہی اور لاپنہی کو کوئی دخل نہیں ہے، تو میرے اوپر اس کا کوئی تاوان اور ڈنڈ بھی نہیں ہے، جو بھی شریعت کا حکم ہو اس کو حضرت بحوالہ کتب مع اصول مدلل فرمائیں، تاکہ اس پر عمل کر کے آخرت کے مواخذہ سے بچیں، اور یہ بھی عرض کر دوں کہ میری مالی حالت بسہولت ادا کرنے کی نہیں ہے۔ امید ہے کہ جواب باصواب سے مطلع فرمائیں گے؟

المستفتی: نور الاسلام سبحانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ امانت ہے اگر آپ سے بالکل تعدی نہیں ہوئی

ہے تو بلا تعدی کے ہلاکت پر امانت دار پر ضمان واجب نہیں ہوتا۔

كما في الجوهرة الودیعة أمانة في يد المدفوع ، فإذا هلك لم

يضمنها . (الجوهرة النيرة، كتاب الودیعة، دارالكتاب دیوبند قدیم ۲/۳۵)

لیکن آپ خود دیانت داری کے ساتھ سوچ لیں کہ تعدی ہوئی ہے یا نہیں، اگر تعدی ہوئی ہے تو آپ پر رمضان واجب رہے گا۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا. (النساء: ۵۸)

عن عمر و بن شعيب عن أبيه ، عن جده ، قال : قال رسول الله ﷺ :

من أودع وديعة فلا ضمان عليه . (سنن ابن ماجه ، باب الوديعة ، النسخة الهندية

۱/۷۳، دارالسلام رقم: ۳۴۰۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۲۲۲)

محصلین کا واجب التملیک اور غیر واجب التملیک رقم کو ایک ہی جیب میں رکھنا

سوال: [۴۵۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ کی

طرف سے جن کو چندہ وصولی کیلئے بھیجا جاتا ہے، وہ زکوٰۃ و صدقات نافلہ و عطا یا سب قسم کے

روپے وصول کرتے ہیں، تو رقوم واجب التملیک اور غیر واجب التملیک کو ایک جیب میں ایک

ساتھ خلط ملط کر کے رکھنا درست ہے یا دونوں کو علیحدہ رکھنا ضروری ہے باحوالہ تحریر کریں؟

المستفتی: شہید اللہ، ہاڈوی، بردوان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: روپیہ پیسہ ایسے دیون میں سے ہے جو تعین کے

باوجود متعین نہیں ہوتے ہیں، تو ایسی چیزوں کے اندر الگ الگ رکھنے کا حکم حساب و کتاب

میں ہوتا ہے، زکوٰۃ و صدقات واجبہ کا حساب بالکل الگ رکھے اور امداد اور نفلی صدقہ و خیرات

کا حساب اس سے الگ مستقل فہرست بنا کر رکھے اور حساب و کتاب میں بہت مضبوطی

کیا تھر رہے تو ایسی صورت میں نوٹوں کا مخلوط ہو جانا ممنوع نہیں ہے، جیسا کہ مذکوٰۃ کے

پیسوں کو مٹی آرڈر کرنے میں ڈرافٹ بھیجنے میں مدرسہ کے دفتر میں بعینہ وہی نوٹ نہیں آتے

ہیں، مگر اس طرح کے نوٹوں کی تبدیلی کی وجہ سے یہ نہیں کہا جائیگا کہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے پیسوں کو امداد اور صدقات نافلہ کے پیسوں میں اختلاط کر دیا گیا ہے بلکہ الگ الگ ہی سمجھا جائیگا، یہی عرف اور متعارف بھی ہے۔

ويتصل بهذا العالم إذا سأل للفقراء شيئاً و خلط يضمن قلت
ومقتضاه أنه لو وجد العرف فلا ضمان لوجود الإذن حينئذ دلالة والظاهر
أنه لا بد من علم المالك بهذا العرف ليكون إذنا منه دلالة . (شامی، کتاب
الزکاة، کراچی ۲/۲۶۹، زکریا ۳/۱۸۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۶/۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ جمادی الثانیہ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۳۹۷)

سفیر کا چندہ کی رقم ذاتی استعمال میں لانا

سوال: [۴۵۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مدرسہ کے سفیر نے چندہ کی رقم میں سے پانچ ہزار روپے اس نیت سے اپنے ذاتی کام میں خرچ کر دئے کہ میرے بینک کے کھاتہ میں پانچ ہزار روپے ہیں، میں جب مدرسہ والوں کو حساب دوں گا تو وہ پانچ ہزار روپے نکال کر دیدوں گا، اور اس وقت نیت بھی کر لی تھی کہ کھاتہ کے پانچ ہزار روپے مدرسہ کے ہو گئے معلوم یہ کرنا ہے کہ اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور سفیر کا یہ عمل درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اصغر، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدرسہ کے سفیر کا چندہ کی رقم اپنے ذاتی استعمال میں لانا صحیح نہیں ہے اور جتنی رقم ذاتی کام میں استعمال ہوگی اگرچہ اس سے معطلی کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی (کیونکہ سفیر فقراء کا بھی وکیل ہوتا ہے) لیکن سفیر مدرسہ کا دین دار ہو گیا اس

لئے چاہے تو وہ یہ قرضہ اپنے بینک کھاتہ سے ادا کرے یا کہیں اور سے بہر حال اسے مدرسہ کا حساب پورا کرنا لازم ہوگا۔

بخلاف ما إذا ضاعت في يد الساعي لأن يده كيد الفقراء .

(الدر المختار مع الشامی ، کتاب الزکاة ، زکریا دیوبند ۳/۱۸۹ ، کراچی ۲۷۰۲ ،

البحر الرائق زکریا ۲/۳۶۹ ، کوئٹہ ۲/۲۱۱ ، المحيط البرہانی الزکاة ، الفصل السادس

تعجيل الزکاة ، المجلس العلمي ۳/۱۹۲ ، ۱۹۳ ، رقم: ۲۷۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶ھ/۱/۱۵

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۸۱۱/۴۱)

محصلین کا بطور قرض چندہ کی رقم لینا

سوال: [۴۵۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محصل

چندہ رقوم غیر واجب التملیک کو اپنے سفر کے اخراجات اور ذاتی ضرورتوں میں بطور قرض صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر معطلی کی اجازت ضروری ہو تو اس میں دشواری ہے، جواز کی

صورت بیان فرمادیں؟

المستفتی: محمد شہید اللہ ہاڈوی، خادم مدرسہ اشرف العلوم

کیٹھن، بردوان، مغربی بنگال۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر واجب التملیک پیسہ میں سے سفیر کے اپنے

اخراجات اور ذاتی ضرورتوں میں صرف کرنیکی اجازت ہے، بشرطیکہ اس کا حساب بہت مضبوطی

سے رکھے، اور مہتمم مدرسہ اپنے سفیر کو اپنی طرف سے وکیل بالتصرف بنا سکتا ہے یا استقرض کی

اجازت دے سکتا ہے اور بوقت حساب تنخواہ اور مصارف سفر کو خرچ میں ڈال سکتا ہے۔

اگر شوریٰ کی طرف سے اجازت ہے تو بلا تردد تنخواہ لے سکتا ہے اور اگر شوریٰ کی طرف

سے اجازت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ضابطہ اور کوئی قانون ہے تو اس کی اجازت نہیں ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو و بن عوف المزنی عن أبیہ ، عن جدہ ، أن رسول اللہ ﷺ قال الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحاً حرم حلالاً أو أحل حراماً و المسلمون علی شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً أو أحل حراماً .

(ترمذی شریف، الأحکام، باب ما ذکر عن رسول اللہ ﷺ فی الصلح بین الناس ، النسخة

الهندیة ۱/۲۵۱، دار السلام رقم: ۱۳۵۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۶ جمادی الثانیہ ۱۴۲۵ھ

۱۴۲۵/۶/۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۳۹۷)

چندہ کرنے والے مدرس کا اسی رقم سے سفر خرچ اور تنخواہ لینا

سوال: [۴۵۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا

رمضان المبارک کے مہینہ میں مدرس حضرات جو مدرسہ کے واسطے چندہ بابت زکوٰۃ وصول کرتے ہیں، تو اس زکوٰۃ کے روپیہ میں سے سفر خرچ کرنا یا مدرس کو اپنی تنخواہ لینا جائز ہے یا کس طرح مدرس کو اپنی تنخواہ لینا جائز ہے؟

المستفتی: محمد سیف اللہ صدیقی، کاشی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو مدرس حضرات چندہ کرنے کے لئے جاتے ہیں،

وہ امین ہیں، اور زکوٰۃ و صدقات کا وصول کیا ہو اور تم ان کے پاس امانت ہے، لہذا بغیر کسی تمملیک شرعی کے اس رقم سے سفر خرچ کرنا اور تنخواہ وغیرہ لینا قطعاً ناجائز ہے اگر اس رقم میں کسی طرح کا تصرف کئے تو سخت گنہگار ہوں گے، سفر کے اخراجات مدرسہ کے دفتر سے پہلے ہی لے لیا کریں یا اپنی جیب سے خرچ کر کے بعد میں دفتر مدرسہ سے وصول کر لیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ

قدیم ۵/۱۶۲، جدید زکریا ۱/۱۸۱، ۱۸۲، فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۰۸، مستفاد: ایضاح المسائل/۱۲۲)

ویشترط أن يكون الصرف تمليکاً لا إباحة . (الدرالمختار علی هامش رد

المختار کتاب الزکاة، باب المصرف کراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱)

ولا یصرف إلیٰ بناء نحو مسجد ولا إلیٰ کفن میت وقضاء دینہ
وتحتہ فی الشامیة قولہ نحو مسجد کبناء القناطر والسقایات وإصلاح
الطرقات وکری الأنهار والحج وکل ما لا تملیک فیہ . (الدر المختار مع
الشامی، کراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱، فتاویٰ عالمگیری زکریا دیوبند ۱/۱۸۸)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ محرم ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۴۸۳)

وکیل کا زکوٰۃ کی رقم اپنے خرچ میں لانا اور مدرسہ کار جسٹرا اپنے نام کرانا

سوال: [۴۵۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)
زید ایک مدرسہ فرضی دکھا کر چندہ وصول کرتا ہے، جس میں زکوٰۃ و صدقہ و فطرہ و چرم قربانی وغیرہ
سبھی وصول کرتا ہے، اور وصول کر کے سب اپنے خرچہ میں استعمال کرتا ہے، تو کیا صدقہ فطر
زکوٰۃ قربانی سبھی ادا ہو جاتے ہیں یا نہیں؟

(۲) ایک آراضی مدرسہ کے نام سے چندہ کی رقم سے لی مگر اس کا بیعت نامہ اپنے نام
کر دیا اور اس کو بیچ کر دوسری زمین زراعت کیلئے خرید کر اس میں زراعت شروع کر دی
دریافت یہ کرنا ہے کہ اس طرح خرید و فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس زمین کی پیداوار
کھانا پینا یا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) زید سے کہا گیا کہ ہم اس کا فتویٰ منگائیں گے اس پر زید نے کہا یہ علماء تو میرے
جوتے کے تلے کے برابر ہیں، جو تاہاتھ میں لیکر یہ بات کہی کہ آدھے مسلمانوں کو تو یہ علماء
دیوبند نے کافر کر دیا اور آدھے مسلمانوں کو علماء بریلی نے کافر کر دیا ایسے شخص کے بارے میں

شرعی کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں؟

المستفتی: حافظ محمد یعقوب، باز اسلیم پور گڈھی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) اگر زکوٰۃ، صدقہ فطر، چرم قربانی کی رقم دینے والوں کو اس دھوکہ اور فریب کا علم نہیں ہے تو وہ گنہگار نہیں ہوں گے، اور ان کی طرف سے فریضہ ادا ہو جائیگا، مگر وصول کرنے والا سخت ترین گناہ کا مرتکب ہے ایسے شخص کو حدیث شریف میں ملعون اور مردوکہا ہے۔

عن أبي بكر الصديق قال قال رسول الله ﷺ ملعون من ضار مؤمنا أو مكر به . (ترمذی شریف، البر والصلوة، باب ماجاء فی الخيانة والنقش، النسخة الهندية ۱۵/۲، دارالسلام رقم: ۱۹۴۱)

قال أبو حنيفة ومحمد إذ دفع الزكوة إلى رجل يظنه فقيراً ثم بان أنه غني أو هاشمي أو كافر أو دفع في ظلمة فبان أنه أبوه أو ابنه فلا إعادة عليه الخ.

(ہدایہ، کتاب الزکاۃ، باب من یجوز دفع الصدقات إلیه ومن لا یجوز، اشرفیہ دیوبند ۲۰۷/۱)

(۲) مدرسہ کی رقم سے اپنے نام زمین خریدنا جائز نہیں ہے، ایسا کرنے والا غاصب ہے علاقہ کے بااثر لوگوں کا فریضہ ہے کہ اس کو اس حرکت سے روک دیں اور اس پر لازم ہے کہ فوراً مذکورہ زمین مدرسہ کو واپس کر دے، اور اگر مدرسہ نہیں ہے، اور فرضی نام دیکر چندہ کیا ہے تو چندہ دہندگان کو واپس کر دے یا ان کی اجازت سے کسی معتبر مدرسہ میں دیدے، ایسے لوگوں کو حدیث شریف میں ملعون کہا ہے۔

ملعون من ضار مؤمناً أو مكر به الحديث لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعی الخ. (قواعد الفقہ، اشرفی بکڈپو دیوبند/۱۱۰، الموسوعة

الفقهية الكويتية ۲۱/۱۱۲، ۲۸/۲۶۴)

(۳) قائل اگر یہی سمجھتا ہے کہ آدھے مسلمان کو دیوبندی علماء نے اور آدھے کو

بریلوی علماء نے العیاذ باللہ کا فر کر دیا ہے تو کیا اب کوئی مسلمان ہے بھی؟ اور خود کیا ہے؟ علماء اور مفتیان کرام کا فتویٰ جو صحیح ہے اسکی توہین بھی موجب کفر ہے اس شخص پر لازم ہے کہ توبہ کر لے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۱/۳۵ جدید زکریا ۱/۱۹)

رجل عرض عليه خصمه فتوى الأئمة فردّها وقال ”جه بار نامه فتوى اوردہ“ قيل: يكفر؛ لأنه رد حكم الشرع، وكذا لو لم يقل شيئاً؛ لكن ألقى الفتوى على الأرض، وقال: إين جه شرع است كفر. (هندیہ، الباب التاسع أحكام

المتردين زكرياديو بند ۲/۲۷۲، جدید زکریا ۲/۲۸۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۶/۱/۱۴۱۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ محرم ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸۲۲/۳۱)

وکیل کے پاس رقم آتے ہی موکل کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے

سوال: [۴۵۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی ذی ثروت آدمی نے اپنی زکوٰۃ نکالی ہو اور وہ کسی صاحب نصاب عالم کو دیتا ہے، اور اس کو یہ ہدایت کرتا ہے، کہ مصارف زکوٰۃ میں صرف کر دے، اب وہ عالم صاحب اسکو مصارف زکوٰۃ میں نہ خرچ کر کے کہیں اور خرچ کر دیتے ہیں، یا اپنے پاس رکھ لیتے ہیں، تو کیا اس ذی ثروت کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟

المستفتی: عطاء اللہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسی صورت میں صاحب ثروت آدمی کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی اور ساری کی ساری ذمہ داری مذکورہ صاحب نصاب عالم پر ہوگی۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۵۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۵۹۷)

بلا تملیک چندہ کی رقم ذاتی استعمال میں لانا

سوال: [۴۵۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ (۱) زکوٰۃ کی رقم چندہ کر کے زید مدرسہ کیلئے لیکر آیا اسمیں سے کچھ رقم زید نے مدرسہ میں جمع کر دی اور اکثر رقم اپنے پاس رکھ لی یہ کہہ کر کہ اس سے اپنے قرض کی ادائیگی کر دی ہے اور وہ مدرسہ کا مقروض ہو گیا جس کو زید چار پانچ سال میں اپنی تنخواہ میں سے منہا کر کے جمع کرے گا، زید کا یہ عمل کیسا ہے؟ اور زید مدرسہ کا مقروض ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ لینے کا مستحق ہو گیا یا نہیں؟

(۲) زید صاحب نصاب نہیں ہے وہ زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ پانے کا مستحق ہے یا نہیں اگر وہ اہل نصاب ہوتا ہے تو اسکی تنخواہ پانے کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: حاجی قمر الدین انصاری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) زید کا یہ عمل کہ چندہ جمع کر کے اور تملیک ہوئے بغیر اس رقم سے اپنا قرضہ ادا کرنا درست نہیں ہے کیونکہ زکوٰۃ کی اصل رقم کا مالک و مصرف مدرسہ بھی نہیں ہے، بلکہ نادار طلباء فقراء اور مساکین ہیں، اسلئے تملیک ہوئے بغیر اس کو اپنے تصرف میں لانا جائز نہیں بلکہ اس سے سخت گنہگار ہوگا اور شرعاً حائناً سمجھا جائیگا، اسلئے ایسے عمل سے اجتناب لازم ہے۔

ویشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة . (الدرالمختار علی هامش رد

المحتار كتاب الزكاة، باب المصروف كراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱)

ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء . (شامی، کراچی ۲/۲۷۰،

زکریا دیوبند ۳/۱۸۹، حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند/۷۱۵)
 (۲) معلم اگرچہ مسکین و مفلس اور غیر صاحب نصاب ہی کیوں نہ ہو تب بھی زکوٰۃ
 سے اسکو تنخواہ دینا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۵۲)

ولونوی الزکوٰۃ بما یدفع المعلم إلى الخلیفة ولم یستأجره إن
 كان الخلیفة بحال لو لم یدفعه یعلم الصبیان أيضاً أجزأه وإلا فلا
 وكذا ما یدفعه إلى الخدم من الرجال والنساء فی الأعیاد وغیرها بنیة
 الزکوٰۃ کذا فی معراج الدراية . (عالمگیری زکریا دیوبند ۱/۱۹۰، قبیل فصل:
 ما یوضع فی بیت المال جدید زکریا ۱/۲۵۲)

لا یصرف مال الزکوٰۃ إلى بناء نحو مسجد الخ. (الدر المختار، کتاب
 الزکاۃ، باب المصرف کراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۳ شعبان ۱۴۲۱ھ
 (الف توئی نمبر: ۳۵/۶۸۶۲)
 الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۳/۸/۱۴۲۱ھ

مدرسہ کے فنڈ میں جمع کئے بغیر تنخواہ وصول کرنا

سوال: [۲۵۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
 مدرسین رمضان المبارک میں چندہ کرتے ہیں، اسمیں زکوٰۃ و عطیات ہر طرح کی رقمیں
 ہوتی ہیں، تو وہ رقمیں مدرسین اگلے پورے سال کی تنخواہوں کے طور پر اپنے پاس رکھ لیتے
 ہیں، مدرسہ کے فنڈ میں مدرسہ میں جمع نہیں کرتے تو ان کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ اور زکوٰۃ
 دہندگان کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: حافظ شبیر احمد، مدرسہ اسلامیہ عربیہ صدیقیہ،
 اشاعت القرآن گلڑیا معانی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدرسین پر چندہ کی رقم مدرسہ کے فنڈ میں جمع کرنا لازم ہے اس کے بعد مدرسہ کے فنڈ میں سے اپنا حق وصول کر سکتے ہیں، نیز زکوٰۃ کی رقم تو کسی بھی طرح سے اپنے پاس رکھنا جائز نہیں ہے، یہ طریقہ نہایت غلط ہے اس طرح بے احتیاطی کی وجہ سے آج دینی مدارس اہل خیر حضرات کی نگاہوں میں بڑے بدنام ہوتے جا رہے ہیں، اس خیانت کے بارے میں اگر لوگوں کو خبر ہو جائے تو کوئی بھی چندہ نہیں دیگا، ہاں البتہ زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ان وکلاء کے ہاتھ پہنچنے کے بعد راجح قول کے مطابق ادا ہو جائیگی، اور ساری ذمہ داری انھیں لوگوں کے سر ہوگی۔ (تفصیل ایضاح النوادر ۲/۵۰)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۱۵/۱۴۲۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/۱/۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۳۷۵)

مکتب کے استاذ کا چندہ وصول کر کے اپنی تنخواہ لینا

سوال: [۴۵۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں کیتو گرام مدرسہ کا استاذ ہوں اور زکوٰۃ فطرہ قربانی کا روپیہ وصول کر کے طلبہ سے حیلہ کر کے تنخواہ میں کاٹ لیتا ہوں، اس طرح کر کے تنخواہ کاٹ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور حیلہ کا ٹھیک طریقہ کیا ہے، تفصیل سے جواب دینا؟

المستفتی: منزل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جن مکاتب میں صرف ایک دو استاد کام کرتے ہوں محلہ اور علاقہ کے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ مداد سے ان کی ضروریات پوری کریں اور ایک دو استاد کیلئے زکوٰۃ کی موٹی موٹی رقموں کو لا کر تملیک کی گنجائش نہیں، اس معاملہ میں نہایت بے احتیاطی ہوتی ہے، ہاں البتہ جہاں باضابطہ مدرسہ کی شکل ہے اور باہر کے طلبہ بھی رہتے ہیں، اور وہاں سے حفاظ بھی تیار ہوتے ہیں، اور

وہاں کے استادوں کی تنخواہیں کسی طرح پوری نہیں ہوتی ہیں، تو مجبوری کے تحت زکوٰۃ کی رقم میں تملیک کی گنجائش ہے۔

كل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال حق الغير أو لإدخال شبهة فيه ، أو لشمويه باطل فهي مكروهة ، و كل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوصل بها إلى حلال فهي حسنة . (ہندیہ، کتاب الحیل زکریا دیوبند ۶/۳۹۰، جدید زکریا ۶/۳۹۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۱/۱۷ھ

۱۴۲۱/۱/۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۳۵۱)

مدرسین کا چندہ کی رقم بلا تملیک تنخواہ کے طور پر رکھنا

سوال: [۴۵۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ کی واجب التملیک رقم سفراء حضرات جو رمضان المبارک و دیگر فراہمی کے مواقع سے وصول کرتے ہیں، ان رقم کو کچھ مدرسین حضرات جنکی تنخواہ باقی رہتی ہے وہ بلا تملیک رکھ لیتے ہیں، نیز جب مطالبہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تملیک کرا چکے ہیں، تو آیا ان کا تملیک کرانا درست ہے یا نہیں ان کی حیثیت کیا ہے؟

المستفتی: روح الامین المنظاہری، دارالعلوم اریہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سفراء حضرات کا مدرسہ کی واجب التملیک رقم کو اپنے پاس بغیر تملیک کے تنخواہ کے طور پر رکھ لینا درست نہیں ہے، بلکہ ان کو جوں کا توں لا کر مدرسہ کے دفتر میں جمع کر دینا لازم اور ضروری ہے پھر اپنی تنخواہ مدرسہ کے فنڈ سے وصول کرے ان کیلئے مدرسہ کے فنڈ میں جمع کرنے سے پہلے تملیک کرانا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن، اشرفی دیوبند ۴/۳۹۹، ایضاح النوادر ۲/۵۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ صفر ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۰۲/۳۷)

تملیک سے قبل مدرس سفیر کا اپنی تنخواہ وصول کرنا

سوال: [۴۵۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اکثر مدرسوں میں یہ پایا جاتا ہے کہ مدرسین حضرات باجائز مہتمم مدرسہ کی رسیدیں لیکر نکل جاتے ہیں اور پورے رمضان شریف اندرون علاقہ و بیرون علاقہ سے چندہ فطرہ زکوٰۃ صدقات وصول کر کے لاتے ہیں، اور مدرسہ کھلنے پر وہ رقم کا حساب و کتاب مہتمم مدرسہ کو دکھاتے ہیں، تب مہتمم صاحب فرماتے ہیں، کہ اپنی بقیہ تنخواہ کاٹ کر بقیہ رقم جمع کر دیں، مثلاً پندرہ سو روپیہ وصول ہوا ہے اور تنخواہ ایک ہزار روپیہ باقی ہے تو ایک ہزار روپیہ کاٹ کر پانچ سو روپیہ جمع کر دیں، تو اس طرح مدرس کو اپنی تنخواہ لینا کیسا ہے کیا اس طرح تملیک کا مسئلہ حل ہو گیا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسی صورت میں چندہ لانیوالے پر لازم ہے کہ سبھی روپیہ مدرسہ کے فنڈ میں جمع کر دے اس کے بعد مدرسہ کی طرف سے اسکی جو تنخواہ بنتی ہے وہ مہتمم ادا کرے اسلئے کہ زکوٰۃ، فطرہ، وغیرہ مدرسین کی تنخواہ میں دینا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۵۲، امداد الفتاویٰ ۲/۵۲، ایضاح المسائل ۱۸)

ویشترط أن يكون الصرف تملیکاً لا إباحةً. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصروف زکریا ۳/۲۹۱، شامی، کراچی ۲/۳۴۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۷۷۰/۳۳)

بغیر تملیک کے مدرس کا زکوٰۃ کی رقم اپنی تنخواہ میں وضع کرانا

سوال: [۴۵ ۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں جملہ مدارس میں زیادہ تر رقوم مدرسین کرام رمضان شریف میں زکوٰۃ صدقات کی رقم جمع کرتے ہیں حیلہ تملیک بھی کرتے ہیں، مگر کچھ مدرسین کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ روپیہ جو چندہ کا وصول ہوا ہے بغیر تملیک اپنی تنخواہ میں وضع کراتے رہتے ہیں، خازن کے پاس تک وہ رقم نہیں جاتی جب ان مدرس صاحب سے معلوم کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ چونکہ میں خود غریب ہوں اور زکوٰۃ کا مستحق ہوں مجھے حیلہ تملیک کرنے کی ضرورت نہیں اور بقایا رسیدات پورے سال وصول ہوتی رہتی ہیں اور بغیر حیلہ تملیک مدرسین میں سے جو بھی وصول کر کے لایا خود اپنی تنخواہ میں وضع کر لیتا ہے اسکی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۱) کیا زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ اس صورت میں ادا ہوئی یا نہیں؟

(۲) کیا معلومات کے باوجود ایسے مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم دی جائے یا روک لی جائے؟

(۳) اگر اسکی تشہیر کی جائے تو لوگ مدارس سے بدظن ہو جائیں گے کوئی معتدل راہ

نکالی جائے اور وہ کیا طریقہ ہے؟

(۴) آٹھ دس سال سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ زکوٰۃ کا روپیہ اسی طرح خرچ ہو رہا ہے کیا اس مدرسہ کو چندہ دیا جائے یا نہ دیا جائے شریعت کا جو حکم ہو گا کیا جائے، کیا ایسے حالات میں اپنی زکوٰۃ بیواؤں اور فقراء کو دینے لگیں، چونکہ زکوٰۃ کا صحیح مصرف بھی یہی ہیں۔

المستفتی: محمد شفیع، متولی مدنی مسجد، کھیڑا ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کا مستحق فقیر ہوا

کرتا ہے، اور فقیر کو بلا کسی عوض کے دینا واجب ہوتا ہے، اگر چندہ وصول کنندہ فقیر ہے تو اس کیلئے زکوٰۃ کو اپنے خرچ میں لینا جائز ہے اور اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی مگر اس ملازم کو ایسی صورت میں مدرسہ سے دوبارہ تنخواہ بھی ملے گی اگر تنخواہ کے عوض ہی میں مجریٰ کیا جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اسلئے ایسا ہرگز نہ کرے بلکہ زکوٰۃ کی پوری رقم اولاً مدرسہ میں

جمع کر دیا کرے پھر مدرسہ سے اپنی تنخواہ وصول کی جائے، نیز ایسے مدرس کو زکوٰۃ دیں گے تو ادا نہ ہوگی، جبکہ زکوٰۃ دہندہ کو سب کچھ معلوم ہو۔

ويشترط أن يكون الصرف تملكاً لا إباحةً. (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند ۳/۲۹۱، كراچی ۲/۳۴۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کاتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵ محرم ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۱۱۶)

سفرء مدارس کا اپنی تنخواہ خود تملیک کر کے لینا

سوال: [۴۵۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ کے سفرء کو اپنی اجرت از خود تملیک کرا کے وصول کر لینا درست ہے یا نہیں؟
المستفتی: محمد شفیع اللہ قاسمی، ناظم مدرسہ ہذا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سفرء کو اپنی اجرت خود تملیک کر کے وصول کر لینا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، مکتبہ گلستاں، کتاب گھر/۴۴۲-۴۴۳، مکتبہ زکریا/۴۱۸-۴۵۹، فتاویٰ دارالعلوم ۶/۱۷)

مستفادة من الفتاوى البزازية الوكيل بأداء الزكاة إذا صرفه (قوله) لنفسه شيئاً. (بزازيہ علی ہامش الہندیہ، کتاب الزکاة، الثانی فی المصرف زکریا دیوبند ۴/۸۶، جدید زکریا ۱/۵۸، وھکذا فی الشامی زکریا دیوبند ۳/۱۸۸، ۱۸۹، کراچی ۲/۲۶۹)

فلا يجوز أن يمسك لنفسه شيئاً. (البحر الرائق، كوئٹہ ۲/۲۱۱، زکریا دیوبند ۲/۳۶۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 یکم رزی الحجہ ۱۴۰۸ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۹۹۵)

سفر کا زکوٰۃ کی رقم میں تبدیلی کرنا

سوال: [۴۵۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید رمضان میں ایک مدرسہ کی رقم فراہمی کی غرض سے ممبئی وغیرہ شہروں میں جاتا ہے، جسمیں اکثر رقم زکوٰۃ کی ہوتی ہے، قلیل مقدار میں عطیات نافلہ وغیرہ ہوتے ہیں، لیکن زید معطلی کی رقم خاص کو کئی طریقوں پر متبدل کر لیتا ہے، مثلاً معطلی کی رقم ریزگاری اور کھلے پیسوں کی شکل میں ہوتی ہے تو اپنی آسانی کے لئے ان کو کسی دوکان سے بڑے نوٹوں کی شکل میں کرا لیتا ہے اسی طرح اپنے ذاتی اخراجات میں ان کو خرچ کر کے اپنے گھر آ کر پورا کر دیتا ہے، اسی طرح سفر کی مشکل سے بچنے کیلئے بینک میں یا معتمد شخص کو دیدیتا ہے وغیرہ اب سوال ہوتا ہے کہ آیا زید کو اس زکوٰۃ کی قومات میں اس طرح تغیر و تبدل کرنا خاص کر اپنے ذاتی اخراجات میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس طرح کرنے سے معطلی کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو فیہا ورنہ اسکے جواز کی جو شکلیں ہوں ان کو با تفصیل لکھ کر شکر یہ کا موقع دیں؟

المستفتی: محمد مطلوب، باندہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدارس کے سفراء اور حُصلین کو زکوٰۃ کی رقم میں تبدیلی کرنے کی اجازت نہیں ہے، بس صرف اتنی اجازت ہے کہ معتبر ذرائع سے مدرسہ تک پیسہ پہنچایا جائے، چاہے ڈرافٹ کے ذریعہ یا منی آرڈر کے ذریعہ یا معتمد شخص کے ذریعہ سے، مگر اپنی ذاتی ضرورت پوری کرنے کیلئے تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے، لہذا اگر ذاتی ضرورت میں خرچ کرے گا، تو وہ ضامن ہوگا۔

سئل البقالی عن من أعطی رجلاً دراهم لیتصدق بها عن زکاة الامر

فتصدق المأمور بدراهم نفسه هل تقع الزكاة عن الأمر؟ فقال: إذا تصدق بذلك على نية الرجوع جاز، وسئل عنها الوبري؟ فقال: هذا على وجهين: إن كان صرف المال الذي دفعه الأمر في حاجته ثم دفعه من مال نفسه فهذا لا يجوز؛ لأنه لما أنفق صار مضموناً عليه فلا يبرأ إلا بالأداء إلى المالك. (تاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل التاسع كوئته ۲/۲۸۴، زكريا ديوبند ۳/۲۲۸، رقم: ۴۲۰۱)

ولو تصدق بدراهم نفسه أجزأ إن كان على نية الرجوع وكانت دراهم الموكل قائمة، وفي الشامي قوله ولو تصدق الخ. أي الوكيل بدفع الزكاة، إذا أمسك دراهم الموكل ثم دفع من ماله ليرجع بدلها في دراهم الموكل صح بخلاف ما إذا أنفقها أولاً على نفسه مثلاً ثم دفع من ماله فهو متبرع. (شامي، كتاب الزكاة، زكريا ديوبند ۳/۱۸۹، كراچی ۲/۲۶۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ شعبان ۱۴۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۳۸۹)

چندہ کی رقم ذاتی رقم سے مخلوط ہو جائے تو کس طرح علیحدہ کریں؟

سوال: [۴۵۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ برزوعیہ الفطر صدقہ فطر کی رسیدات کٹوانے والوں کی ہمہ ہی میں بجلت زید سے ایک رسید بغیر کاربن لگائے ہوئے کٹ گئی جس کا اعلان مدرسہ کے طلبہ سے نیز برزوعیہ جمعہ بوقت خطبہ مسجد میں مع حوالہ بک در رسید نمبر کے کیا گیا مگر اب تک پتہ نہ چلا کہ وہ رسید کس کے نام اور کتنے کی کٹ گئی چونکہ حقوق العباد کی بات ہے پھر مدرسہ کا معاملہ ہے زید اپنی جگہ بہت پریشان ہے اس بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد یعقوب، قصبہ پھول بہر، لکھنؤ پور کھیری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: چندہ کا پیسہ تو الگ رکھا جاتا ہے، ان پیسوں میں سے جتنا زائد ہے وہ اس رسید کا شمار ہوگا جو بغیر کاربن کے کٹ گئی ہے، اور اگر اپنے پیسوں سے مخلوط کر دیا تھا، جو کہ نہیں ہونا چاہئے تھا تو اتنا پیسہ اس رسید کے برابر شمار کر کے دیدے جس رسید میں سب سے زیادہ درج ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ لا ضرر ولا ضرار . (سنن ابن ماجہ، الأحکام، باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ، النسخة الهندیة ۱/۶۹، دار السلام رقم: ۲۳۴۱، مسند أحمد بن حنبل ۱/۳۱۳، رقم: ۲۸۶۷، المعجم الكبير للطبرانی دار احیاء التراث العربی ۲/۸۶، رقم ۱۳۸۷، ۱۱/۲۲۸، رقم: ۱۱۵۷۶، ۱۱/۳۰۲، رقم: ۱۱۸۰۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۷۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۶/۶/۱۰ھ

موکل کا زکوٰۃ کی رقم ذاتی استعمال میں لا کر دوبارہ غریب کو دینا

سوال: [۴۵۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے خالد کو ایک ہزار روپے زکوٰۃ کے دئے کہ کسی غریب یا مدرسہ والے کو یہ پیسے دیدینا، خالد نے وہ روپے جیب میں رکھ لئے خالد کو اپنے کام میں خرچ کرنے کی اچانک ضرورت پڑی خالد نے وہ ایک ہزار روپے اپنے کام میں خرچ کر دیا کہ گھر جا کر اپنے ایک ہزار روپے نکال کر حسب حکم زید غریب یا مدرسہ کو دے دوںگا، چنانچہ خالد نے ایسا ہی کیا معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا زید کی زکوٰۃ ادا ہوگئی یا نہیں اور خالد کا یہ عمل درست ہے؟

المستفتی: محمد اصغر، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زید نے خالد کو اپنی طرف سے ایک ہزار روپے

زکوٰۃ میں ادا کرنے کا وکیل بنایا تو خالد کیلئے اس پیسے کو اپنی ذات پر خرچ کرنا کسی طرح جائز نہیں، خالد زکوٰۃ ہی کے ادا کرنے کا وکیل اور امین ہے لیکن خالد نے جب اس پیسے کو اپنی ذات پر خرچ کیا تو خالد زید کیلئے ایک ہزار روپیہ کا ضامن بن گیا، اب وکیل نہیں رہا۔ لہذا بعد میں اپنے مال سے ایک ہزار روپیہ زید کی طرف سے بطور تبرع ہو جائے گا، اور زید کی طرف سے زکوٰۃ ادا ہونے کیلئے یہ لازم ہے کہ خالد زید کو اطلاع کر دے کہ میں نے تمہاری دی ہوئی رقم اپنی ضرورت میں خرچ کر لی ہے، اب میں تمہاری طرف سے اتنی ہی رقم وعدہ کے مطابق اپنے مال سے بطور زکوٰۃ دینا چاہتا ہوں تو اگر زید دوبارہ اجازت دیدے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی ورنہ نہیں۔ (مستفاد: محمود ڈابھیل ۱۸۹/۹)

ولو تصدق أى الوكيل بدفع الزكاة (إلى قوله) إذا أمسك دراهم الموكل ودفع من ماله ليرجع بدلها فى دراهم الموكل صح بخلاف ما إذا أنفقها أولاً على نفسه مثلاً ثم دفع من ماله فهو متبرع . (شامی، کتاب الزکاة، مطلب فى زکاة ثمن المبيع وفاء کراچی ۳۶۹/۲، زکریا ۱۸۹/۳)

وفى العيون رجل دفع إلى رجل عشرة دراهم ليتصدق بها فأنفق بها على نفسه وتصدق بعشرة من مال نفسه عن الأمر لم يجز وفى الخانية : ويكون ضامناً للعشرة ولو كانت الدراهم عنده قائمة فلم يتصدق بها، وتصدق بغيرها جاز استحساناً وفى الخانية : ويكون العشرة له بعشرته . (تاتار خانية، کتاب الوکالة، الفصل التاسع فى التوكيل بالإفناق زکریا ۱۲/۳۱۲، رقم المسئلة رقم: ۱۷۵۹۳، ہندیہ، کتاب الوکالة، الباب العاشر فى المتفرقات زکریا ۳/۶۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸۳۳۶/۱۵ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۸۰۹/۴۱)

وکیل کا زکوٰۃ کی رقم اپنی ضروریات میں خرچ کر کے دوسرے روپیوں سے ادا کرنا

سوال: [۴۵۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے بکر کو زکوٰۃ کی رقم دی کہ جا کر مدرسہ میں دیدینا مصرف میں خرچ کر دینا بکر سے وہ رقم یعنی دیئے ہوئے روپے اپنی ضرورت میں خرچ ہو گئے بعد میں بکر نے وہ پیسہ زید کی دی ہوئی رقم کے مطابق اور اس کے حکم کے مطابق مدرسہ میں یا جو مصرف بتلایا تھا، اسمیں دیدی تو آیا زید کی زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: جمیل اختر عثمانی، مظفرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صورت مذکورہ میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی ہاں البتہ اس طرح جائز ہو سکتا ہے، کہ اولاً اس نیت سے اپنی جیب سے مصرف زکوٰۃ میں ادا کر دے کہ بعد میں زید کے دیئے ہوئے روپے میں وصول کر لیا جائیگا، اور اولاً زکوٰۃ کے پیسے میں سے خرچ کر کے بعد میں اس کو جمع کر دینے سے ادا نہیں ہوتی، لہذا زید کی دی ہوئی جو رقم بکر نے اپنی ضرورت میں خرچ کر ڈالی ہے بکراتنی کا ضامن ہوگا اور وکیل بمنزلہ امین ہوتا ہے، اور امانت کی رقم خرچ کرتے ہی امانت ختم ہو کر ضمانت بن چکی ہے اب زکوٰۃ ادا ہوئیگی صرف یہ صورت ہو سکتی ہے، کہ بکر زید کو مطلع کر دے اور زید بکر کو دوبارہ وکیل بنا دے تو بکر اپنی جیب سے مذکورہ مقدار بنیت زکوٰۃ مصرف میں دے دیگا، تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا شروع ہی سے زید نے بکر کو خرچ کی اجازت دیدی ہو اور زید کی طرف سے اتنی مقدار زکوٰۃ فی الجملہ ادا کرنے کا حکم کیا ہو، تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی ورنہ نہیں۔ (بہشتی زیور اتختری ۳/۲۹)

الوكيل بدفع الزكاة إذا أمسك دراهم الموكل ودفع من ماله ليرجع بدلها في دراهم الموكل صح بخلاف ما إذا أنفقها أو لا على نفسه مثلاً ثم دفع من ماله فهو متبرع الخ. (شامی، کتاب الزكاة، مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاء زکریا ۳/۱۸۹، کراچی ۲/۲۶۹)

لأن الدراهم تعین فی الوكالة. (الدرالمختار، کراچی ۵/۵۳۴، زکریا

دیوبند ۸/۲۷۶، بزازیہ علی الہندیہ زکریا دیوبند ۴/۸۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۶ شعبان ۱۴۱۰ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۱۹۰۶/۲۶)

مدرس سے چور کے پیسے چھین کر فرار ہونے کی صورت میں ضمان کا حکم

فدوی محمد مناظر عالم بن مولانا محمود عالم صاحب مدرس مدرسہ امدادیہ اشرفیہ آج یکم فروری کو آپ کے دیئے چیک نمبر ۱۱۳۵۰۱ کے ذریعہ ننانوے ہزار روپے بینک آف بڑودہ سے مدرسہ کے کھاتے میں سے برآمد کر کے لانے گیا تھا، اور میرے ساتھ مدرسہ کے منشی جناب مولانا جنید قاسمی صاحب بھی تھے، انھوں نے بھی دوسرے چیک کے ذریعہ رقم برآمد کیا تھا، دونوں آدمی بینک سے روپے نکالنے کے بعد کچھ روپے اپنی اپنی جیبوں میں اور مبلغ ۸۴۵۰۰ روپے ایک تھیلہ میں رکھ کر دونوں آدمی ساتھ ساتھ بینک سے باہر نکلے اور رکشہ پر بیٹھ کر مدرسہ واپس ہو رہے تھے، کہ راستہ میں راجہ منڈی پٹی کے قریب رکشہ کے قریب دو موٹر سائیکل سوار ہمارے رکشہ کے قریب پہنچے اور موٹر سائیکل پر پیچھے بیٹھا ہوا آدمی پوری طاقت سے ہمارے ہاتھ سے روپیہ کی تھیلی چھین کر فرار ہو گیا ہم دونوں نے چور چور کہہ کر شور مچایا اور رکشہ چھوڑ کر اس کے پیچھے دوڑے لوگوں کے جمع ہوتے ہوئے موٹر سائیکل سوار روپے لیکر فرار ہو گئے اور بھاگنے میں کامیاب رہے، صحیح واقعہ کی جناب والد کو اطلاع دے رہے ہیں، براہ کرم مناسب قانونی کارروائی کی جائے اور ہم کو بری الذمہ کیا جائے مہربانی ہوگی۔

محمد مناظر عالم قاسمی، محمد جنید قاسمی

سوال: [۲۵۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مذکورہ بالا مسئلہ کے بارے میں: کہ ان کو بری الذمہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ واقعہ کی تصدیق ہو چکی ہے اور تھانہ کو بھی اطلاع کی جا چکی ہے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا، اس واقعہ کے بعد مزید دوسروں کیساتھ بھی یہی احوال پیش آئے۔

المستفتی: عبدالمنان قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ سے واضح ہوتا ہے کہ رقم لیکر آتے وقت رقم لانے والوں کی طرف سے کوئی تعدی نہیں تھی چور چھپٹا مار کر پیسوں کی تھیلی لیکر بھاگے اور اس کی شہادت و تصدیق بھی مذکورہ تحریر میں موجود ہے اس لئے یہ پیسے شرعی طور پر امانت میں تعدی کے بغیر ضائع ہو چکے ہیں، لہذا اس کا ضمان اور تاوان لازم نہ ہوگا، بلکہ یہ نقصان مدرسہ ہی کو برداشت کرنا ہوگا۔

الوديعة أمانة في يد الوديع فإذا هلكت بلا تعد منه وبدون صنعه
وتقصيره في الحفظ لا يضمن . (شرح المحجلة، اتحاد بکڈپو دیوبند ۱/۴۳۱، مادة:
۷۷۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ شعبان ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۸۰۷۱)

محصلین سے زکوٰۃ کی رقم چوری ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: [۴۵۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں اپنے مال کی زکوٰۃ رمضان المبارک میں نکالتا ہوں، میری زکوٰۃ نوے (۹۰) فیصد مدرسے والے لے جاتے ہیں، لیکن میرے ذہن میں مندرجہ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ خلجان ہوتا ہے کہ نہ معلوم میری زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟

(۱) جو چندہ وصول کرنے آتے ہیں، ان میں بہت بڑی تعداد ۲۵ فیصد یا ۳۰ فیصد یا ۴۰ فیصد پر چندہ کرنے والوں کی ہوتی ہے، اور وصول کرنے والے جو فیصد پر کام کرتے ہیں، ان میں کوئی مستحق زکوٰۃ نہیں ہوتا ہے، تو کیا ہماری یہ ۳۰ فیصد زکوٰۃ مصرف میں پہنچتی ہے یا نہیں؟

(۲) سنا ہے کہ زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کی تعمیر میں استعمال نہیں کر سکتے تو ذمہ داران مدرسہ جو ہماری زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کی تعمیر میں استعمال کرتے ہیں، تو ہماری زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟

(۳) زید یہ بھی سنا ہے کہ بغیر تملیک کے مدرسہ کے استادوں کو زکوٰۃ کی رقم تنخواہ میں لینا درست نہیں ہے، اور آجکل مدرسہ کے اکثر و بیشتر ذمہ داران یا تو تملیک کے بغیر ہی زکوٰۃ کی رقم تنخواہ میں استعمال کر دیتے ہیں یا کرتے بھی ہیں، تو ناقص کرتے ہیں، کما حقہ نہیں کرتے ہیں، ایسی صورت میں ہماری زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟

(۴) مدرسہ میں غریب مالدار دونوں طرح کے بچے پڑھتے ہیں، ۲۰ یا ۲۵ فیصد بچے مالدار رہتے ہیں، ان پر بھی ہماری زکوٰۃ کی رقم استعمال کی جاتی ہے، تو ہماری زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ آپ سے درخواست ہمیکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں؟

المستفتی: محمد عرفان، بنارس

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب زکوٰۃ دہندگان، مدارس کے سفراء یا ذمہ داران کے ہاتھ میں طلبہ اور مصرف پر خرچ کرنے کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ دیدیتے ہیں، اسی وقت زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، اس کے بعد سفراء یا ذمہ داران کے ہاتھ سے خدانہ خواستہ دیانت کے خلاف کوئی عمل ہوتا ہے تو اس کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے، زکوٰۃ دہندگان نہیں ہوں گے، ان کی زکوٰۃ ادا ہو چکی ہے، اسی طرح اگر زکوٰۃ دہندگان نے اپنی زکوٰۃ سفراء یا ذمہ داران کے ہاتھ دیدی ہے اور راستہ میں وہ پیسہ سفراء یا ذمہ دار کے ہاتھ سے چوری ہو جائے یا ڈوب جائے تو زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی فرق نہیں آئے گا، ان کا فریضہ ادا ہو چکا، یہی سارے سوالات کے جوابات کا حاصل ہے۔

إذا و كلہ الفقراء لأنہ كلما قبض شيئاً ملكوه وصار خالطاً ما لهم بعضهم ببعض ووقع زكوة عن الدافع. (شامی، كتاب الزكاة، كراچی

ولا يخرج عن العهدة بالعزل فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكوة ولو مات كانت ميراثا عنه بخلاف ما إذا ضاعت في يد الساعي لأن يده كيد الفقراء . (شامی، زکریا ۳/۱۸۹، کراچی ۲/۲۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتابہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۰۷۴/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۵/۱۴۳۱ھ

چندہ کی رقم کھوجائے تو ضمان کا حکم

سوال: [۴۵۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک مدرسہ میں مدرس ہوں، رمضان و دیگر مواقع پر مدرسہ کا چندہ کرتا ہوں، اس سال چندہ کی غرض سے لکھنؤ، بمبئی، وغیرہ چندہ کیا جب میں بمبئی پہنچا تو راستہ میں کہیں پر مبلغ ۱۸۰۰ روپے میری جیب سے نکل گئے، اکثر جب بمبئی جاتا ہوں تو ایک صاحب کے پاس بغرض حفاظت چندہ کی رقم جمع کر دیتا ہوں، اس مرتبہ وہاں تک پہنچ نہ پایا تھا کہ راستہ میں یہ حادثہ پیش آ گیا جہاں تک ممکن ہوتا ہے چندہ کی رقم کی حفاظت کرتا ہوں ایسی صورت میں شرعاً اس رقم کا کیا حکم ہے؟ مدرسہ کی انتظامیہ میرے لئے ۱۸۰۰ روپے معاف کرتی ہو اور اگر معاف نہ کر کے میری تنخواہ سے وضع کرتی ہو تو دونوں صورتوں میں شرعاً کیا حکم ہے، جواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتی: عارف حسین، مدرسہ عربیہ حینیہ، فیض آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر آپ کے مدرسہ کا قانون اور ضابطہ یہی ہے کہ چندہ وصول کنندگان جب تک مدرسہ کے دفتر میں جمع نہ کریں گے، اس وقت تک انکے پاس چندہ کی رقم بطور ضمانت ہے تو آپ پر لازم ہے کہ اپنی طرف سے وہ رقم مدرسہ میں جمع کر دیں اور اگر چندہ وصول کنندگان کے پاس بطور امانت رہتی ہے تو آپ پر لازم نہیں

اسلئے کہ مدارس کے جو ضوابط ہیں، ان کے مطابق عمل کرنا لازم ہے، اور اس حدیث سے مدارس کے ضوابط مستنبط ہیں۔

الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحاً حرم حلالاً أو أحل حراماً
والمسلمون علی شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً أو أحل حراماً. الحدیث:

(ترمذی شریف، الأحکام، باب ما ذکر عن رسول اللہ ﷺ فی الصلح بین الناس، النسخة

الهندية ۱/۲۵۱، دارالسلام رقم ۱۳۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۳ صفر ۱۴۲۵ھ

۱۴۲۵/۲/۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۲۹/۳)

سفیر سے زکوٰۃ کی رقم چوری ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: [۴۵۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید

ایک مدرسہ کا معلم ہے رمضان شریف میں چندہ کیا ساری رقم حفاظت سے گھر میں رکھی تھی، چوروں نے گھر کے تالے توڑ کر الماری توڑی اور ساری رقم جو پچاس ہزار کے قریب تھی لے گئے، معلوم یہ کرنا ہے کیا زید یہ رقم چوری شدہ اپنی جیب سے ادا کرنے کا ذمہ دار ہے یا مدرسہ والے معاف کرنے کا حق رکھتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے اور جن جن لوگوں کی زکوٰۃ اور فطرے تھے، کیا ان کی زکوٰۃ اور فطرے ادا ہو گئے

المستفتی: محمد اصغر، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: چندہ دہندگان نے جب منجانب مدرسہ رقم وصول

کنندہ کے قبضہ میں دیدیا تو اسی وقت ان کی زکوٰۃ ادا ہوگئی، اس کے بعد مدرسہ کے دفتر میں جمع کرنے تک وصول کنندہ کے ذمہ میں لازم ہوگئی، اس کے بعد مدرسہ کے دفتر میں جمع کرنے کے بجائے اپنے گھر میں رکھنے کا حق نہیں ہے، جب اس نے اپنے گھر پر رکھا ہے تو

اس کی ضمانت میں داخل ہوگئی، اسلئے حفاظت کے باوجود چوری ہو جانے پر بھی اس کے اوپر پوری رقم مدرسہ کو ادا کرنا لازم ہوگا، اور مدرسہ والوں کو معاف کرنے کا حق نہیں۔

والوضع فی حرز غیرہ من غیر استئجار له إيداع حتی یضمن بہ.

(البحر الرائق، کتاب الودیعة، زکریا ۷/۶۶، کوئٹہ ۷/۲۷، تبیین الحقائق، مکتبہ

امدادیہ ملتان ۵/۷۷، زکریا دیوبند ۶/۲۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۰۲۳/۱۰۲۲ھ

۲۲ شوال ۱۴۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۸۸/۳۹)

چندہ کرتے وقت زکوٰۃ کی رقم چوری ہو جانے کا حکم

سوال: [۲۵۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

رمضان المبارک میں زکوٰۃ کی وصولیابی کے دوران کسی مدرس سے زکوٰۃ کی رقم چوری ہو جائے تو اس صورت میں صاحب نصاب کی زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟ اور پھر دونوں شکلوں میں چوری شدہ رقم کس کے ذمہ ہوگی آیا مدرس یا مدرسہ؟

المستفتی: امام و خطیب، مغلوں والی مسجد، کنڈرکی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدرسہ کے مہتمم اور ان کی طرف سے زکوٰۃ

وصول کرنے والے خواہ وہ سفیر ہوں، یا استاد، مدرسہ کے نادار طلبہ کے بھی وکیل ہوتے ہیں، اور زکوٰۃ دہندگان کے بھی وکیل ہوتے ہیں، لہذا یہ سفراء یا استاد جو زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور ہیں، جب زکوٰۃ دہندگان انکے ہاتھ میں زکوٰۃ کا پیسہ سوئپ دیں گے تو طلبہ کے وکیل ہونے کی وجہ سے ان کی زکوٰۃ اسی وقت ادا ہو جاتی ہے، اسکے بعد زکوٰۃ وصول کنندہ کی ذمہ داری ہے کہ اہتمام کے ساتھ اس کی حفاظت کرتے ہوئے مدرسہ کے دفتر میں جمع کر دے، اور چوری ہو جانے کی دو شکلوں میں ایک شکل یہ ہے کہ راستہ میں

حفاظت کے باوجود چوری ہو جائے اور آج کل کے زمانہ میں ایسا نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ پورے ملک میں یہ انتظام ہے کہ فوری طور پر پیسہ بینک میں جمع کریں تو جمع کردہ رقم فوری طور پر مدرسہ کے کھاتے میں منتقل ہو جاتی ہے، اس لئے اگر بینک میں جمع کئے بغیر اپنی جیب میں رکھے ہوئے ہیں، اور کئی دن اسی طرح گزار دئے ہیں تو یہ تعدی میں شامل ہو جائیگا، دوسری صورت یہ ہے کہ زکوٰۃ وصول کنندہ پیسہ کو مدرسہ میں جمع کئے بغیر پیسہ کو اپنے گھر یا اور کسی جگہ رکھ دے اور اس میں اتنا وقت گزار جائے، کہ جس سے پیسہ چور کے ہاتھ لگ جائے، تو یہ بھی لاپرواہی اور تعدی میں شامل ہے، ان دونوں صورتوں میں زکوٰۃ وصول کنندہ پر جس کے ہاتھ سے پیسہ ضائع ہو چکا ہے، بطور ضمان مدرسہ کے دفتر میں اپنی طرف سے جمع کرنا لازم ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۵۰/۲، جواہر الفقہ ۳۸۷/۲، محمودیہ ڈائجیسٹ ۵۱۳/۹، ۵۱۴، ۵۱۶، ۵۵۳/۱۶، امداد الفتاویٰ ۳/۳۱۵)

وظاھر ہ اٰنہ یجب حفظ کل شیئی فی حوز مثله . (شامی، کتاب الإیداء،

زکریا دیوبند ۸/۴۶۸، کراچی ۵/۶۷۳)

یلزم حفظ الودیعة فی حوز مثلها ، فوضع مثل النقود
والجوهرات فی أصطبل الدواب أو التبن تقصیر فی الحفظ ، وبهذا
الحال إذا ضاعت الودیعة أو هلکت لزم الضمان . (شرح المجلة ، اتحاد
بکڈپو دیوبند ۱/۴۳۳، رقم المادة : ۷۸۲)

وإنما ضمن للتقصیر فی الحفظ الخ . (شامی ، کراچی ۵/۶۷۳، زکریا ۸/۴۶۹)

للمستودع أن یحفظ الودیعة فی المحل الذی یحفظ فیہ ماله . (شرح

المجلة ، اتحاد بکڈپو دیوبند ۱/۴۳۲، رقم : ۷۸۱)

الودیعة یحفظها المستودع بنفسه أو یستحفظها أمينه کمال نفسه
فإذا هلکت فی یده أو عند أمينه بلا تعد ولا تقصیر فلا ضمان علیه ولا علی
أمينه . (شرح المجلة ، اتحاد بکڈپو دیوبند ۴۳۲، رقم : ۷۸۰)

و کذا یضمنها إذا سرقت فی الطریق و کذا إذا وقع حریق ولم ینقل

الودیعة إلى محل آخر مع قدرته على ذلك فاحتقرت فإنه يضمن . (شرح
المجلة ، اتحاد بکڈپو دیوبند ۱/۴۳۷ ، رقم: ۷۸۷)

ولو قال وضعت بين يدي في داري ، ثم قمت و نسيتها، فضاعت
ينظر: إن كانت الوديعة مالا يحفظ في عرصة الدار ولا تعد حرزاً له كصرة
الدراهم والذهب ونحوهما يضمن وإلا فلا . (هنديہ زکریا دیوبند ۴/۳۴۳ ، کتاب
الوديعة الباب الرابع فيما يكون تضييعاً للوديعة وما لا يكون جديد زکریا ۴/۳۵۵ ، هكذا
في الشامية زکریا ۸/۴۶۸ ، کراچی ۵/۶۷۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۵۳۶)

ہاہر جا کر قرآن سنانے والے مدرس کو رمضان کی تنخواہ نہ دینے کا فیصلہ

سوال: [۴۵۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بندہ
ایک مدرسہ کا مدرس ہے اور تدریس کیساتھ امام مسجد بھی ہے، تنخواہ ۱۲۰۰ روپیہ ماہوار ہے،
رمضان المبارک میں بندہ بمبئی جاتا ہے قرآن کریم سنانے کے ساتھ مدرسہ کیلئے چندہ بھی
فراہم کرتا ہے، بمبئی آمد و رفت کا کرایہ خود ہی صرف کرتا ہے، البتہ بمبئی شہر میں سلسلہ فراہمی
جو صرفہ ہوتا ہے، وہ مدرسہ سے وصول کرتا ہے، ارباب مدرسہ چندہ پر خوش ہو کر ایک ہزار
روپیہ بطور انعام دیتے چلے آئے ہیں، اور یہ تقریباً پانچ سال سے دے رہے ہیں، امسال
اہل مدرسہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو لوگ ہاہر جا کر قرآن سنانے ہیں، ان کو اب ایک ماہ
رمضان کی تنخواہ نہیں دی جائے گی تو کیا یہ فیصلہ درست ہے اب جب کہ رمضان میں تعطیل
کلاں ہوتی ہے، تو ہم تعطیل کلاں میں چندہ کی فراہمی کرتے ہیں، تو تنخواہ نہ دینے کا فیصلہ کیسے
درست ہو سکتا ہے؟ صرف اس بنا پر کہ قرآن سنانے ہیں لہذا مدرس کو تنخواہ دینے کے بارے

میں فیصلہ شرعی کیا ہے، مدلل و مفصل جواب مطلوب ہے؟

المستفتی: العارض: محی الدین القاسمی،
مدرسہ مدینۃ العلوم، رام نگر، نئی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ذمہ داران مدرسہ کو یہ حجت ہے کہ کسی مدرس سے تعطیل کلاں میں چندہ نہ کرائیں البتہ چندہ کرائے پر مجبور کرنے کا بھی حق نہیں، ہاں البتہ ڈبل تنخواہ یا آپس کے طے شدہ انعام وغیرہ پر چندہ یا کسی اور کام کیلئے معاملہ کرنا جائز ہے، اور اگر ایسا نہ ہو کہ مدرس سے نہ چندہ کرایا جائے اور نہ ہی دوسرا کام کرایا جائے بلکہ مدرس کو تعطیل کلاں کی رخصت مل جاتی ہے تو مدارس اسلامیہ کا عرف اور رواج یہ ہے کہ مدرس کو تعطیل رمضان کی تنخواہ ملتی ہے چاہے مدرس اس تعطیل میں اپنا ذاتی کوئی بھی کام کرتا ہو۔

الثابت بالعرف كالثابت بالنص . (المبسوط ، دارالکتب العلمیۃ بیروت

۱۹/۴۱، ۳۰/۲۲۰، البناہ اشرفیہ دیوبند ۹/۲۳۸، الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۱۶/۱۶۱) (۲۶۱)
البتہ قرآن سنا کر اجرت لینا بہر حال ناجائز ہے ذمہ داران مدرسہ کو مصلحت کے طور پر اجرت لینے سے روکنے کا حق ہو سکتا ہے، کیوں کہ اس مدرسہ کی بھی بدنامی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۵۰۴)

چندہ کرنے والے مدرس کو تنخواہ سے زائد رقم دینا

سوال: [۲۵۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید

دینی مدرسہ میں ملازمت کرتا ہے، اسی ملازمت کی وجہ سے وہ رمضان المبارک کے اندر مدرسہ کا چندہ کرتا ہے، حالانکہ زید کو رمضان المبارک کے مہینہ کی تنخواہ ملتی ہے، تنخواہ کے ملتے

ہوئے پھر بھی زید چندہ پر کمیشن لیتا ہے، کمیشن آدھا بھی لیا جاتا ہے اور آدھے سے کم بھی لیا جاتا ہے، اگر مدرسہ کی طرف سے کمیشن دیا جائیگا، تو کتنا دیا جاسکتا ہے، اور اس کیلئے کمیشن لینا جائز ہے یا نہیں اگر شریعت نے اس کی مقدار متعین کی ہے تو کتنی ہے؟ تشریف بخش جواب دے کر ممنون فرمائیں، کرم ہوگا؟

المستفتی: محمد عمر، ادہم سنگھ نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو شخص مدرسہ کا باضابطہ ملازم ہے، اور وہ چندہ میں اچھا کارنامہ انجام دیتا ہے، تو اس کو حسن کارکردگی کی وجہ سے شرح فیصد متعین کر کے بطور انعام مقررہ تنخواہ سے زائد دینا شرعاً جائز اور درست ہے، لیکن یہ انعام وصول شدہ چندہ کے نصف سے کم ہی ہونا چاہئے، اور نصف سے کم میں کوئی بھی مقدار حسب صواب دید متعین کی جاسکتی ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر/۲، ۵۵، امداد المفتیین ۲/۲، ۴۵۷/۲، ۴۶۱)

لکن لایزاد علی نصف ما یقبضہ . (شامی، کتاب الزکاة، باب المصروف کراچی ۲/۳۴۱، زکریا ۳/۲۸۶، ومثلہ فی الہندیۃ زکریا ۱/۱۸۸، ہندیہ، جدید زکریا ۱/۲۴۹، البحر الرائق، زکریا دیوبند ۲/۴۲۰، کوئٹہ ۲/۴۱، تبیین الحقائق، مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۹۷، زکریا دیوبند ۲/۱۱۴، مجمع الانہر مصری قدیم ۱/۲۲۰، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۲۶)

اور جو شخص مدرسہ کا باضابطہ ملازم نہ ہو تو پھر اجارہ فاسدہ کی وجہ سے شرح فیصد متعین کر کے صرف انعام کو اجرت قرار دینا جائز نہ ہوگا، کیونکہ اجارہ کے صحیح ہونے کیلئے اجرات کا متعین ہونا شرط ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر/۲، ۵۶)

و شرطها کون الأجرة والمنفعة معلومتین لأن جہالتہما تفضی الی المنازعة . (الدر المختار کتاب الاجارة، زکریا دیوبند ۷/۹، کراچی ۵/۶، الموسوعة الفقہیۃ الکویتیۃ ۳۱/۱۵۸، ہدایہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۳/۹۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۷۸/۳۵)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۹/۶/۱۴۲۱ھ

مدرس کو حسن کارکردگی پر انعام دینا

سوال: [۴۵۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل جن مدارس میں چندہ کیا جاتا ہے، تو ذمہ داران مدرسہ سفراء حضرات کو کچھ فیصد دیتے ہیں، کسی جگہ پر بیس اور کسی جگہ پر دس اور کسی جگہ پر پانچ فیصد دیتے ہیں، اور اسکے علاوہ سفراء کو سفر خرچ اور ماہانہ تنخواہ بھی دیتے ہیں، صورت مسؤلہ کا شرعی حکم کیا ہے، اس طرح فراہمی چندہ پر فیصد لینا اور دینا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو فیہا ورنہ پھر مدارس کے ارباب حل و عقد حاملین شریعت علماء حضرات مدارس سے اس کا خاتمہ کیوں نہیں کرتے اور کچھ مدارس والے اسے فیصد کا نام نہ دیکر انعام کارکردگی کا نام دیتے ہیں، جبکہ یہ دونوں چیزیں ایک ہی اسکے کے دورخ ہیں، جس طرح پاخانے کو حلوہ کہنے سے اس کی حقیقت نہیں بدل جاتی اسی طرح فیصد کو بھی انعام کہنے سے اس کا حکم نہیں بدلتا بہر حال اس کا شرعی حکم بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں؟

المستفتی: خادم العلم والعلماء: ظہیر احمد، خادم:

تدریس جامعہ مدینۃ العلوم مدینہ مسجد، کاردکھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: با تنخواہ ملازمین کو حسن کارکردگی کی بناء پر مدرسہ

کے فنڈ سے فیصد کے حساب سے انعام دینا شرعاً جائز ہے بے تنخواہ لوگوں کو دینا جائز نہیں

ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۵۵) پر اس کی تفصیل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۹/۹/۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۸۸۵/۳۴)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹/۹/۲۱ھ

تنخواہ دار مصلین کو فیصد کے حساب سے رقم دینا

سوال: [۴۵۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک دینی ادارہ میں کچھ مدرسین تدریسی اوقات کے علاوہ اپنی ذاتی جدوجہد سے ادارے کا چندہ وصول کرتے ہیں، ان مدرسین کو مقررہ تدریسی اوقات کا معاوضہ دیا جاتا ہے، نہ کہ چندہ وصول کرنے کا جواب طلب امر یہ ہے کہ ادارہ ان مدرسین کو چندہ کی ہوئی رقم پران کی مختنانہ دینا چاہتا ہے، آیا مختنانہ دینا مناسب ہے یا نہیں اگر دے سکتے ہیں، تو رقم کے تناسب سے کتنی رقم دے سکتے ہیں، واضح رہے کہ وصول کنندگان میں کچھ کا حلقہ بڑا ہے اور اچھے بڑے تعلقات کی وجہ سے زیادہ چندہ کر لیتے ہیں، اور کچھ کا حلقہ محدود ہے جو نسبتاً کم وصول کر پاتے ہیں۔

اگر کل رقم کا فیصد متعین کر کے (مثلاً سات فیصد) اسی میں کم و بیش کر کے بطور انعام دیدیا جائے تو کیا یہ درست ہوگا، یا پھر دور حاضر کے حساب سے کہاں تک دے سکتے ہیں، چندے کے متعلق اگر آپ اپنے ادارے کا ضابطہ بھی تحریر فرمادیں تو ہم ممنون ہوں گے، تاکہ اس کی روشنی میں ہم کچھ فیصلہ کر سکیں؟

المستفتی: عرفان الدین، ناظم: جامعۃ الطیبات سروے

نمبر ۹، طیب آباد، مالنگاؤں، ناسک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حسن کارکردگی کی وجہ سے بطور انعام تنخواہ دار

ملازمین اور مدرسین کو فیصد کے حساب سے کچھ دینا جائز اور درست ہے، اور ہمارے ادارہ میں کیا قانون ہے دفتر اہتمام سے رابطہ قائم کر کے معلومات فراہم کر لیں اس کا تعلق استفتاء سے نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۵۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ رجمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۰/۱۱۵۵)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۲/۶/۱۴۳۳ھ

مدرسین کو چندہ کا معاوضہ دینا

سوال: [۲۵۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض مدارس اسلامیہ میں حضرات مدرسین کو تنخواہ کے علاوہ چندہ کا بھی معاوضہ دیا جاتا ہے، بعض میں سو روپیہ پر دس بیس روپیہ حتیٰ کہ تیس پریسٹنٹ تک دینے کا رواج ہے، جبکہ مکمل سفر خرچ منجانب مدرسہ ہوتا ہے، اس سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تنخواہ دار ملازمین و مدرسین کو ان کے چندے کے سلسلہ میں حسن کارکردگی کی وجہ سے تنخواہ کے علاوہ دس بیس فیصد بطور انعام دینا جائز و درست ہے اس میں اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ چندے کا پیسہ مدرسہ کے دفتر میں جمع ہونے سے پہلے اس پیسے سے انعام نہ لیا جائے، بلکہ سارا کا سارا پیسہ مدرسہ میں جمع ہونا ضروری ہے، اس کے بعد جو کچھ بھی انعام حسن کارکردگی کی وجہ سے دیا جائے وہ مدرسہ کے دفتر سے دینا ضروری ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۵۵، امداد المفتیین کراچی / ۴۵۷، ۴۶۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۹۹۱)

تنخواہ دار ملازم کو حسن کارکردگی کی بناء پر فیصدی انعام

سوال: [۲۵۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اگر کسی مدرسہ میں تدریسی یا تحریری کوئی کام بالکل نہ کرے بلکہ مدرسہ والوں سے اپنا مقدار

متعین سالانہ چندہ کی رقم دینے کی طے کرے اور مدرسہ سے ماہانہ اپنی تنخواہ طے کر لے اور چندہ پر مدرسہ سے کوئی انعام لے یا نہ لے تو یہ معاملہ از روئے شرع کیسا ہے؟ کہ زید گھر بیٹھ کر مدرسہ سے تنخواہ لے لیا کرے، اور سالانہ متعین شدہ رقم چاہے ایک ماہ میں ہو جائے، چاہے ایک سال میں ہو جائے، دیدیا کرے، اور یہ اسلئے کہ آجکل مدارس میں ایسے حالات بن گئے ہیں، ہر آدمی کی کبھی یہ شکایت ہے کبھی وہ شکایت ہے دماغ ہر وقت الجھا ہوا ہے، کس کس کی برداشت کی جائے، دوسرے یہ کہ اپنی ذاتی پریشانیاں الگ ہوتی ہیں، اسلئے اس میں ایک قسم کی سہولت ہو جائیگی؟

المستفتی: عبداللہ، محلہ منہاران، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو شخص مدرسہ کا مستقل ملازم ہے جس کو باقاعدہ مدرسہ سے تنخواہ ملتی ہے، وہ اگر چندہ کرتا ہے، اور وصولیابی میں اچھا کارنامہ انجام دیتا ہے، تو حسن کارکردگی کی وجہ سے حوصلہ افزائی کے واسطے تنخواہ کے علاوہ کچھ فیصد بطور انعام دیا جائے تو اسکی بھی گنجائش ہے، لیکن یہ فیصد وصول کردہ رقم کے نصف سے زیادہ نہ ہو۔

لکن لایزاد علی نصف ما قبضہ کما یاتی . (شامی، کتاب الزکاة، باب

المصرف، زکریا دیوبند ۳/۲۸۶، کراچی ۲/۳۴۱)

لکن قید الحنفیة ذلک بأن لایزاد علی نصف ما یقبضہ . (الفقہ

الإسلامی وأدلته، مکتبہ ہدی انٹرنیشنل دیوبند ۲/۷۸۵)

فذهب الحنفیة وإن جاوزت کفایتہ نصف ما جمع من الزکاة،

فلا یزاد علی النصف، لأن التنصیف عین الإنصاف . (الموسوعة الفقهیة

الکویتیة ۱۵/۹۲، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند/۷۲۰)

نیز سوالنامہ میں ذکر کردہ عمل گرچہ اصول و قواعد کی رو سے شرعاً جائز ہے لیکن

احتیاط کے خلاف ہے۔

لا تصح (أي الإجارة) حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة .

(هدایہ کتاب الاجارۃ، اشرفیہ دیوبند ۳/۲۹۳)

وتحتہ فی الشامیۃ : وشرطها كون الاجرة والمنفعة معلومتین .

(شامی، زکریا دیوبند ۷/۹، کراچی ۵/۶)

وشرطها ماتقدم من كون الأجرة والمنفعة معلومتین . (مجمع الأنهر

قدیم، ۲/۳۶۹، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۵۱۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

۱۴۲۱/۲/۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۶۰۵)

حسن کارکردگی کے عوض فیصدی انعام

سوال: [۴۵۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)

مدارس اسلامیہ میں مدرسین حضرات سے چندہ کراتے ہیں خاص کر رمضان المبارک میں زکوٰۃ صدقات عطیات وغیرہ وصول کرتے ہیں، اور یہ چندہ مدرسہ کے خارج اوقات میں بھی کرتے ہیں، اور اوقات مدرسہ میں بھی کرتے ہیں، مدرسہ کی مقررہ تنخواہ کے علاوہ فیصد کے حساب سے کمیشن (یا انعام دیتے ہیں) مثلاً سو روپے پڑس روپیہ دیتے ہیں، یہ کمیشن یا اس طرح سے انعام دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اسی طرح مدرسہ کا ناظم یا مدرسہ کا مہتمم بھی رمضان المبارک میں چندہ کرتا ہے،

اس کا کام مدرسہ کا نظام چلانا اور فراہمی چندہ ہے درس و تدریس اسکے ذمہ نہیں ہے مگر کبھی کبھی کسی مدرس کی عدم موجودگی میں درس گاہ میں بیٹھ جاتا ہے، وہ رمضان المبارک میں زکوٰۃ صدقات عطیات وصول کرتا ہے، وہ بھی فیصد کمیشن لیتا ہے فیصد انعام لیتا ہے، کیا یہ جائز ہے مع الدلائل جواب سے نوازیں، کوئی مثال سلف کی پیش کریں؟

المستفتی: منہاد الدین صدیقی، ۱۷۶۳/۱
اسلامیہ اسکول، منالائی، موانہ، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدرسہ کی مقررہ تنخواہ کے علاوہ حسن کارکردگی کی بنا پر مہتمم، مدرسین و ملازمین سب کیلئے فیصد انعام لینا جائز ہے، بشرطیکہ وصول شدہ تمام رقم اولاً مدرسہ میں جمع کر دیں اور بعد میں ذمہ داران مدرسہ کے ہاتھ سے انعام وصول کریں تاکہ حدیث قفیز سلطان کی مخالفت لازم نہ آئے! (مستفاد: فتاویٰ احیاء العلوم/۱/۳۳۸)

اور جہاں کمیشن کونا جائز کہا جاتا ہے، وہ اس صورت میں ہے کہ جب کوئی تنخواہ متعین نہ ہو اسلئے کہ معاملہ اجارہ میں اجرت کا متعین ہونا شرط ہے، اور یہاں اجرت مجہول ہے۔

وأما شرائطها (إلى قوله) ومنها أن تكون الأجرة معلومة الخ. (فتاویٰ

عالمگیری، کتاب الإجارة، زکریا دیوبند ۴/۱۱، جدید زکریا ۴/۴۴۱)

وشرطها أن تكون الأجرة والمنفعة معلومتين؛ لأن جهالتهما تفضي

إلى المنازعة. (تبيين الحقائق، مکتبہ امدادیہ ملتان ۵/۱۰۵، زکریا دیوبند ۶/۷۷،

البحر الرائق، زکریا دیوبند ۷/۵۰۷، کوئٹہ ۷/۲۹۷)

ورنہ دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ شاہی وغیرہ بڑے اداروں میں بھی تنخواہ دار ملازمین کو

حسن کارکردگی پر فیصدی انعام دیا جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ رذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۳۵/۲۵)

سفرء و ملازمین کو حسن کارکردگی پر فیصدی انعام

سوال: [۳۵۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ

میں ملازمین و سفرء سے کمیشن پر جو کام لیا جاتا ہے، اور پیش نظر آمدنی میں اضافہ رہتا ہے، تو کیا اس صورت میں بطور انعام کچھ رقم فی صد کے اعتبار سے دینا صحیح ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ

میں علماء کرام و مفتیان کرام کا فتویٰ کیا ہے، اور آپ کی رائے کیا ہے، نوازیں ممنون ہوں گا؟ چونکہ فتاویٰ کی کتابیں برائے نام ہی یہاں پر ہیں، اس لئے آپ کو زحمت دے رہا ہوں، باقی سب خیریت ہے، مولوی شبیر احمد اور مولوی جلیل احمد صاحب وغیرہ کو سلام قبول ہو، غلطیوں کو درگزر فرمائیں؟

المستفتی: احقر اشتیاق احمد بہرائچی،
جامعہ رحمانیہ، ٹانڈہ بادل، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر ملازمین و سفراء کی تنخواہ پہلے سے منجانب مدرسہ مقرر ہے، اور حسن کارکردگی کی وجہ سے فی صدی بطور انعام کچھ رقم دیدی جائے تو یہ شرعاً جائز ہے، بشرطیکہ ملازمین و سفراء وصول شدہ رقم کا کل مدرسہ میں جمع کر دیں، پھر مہتمم ذمہ دار کے ہاتھ سے فی صدی انعام وصول کر لیا کریں، ورنہ حدیث فقیر سلطان کی مخالفت لازم آتی ہے، جو درست نہیں ہے، حضرات اکابر و اہل فتویٰ کی رائے جواز پر ہے، اور رقم الحروف بھی جواز ہی پر جواب لکھا کرتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۳۳۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۴۹۸/۲۵)

مدرسین کو رمضان المبارک میں چندہ کرنے پر انعام یا ڈبل تنخواہ دینا

سوال: [۴۵۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک

دینی مدرسہ میں مدرسین سے رمضان میں چندہ وصولیابی کا کام لیا جاتا ہے، جو مدرس رمضان میں چندہ وصول کرتے ہیں، ان کو رمضان کی تنخواہ کے علاوہ کچھ متعین فیصد بطور انعام کے ملتا ہے، اور جو مدرس چندہ وصول نہیں کرتے ہیں، ان کو صرف ان کی رمضان المبارک کی تنخواہ ملتی ہے، تو کیا ان مدرسین کیلئے جو چندہ کرتے ہیں، بطور انعام کے فیصد لینا درست ہے؟

یا چندہ کے کام پر الگ سے تنخواہ متعین کی جائے، اور بطور انعام کے کچھ رقم لی جائے جو ازا اور عدم جواز کی صورت کو مدلل تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد طاہر عفی عنہ، دارالعلوم
رحمانیہ ٹائٹلہ بادی، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اہل مدارس اپنے تنخواہ دار مدرس کو رمضان المبارک میں چندہ کرنے کی وجہ سے جو تنخواہ کے علاوہ بطور انعام کچھ رقم دیتے ہیں، یا چندہ کرنے کی الگ سے تنخواہ مقرر کر کے کچھ رقم دیتے ہیں، یہ دونوں صورتیں شرعاً جائز ہیں، لہذا ان مدرسین کیلئے اس رقم کا لینا بھی جائز ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر/۲۳۱، ایضاح المسائل/۱۲۲)

وشرطها كون الأجرة و المنفعة معلومتين . (الدر المختار ، كتاب

الاجارة ، زكريا ديو بند ۷/۹ ، كراچي ۵/۶ ، الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۵۸/۳۱)

ولا يصح حتى تكون المنافع معلومة و الأجرة معلومة . (هداية ، اشرفيه

ديو بند ۲۹۳/۳)

ومنها أن تكون الأجرة معلومة . (ہندیہ ، زکریا دیو بند ۴/۱۱ ، جدید

زکریا ۴/۱۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۴۴/۲۰)

چندہ کرنے والے مدرسین کو انعام دینا

سوال: [۴۵۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک

مدرسہ جس کی شروعات ایک عامی آدمی اور ایک مولانا نے کی تھی پھر یہ آدمی اخراجات کو دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا، مولانا نے ہی محنت کر کے ادارہ کو چلایا پھر شعبان میں ایک کمیٹی بنائی اس

میں پورے سال کا خرچ و آمد سمجھائی، مگر کچھ رقم مولانا نے اپنے پاس بچا کر رکھی اور کمیٹی کو نہیں بتایا، دریافت طلب بات یہ ہے کہ مولانا نے جب مدرس کا تقرر کیا تو یہ کہا کہ آپ چندہ کریں گے تو آپ کو اجرت زائدہ کے نام سے حوصلہ افزائی کے طور پر کچھ بڑھا کر پیسے دیئے جائیں گے، جب کمیٹی بنی تو اعتراض کیا کہ ایسا نہیں ہوگا، کیونکہ کمیٹی جاہلوں کی ہے، مولانا نے یہ پیسے اسلئے بچا کر رکھے کہ مدرسہ کے بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں جو عوام کے سامنے نہیں رکھے جاسکتے ہیں، تو مولانا ایسی جگہ خرچ کر دیتے ہیں، اسمیں کوئی شک نہیں کہ مولانا نہایت امانت دار اور دیانت دار آدمی ہیں، تو کیا چندہ کرنے والوں کو مولانا اس میں سے بطور انعام پیسے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: حافظ محمد رضوان، جامعہ نور العلوم،
محلہ بخاران، نورپور، پوسٹ: خاص، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدرسہ کی کمیٹی میں علماء اور دیندار افراد شامل ہونے چاہئے، بہر حال جب حساب پیش کیا جائے تو مکمل حساب کرنا چاہئے، اور معاملہ فہم افراد جو کمیٹی میں ہوں ان کے سامنے سب باتیں رکھنی چاہئے، اور چندہ کرنے والے مدرسین کو بطور انعام زائدہ رقم دینا شرعاً جائز ہے۔ (مستفاد: ایضاح الانوار ۲/۵۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱/ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۶۳۸۹)

چندہ وصول کنندہ کو تنخواہ سے زائد رقم دینا

سوال: [۴۵۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی مدرسہ اور مسجد یا ادارہ کے محصل یا چندہ وصول کنندہ کو تنخواہ پر مقرر کرنے کے بعد اسکی مزید وصولیاتی و کارروائی پر کمیشن مقرر کرنا یا بطور انعام کچھ زیادہ دیدینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

اور دونوں کی صورت کیا ہوگی؟

المستفتی: امداد الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کمیشن پر چندہ کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر تنخواہ دار ملازم ہے تو اس کی حسن کارکردگی کی وجہ سے تنخواہ کے علاوہ فیصدی کمیشن بطور انعام دینا جائز ہے، لیکن زکوٰۃ کی رقم سے دینا جائز نہیں ہے، بلکہ ساری رقم مدرسہ میں آ کر جمع کر دے اسکے بعد آ کر الگ سے مدرسہ کے فنڈ سے تنخواہ اور انعام حاصل کر سکتا ہے، اس طرح سے یہ فیصدی کمیشن جو بطور انعام دیا جاتا ہے، قفیز طمان کے تحت داخل نہ ہوگا، بلکہ بلاقباحت شرعاً درست رہے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ نظامیہ اندرونیہ/۱/۳۸۰)

اور اگر تنخواہ دار ملازم نہیں ہے تو کمیشن پر چندہ اجارہ فاسدہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۲۲)

وفی الدر المختار: فكل ما أفسد البيع مما مر يفسد ها كجهالة مأجور أو أجره أو مدة أو عمل . (الدر المختار مع الشامی، کراچی ۶/۶، ۷، زکریا ۶۳/۹)

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳/رجب ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۰/۶۲۹۶)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۴/۷/۱۴۲۰ھ

مدرس سفیر کوڈ بل تنخواہ دینا

سوال: [۶۷۷/۲۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ بہت سے مدراس میں چندہ کرنے والے کو صرف ڈبل تنخواہ دیتے ہیں، جو اسکی مقرر رہے اس صورت میں کیا جواز ہے۔

المستفتی: محمد عارف انصاری،

پوربی تکیہ، گڈھی، نہٹور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تعطیل کلاں کے موقع پر جس میں شعبان کا کچھ حصہ اور پورا رمضان داخل ہوتا ہے اس موقع پر مدرس و ملازمین سے کام لیا جائے تو ڈبل تنخواہ دی جاتی ہے، لہذا اس زمانے میں مدرس و ملازم چندہ کیلئے جائیں تو ان کو ڈبل تنخواہ دینا بلاشبہ جائز ہے اور مدارس اسلامیہ کے اصول و قوانین اس حدیث شریف کے ذریعہ ثابت ہیں۔

الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحاً حراماً حلالاً أو أحل حراماً
والمسلمون علیٰ شروطہم إلا شرطاً حراماً حلالاً أو أحل حراماً . (ترمذی
شریف، الأحکام، باب ما ذکر عن رسول اللہ ﷺ فی الصلح بین الناس، النسخة
الہندیة ۱/۲۵۱، دار السلام رقم / ۱۳۵۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴/۱۱/۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۸۳۱/۲۰)

کمیشن پر چندہ کرنے سے متعلق چند سوالات

سوال: [۲۵۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ:

(۱) مدرسہ ہذا میں رمضان المبارک کی مالی فراہمی پر پورے ماہ کی دوگنی تنخواہ دی جاتی

ہے، بشرطیکہ کم از کم ۲۰ یوم کی کارکردگی ہو۔

(۲) ۲۰ یوم سے کم کارکردگی کی صورت میں پورے ماہ کی دوگنی تنخواہ کے بجائے ایام

کارکردگی کی دوگنی تنخواہ دی جاتی ہے، مقدار وصول کچھ طے نہیں ہے؟

(۳) تجربہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ الف: بعض حضرات کی فراہمی اتنے ہی

دنوں میں لاکھ تک کے قریب ہوتی ہے، اور بعض کی دس بیس ہزار وغیرہ۔ ب: بعض

حضرات کی وصولی اتنی قلیل ہوتی ہے، کہ ان کو دوگنی تنخواہ دینے کے بعد مدرسہ کو کچھ بچت

نہیں ہوتی ہے، بلکہ بعض مرتبہ مدرسہ کے خزانہ میں سے بھی تکمیل کرنی پڑتی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایام کارکردگی اور مقدار اصولی دونوں کی تعیین کی شرط کے ساتھ تنخواہ کے علاوہ دوسری تنخواہ و معاوضہ کو مشروط کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض مرکزی مدارس کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہاں سالانہ رقم سفراء کو طے کر دی جاتی ہے، مثلاً ایک لاکھ اس سے زائد وصولی پر ۲ فیصد، ۵ فیصد وغیرہ بھی دیا جاتا ہے، کیا یہ کمیشن کی صورت ہے یا نہیں؟ نہیں ہے تو ۴۰ چالیس فیصد کمیشن کی شرط پر چندہ کرنے اور زائد وصولی پر دو چار فیصد ادا کرنے میں کیا فرق ہے، اور اس شکل کے جواز کی علت کیا ہے؟ اور کیا اس کو انعام کا نام دینے سے جواز کی حد میں داخل ہو جاتا ہے؟

ج: بعض مدارس میں ایسا بھی ہوتا ہے، کہ دو گنی تنخواہ کے علاوہ یہ بھی ترغیباً کرتے ہیں، کہ بیس ہزار کی وصولی پر سائیکل مثلاً اس کا کیا حکم ہے؟

د: یہ بھی تجربہ کی بات ہے کہ کمیشن پر وصولی کرنیوالے سفراء بڑی محنت و تندہی سے کام کرتے ہیں، جبکہ بعض با تنخواہ سفراء و مصلحین پوری جدوجہد نہیں کرتے ہیں، بلکہ خانہ پری کر لیتے ہیں، جس سے ان کو دوہری تنخواہ مل جائے، کیا ناظم کسی کی اچھی کارکردگی پر امتیازی انعام بلا طے کئے ہوئے یا طے کر کے دے سکتا ہے، مختلف شہروں کے اعتبار سے مختلف معاوضہ طے کر سکتا ہے یا نہیں؟

اچھی کارکردگی والے کی حوصلہ افزائی اور دوسروں کی ترغیب کیلئے دو گنی تنخواہ کے علاوہ بھی رقم کسی طرح دی جاسکتی ہے، اگر یہ طے کر دیا جائے کہ دس ہزار سے لیکر پچاس ہزار تک اور دس سے کم پر دو گنی اور پچاس سے کچھ تر ہزار تک ڈھائی گنی اور ایک لاکھ یا اس زائد پر تین گنی تو کیا ایسا کیا جاسکتا ہے؟ دو گنی تنخواہ کیلئے یہ شرط لگا دی جائے کہ کم از کم دس ہزار کی وصولی پر ہی دو گنی تنخواہ دی جائیگی، ورنہ نہیں؟ اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبدالمنان، ناظم: مدرسہ امدادیہ اشرفیہ،

طیب نگر، راجوٹی، سینٹامڑھی۔ (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مدارس اسلامیہ کے قوانین و ضوابط کا دار و مدار

حدیث پاک پر ہے۔

أن رسول الله ﷺ قال الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحا حرم حلالاً وأحل حراماً والمسلمون على شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً وأحل حراماً . (ترمذی شریف، الأحكام، باب ما ذكر عن رسول الله ﷺ في الصلح بين الناس، النسخة الهندية ۱/۲۵۱، دار السلام رقم: ۱۳۵۲، ومعناه في المستدرک، کتاب الأحكام قديم ۴/۱۰۱، مکتبہ نزار مصطفى الباز ۷/۲۵۲۳، رقم: ۷۰۵۹)

اس حدیث کے پیش نظر جو قوانین و ضوابط مدرسہ کے اہل حل و عقد طے کریں گے، اسی کے مطابق عمل کرنا لازم ہے، لیکن کوئی شرط اصول شرعی کی خلاف نہ ہو، لہذا سوال نمبر (۱) میں بیس دن کی کارکردگی میں پورے مہینہ کی دوگنی تنخواہ کا قانون بنانا اصول شرع کے خلاف ہے، اسلئے کہ عدم کارکردگی کی دوگنی تنخواہ حلال نہیں اور بیس دن کی کارکردگی میں بیس دن کی دوگنی تنخواہ اور ایک مہینہ کی کارکردگی میں ایک مہینہ کی پوری تنخواہ یہ اصول شریعت کی مطابق ہے، لہذا سوال نمبر (۲) میں جس ضابطہ کو ذکر کیا گیا ہے، وہ ضابطہ اصول شریعت کے مطابق ہے کہ ایام کارکردگی کی دوگنی تنخواہ دی جائے۔

پورے مہینہ کی دوگنی تنخواہ درست نہ ہوگی۔

سوال نمبر (۳) میں یہ جو بات کہی گئی ہے کہ بعض حضرات کی فراہمی اتنے ہی دنوں میں لاکھ تک پہنچ جاتی ہے، اور بعض کی فراہمی دس ہزار تک نہیں پہنچتی تو اس پیچیدگی کے حل کیلئے بڑے مدارس میں یہ قانون بنایا ہے کہ مثلاً پچاس ہزار سے کم کی صورت میں دوگنی تنخواہ اور پچاس ہزار سے زیادہ میں دس فیصد انعام بھی دیا جائے گا، یہ سلسلہ پچھتر ہزار تک رہتا ہے، اور پھر پچھتر ہزار سے زیادہ ہو تو پندرہ فیصد انعام دیا جائیگا، اس پیچیدگی

کا حل اس طریقہ سے کیا جاسکتا ہے، اور بعض مرکزی ادارہ کے حوالہ سے جو بات لکھی گئی ہے، یہ کمیشن کی صورت نہیں ہے بلکہ تنخواہ دار ملازم کے حسن کارکردگی پر فیصدی انعام ہے، اور فیصدی انعام کی شکل اتنی زیادہ نہ ہونی چاہئے، کہ اہل مدارس اور علماء میں اس کو برا سمجھا جاتا ہو، لہذا پندرہ بیس فیصد سے اوپر انعام مقرر نہیں کرنا چاہئے، اسلئے چالیس فیصد کمیشن کی بات کو انعام قرار دینا مدارس اور علماء کا ماحول قبول نہیں کرتا ہے، اسلئے کہ یہ انعام کہاں رہ جاتا ہے، یہ تو وصولیائی کی اصل بن جاتا ہے، اسلئے پندرہ بیس فیصد سے زائد انعام مقرر نہیں کرنا چاہئے، اور سوال نمبر ۷: میں یہ جو لکھا گیا ہے، کہ دو گنی تنخواہ کے ساتھ بیس ہزار کی وصولی میں سائیکل انعام میں دی جائیگی، یہ ضابطہ بھی درست ہے۔

اور سوال نمبر ۸: میں یہ جو لکھا گیا ہے کہ کمیشن پر چندہ کرنے والے جدوجہد زیادہ کرتے ہیں، یہ بات بجا ہے لیکن تنخواہ مقرر کئے بغیر صرف کمیشن طے کرنا اصول شرع کے خلاف ہے، اس لئے کہ یہ اجارہ فاسدہ ہے، جو کہ جائز نہیں ہے البتہ تنخواہ دار ملازم کیلئے فیصدی انعام مقرر کیا جائے تو جائز ہے، مگر تنخواہ اور انعام دونوں ملا کرو وصول شدہ چندہ کے نصف سے کم ہونا لازم ہے نصف سے زائد جائز نہیں! اور اس سے جدوجہد اور تندہی سے کام کرنے کا مقصد بھی حاصل ہو جاتا ہے، نیز یہ جو پوچھا گیا ہے کہ فیصدی انعام متعین نہیں ہے، لیکن حسن کارکردگی میں ناظم صاحب کسی کو امتیازی انعام دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر مدرسہ میں ایسا کوئی ضابطہ نہیں بنا ہے تو نہیں دے سکتا اور اگر ضابطہ بنا ہے تو دے سکتا ہے، نیز اگر ضابطہ بنا ہوا نہیں ہے اور دینا چاہتا ہے، تو فوری طور پر مجلس شوریٰ عاملہ کی میٹنگ میں یہ بات پاس کر لینے کے بعد دیا جاسکتا ہے، اور سوال میں یہ جو پوچھا گیا ہے، کہ مختلف شہروں کے اعتبار سے مختلف معاضدہ مقرر کیا جائے یہ بھی اس شرط کے ساتھ گنجائش ہے، جبکہ مدرسہ میں اس طرح کا ضابطہ بنا ہوا ہو کہ جس علاقہ میں فراہمی زیادہ ہوتی ہو، وہاں کے لئے زیادہ اور جہاں فراہمی کم ہوتی ہے وہاں کیلئے کم اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ دس ہزار سے لیکر پچاس ہزار سے کم پر دو گنی اور پچاس ہزار سے پچھتر ہزار تک ڈھائی گنی اس طرح تنخواہ مجہول

ہو جاتی ہے، بلکہ دو گنی تنخواہ کے علاوہ حسن کارکردگی پر پانچ فیصد یا دس فیصد انعام طے کرنے کی گنجائش ہے، اور آخر میں یہ جو لکھا گیا ہے، کہ دس ہزار سے کم پر ایک ہی تنخواہ ملے گی اور دس ہزار سے زیادہ پر دو گنی تنخواہ ملے گی یہ بات درست نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں اجرت مجہول ہے، بلکہ یوں درست ہے، دس ہزار تک وصول کریں گے تو ایک ہی تنخواہ ملے گی، اس سے زیادہ کی صورت میں پانچ فیصد یا دس فیصد انعام مل سکتا ہے، یہ سارے احکام اسی حدیث شریف سے ثابت ہوتے ہیں، جو ہم نے ترمذی شریف کے حوالے سے نقل کر دی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۱۸ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۶۴۵-۷)

کمیشن پر چندہ

سوال: [۲۵۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض مدارس میں متعین شرح فیصد کمیشن دیا جاتا ہے، اس صورت میں خرچ کے تناسب کے مقابلہ میں آمد کا تناسب بہتر رہتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا ایسا کرنا جائز ہوگا؟ اور اسے العالمین علیہا کے تحت داخل مانا جائیگا؟ اگر کمیشن کی صورت کو جائز قرار دیا جائے تو کیا شرح فیصد کے تعین کی کوئی خاص حد شرعاً ضروری ہے؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی،
فقہ اسلامی، پٹہ (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر با تنخواہ ملازمین کو حسن کارکردگی کی بناء پر کچھ شرح فیصد متعین کر کے بطور انعام طے شدہ تنخواہ سے زائد دینا شرعاً جائز اور درست ہے، لیکن یہ انعام اور تنخواہ دونوں ملا کر وصول شدہ چندہ کے نصف سے کم ہی ہونا شرط ہے،

اور نصف سے کم میں کوئی بھی مقدار حسب صواب دید متعین کی جاسکتی ہے، اسلئے کہ نصف یا اس سے زائد امیر کی طرف سے مقرر کردہ عالمین کو دینا بھی جائز نہیں ہے، اس کو حضرات فقہاء نے ان الفاظ میں واضح کر دیا ہے۔

لکن لایزاد علی نصف مایقبضه. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف

کراچی ۲/۳۴۱، زکریا دیوبند ۳/۲۸۶)

ترجمہ: لیکن وصول شدہ کے نصف سے زائد ان کو نہ دیا جائے، اور اس کا لحاظ بھی لازم ہوگا، کہ سفراء زکوٰۃ کی رقم وصول کر کے تملیک سے قبل اسمیں سے خرچ نہ کریں بلکہ خرچ کیلئے مدرسہ سے علی الحساب پیشگی رقم لے لیا کریں، اور زکوٰۃ کی وصول شدہ رقم اولاً مکمل مدرسہ میں جمع کر دیں، پھر مدرسہ کے فنڈ سے اپنا حساب صاف کر لیا کریں، ورنہ تملیک فقراء کی شرط فوت ہو جاتی ہے، اور تملیک اداء زکوٰۃ کیلئے شرط ہے۔

وبیشترط أن یکون الصرف تملیکاً. (شامی، کراچی ۲/۳۴۴، زکریا دیوبند ۳/۲۹۱)

ترجمہ: اداء زکوٰۃ کیلئے تملیک فقراء شرط ہے، اور اگر با تنخواہ ملازم نہیں ہے، تو اجارہ فاسدہ ہونے کی وجہ سے شرح فیصد متعین کر کے صرف کمیشن کو اجرت قرار دینا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ صحت اجارہ کیلئے اجرت کا تعین شرط ہے، لہذا کمیشن کا یہ طریقہ جواز کے دائرہ میں نہیں آسکتا ہے۔

علامہ علاء الدین ^{حصکفی} درمختار میں تحریر فرماتے ہیں۔

وشرطها کون الأجرة
والمنفعة معلومتین الخ. (شامی،

اور اجرت دونوں کا متعین ہونا شرط ہے۔

کتاب الاجارة کراچی ۶/۳۴۴،

زکریا دیوبند ۳/۲۹۱)

صاحب ہدایہ ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں۔

لا یصح حتی تكون المنافع ترجمہ: یعنی اجارہ اس وقت تک صحیح معلومہ والأجرۃ معلومہ . (هدایۃ ، نہیں ہو سکتا جب تک منفعت اور اجرۃ متعین جیسوری ۲۷۷/۳، اشرفیہ دیوبند ۲۹۳/۳) نہ ہو۔

لہذا حاصل یہ نکلتا ہے، کہ با تنخواہ ملازم کیلئے بطور انعام کمیشن متعین کرنا جائز ہے اور بے تنخواہ کیلئے جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۵۵/۲۸)

کمیشن لینے کے باوجود منکر کی امامت کا حکم

سوال: [۲۵۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان شریف میں رزوے کی حالت میں چندہ دینے والا شخص معلوم کرتا ہے کہ مولانا آپ کا اس میں کتنا کمیشن ہے یا فیصد کتنا لیتے ہو تو مولانا صاف انکار فرماتے ہیں، کہ اس میں ہمارا کوئی کمیشن نہیں ہے، اور وہ لیتے ہیں، اور مسجد میں امام بھی ہیں، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جواب سے نوازیں؟

المستفتی: محمد عارف انصاری،

پوری تکیہ گڈھی، نہٹور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مدارس کے چندہ کرنے والے سفراء کو حسن کارکردگی کی وجہ سے بطور انعام تنخواہ سے زائد جو پیسہ دیا جاتا ہے وہ بمعینہ اسی چندہ کے پیسہ میں سے نہیں دیا جاتا ہے، جو ملازم چندہ کر کے لاتے ہیں، بلکہ اس کی شکل یہ ہوتی ہے، کہ ملازم جتنا چندہ کر کے لاتا ہے، وہ سب مدرسہ کے دفتر میں جمع ہو جاتا ہے، اور مدرسہ والے اس پیسہ کو حفاظت کیلئے بینک میں جمع کر دیتے ہیں، پھر رمضان کے بعد حساب کتاب

ہوتا ہے، پھر اس کے بعد مدرسہ والے اپنی طرف سے حسن کارکردگی کے اعتبار سے کسی کو زیادہ بطور انعام کچھ اضافی رقم دیتے ہیں، اس حساب سے چندہ کرنے والے مولانا صاحب کا یہ کہنا ہے کہ اسمیں سے ہمارا کوئی کمیشن نہیں ہے، جھوٹ نہیں ہے، چندہ کرنے والے کو جو انعام کے طور پر ملتا ہے، وہ بعینہ اسی پیسے میں سے نہیں ملتا ہے، بلکہ مدرسہ میں وہ پیسہ جمع ہو جانے کے ہفتوں بعد حساب و کتاب کے موقع پر دیا جاتا ہے، جس میں بعینہ اس پیسہ کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، لہذا اگر مذکورہ مولانا صاحب حسن کارکردگی کا انعام لیتے بھی ہوں تو ان کی طرف سے جھوٹ کا ثبوت نہیں ہے، لہذا ان کے اوپر الزام لگا کر کے ان کی امامت کی صحت پر حملہ غیر مناسب بات ہے، اور اگر مذکورہ مولانا صاحب حسن کارکردگی کا انعام نہ لیتے ہوں تو ان کے تقویٰ کی بات ہے ان پر کسی قسم کی انگلی اٹھانے کا کسی کو حق نہیں ہے کیونکہ بہت سے علماء ایسے ہیں، جو چندہ کا پیسہ مدرسہ میں جمع کرنے کے نتیجے میں کوئی پیسہ نہیں لیتے ہیں، نہ انعام کے طور پر لیتے ہیں، اور نہ ہدیہ کے طور پر لیتے ہیں،

فَنظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ . فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ . فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ . (الآیۃ: سورۃ صافات: ۸۸، ۸۹، ۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/۱۱/۱۴۳۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳/ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۸۳۱/۲۰)

کمیشن پر چندہ کی دو صورتیں

سوال: [۱۴۵۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) بعض حضرات جو مدارس میں چندہ کرنے کی ملازمت پر مامور ہیں، اور ان کی ماہوار تنخواہ بھی متعین رہتی ہے، اس کے باوجود وہ لوگ کمیشن طے کر کے چندہ کرتے ہیں، مثلاً سو روپے میں سے دس روپے دیں گے تو ہم اتنی اتنی رقم جمع کریں گے، اس صورت میں چندہ کروانے والے ذمہ داران مدارس کا یہ خیال ہوتا ہے، کہ اس ترکیب سے مدرسہ کو

مالی نفع زیادہ سے زیادہ ہوگا، اور روپیہ زکوٰۃ صدقات وغیرہ کا جمع ہوتا رہے گا اور چندہ کرنے والے اس رقم کو مدرسہ میں داخل کرنے سے پہلے کمیشن نکال کر بقیہ رقم مدرسہ میں دیتے ہیں۔ مدلل جواب سے نوازیں؟

(۲) دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ چندہ کرنیوالوں میں سے کسی نے مثلاً اگر ایک ہزار روپے لے آیا تو مدرسہ والے بطور انعام اس چندہ کنندہ کو ہر ہزار پر سو روپے دیتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ اور دوسری صورت میں کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ تفصیل سے مدلل بحوالہ کتب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد ابرار الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کمیشن پر چندہ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) چندہ کرنے والے تنخواہ دار ملازم نہ ہوں، تو ایسی صورت میں کمیشن پر چندہ اجارہ فاسدہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، کیونکہ اجارہ میں اجرت کا معلوم و متعین ہونا شرط ہے۔

عن ابی سعید الخدری رض أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن استئجار الأجير حتیٰ

یبین له أجرة. الحدیث: (مسند أحمد بن حنبل ۵۹/۳، رقم: ۱۱۵۸۶)

ومنها أن تكون الأجرة معلومة الخ. (عالمگیری، کتاب الإجارة زکریا

دیوبند ۴/۱۱، الباب الأول فی تفسیر الإجارة الخ، جدید زکریا دیوبند ۴/۱۱۴)

(۲) چندہ کرنے والا تنخواہ دار ملازم ہو تو تنخواہ کے علاوہ کمیشن مقرر کرنا شرعاً جائز ہے، اور یہ شرعی طور پر انعام میں شمار ہوتا ہے، لیکن یہ کمیشن زکوٰۃ کے پیسہ سے دینا جائز نہیں ہے، نیز زکوٰۃ کی رقم میں سے کاٹ لینا بھی جائز نہیں ہے، بلکہ اولاً مدرسہ میں زکوٰۃ کا پیسہ جمع کرنا چاہئے پھر مدرسہ اپنے امدادی فنڈ سے ادا کر دے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۲۲)

(۳) اگر پہلے سے طے نہیں کیا ہے، اور تنخواہ دار ملازم ہے تو حسن کارکردگی کی وجہ سے

ہزار میں سو روپیہ دینا جائز ہے اور اگر تنخواہ دار نہیں ہے تو جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹/ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۸۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۱۱/۱۴۱۲ھ

تنخواہ دار ملازم کو فیصدی انعام دینا

سوال: [۲۵۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اس دور میں ارباب مدارس رمضان میں محصلین کو علاوہ اخراجات سفر کے کچھ کمیشن دیتے ہیں ۲۰ فیصد یا ۲۵ فیصد کے حساب سے تو یہ باعتبار شرع لینا اور دینا کیسا ہے؟ دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ کچھ حضرات نصف پر وصول کا کام کرتے ہیں، یعنی نصف مدرسہ کا اور نصف محصل کا اور اسی نصف میں اس کا تمام خرچہ بھی شامل ہوتا ہے، تو یہ رقوم محصلین کیلئے جائز ہوں گی یا نہیں؟ جواب سے نوازیں؟

المستفتی: شبیر احمد قاسمی، بھوجپور، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر محصل تنخواہ دار ملازم ہے تو اسکی حسن کارکردگی پر تنخواہ کے علاوہ اپنے امدادی فنڈ سے فیصدی انعام دینا درست ہے، لیکن حصول کردہ زکوٰۃ کی پوری رقم پہلے جمع کر لینی ہوگی اور اگر محصل تنخواہ دار ملازم نہیں ہے، تو کمیشن پر چندہ اجارہ فاسدہ کی وجہ سے درست نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۳۳، فتاویٰ دارالعلوم/۱/۳۳۴)

عن أبي سعيد الخدري رض أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن استئجار الأجير حتى

يبين له أجره. (المراسيل لأبي داؤد / ۱۰، رقم ۱۸۱)

لا يصح حتى تكون المنافع معلومةً والأجرة معلومةً. (هدايہ، کتاب

الإجارة جیسوری ۳/۳۷۷، اشرفیہ دیوبند ۳/۲۹۳)

وشرطها أن تكون الأجرة والمنفعة معلومتين ، لأن جهالتهمَا

تفضي إلى المنازعة . (البحر الرائق ، زكريا ديوبند ۷/۵۰۷، كوثقہ ۷/۲۹۷)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۲۰۱۳)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۳/۵/۱۴۱۵ھ

زکوٰۃ کے پیسے سے انعام کا لینا

سوال: [۲۵۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دینی مدرسہ میں مستحقین طلبہ کے خورد و نوش کا بھی نظم ہے تو کیا مستقل مدرس رمضان کے مہینہ میں فراہمی چندہ کمیشن پر کر سکتا ہے؟ دوسرے یہ کہ کیا مہتمم وصول کردہ رقم سے اس کو انعام دے سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کمیشن پر چندہ کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ اگر تنخواہ دار ملازم ہے تو اس کی حسن کارکردگی کی وجہ سے تنخواہ کے علاوہ کچھ فیصدی انعام دینا جائز ہے، لیکن زکوٰۃ کے پیسے سے دینا جائز نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ کا پیسہ مدرسہ میں جمع کرنا لازم ہے اور یہ انعام مدرسہ اپنے امدادی فنڈ سے دے سکتا ہے، اور اگر تنخواہ دار ملازم نہیں ہے، تو کمیشن پر چندہ اجارہ فاسدہ اور اجرت کے مجہول ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۷/۲۷۶، ایضاح المسائل/۱۲۲)

عن أبي سعيد الخدري رض أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن إستئجار الأجير حتى يبين له أجره. الحديث: (مسند أحمد بن حنبل ۳/۵۹، رقم: ۱۱۵۸۶)

وتفسد (الإجارة) بجهالة المسمى كله وبعضه. (الدر المختار، كتاب

الإجارة، قبيل مطلب في إجارة البناء كراچی ۶/۴۸، زكريا ديوبند ۹/۶۶)

الإجارة تفسد بجهالة المسمى كله أو بعضه. (الموسوعة الفقهية

الكويتية ۱۵/۲۵۸)

ولو دفع غزلاً لآخر لينسجه له بنصفه أو استاجر بغلًا ليحمل طعامه

بعضه (إلى قوله) فسدت في الكل. (الدر مع الرد، زكريا ديوبند ۹/۷۹، كراچی

۶/۵۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۰ رجب ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۲۹۶)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۰/۸/۲ھ

اجرت پر چندہ کرنا

سوال: [۲۵۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کسی مدرسہ کا ذمہ دار ہے اور وہ رمضان المبارک میں تقریباً ۳۵، ۳۰ ہزار روپے وصول کر کے لاتا ہے، وصولیابی پر جو صحیح خرچ ہوتا ہے، اس کا مکمل حساب مدرسہ میں دیتا ہے، اسمیں کسی طرح کی خیانت نہیں کرتا ہے، لیکن وصول کی ہوئی پوری رقم کو مدرسہ کے ناظم کے پاس جمع کر دیتا ہے، پھر چار ہزار روپے بطور انعام یا کمیشن کے لیتا ہے، اور خرچ کو رجسٹر پر درج کر دیتا ہے، اس میں پریسٹنٹ پر چندہ کرنیکی بات نہیں ہوتی ہے بلکہ کل رقم سے چار ہزار روپیہ لیتا ہے، باقی معلمین کو منتظمین پریسٹنٹ کے حساب سے دیتے ہیں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا عمل شرع کی روشنی میں کیسا ہے؟

المستفتی: محمد احمد، مدرسہ اسلامیہ بشیر،

سکرھٹ، کلاں، بھوجپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مذکورہ میں زید کا رقم لینا جائز ہے، کیونکہ بطور تنخواہ کے ہے، لہذا رقم طے ہونے کی وجہ سے اجارہ صحیح ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۲۲)

لا یصح حتی تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة. (ہدایہ، کتاب

الإجارة جیسوری ۳/۲۷۷، اشرفیہ دیوبند ۳/۲۹۳)

باقی معلمین کو منتظمین کا پریسٹنٹ کے حساب سے دینا درست اور جائز نہیں ہے۔

(مستفاد: ایضاح المسائل/۱۲۲، ہدایہ، ۳/۲۷۷، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۵۲۳، ۱۴/۱۷۷، ۱۰/۲۲۳، ۴/۲۷۷،

۱۰۱/۱۳، جدید ڈبھیل ۱۶/۶۲۹، ۶۳۰، ۶۲۸، ۱۵/۵۶۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۰ھ/۵/۲۳

(الف فتویٰ نمبر: ۶۲۰۴/۳۳)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۰ھ/۶/۱۶

غیر ملازم کا نصف انصافی کمیشن پر چندہ کرنا

سوال: [۴۵۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدارس اسلامیہ جنکے اخراجات عموماً چندہ کے ذریعہ جمع شدہ مختلف مدات کی رقومات سے پورے ہوتے ہیں، فراہمی مالیات کیلئے ایک طریقہ یہ بھی چل رہا ہے، کہ چندہ کرنے والا نہ ملازم ہے ادارہ کا اور نہ ہی ذمہ دار یا رکن، وہ اس طریقہ پر چندہ کرتا ہے کہ مثلاً ایک ماہ میں اس نے کام کیا جب جی چاہا اور جتنا جی چاہا اب موصولہ رقم میں سے زائد راہ مصارف طعام کا خرچ نکال کر باقی ماندہ رقم نصف مدرسہ کو اور نصف اپنے حق اجرت (خدمت) میں رکھتا ہے یا رکھنا چاہتا ہے۔

مذکورہ صورت حال شرعی نقطہ نظر سے کس درجہ میں داخل ہے، جو از یا عدم جواز بصورت عدم جواز آپ کی نظر میں جواز کیلئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے ایسے غیر تنخواہ دار ملازم کیلئے مفصل بیان فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد عبداللہ، ڈرہیال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ طریقہ سے کمیشن پر چندہ جائز نہیں ہے، اور جو آدمی تنخواہ دار ملازم نہیں ہے، اس کے لئے فیصد کے حساب سے چندہ کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اجرت مجہول ہے، نیز ناجائز ہونے کے ساتھ ساتھ نصف انصافی کی بات کرنا انتہائی غلط طریقہ ہے، چندہ دہندگان کو اس کا علم ہو جائے تو ایک پیسہ کا چندہ نہیں دیں گے اس لئے کہ چندہ دہندگان مدرسہ کیلئے چندہ دیتے ہیں، اور وصول کرنے والا اس کا آدھا لے جائے گا، تو مدرسہ کو کیا ملے گا اس میں چندہ دہندگان

کو سخت ترین دھوکہ میں رکھنا لازم آتا ہے، جو قطعی طور پر جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اس کے لئے صحیح طریقہ یہی ہے کہ چندہ وصول کرنے والا باضابطہ تنخواہ دار ملازم ہو اور سارا چندہ لا کر کے مدرسہ کے دفتر میں مکمل طور پر جمع کر دے اس کے بعد دفتر سے اپنا سفر خرچ اور کھانے وغیرہ کا خرچ وصول کر لے اور مدرسہ حسن کارکردگی کی بناء پر پانچ فیصد، دس فیصد کے حساب سے بطور انعام دیدے تو اسکی گنجائش ہے اور ماہانہ متعین تنخواہ الگ سے ملتی رہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر/۲۳۱، ۲۳۲، محمودیہ میرٹھ ۳۲/۲۱۹، امداد المفتیین کراچی /۲۵۷ تا ۲۶۱، فتاویٰ احیاء العلوم/۱/۳۳۴)

عن أبي سعيد الخدري رض أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن استئجار الأجير حتى يبين له أجره. الحديث: (مسند أحمد بن حنبل ۵۹/۳، رقم: ۱۱۵۸۶)

وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين. (شامی، كتاب الاجارة، زكريا ديوبند ۷/۹، کراچی ۵/۶)

لا يصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة. (هدايہ، جيسوري ۲۷۷/۳، اشرفیہ ديوبند ۲۹۳/۳، ومثله في الهندية، زكريا ديوبند ۴۱۱/۴، جديد زكريا ديوبند ۴۴۱/۴، مجمع الأنهر مصري قديم ۳۶۹/۲، دارالکتب العلمیة بيروت ۵۱۲/۳، زيلعي امداد يہ ملتان ۱۰۵/۵، زكريا ديوبند ۷۷/۶، البحر الرائق، زكريا ديوبند ۵۰۷/۷،

کوئٹہ ۲۹۷/۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۰۳/۴۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵ھ/۱۲۱

پرسینٹ پر چندہ کرنا

سوال: [۴۵۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چندہ

کرنے والے پریسٹ لیتے ہیں، یا مدرسہ والے دیتے ہیں، یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے؟
جواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتی: محمد اعلم، مدرسہ تعلیم القرآن، کندرکی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پریسٹ پر چندہ کرنے والے دو قسم پر ہیں۔

(۱) جو مدرسہ کے باضابطہ تنخواہ دار ملازم نہیں ہیں، تو ایسے شخص کا پریسٹ پر چندہ کرنا یا مدرسہ والوں کا پریسٹ پر چندہ کرنا ناجائز نہیں ہے، اسلئے کہ یہ اجارہ فاسدہ ہے جس کی اجرت متعین نہیں ہوتی ہے، اور اجارہ میں اجرت کا متعین ہونا شرط ہے۔

وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين ، لأن جهاتهما تفضى إلىٰ

المنازعة. (شامی، کتاب الاجارہ کراچی ۵/۶، زکریا ۷/۹)

(۲) مدرسہ کے باضابطہ تنخواہ دار ملازم ہو اس کو حسن کارکردگی کی بنا پر پانچ یا دس پریسٹ کے حساب سے انعام دیا جائے یہ شرعاً جائز اور درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲ھ/۲۶/۱۲

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۰۱۲/۳۶)

غیر تنخواہ دار ملازم کا کمیشن پر چندہ کرنا

سوال: [۴۵۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک

شخص مدرسہ میں باقاعدہ تنخواہ دار ملازم نہیں ہے، صرف کمیشن پر مدرسہ کا چندہ کرتا ہے، لیکن سفر خرچ کھانا خرچ اور کمیشن وغیرہ سب پہلے طے کر لیتا ہے، تو کیا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ پھر ایسے شخص کی امامت درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: اشہد، جامع مسجد ملنگا چک،

پٹنہ، بھاگلپور، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو شخص باقاعدہ تنخواہ دار ملازم نہیں ہے، اس کا کمیشن پر چندہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اسمیں اجرت متعین نہیں ہوتی ہے، اور اجارہ میں اجرت کا متعین ہونا لازم ہوتا ہے، اس لئے یہ اجارہ فاسدہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين الخ. (شامی، کتاب الاجارۃ،

زکریا دیوبند ۷/۹، کراچی ۵/۶)

اور سوال میں یہ بھی پوچھا گیا ہے کہ ایسے شخص کی امامت درست ہے یا نہیں؟ اس پر سوال یہ ہے کہ سائل نے ساتھ میں یہ کیوں نہیں پوچھا کہ مدرسہ کے جو ذمہ داران کمیشن پر چندہ کرواتے ہیں، ان کی امامت بھی درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ معاملہ فاسدہ اختیار کرنے میں دونوں طرف کے لوگ برابر کے شریک ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۱/۱۲/۱۴۳۳ھ

۱۱/۱۲/۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۸۳۳/۴۰)

رسید کاٹنے والا انعام کا مستحق ہے

سوال: [۴۵۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ کے ایک استاذ ایک مقام پر سالانہ چندہ کیلئے جاتے ہیں، اس مقام کے ایک صاحب مدرسہ کا معائنہ کرنے کیلئے مدرسہ میں حاضر ہوئے اور مدرسہ کے مہتمم صاحب سے رشتہ داری بھی ہے ان کے کہنے سننے کا بھی اثر تھا، اور استاذ صاحب نے بھی مدرسہ کا مکمل تعارف کرایا تو انہوں نے رمضان میں مدرسہ کو موٹی رقم دینے کا وعدہ فرمایا، چنانچہ وہ استاذ جو سالانہ اس مقام پر چندہ کیلئے جاتے ہیں، وہ ان سے ملے، اور انہوں نے وہ رقم ان کو دیدی اور استاذ صاحب نے رسید بنا کر ان کے حوالے کر دی اب اس رقم پر انعام و اکرام کا استاذ مستحق ہے یا نہیں؟ تفصیلی جواب مرحمت فرما دیا جائے، نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبدالرحمن، ٹانڈہ، رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس مدرس یا ملازم نے رسید کاٹی ہے اسی کی کارکردگی شمار ہوگی مہتمم یا ذمہ دار کے تعلقات کی وجہ سے اس کی کارکردگی اور اس کا حلقہ متاثر نہیں ہوگا اور یہی بڑے بڑے مدارس میں عرف اور ضابطہ ہے۔

الثابت بالعرف كالثابت بالنص . (رسم المفتی ، دارالکتاب دیوبند / ۱۷۶)

عن ابن عوف المزني عن أبيه عن جده أن رسول الله ﷺ قال الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحاً حرم حلالاً أو أحل حراماً ، والمسلمون على شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً أو أحل حراماً . (ترمذی ، الأحكام ، باب ما ذكر عن رسول الله ﷺ في الصلح بين الناس ، النسخة الهندية ۱/ ۲۵۱ ، دارالسلام رقم: ۱۳۵۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱۷

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۳۹۳)

پچاس فیصد کمیشن پر چندہ کرانے کا حکم

سوال: [۴۵۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض

مدارس اسلامیہ پچیس یا پچاس فیصد کمیشن پر چندہ کراتے ہیں، اس کا جواز کہاں تک ہے؟

المستفتی: مولوی ظہیر احمد، مدرسہ

انوار العلوم جویا، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پچاس فیصد یا اس سے زائد شرح فیصد کمیشن پر چندہ کا معاملہ طے کرنا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے، اسی طرح جو تنخواہ دار ملازم نہیں ہے، اس کو بھی

فیصد کمیشن پر چندہ کے لئے مقرر کرنا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ تنخواہ دار ملازم کو حسن کارکردگی کی وجہ سے فیصد متعین کر کے انعام دینا جائز ہے بشرطیکہ اس کی تنخواہ اور انعام دونوں ملا کر پچاس فیصد سے کم ہو۔ (مستفاد: ایضاح النواذر ۲/۵۶، ایضاح المسائل/۱۲۲، فتاویٰ محمودیہ/۵۲۳)

لا یصح حتی تکون المنافع معلومة . (ہدایہ ۳/۲۷۷، اشرفی

دیوبند ۳/۲۹۳)

و شرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين . (الدر مع الرد، کتاب الاجارة

کراچی ۵/۶، زکریا دیوبند ۷/۹)

فلا یزاد علی النصف . (ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف

زکریا ۱/۱۸۸، جدید زکریا دیوبند ۱/۴۹۲، ومثله فی الفقه الإسلامی وأدلته ہدیٰ

انٹرنیشنل دیوبند ۲/۷۸۵، الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۵/۹۲، حاشیة الطحطاوی علی

مراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند/۷۲۰)

لکن لا یزاد علی نصف ما یقبضه . (شامی، کراچی ۲/۳۴۱، زکریا

دیوبند ۳/۲۸۶)

إلا إذا استغرقت کفایتہ الزکاة فلا یزاد علی النصف ؛ لأن التخصیف

عین الإنصاف . (البحر الرائق، کوئٹہ ۲/۲۴۱، زکریا ۲/۴۲۰، تبیین الحقائق، مکتبہ

امدادیہ ملتان ۱/۲۹۷، زکریا ۲/۱۱۴، مجمع الأنهر مصری قدیم ۱/۲۲۰، دارالکتب

العلمیة بیروت ۱/۳۲۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۷/۶/۱۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۷/۶/۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۴۹۰۱)

کمیشن یا انعام پر چندہ کرانے کا حکم

سوال: [۴۵۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

سفر سے کمیشن پر چندہ کرانا کیسا ہے؟ اس کے عدم جواز کی صورت میں چندہ کرنے

والوں کی محنت کو ملحوظ رکھ کر انعام دینا جائز ہوگا یا نہیں؟ دونوں شکلوں کی وضاحت فرما کر مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کرم ہوگا؟

المستفتی: مسعود احمد، معلم دارالعلوم، دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو لوگ مدارس کے بااختیار ملازم نہیں ہیں، ان کا محض کمیشن پر چندہ کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ معاملہ اجارہ ہے اور اجارہ میں اجرت کا متعین ہونا لازم ہوتا ہے، ہاں البتہ جو لوگ مدارس میں بااختیار ملازم ہیں، ان کو حسن کارکردگی کی بنا پر بطور انعام فیصد کے حساب سے دینا جائز ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر حصہ دوم ۵۵/۲، احسن الفتاویٰ ۷/۲۷۶)

عن أبي سعيد الخدري ^{رض} قال: نهى عن عسيب الفحل، زاد عبید اللہ وعن قفیز الطحان. (دار قطنی، کتاب السیوع دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۴۲، رقم: ۲۹۶۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، دار الفکر ۸/۲۵۰، رقم: ۱۱۰۰۸)

قال فی التنویر و شرحہ ولو دفع غزلاً لیسجدہ بنصفہ أى الغزل، أو استأجره بغلاً لیحمل طعامه ببعضه إلى قوله. (فسدت فی الكل لأنه استأجره بجزء من عمله والأصل فی ذلك نهية صلی اللہ علیہ وسلم: عن قفیز الطحان. (شامی، کتاب الاجارة، زکریا ۹/۷۹، کراچی ۶/۵۷)

و شرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين (شامی، کراچی کتاب الإجارة ۶/۵، زکریا ۹/۷، ہدایہ جیسوری ۳/۲۷۷، اشرفیہ دیوبند ۳/۲۹۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۳/۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۳۱ھ
۸/ربیع الاول
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۴۴۲)

سال میں پچاس ہزار روپے کے وصولیابی کی شرط پر سفیر کی تنخواہ مقرر کرنا

سوال: [۲۵۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مدرسہ والوں نے ایک سفیر ملازم رکھا اس کا کوئی کمیشن نصف یا ثلث یا ربع تو متعین نہیں کیا مگر یہ کہا کہ آپ کی تنخواہ شہریہ ۳۵۰۰ روپیہ ہوگی مگر رمضان میں آپ کو پچیس ہزار اور پچیس ہزار بقیہ سال میں گویا کہ پورے سال میں مدرسہ کو پچاس ہزار روپیہ موصول ہونا چاہئے، اگر رمضان میں رقم مذکورہ سے کم رہی تو بقیہ سال میں اسکو پورا کر دے تو اس طرح تنخواہ پر سفیر کو رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: اکبر علی، امام علی مسجد، شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدرسہ میں چندہ کیلئے ایک سال میں پچاس ہزار روپیہ کی وصولیابی کی شرط پر سفیر کی تنخواہ مقرر کرنا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر اس طرح کی شرط لگائی جائے کہ اگر پچاس ہزار روپیہ سے زیادہ لائے گا، تو اس پر حسن کارکردگی کا انعام دیا جائے گا، اور اگر کم لائے گا تو مقررہ تنخواہ دی جائیگی تو اس صورت میں گنجائش ہے۔

تفسد الإجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ما أفسد البيع يفسد ما كجهالة مأجور أو أجرة . (شامی، كتاب الإجارة، كراچی

۶/۶، زکریا دیوبند ۶/۶۴)

ولا يصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة لما روينا لأن الجهالة في المعقود عليه وفي بدله تفضي إلى المنازعة كجهالة الثمن والمثمن في البيع . (هدايہ آخرین، جیسوری ۳/۲۷۷، اشرفیہ دیوبند ۳/۲۹۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 یکم محرم الحرام ۱۴۲۳ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۹۷)

آدھا آدھا چندہ تقسیم کرنے کی شرط پر چندہ کرانا

سوال: [۴۵۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ کے تنخواہ دار استاذ یا ملازم یا کسی اجنبی شخص کو اس شرط پر چندہ کیلئے بھیجنا کہ ہم مدرسہ کی طرف سے سفر خرچ دیں گے، (یعنی صرفہ کرایہ) دیں گے اور پھر اسکے بعد جو روپیہ تم چندہ کرو گے وہ آدھا مدرسہ کا اور آدھا تمہارا ہوگا، کیا یہ صورت جائز ہے؟

المستفتی: عبدالقادر، مدرسہ قاسمیہ
 پانچ پچھلہ رام گنج، مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آدھا آدھا چندہ تقسیم کرنے کی شرط پر تنخواہ دار کو یا کسی بھی اجنبی شخص کو چندہ کیلئے بھیجنا جائز نہیں ہے، نیز اجنبی شخص کو کسی بھی طرح کمیشن پر چندہ کیلئے بھیجنا جائز نہیں ہے، البتہ مدرسہ کے تنخواہ دار استاذ یا ملازم کو اس شرط کے ساتھ چندہ کیلئے روانہ کرنا جائز ہے، کہ حسن کارکردگی کی صورت میں طے شدہ تنخواہ کے علاوہ دس فیصد، پندرہ فیصد یا زیادہ سے زیادہ بیس فیصد انعام دیا جائے گا، اور اس سے زیادہ انعام صرف منہ بولا انعام ہے، حقیقت میں وہ انعام نہیں ہے تو اس حدود کے دائرے میں رہ کر تنخواہ دار افراد کو چندہ کیلئے روانہ کرنا جائز ہے یاد رکھیں کہ تنخواہ دار اور انعام دونوں ملا کر نصف کے اندر اندر ہونا لازم ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر/۵۵)

تفسد الإجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد كجهالة
 مأجور أو أجرة أو مودة أو عمل . (الدرمع الرد، کتاب الإجارة، زکریا
 دیوبند ۶/۶۴، کراچی ۶/۶۷)

لا تصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة . (هدایہ، جیسوری

۲۷۷/۲، اشرفیہ دیوبند ۲۹۳/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۶۰)

چندہ کرنے والوں کو کمیشن دینا

سوال: [۴۵۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ یا مسجد کا چندہ کرنے والے نے کمیشن طے کیا جسمیں دو قسم کے لوگ تھے، ایک وہ جو مدرسہ کے مدرس تھے، دوسرے محلہ کے عام آدمی تھے، دونوں کیلئے کمیٹی نے چالیس فیصد کمیشن طے کیا تو کیا چندہ کرنے والوں کیلئے اس طرح کمیشن دینا جائز ہے؟ اور کمیشن کتنے فیصد تک جائز ہو سکتا ہے؟

المستفتی: نصیر الدین، نور پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کیلئے کمیشن پر چندہ کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے، اور مدرسہ کیلئے ایسے آدمی کا کمیشن طے کر کے چندہ کرنا جائز نہیں ہے، جو مدرسہ کا پہلے سے ملازم نہیں ہے، کیونکہ یہ اجارہ فاسدہ ہے جس کی اجرت طے نہیں۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۵۶/۲، احسن الفتاویٰ ۷/۷۶۰)

وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين . (درمختار علی هامش ردالمحتار،

کتاب الإجارة زکریا ۷/۹، کراچی ۵/۶، وھکذا فی الموسوعة الفقہیة الكويتیة ۱۵۸/۳۱،

مجمع الأنھر مصری قدیم ۳۶۹/۲، دارالکتب العلمیة بیروت ۵۱۲/۳)

ہاں البتہ اگر مدرسہ کا مستقل ملازم جس کو باقاعدہ مدرسہ سے تنخواہ ملتی ہے، وہ اگر چندہ کرتا ہے، اور وصولیابی میں اچھا کارنامہ انجام دیتا ہے، تو حسن کارکردگی کی وجہ سے حوصلہ افزائی کے واسطے تنخواہ کے علاوہ کچھ فیصد بطور انعام دے دیا جائے، تو اسکی گنجائش ہے۔

لکن لایزاد علی نصف ماقبضہ ، کما یأتی الخ . (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریادیو بند ۳/۲۸۵، کراچی ۲/۳۴۱، وھکذا فی الھندیۃ ۱/۱۸۸، جدید زکریادیو بند ۱/۲۴۹، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند/۷۲۰)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۱/۲/۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۶۳۹۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۲/۱۳ھ

کمیشن پر چندہ کرنے سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال: [۳۵۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اہل مدارس کا کمیشن پر چندہ کرنا اور کرنا کیسا ہے؟ بعض سفراء جو سال بھر کمیشن پر ہی چندہ کرتے رہتے ہیں، اور اہل مدارس ان سے کمیشن پر چندہ کرواتے ہیں، مثلاً ایک ہزار روپے پر سفیر کو ایک سو روپے کمیشن، اگر صدقات کے ڈبے ہوں تو ایک ڈبے کے چار سو روپے یا فی صد متعین ہوتے ہیں، اس صورت میں کیا اہل مدارس کے لیے یہ چندہ جائز ہے؟ اور سفراء کا کمیشن لینا صحیح ہے؟ نیز کمیشن پر اہل مدارس کو طلبہ فراہم کرنا کیسا ہے؟ مثلاً ایک طالب علم کو مدرسہ میں لاکر داخلہ کروانے پر ارباب مدارس ایک ہزار روپے کمیشن فی طالب علم دیتے ہیں؟ ان ارباب مدارس کا اس طرح مدرسہ کے مال میں تصرف کرنا اور کمیشن پر داخلہ کروانے والے کا کمیشن لینا کیسا ہے؟

المستفتی: حافظ لئیق میرادگاؤں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو سفراء مدارس کے تنخواہ دار ملازم نہیں ہیں، صرف کمیشن پر ہی ان کو رکھا گیا ہے، تو صرف کمیشن پر چندہ کرنا اور کروانا جائز نہیں؛ اس لئے کہ یہ اجرت کا معاملہ ہے اور اجارہ میں اجرت کا متعین ہونا لازم ہوتا ہے؛ اس لئے یہ اجارہ فاسدہ

ہے ایسی صورت میں کمیشن کا معاملہ فاسد ہونے کی وجہ سے طے شدہ کمیشن درست نہ ہوگا، بلکہ ان سفراء کو اجرت مثل دینا لازم ہوگا، اس کے برخلاف جو مدارس کے تنخواہ دار ملازم ہیں وہ چندہ کر کے لاتے ہیں، اور ان کو مدارس کی طرف سے دس فیصد بطور انعام دیا جاتا ہے، وہ جائز اور درست ہے وہ کمیشن نہیں ہوتا ہے بلکہ انعام ہوتا ہے، سوالنامہ میں ایک بات یہ پوچھی گئی ہے کہ کمیشن پر طلبہ فراہم کرنا کیسا ہے؟ مثلاً ایک بچہ کو مدرسہ میں داخل کرانے پر رباب مدارس فی بچہ کمیشن کے طور پر کچھ رقم دیتے ہیں یہی عمل اسکولوں میں بھی ہوتا ہے، اصولی طور پر اس طرح کمیشن پر معاملہ جائز نہیں ہے، نیز اس میں تعامل ناس اور حاجت ناس بھی نہیں ہے، اس لئے یہ معاملہ جائز نہیں ہے۔

تفسد الإجارة بالشروط بالمخالفة لمقتضى العقد فكل ما أفسد البيع
مما مر يفسلها كجهالة مأجور أو أجرة أو مدة أو عمل وكشرط طعام عبد
وعلف دابة ومرة الدار أو مغارمها وعشر أو خراج أو مؤنة رد، أشباه .
(شامی، کراچی ۶/۴، زکریا ۹/۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶ھ/۲۶

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۹۷/۴)

زکوٰۃ کی رقم بنام انعام سفیر کو دینا

سوال: [۴۵۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید مدرسہ کا ملازم نہیں تھا مہتمم مدرسہ اور زید کے درمیان یہ بات طے پائی کہ تم رمضان شریف میں ہمارے مدرسہ کا چندہ کرو کر ایہ آمدورفت تم کو مدرسہ کی طرف سے دیا جائیگا، اور انعام بھی ملیگا، زید نے رمضان شریف میں مدرسہ مذکورہ کا چندہ فراہم کیا تو مہتمم مدرسہ نے زید کو کر ایہ آمدورفت اور ایک رقم بنام انعام بلا تملیک اسی رقم سے دی جو زید نے مہتمم مدرسہ کو

دی تھی، اور اس رقم میں زکوٰۃ امداد فطرہ سب شامل تھے، مروجہ کمیشن والی صورت طے نہیں ہوئی تھی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کیلئے اس رقم کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بصورت ثانی اس رقم کو اگر زید نے خرچ کر لیا تو واجب الاعدادہ ہے یا نہیں؟ زید کا یہ ارادہ ہے کہ اس رقم کو مدرسہ میں واپس کر دے؟

المستفتی: عبدالقادر، بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ معاملہ دو خرابیوں کی وجہ سے ناجائز ہے۔

(۱) یہ اجارہ فاسدہ ہے، اسلئے کہ بنام انعام جو کچھ دینے کی بات ہوئی ہے وہ دراصل اجرت ہے چاہے اس کا نام انعام رکھا ہو اور اجارہ میں اجرت کی تعیین شرط ہے، جو یہاں مفقود ہے۔
ولا یصح حتی تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة الخ.

(ہدایہ، کتاب الاجارۃ، جیسوری ۳/۲۷۷، اشرفیہ دیوبند ۳/۲۹۳)

(۲) زکوٰۃ کی رقم کو اجرت میں دینا جائز نہیں، نیز بلا تملیک غیر مصرف کو دینے سے زکوٰۃ بھی ادا نہیں ہوتی اور لینے والے کو جب معلوم ہے کہ زکوٰۃ کی رقم بلا تملیک دی جا رہی ہے، تو لینا بھی جائز نہیں ہے۔

وإن أعطاه الأجر وقبضه لایحل له ویجب علیہ ردہ الخ. (زیلعی،

کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ، امدادیہ ملتان ۵/۱۲۵، زکریا دیوبند ۶/۱۱۹، البحر الرائق، کوئٹہ ۸/۲۰، زکریا ۸/۳۵، مجمع الانہر قدیم ۲/۳۸۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۵۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ صفر ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۲۲۹)

کیا چندہ پر کمیشن لینا از روئے شرع درست ہے؟

سوال: [۲۵۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل مدارس اسلامیہ میں رمضان شریف میں یا اس کے علاوہ مدرسین صاحبان جو چندہ فراہم کرتے ہیں، اس پر چندہ کرنے والے حضرات کہیں مدارس میں ۲۵ فیصد کہیں ۲۰ فیصد کہیں ۱۵ فیصد کمیشن مدرسہ سے لیتے ہیں، مقررہ تنخواہ کے علاوہ اور آمدورفت طعام وغیرہ کا خرچہ منجانب مدرسہ رہتا ہے، کیا یہ کمیشن مدرس کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد عارف انصاری،
پوری تکیہ گڈھی، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: با تنخواہ ملازم کو حسن کارکردگی کی وجہ سے شرح فیصد متعین کر کے بطور انعام طے شدہ تنخواہ سے زائد دینا شرعاً درست ہے، لیکن اس کی تنخواہ اور انعام دونوں وصول شدہ چندہ کے نصف سے کم ہی ہونا شرط ہے اور نصف سے کم میں کوئی بھی مقدار حسب صواب دید متعین کی جاسکتی ہے، اس لئے کہ نصف سے زائد امیر کی طرف سے متعین کردہ عالیین کو دینا بھی جائز نہیں۔

لکن لایزاد علی نصف مایقبضہ . (شامی، کتاب الزکاة، باب المصروف

زکریا دیوبند ۲۸۶/۳، کراچی ۳۴۱/۲)

نیز سفراء تملیک سے قبل اس میں سے خرچ نہ کریں۔ (مستقفا: ایضاح النوادر/ ۲۳۱)

وشرطها کون الأجرة والمنفعة معلومتین . (الدر المختار، کتاب الاجارة

کراچی ۵/۶، زکریا دیوبند ۷/۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۱۴/۱۴۳۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳ ذی القعدہ ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۸۳۱/۴۰)

کمیشن پر چندہ اور فیصدی انعام

سوال: [۴۵۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ:
(۱) سفراء مدارس اسلامیہ جن کی مدرسے کی جانب سے کوئی تنخواہ مقرر نہیں ہے کمیشن پر چندہ کرتے ہیں، یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟
نوٹ:- چندے میں زکوٰۃ، عطیہ، صدقہ سب مشترک ہوتے ہیں اس میں سے کمیشن لیتے ہیں۔

(۲) سفراء مدرسہ جب صرف چندہ کرنے کیلئے ملازمت کرتے ہیں، ان سے طے کر لیا جاتا ہے کہ سالانہ اتنی رقم پر اتنا انعام ملے گا، اس طرح تعین رقم سفیر صاحب کو بتلا دیا جاتا ہے، کہ جتنی رقم زیادہ اتنا انعام زیادہ ہوگا، لہذا یہ طریقہ جائز ہے، یا نہیں؟
(۳) آپ مدرسہ شاہی کے دفتر سے معلوم فرما کر یہ بات کہ سفیر کی رقم پر جو انعام کے حساب سے رقم دی جاتی ہے، تنخواہ اس میں سے مجری کی جاتی ہے یا نہیں؟ اب اگر تنخواہ مجری کر لی گئی تو سارا کام سفیر صاحب بوجہ انعام کرتے بوجہ تنخواہ نہیں کرتے تو یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟
المستفتی: عبدالعزیز، محلہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) یہ معاملہ اجارہ ہے اور اجارہ میں اجرت کی تعیین ضروری ہے مثلاً یومیہ یا ماہانہ یا سالانہ رقم کی تعداد متعین کر دی جائے اور کمیشن کی صورت میں متعین نہیں ہوتی اسلئے جائز نہیں ہے۔

وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين الخ. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الاجارة، کوئٹہ ۳/۵، کراچی ۵/۶، زکریا دیوبند ۷/۹)

ولا يصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة الخ. (هدایہ، جیسوری ۳/۲۷۷، اشرفیہ دیوبند ۳/۲۹۳، فتاویٰ عالمگیری زکریا ۴/۴۱۱، جدید زکریا دیوبند ۴/۴۱۱، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۳۳۴)

(۲) یہ اجارہ نہیں بلکہ زیادہ کارکردگی پر انعام ہے اور انعام کی مقدار کی تعیین نہیں اسلئے جائز ہے۔ (مستفاد: احیاء العلوم / ۱ / ۳۳۹)

(۳) معلوم کر لیا تنخواہ کا حساب بالکل علیحدہ رہتا ہے، انعام کا حساب الگ ہے جس سے معاملہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳ / ۴۲۷)

رمضانی سفیر کا پورے سال کی تنخواہ لینا

سوال: [۴۵۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی صاحب مدرسہ کے ذمہ دار ہیں، وہ صاحب رمضان میں چندہ کرتے ہیں، اور گیارہ ماہ گھر میں رہتے ہیں، اور سبھی ماہ کی تنخواہ لیتے ہیں، اور مدرسہ کبھی کبھی آتے ہیں، وہ بھی کسی کام سے بلایا جاتا ہے، تب ہی آتے ہیں، ورنہ نہیں تو ان صاحب کیلئے پورے سال کی تنخواہ لینا کیسا ہے؟

المستفتی: ماسٹر محمد اسعد صاحب،
محلہ قاضی ٹولہ، قصبہ: نرول، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو شخص صرف رمضان میں چندہ کرتا ہو اور کبھی ضرورت پڑنے اور بلانے پر مدرسہ آتا ہو ایسے شخص کو پورے سال کی تنخواہ لینا جائز نہ ہوگا، کیونکہ شرعاً یہ شخص اجیر خاص کے حکم میں ہے، اور اجیر خاص اس وقت تک اجرت کا مستحق نہیں ہوتا ہے، جب تک کہ وہ اس مدت میں اپنے آپ کو سپرد نہ کرے جسکی عقد میں تعیین ہو چکی ہو، چاہے وہ ذمہ دار ہو یا غیر ذمہ دار ہو۔

قال والأجير الخاص هو من يعمل لواحد عملاً مؤقتاً بالتحصيص ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة. (شامی، کتاب الإجارة، کراچی ۶/۶۹،

زکریا ۹/۹۵، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸/۲۷۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۹ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۵۹۴۵)

فیصد کے اعتبار سے چندہ کرنے پر انعام

سوال: [۴۵۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس ادارہ میں سفیر حضرات پورے سال مدرسہ کے واسطے چندہ کرتے ہیں، اور ادارہ ان سفیر حضرات کو چندہ کی رقم میں سے ۲۰ یا ۵۰ فیصد رقم دیتا ہے تو کیا ایسے ادارہ کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟
 المستفتی: محمد سیف اللہ صدیقی، کاشی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر ان سفیروں کی کوئی ماہانہ تنخواہ متعین نہیں ہے، اور صرف کمیشن پر معاملہ ہے تو اس طرح کا لین دین جائز نہیں، اور جن مدارس میں یہ طریقہ رائج ہو وہاں زکوٰۃ دینا بھی درست نہیں ہے، اس لئے کہ وہاں زکوٰۃ دینے سے بہت بڑا حصہ غیر مستحق پر خرچ ہو جاتا ہے، اور زکوٰۃ کی ادائیگی خطرے میں پڑ جاتی ہے، نیز زکوٰۃ کی رقم غیر مستحقین کو پہنچنے کیساتھ ساتھ یہ اجارہ فاسدہ بھی ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۷/۶۷۲، ایضاح النوادر ۵۶/۵۶، ایضاح المسائل ۱۲۲، استفاد: عزیز الفتاویٰ ۶۰/۷، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۳۳۴)

ولو دفع غزلاً لآخر لينسجه له بنصفه أي بنصف الغزل أو استأجر بغلاً ليحمل طعامه ببعضه أو ثوراً ليطحن برّه ببعض دقيقه فسدت في الكل لأنه استأجر بجزء من عمله . (الدر المختار على هامش رد المحتار، کراچی ۵۶/۶، زکریا ۹/۷۸، ۷۹/۹)

وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين الخ. (درمختار، کتاب

الإجارة، زکریا ۷/۹، درمختار کراچی ۵/۶، و کذا فی الهدایة، جیسوری ۳/۲۷۷، اشرفیہ دیوبند ۳/۲۹۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۴۸۳)

کمیشن پر چندہ اور سفراء کا تملیک سے قبل اپنی تنخواہ نکال لینا

سوال: [۴۵۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
(۱) بعض لوگ رمضان یا غیر رمضان میں مدرسہ کا چندہ کرتے ہیں، اور اس میں سے بغیر تملیک کے اپنی تنخواہ نکال کر بعد میں جمع کرتے ہیں شرعاً کیسا ہے؟
(۲) بعض جگہ مدرسوں میں چندہ وغیرہ میں انعام دیا جاتا ہے، یا کمیشن کہیں یہ کمیشن یا انعام دفتر میں جمع کرنے سے پہلے لے لینا کیسا ہے؟ یا پھر جمع کر کے کمیٹی سے لیا جاتا ہے تملیک کر کے لینا کیسا ہے؟ ان تینوں صورتوں میں شرعاً کیا حکم ہے؟
المستفتی: شمشاد احمد، پیرزادہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آج کل چندہ میں اکثر زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ کی رقم ہوا کرتی ہے، اسلئے تملیک سے قبل حصلین کا اسمیں سے اپنی تنخواہ کو مجرئی کر لینا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ اسمیں تملیک فقراء شرط ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة . (الدر مع الرد، كتاب الزكاة،

باب المصارف، زکریا دیوبند ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴)

(۳۶۲) باتنخواہ ملازم کیلئے انعام حاصل کر لینا اگرچہ جائز ہے مگر حاصل شدہ رقم کو مدرسہ کے دفتر میں جمع کرنے کے بعد مدرسہ کے پیسہ سے لے سکتے ہیں، لہذا جمع کرنے سے قبل انعام

کا حصہ لے لینا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ اسمیں بھی تملیک شرط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۲۲۲)

چندے کی رقم سے تنخواہ کیساتھ ۲۰/۲۵ فیصد رقم لینا

سوال: [۴۵۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس

ادارہ میں مدرسین حضرات بعوض تعلیم ہر ماہ تنخواہ پاتے ہیں، اور ماہ رمضان کے چندے کی رقم میں سے ۲۰/۲۵ فیصد رقم وصول کرتے ہیں یا ادارہ ان کو ۲۰/۲۵ فیصد رقم مع رمضان کی تنخواہ کے رقم کی ادائیگی کرتا ہے تو کیا مدرس حضرات کو یہ رقم لینا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مدرسین اگر تمام چندہ کی آمدنی لا کر مدرسہ میں جمع

کر دیں اور پھر مدرسہ زکوٰۃ کی رقم سے نہیں بلکہ امدادی فنڈ سے ان کو حسن کارکردگی کی بنیاد پر تنخواہ کے علاوہ بطور انعام کچھ رقم الگ سے دے تو اس طرح انعامی رقم کا لین دین درست ہے، یہ کمیشن میں شامل نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۵۵/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹/۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۸۴)

کیا تنخواہ دار مدرس کا چندہ پر فیصدی انعام لینا درست ہے؟

سوال: [۴۵۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

مدرسہ فیض العلوم مجھڑہٹہ کے ناظم قاری اسرار احمد صاحب لکھنؤ کے ایک مدرسہ ”تجوید القرآن“ کے مدرس و ملازم ہیں، مہینہ، پندرہ دن میں ایک دو دن کیلئے فیض العلوم

چھہڑے آتے ہیں، ضروری ہدایات اپنے نائب صاحب کو یا مدرسین کو دیکر پھر چلے جاتے ہیں، یہ ناظم صاحب جتنے دنوں سال بھر میں فیض العلوم چھہڑے حاضر ہوتے ہیں، ان ایام کی تنخواہ فیض العلوم سے حسب ضابطہ لے لیتے ہیں، ضابطہ یہ ہے کہ جتنے دن یہاں کی نگرانی میں یا یہاں کی ضرورتوں میں صرف ہوئے اتنے دنوں کی تنخواہ اتنی دی جائے گی جتنی تنخواہ ان کی اس مدرسہ میں کٹی ہے جہاں پر ملازم یا مدرس ہیں تو کیا شرعاً ناظم صاحب کیلئے اس طرح تنخواہ لینا جائز ہے، نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ کیا ذمہ داران مدرسہ کا اس طرح کا ضابطہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ یا پھر ناظم صاحب کی تنخواہ مدرسہ فیض العلوم چھہڑے سیتاپور کے گریڈ کے مطابق متعین کر لی جائے اور وہ جتنے دن مہینہ یا سال میں مدرسہ فیض العلوم کے کاموں کیلئے حاضر ہوں اتنے دنوں کی تنخواہ کا حساب لگا کر دیا جائے یہ جائز ہوگا یا نہیں؟ شرعی حکم کیا ہے؟

(۲) دوسری بات یہ دریافت کرنی ہے، کہ ناظم صاحب نے اپنی تعطیل کلاں یا دیگر تعطیلات یا جس مدرسہ میں ملازم ہیں وہاں کی ملازمت کے ساتھ ساتھ خارجی اوقات میں اہل خیر سے مدرسہ فیض العلوم کے لئے فراہمی کا کام کیا جس میں چار پانچ لاکھ روپے کی فراہمی ہوئی، تو مدرسہ کے نائب صاحب و اراکین شوریٰ و عاملہ چاہتے ہیں، کہ حسب ضابطہ مدرسہ جیسے دیگر مدرسین کو انعام دیا جاتا ہے، ناظم صاحب کو بھی اس رقم پر حسن کارکردگی یا انعام کے عنوان سے ۲۰ فیصد دے دیا جائے، ناظم صاحب پس و پیش میں ہیں، کہ یہ انعام قبول کریں یا نہ کریں؟ کیونکہ مدرسہ فیض العلوم کے باقاعدہ تنخواہ دار ملازم نہیں ہیں، حسبہ اللہ کام انجام دیتے ہیں، ہاں البتہ جن ایام کی تنخواہ ملازمت والے مدرسہ میں کٹ جاتی ہے، اتنی تنخواہ لیتے ہیں، تو کیا ان کے لئے فراہم کردہ رقم پر ۲۰ فیصد انعام قبول کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ کیا ناظم صاحب کی تنخواہ مدرسہ فیض العلوم کے گریڈ کے مطابق متعین کر دی جائے اور جتنے دنوں اس مدرسہ کے کاموں میں صرف ہوں ان کی تنخواہ اتنے دنوں کی حساب

کر کے دی جائے تو وہ تنخواہ دار ملازم سمجھے جائیں گے؟ اور پھر ان کو فراہمی مالیہ پر حسب ضابطہ ۱۰ فیصد یا ۱۵ فیصد، ۲۰ فیصد تک انعام یا حسن کارکردگی کے عنوان سے دیا جاسکتا ہے؟ یا پھر جو بھی جواز کی شکل ہو سکتی ہے، تحریر فرمادیں، نوازش ہوگی، تاکہ شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزی نہ ہو اور ہم سب آخرت کی جواب دہی سے محفوظ رہ سکیں؟

المستفتی: سعید احمد قاسمی، سینٹاپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدارس اسلامیہ کے اصول و ضوابط ذیل کی حدیث

شریف سے ثابت ہوتے ہیں۔

أن رسول الله ﷺ، قال: الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحاً حرم حلالاً أو أحل حراماً والمسلمون على شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً أو أحل حراماً. (ترمذی شریف، الأحكام، باب ما جاء عن رسول الله ﷺ في الصلح بين الناس، النسخة الهندية ۱/۲۵، دار السلام رقم: ۱۳۵۲)

مدرسہ کے ذمہ داران آپس میں مشورہ سے جو بھی قانون اور ضابطہ طے کر لیں، وہ جائز اور درست ہے، بشرطیکہ اس میں حلال کو حرام کرنا یا حرام کو حلال کرنا لازم نہ آتا ہو، اور مذکورہ ناظم صاحب کے بارے میں جو ضابطہ مدرسہ نے بنایا ہے، وہ آپس کی رضامندی سے جائز اور درست ہے؛ لہذا ضابطہ کے مطابق مہینہ یا سال بھر میں مدرسہ فیض العلوم کے کاموں کے لئے جتنے ایام گزارتے ہوں، اتنے دنوں کی تنخواہ کا حساب لگا کر لینا اور دینا ضابطہ کے مطابق جائز اور درست ہے، جیسا کہ مذکورہ حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے۔

(۲) سوال نامہ سے واضح ہوتا ہے، کہ ناظم صاحب مدرسہ فیض العلوم کے جزئی تنخواہ

دارملازم ہیں، اور تنخواہ دار ملازم کیلئے حسن کارکردگی کی وجہ سے فیصدی انعام لینا فتویٰ کی رو سے درست ہے جیسا کہ اوپر کی حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے، لیکن اگر وہ نہیں لیتے ہیں، تو یہ ان

کے تقویٰ کی بات ہے، اور یہ ایک اچھی اور قابل تعریف بات ہے، کہ وہ اس پر انعام نہ لیں۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ. (الآیة: طہ: ۱۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۱ رذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

۲۱/۱۱/۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۸۵۳/۴۰)



(۱۱) باب: مکاتب میں زکوٰۃ صرف کرنے کا حکم

مکتب میں زکوٰۃ

سوال: [۲۵۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) کیا ایسے مدرسہ کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ وصول کیا جاسکتا ہے، جس میں بیرونی طلبہ تعلیم نہ پاتے ہوں اگر وصول کیا جائے تو اسکے استعمال کی کیا صورت ہوگی؟

(۲) اگر زکوٰۃ کا پیسہ وصول نہ کیا جائے تو خطرہ ہے کہ بستی کے بچے تعلیم سے محروم ہو جائیں گے، کیونکہ معلم کی تنخواہ کا معاملہ ہے جبکہ بستی کے لوگوں کی اتنی طاقت نہیں کہ وہ جیب سے معلم کی تنخواہ کا بندوبست کر سکیں، کیا ایسی حالت میں زکوٰۃ کا پیسہ وصول کرنا اور وہ مدرسہ پر خرچ کرنا صحیح ہے؟

المستفتی: احقر محمد ارشاد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۲۱) جس مکتب و مدرسہ میں زکوٰۃ کا مصرف

موجود نہ ہو اور اس میں نادر طلبہ کو کھانا وغیرہ نہ کھلایا جاتا ہو اس مکتب کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ وصول کرنا جائز نہیں۔ اس میں زکوٰۃ کا پیسہ وصول کرنے سے زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ بھی ادا نہیں ہوگی، اگر کوئی ایسے مکتب کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ وصول کر لے تو ایسی صورت میں جن سے وصول کیا ہے، انہی کو واپس کر دے یا فقراء کو تقسیم کر دے، یا جس مکتب میں زکوٰۃ کا مصرف ہوا سمیں دیدے، زکوٰۃ کے پیسہ سے معلم کی تنخواہ دینا بھی جائز نہیں ہے، اسلئے ایسے مکاتب کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ وصول نہ کیا جائے، بلکہ صراحت کے ساتھ امدادی رقم وصول کی جائے، اور اسی امدادی فنڈ سے مکتب کو چلایا جائے، نیز مکتب کے ایک آدمی کی تنخواہ اتنی مشکل نہیں ہے، اگر اپنے محلہ سے ضرورت پوری نہیں ہوتی تو دوسرے محلہ اور دیگر مقامات سے امداد کا

چندہ کیا جا سکتا ہے، اسلئے یہ بہانا پیش نہ کیا جائے، کہ تعلیم بند ہو جائے گی۔ (مستفاد: کفایت
المفتی قدیم ۳/۳۶۰، جدید زکریا مطول ۶/۲۷۰، فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۵۱)

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ . (التوبہ: ۶۰)

مصروف الزکاة والعشر هو الفقير . (شامی، کتاب الزکاة، باب المصروف

زکریا دیوبند ۳/۲۸۳، کراچی ۲/۲۸۳)

ويشترط أن يكون الصرف تملكاً لا إباحة . (شامی، کراچی ۲/۳۴۴،

زکریا ۳/۲۹۱)

ولا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد - إلى قوله - وكل مالا تملك

فيه . (ہندیہ، زکریا ۱/۱۸۸، جدید زکریا دیوبند ۱/۲۵۰)

أما تفسيرها فهي تملك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا

مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله . (ہندیہ، زکریا

دیوبند ۱/۱۷۰، جدید زکریا دیوبند ۱/۲۳۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۲/۸/۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۳۷)

مکاتب میں زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۵۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

الف: ہمارے یہاں کی بستی میں بعض مدارس تو ایسے ہیں جن میں مدرسین بھی ایک
معتد بہ مقدار میں پڑھاتے ہیں، اور بیرونی طلبہ بھی ان مدارس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں،
جن کے قیام و طعام اور جملہ اخراجات کا مدرسہ کفیل ہے مطبخ کا انتظام بھی مدرسہ ہی میں ہے۔

ب: بعض مدارس اسلامیہ ایسے ہیں کہ ان میں مدرسین حضرات کی بھی معتد بہ
جماعت ہے، بیرونی طلبہ بھی پڑھتے ہیں، بیرونی طلبہ کے اخراجات کا مدرسہ خود کفیل ہے مگر

کھانے پینے کا انتظام اراکین مدرسہ نے طلبہ کا گھروں میں کر دیا ہے، ایک ایک طالب علم محلہ میں الگ الگ کھانا کھاتا ہے، گویا کہ مدرسہ میں مطبخ کا انتظام نہیں؟

ج: بعض مدارس ایسے ہیں، کہ مسجد میں مکتب کی شکل میں ہیں، مسجد کا امام بچوں کو پڑھاتا ہے، امام کی معاونت کیلئے کسی ایک ماسٹر کا تقرر کر لیا جاتا ہے، محلہ کے ہی بچے پڑھتے ہیں، بیرونی طلبہ نہیں پڑھتے ہیں، یہ لوگ بھی زکوٰۃ صدقات چرم قربانی اکٹھا کر کے اس مدرسہ میں خرچ کرتے ہیں؟

د: بعض مدارس اسلامیہ وہ ہیں جن میں بیرونی طلبہ بھی نہیں مسجد کا امام ہی مسجد کی جگہ میں مدرسہ قائم کر کے تعلیم دیتا ہے، مزید مقامی طلبہ سے فیس بھی ماہانہ وصول کرتا ہے، ایسے مدرسہ میں زکوٰۃ صدقات واجبہ چرم قربانی وصول کرنا کیسا ہے؟

ہ: بعض مدارس ایسے ہیں، جنکو سرکار سے تعاون ملتا ہے، ہر مہینہ گورنمنٹ سے رقم آتی ہے، بیرونی طلبہ کا مدرسہ میں قیام و طعام کا قطعاً انتظام نہیں یہ لوگ بھی وقت پر بہت جوش و خروش سے وصول کرتے ہیں، مندرجہ بالا مدارس میں سے کس کس مدرسہ میں زکوٰۃ صدقات واجبہ لیکر خرچ کرنا جائز ہے؟ کس میں نہیں؟ اگر ان مذکورہ مدارس میں سے کسی میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں تو جن لوگوں نے زکوٰۃ دی ہے چرم قربانی دی ہے، ان کی زکوٰۃ وغیرہ ادا ہوگی یا نہیں؟ ایسے مدارس کے منتظمین چندہ کرنے سے گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اقبال، شیرکوٹہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (الف ب) ایسے مدارس میں کہ جن میں بیرونی طلبہ پر قیام و طعام کی شکل میں پیسہ خرچ کیا جاتا ہے، ان میں زکوٰۃ، صدقہ فطر، چرم قربانی کی رقم دینا جائز ہے اور (ج، د، ہ) ایسے مدارس کہ جن میں زکوٰۃ کا مصرف کسی طرح موجود نہیں ہے، ان میں زکوٰۃ، صدقہ فطر، چرم قربانی وغیرہ کی رقم دینا جائز نہیں اور نہ ان لوگوں کیلئے یہ رقم وصول کرنا جائز ہے، اور اگر کوئی صاحب مصرف زکوٰۃ نہ ہونے کو جانتے ہوئے ایسے مکاتب

میں اپنی زکوٰۃ وغیرہ کی رقم دیں گے تو ان کے ذمہ سے فریضہ ساقط نہ ہوگا۔

الأصل فيه إنما الصدقات للفقراء والمساكين . (التوبة: ۶۰)

مصرف الزکوٰۃ والعشر هو فقير . (الدر المختار علی هامش الشامی ،

کتاب الزکاۃ ، باب المصرف کراچی ۲/۲۸۳ ، زکریا ۳/۲۸۳ ، ہندیہ ، زکریا ۱/۱۸۷ ،

جدید زکریا دیوبند ۱/۲۴۹)

أى إن تبين له أنه غير مصرف فلولم يظهر له شيئى فهو على

الجواز . (شامی ، کراچی ۲/۳۵۳ ، زکریا ۳/۳۰۳ ، ہندیہ زکریا ۱/۱۹۰ ، جدید

زکریا دیوبند ۱/۲۵۲ ، الباب السابع فى المصارف) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۳/۵ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۰۹۸)

مکتب زکوٰۃ و صدقات کا مصرف نہیں

سوال: [۲۵۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایسے

مکاتب جن میں مقامی طلباء کے سوا بیرونی طلباء نہ ہوں ان میں زکوٰۃ کی رقم دینی چاہئے یا نہیں؟ اگر زکوٰۃ کی رقم نہ دیں تو کیا صورت اختیار کی جائے۔

ہماری بستی کے امام عیدین مفتی محمد فاروق صاحب استاذ حیات العلوم مراد آباد نے عید الفطر کی نماز سے قبل مجمع عام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اچھی بات ہے کہ چھوٹے مدارس کو امدادی رقم دی جائے لیکن نہیں دیتے ہیں، لہذا میں آپ حضرات سے کہتا ہوں کہ ان چھوٹے اداروں کو زکوٰۃ کی رقم دیں ورنہ یہ چھوٹے مدارس بند ہو جائیں گے اور وہ دن دور نہیں کہ دس بارہ سال بعد کوئی نماز جنازہ پڑھانے والا بھی میسر نہ ہوگا؟

سائل یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ مفتی فاروق صاحب کے کہنے کے مطابق مکاتب کو زکوٰۃ

دینا درست ہے یا نہیں؟ ایسے چھوٹے مدارس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

المستفتی: قمر الدین قاسمی،
کھیڑانا ٹڈہ، تحصیل سوار، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جن مکاتب میں مقامی طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ زکوٰۃ کے مصرف نہیں ہیں، ان مکاتب میں زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں ہے، اسلئے کہ ان میں زکوٰۃ کا مصرف ہے ہی نہیں، لہذا ایسے مکاتب کا خرچہ امدادی چندہ کے ذریعہ اور مقامی تعاون سے پورا کرنا چاہئے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبِهِمْ
وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
حَكِيمٌ . (سورۃ توبہ / ۶۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ رذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۷۸۰/۴۱)

کیا مکتب کے اخراجات کیلئے زکوٰۃ کی وصولیابی درست ہے؟

سوال: [۴۵۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ

مدارس عربیہ جہاں مطبخ اور دارالاقامہ کا نظم نہیں ہے، لیکن وہاں غریب بچے، پچیاں اور غریبوں کے نابالغ بچے پچیاں مکتب و عربی درجات میں زیر تعلیم ہیں، اور ان سے فیس بھی اتنی معمولی لیجاتی ہے، جس سے مدرسہ کے خرچ کا چوتھائی حصہ بھی پورا نہیں ہوتا ہے یعنی تنخواہ وغیرہ اور پڑھنے والے طلبہ طالبات میں اکثریت غریب طلبہ و طالبات کی ہے۔

تو کیا ان غریب طلبہ طالبات کے تمام تعلیمی اخراجات کو پورا کرنے کیلئے وہ مدارس

زکوٰۃ فطرہ وصول کر سکتے ہیں، اور ان مدارس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، یا نہیں؛ تاکہ اس کے ذریعہ فیس کی ادائیگی کے بعد جو اخراجات بچیں وہ پورے کئے جاسکیں؟

اگر نہیں تو ان مدارس کے اخراجات کو زکوٰۃ کی مد سے پورا کرنے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں تحریر فرمائیں؟

(قبل ازیں مذکورہ استفتاء مدرسہ ریاض العلوم گورینی ضلع جوینپور سے حاصل کیا گیا ہے جس کی ایک کاپی اس فتویٰ کے ساتھ ارسال کی جا رہی ہے، اگر یہ صحیح ہے تو آپ اس کی تصدیق کر دیجئے ورنہ تحقیقی جواب دیکر ممنون فرمائیں، کیونکہ رمضان المبارک میں بار بار عوام ان جیسے مسائل میں الجھتے ہیں، اور یہی نہیں بلکہ بعض مدارس کے نام نہاد مولوی عوام سے زکوٰۃ وصول کر کے اس کا بیجا استعمال کرتے ہیں)

المستفتی: شبیر احمد قاسمی، قصبہ سنڈھیامنو،
تخصیل رام نگر، بارہ بنکی

دارالافتاء ریاض العلوم گورینی کا جواب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مستحق زکوٰۃ بچوں کی تعلیمی ضرورت، مدرسین و ملازمین کی تنخواہ اور عمارت وغیرہ کیلئے جس قدر اخراجات کی ضرورت ہو اسکے بقدر زکوٰۃ و صدقات واجبہ وصول کرنا اور اس طرح کے مدارس میں زکوٰۃ وغیرہ دینا جائز ہے خواہ دارالاقامہ کا نظم ہو یا نہ ہو، مثلاً ایک مکتب میں سو بچے زیر تعلیم ہیں، پچاس مستحق زکوٰۃ ہیں، اور پچاس غیر مستحق زکوٰۃ اور مکتب کا سالانہ خرچہ چھ لاکھ ہے تو اس مکتب میں تین لاکھ زکوٰۃ صدقات واجبہ وصول کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

عبداللہ

ریاض العلوم گورینی جون پور

دارالافتاء مدرسہ شاہی کا جواب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس مکتب میں مقامی بچوں کی تعلیم ہوتی ہے، اور بیرونی غریب بچوں کی تعلیم و قیام کا نظم نہیں ہے، اس مکتب میں مصرف زکوٰۃ نہیں ہے، اور جس مکتب میں مصرف زکوٰۃ نہ ہو اس مکتب کیلئے زکوٰۃ وصول کرنا جائز نہیں ہے، نیز زکوٰۃ دہندگان کو پتہ چل جائے کہ اس مکتب میں مستحقین زکوٰۃ طلبہ نہیں ہیں، تو وہ ہرگز ایسے مکتب میں چندہ نہیں دیں گے، لہذا گھما پھرا کر کے ایسے مکتب کیلئے چندہ وصول کرنا درپردہ چندہ دہندگان کو دھوکہ میں رکھنا ہے، جس کی شرعاً اجازت نہیں، نیز عمارت کی تعمیر کیلئے زکوٰۃ وصول کرنا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ عمارت کی تعمیر زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے اور اہل خیر حضرات سے واضح طور پر بتلادینا چاہئے کہ ہم عمارت کی تعمیر کے لئے چندہ وصول کر رہے ہیں، لہذا امداد کا اور مصرف خیر کا پیسہ بطور چندہ آپ لوگ دیدیں تاکہ عمارت کی تعمیر ہو سکے اور اس کے برعکس چندہ دہندگان کو دھوکہ میں رکھ کر ان سے عمارت کی تعمیر کیلئے چندہ وصول کرنا درست نہیں ہے۔

قيل أراد ببعض الناس أبا حنيفة والتشريع عليه لأن مذهبه أن كل حيلة يتحیل بها أحد في إسقاط الزكوة فإثم ذلك عليه وقال محمد يكره لما فيه من القصد إلى إبطال حق الفقراء بعد وجود سببه وهو النصاب. (عمدة القارى، كتاب الحيل، دار احياء التراث العربى ۱۱/۲۴، زكريا ديوبند ۲۴۱/۱۶، تحت رقم الحديث: ۶۹۵۶)

ولا يصرف إلى بناء مسجد وفي الشامي قوله نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات، وكرى الأنهار والحج والجهاد، وكل ما لا تمليك فيه. (شامى، كتاب الزكاة، باب المصروف،

کراچی ۲/۴۴، زکریا ۳۱/۲۹۱، عالمگیری زکریا دیوبند ۱/۱۸۸، جدید زکریا دیوبند ۱/۲۵۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ شوال ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۶۶۲/۴۱)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/۱۰/۱۴۳۵ھ

محض مقامی طلبہ والے مدرسہ کے ذمہ داروں کا زکوٰۃ وصول کرنا

سوال: [۴۵۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مدرسہ میں تقریباً ۱۵ مقامی طلبہ زیر تعلیم ہیں، طلبہ روزانہ پڑھ کر اپنے گھر چلے جاتے ہیں، مدرسہ کے ذمہ داران لوگوں سے اسی مدرسہ کے نام پر زکوٰۃ و صدقات وصول کرتے ہیں، پھر کسی دوسرے مدرسہ میں اس مال زکوٰۃ کی تملیک کراتے ہیں، اور اپنے مدرسہ کی تعمیر اور اساتذہ کی تنخواہوں پر خرچ کرتے ہیں، کیا مدرسہ کے ذمہ داران کا یہ فعل شرعاً درست ہے؟ اور کیا کسی دوسرے میں تملیک کرانے سے اس مدرسہ میں وہ روپیہ استعمال کرنا جائز ہو جاتا ہے؟ کیا ایسے مدرسہ کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟ نیز مدارس میں جو آج کل کسی طالب علم سے تملیک کرانے کا طریقہ رائج ہے اس کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ اور تملیک کی بے غبار صورت کیا ہو سکتی ہے؟ ازراہ کرم مفصل و مدلل جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: افضال احمد، چنڈی گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس مدرسہ میں مطبخ اور بیرونی طلبہ نہ ہوں صرف

مقامی طلبہ پڑھتے ہوں وہ مدرسہ نہیں ہے بلکہ مکتب ہے، اس کے لئے زکوٰۃ کا پیسہ وصول کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس مکتب میں مصرف زکوٰۃ نہیں ہے، نیز زکوٰۃ کا پیسہ وصول کر کے دوسرے مدرسہ کے طلبہ کے ذریعے سے تملیک کرانا زکوٰۃ دہندگان کو دھوکہ دینا ہے، شرعاً ایسا عمل جائز نہیں ہے، نیز جائیداد کی خریداری اور تعمیر کیلئے زکوٰۃ وصول کرنا جائز نہیں ہے، اور اس کے

لئے حیلہ تملیک کا راستہ اختیار کرنا بھی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ زکوٰۃ فقراء کا حق ہے۔
 عن أبی ہریرۃؓ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من حمل
 علينا السلاح فليس منا ومن غشنا فليس منا. (مسلم شریف، باب قول النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم من غشنا فليس منا، النسخة الهندية ۱/۷۰، بیت الأفكار رقم:
 ۱۰۱، مشکوٰۃ شریف/۳۰۵)

عن أبی بکر الصديقؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ملعون من ضار مؤمنا
 أو مكرهه. (ترمذی، الأدب، ماجاء فی الخيانة والغش، النسخة الهندية ۲/۱۵،
 دارالسلام رقم: ۱۹۴۱، مشکوٰۃ شریف/۴۲۸)

قیل أراد ببعض الناس أبا حنیفة والتشنيع عليه لأن مذهبه أن كل
 حيلة يتحیل بها أحد فی إسقاط الزکوٰۃ فائم ذلك عليه..... وقال
 محمد: يكره لما فيه من القصد إلى إبطال حق الفقراء بعد وجود سببه وهو
 النصاب. (عمدة القاری، كتاب الحیل، داراحیاء التراث العربی ۲/۱۱۱، زکریا

دیوبند ۱۶/۲۴۱، تحت رقم الحدیث/۶۹۵۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۰/۱۲/۱۴۳۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ شوال ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۶۵۴/۴۱)

کس وقت مکتب کیلئے زکوٰۃ کی رقم وصول کرنا جائز ہے؟

سوال: [۴۵۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) مکاتب میں پڑھنے والے نادار غریب بچوں کیلئے زکوٰۃ کے روپے خرچ کئے
 جاسکتے ہیں، یا نہیں؟ مزید برآں مدرسے میں جو فیس لی جاتی ہے انہیں زکوٰۃ کی رقم دے کر
 اسے بطور فیس وصول کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۲) زکوٰۃ کے مصرف ہونے کیلئے مدرسہ کا اقامتی ہونا تو ضروری نہیں اگر ضروری

نہیں تو پھر مکاتب میں اس مدکا استعمال کس طور پر ہوگا؟

المستفتی: مولوی محمد وسیم،
حافظ الطاف، پرتا پگڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جن مکاتب میں قرآن کریم اور دینی تعلیم ہوتی ہو اور ان کے اساتذہ کی تنخواہیں زکوٰۃ کے پیسہ میں حیلہ تملیک کئے بغیر پوری نہیں ہو پاتی ہوں، تو دینی ضرورت کی خاطر اساتذہ کی صرف تنخواہوں کیلئے زکوٰۃ کے پیسہ میں حیلہ تملیک کی گنجائش ہے، نیز جن بچوں سے فیس لی جاتی ہے، اگر وہ غریب بالغ بچے ہیں، تو ان کو زکوٰۃ کا پیسہ دیدیا جائے اور وہ اپنی فیس کے نام سے مدرسہ میں جمع کر دیں تو وہ پیسہ بھی اساتذہ کی تنخواہوں میں دیا جاسکتا ہے۔

أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء ويكون له ثواب
الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب . (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف، کراچی
۳/۴۰/۲، زکریا دیوبند ۳/۲۹۳، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۶/۴۰/۲، البحر الرائق، کوئٹہ
۲/۴۳/۲، زکریا ۲/۴۲۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۲۹۶)

مکتب میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا جائز نہیں

سوال: [۴۵۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل مدارس کی تعداد بہت ہو چکی ہے، اور ان میں کثیر تعداد ان مدارس کی ہے، جہاں پر کوئی بچہ بیرونی، یتیم غریب نہیں ہے؟ صرف مقامی طلبہ ہی ان اداروں میں پڑھتے ہیں، اہل بستی کافی

تعداد میں متوسط آمدنی کے مالک ہیں، اگر وہ امداد سے چاہیں تو امداد سے مدرسہ کا چلانا کچھ مشکل نہیں ہے، مگر عوام دین سے بے رغبت اور بے توجہی کی وجہ سے ایسا کرنے سے عاجز ہیں، مجبوراً مذکورہ فطرہ چرم قربانی وغیرہ لیکر صورت تملیک سے مدرسہ سے چلانے پڑ رہے ہیں، عوام کا کہنا ہے کہ جس مدرسہ میں بیرونی طلبہ نہیں ہیں، ایسے مدرسہ میں مذکورہ فطرہ چرم قربانی وغیرہ لگانا بالکل جائز نہیں، اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

المستفتی: قاری تسلیم احمد، مدرسہ
انوار العلوم، کرتپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر سب مقامی بچے ہیں اور مدرسہ میں کوئی مطبخ بھی نہیں ہے اور مقامی لوگ متوسط درجہ کے مالدار ہیں تو وہاں پر ایسے مدرسہ کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا مستحقین کا حق مارنا ہے، اسلئے جائز نہیں۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة ولا يصرف إلى بناء نحو
مسجد الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصروف، زكريا ديوبند
۲۹۱/۳، کراچی ۲/۳۴۴)

اور جہاں کے لوگ اپنے خرچہ سے اپنے بچوں کو تعلیم دے سکتے ہیں، وہاں حیلہ تملیک جائز نہیں ہے۔

إن كل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال حق الغير أو لإدخال شبهة فيه
أو لشمويه باطل فهي مكروهة الخ. (عالمگیری، كتاب الحيل، زكريا ديوبند
۳۹۰/۶، جدید زکریا دیوبند ۶/۳۹۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۱۰/۱۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۴/۱۰/۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۶۶۷)

غیر مستحق غریب مکتب والوں کا زکوٰۃ وصول کرنا

سوال: [۲۶۶۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک چھوٹی سی ہستی ہے وہاں پر معمولی قسم کے غریب لوگ رہتے ہیں جن کا گذارہ مزدوری پر ہوتا ہے ان کے اندر اتنی استطاعت نہیں کہ وہ کوئی مکتب وغیرہ قائم کر کے اپنے بچوں کو دینی تعلیم دے سکیں، اور قریب میں کوئی دینی مکتب بھی نہیں ہے، جس میں وہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم کیلئے بھیج سکیں، چنانچہ ایک مولوی صاحب نے اس ہستی میں ایک مکتب قائم کر دیا اور اسمیں زکوٰۃ کا چندہ آتا ہے، تو ایسے مکتب میں زکوٰۃ کا لینا اور دینا جائز ہو گا یا نہیں؟ نیز اس مکتب کے کارکنان نے ایک مولوی صاحب کے مشورہ سے یہ حیلہ اپنایا کہ اس مکتب کیلئے زکوٰۃ کا چندہ کر کے دوسرے مدرسہ میں جو زکوٰۃ کا استحقاق رکھتا ہے، وہاں زکوٰۃ کا لینا اور دینا جائز ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، تو ایسے مدرسہ میں اس مکتب کے نام سے زکوٰۃ لیکر دوسرے بڑے مدرسہ میں دیکر اس مدرسہ کے امداد کی رقم لیکر مکتب والے مدرس کو تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں یعنی زکوٰۃ کی رقم بڑے مدرسہ میں دیکر اس مدرسہ کی امداد والی قسم سے تبادلہ جائز ہے یا نہیں؟

نوٹ: یہ بات واضح رہے کہ اس ہستی کے لوگ اتنی بھی استطاعت نہیں رکھتے ہیں، کہ ایک مدرس کو تنخواہ دے سکیں اب اگر یہ صورت اختیار نہ کی جائے تو اس ہستی کے مسلم بچے دینی تعلیم سے جاہل رہیں گے؟

المستفتی: عبداللہ، بہادر پور، بہرائچ، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ مکتب میں چونکہ زکوٰۃ کا مصرف موجود نہیں ہے، اسلئے اس مکتب کیلئے زکوٰۃ کی رقم وصول کرنا جائز نہیں اور نہ زکوٰۃ کی رقم کا دوسرے مدرسہ کی امدادی رقم سے تبادلہ جائز ہے، ہاں البتہ یہ شکل ہو سکتی ہے کہ جس ادارہ میں زکوٰۃ کا مصرف موجود ہے اس مکتب کو اس سے منسلک کر دیا جائے، اور اسکی شاخ

بنادیا جائے، اور اس مدرسہ کے منتظم حضرات امدادی فنڈ سے یہاں کے معلم کو تنخواہ دیں مد
زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ دینا بھی جائز نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۵۱، کفایت المفتی
۴/۳۶۰، ۲۶۳، ۲۶۸، جدید زکریا مطول ۶) ۲۷۱)

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ . (سورۃ توبہ / ۶۰)

مصرف الزکوٰۃ والعشر هو الفقير ويشترط أن يكون الصرف

تمليکاً لا إباحة . (الدر المختار علی الشامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف کراچی

۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۰/۶/۲۰۲۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰/جمادی الثانیہ ۱۴۴۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۲۸۴-)

مقامی مدارس زکوٰۃ کے مستحق نہیں؟

سوال: [۴۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک
مسجد میں امامت کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ ایک شہری ادارہ برائے طالبات
چلا رہا ہے، جس میں ۱۰۰ طالبات زیر تعلیم ہیں، اور چار اساتذہ درس و تدریس کی خدمات
انجام دے رہے ہیں، اور ادارہ رجسٹریشن بھی ہے، اور اساتذہ حضرات ادارہ کے ٹرسٹ بھی ہیں،
اور ادارہ بالتعاون چرم قربانی، زکوٰۃ، عطیہ، صدقہ وغیرہ سے چلتا ہے، اور ادارہ کا سالانہ تخمینہ
ایک لاکھ بیس ہزار ہے لیکن بعض حضرات کا کہنا ہے کہ چرم قربانی، اور زکوٰۃ، شہری ادارہ کو دینا
جائز نہیں؟ دراصل حالیکہ ادارہ ان طالبات کو کپڑے اور دیگر ضروریات بھی فراہم کرتا ہے،
اسی طرح بجلی اور ادارہ کی دیگر ضروریات اور حضرات اساتذہ کرام کی تنخواہیں بھی اسی مصرف
سے دی جاتی ہیں، لہذا: حضرات مفتیان کرام سے گزارش ہیکہ وہ اس سوال کا کہ چرم قربانی
، اور زکوٰۃ، شہری ادارہ کو دینا جائز نہیں ہے، قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیلاً و تطویلاً جواب
دیں، تو عین کرم و نوازش ہوگی؟

نوٹ: مذکورہ طالبات کا مدرسہ میں قیام و طعام کا کوئی نظم نہیں ہے۔

المستفتی: حافظ شیخ سلطان اشرفی، ناظم:

ادارہ ہذا۔ و امام و خطیب مسجد فضل العلوم

و ذمہ داران ادارہ، نانڈیٹر، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس ادارہ میں طلبہ اور طالبات کے قیام و طعام کا کوئی نظم نہیں ہے، اور پڑھ کر اپنے گھروں میں چلے جاتے ہیں، تو ایسے ادارہ میں زکوٰۃ کا کوئی مصرف نہیں ہے، اسی طرح چرم قربانی کے پیسے کا بھی مصرف نہیں ہے، اس لئے ایسے ادارہ کے ذمہ داروں کو زکوٰۃ وصول کرنے اور چرم قربانی کے پیسے جمع کرنے سے گریز کرنا چاہئے، اس لئے کہ زکاۃ کا مصرف فقراء ہیں، اور یہاں ایسے فقراء نہیں ہے، اسی طرح چرم قربانی کے پیسوں کے مستحق بھی فقراء ہیں، یہاں وہ بھی نہیں ہیں۔

مصرف الزکاۃ للفقیر وهو من له أدنی شیئی. والمسکین وهو من

لا شیئی له. (ہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع، فی المصارف زکریا دیوبند

۱۸۷/۱، جدید زکریا دیوبند ۱/۲۴۹)

مصرف الزکاۃ هو فقیر فلا يجوز صرف الزکاۃ إلى الغنی..... لقوله

تعالیٰ: إنما الصدقات للفقراء والمساکین. إلى قوله: جعل الله تعالیٰ

الصدقات للأصناف المذكورین بحرف اللام وأنه للاختصاص فیقتضی

اختصاصهم باستحقاقها؛ فلو جاز صرفها إلى غیرهم لبطل الاختصاص

وهذا لا يجوز. (بدائع الصنائع، زکریا دیوبند ۲/۱۴۹، ۱۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۵/۲۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

(الف فتاویٰ نمبر: ۱۱۵۵۰/۴۰)

کیا مقامی حفظ قرآن کے مدرسے زکوٰۃ کا مصرف ہیں

سوال: [۴۶۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بندہ حفظ قرآن کا ایک مدرسہ چلاتا ہے، جس کے اندر شہر کے مقامی بچے حفظ و ناظرہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور یہ بچے بیشتر نابالغ ہیں، تو کیا ان بچوں کی تعلیم پر مد زکوٰۃ سے روپے صرف کرنا درست اور جائز ہے؟

المستفتی: اسلم باری، ٹھیکرہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کا پیسہ فقراء اور مساکین کا حق ہے اور غریب طلبہ بھی فقراء اور مساکین میں شامل ہیں، لیکن سوالنامہ میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ مقامی بچے حفظ و ناظرہ پڑھتے ہیں، اور اس مدرسہ میں غریب بچوں کے قیام و طعام کا نظم نہیں ہے، تو زکوٰۃ کا پیسہ وہاں کس پر خرچ کیا جائیگا، جب بچوں کا قیام و طعام اپنے گھر پر ہے اور آپ کے مدرسہ میں پڑھ کر چلے جاتے ہیں، تو اس صورت میں وہاں زکوٰۃ کا کوئی مصرف نظر نہیں آتا اور ان کی تپائیوں در یوں پر زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ تپائیوں اور در یوں کو مالک نہیں بنایا جاتا اور ادائے زکوٰۃ کے لئے مالک بنانا لازم ہے۔ ہاں البتہ قرآن کریم اور ناظرہ کے لئے پارے وغیرہ خرید کر مالک بنانا جائز ہوگا، اور ظاہر بات ہے کہ اس میں انتہائی مختصر سا خرچہ ہوگا، جس کے لئے زکوٰۃ کا پیسہ استعمال کرنے کی ضرورت نہ ہوگی، بلکہ شہر کا کوئی بھی سرمایہ دار مسلمان اپنی جیب خاص سے یہ خرچہ برداشت کرنے کیلئے تیار ہو سکتا ہے، نیز وہ نابالغ بچے جن کے ماں باپ مستحق زکوٰۃ نہیں ہیں ان کو مد زکوٰۃ سے قرآن کریم اور پارہ خرید کر دینا بھی ممنوع ہے، اس لئے آپ کے مدرسہ میں مد زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کرنے کی کوئی شکل نظر نہیں آتی ہے، لہذا آپ کو اس مدرسہ کے لئے زکوٰۃ کا پیسہ وصول نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی اپنی زکوٰۃ خرچ کرنی چاہئے۔ (مستفاد: محمودیڈ اہیل ۶۰۴/۹)

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ إِلَى آخِرِ آيَةِ . (سورة التوبة: ۶۰)
 ويشترط أن يكون الصرف تملكاً لا إباحة لا يصرف إلى بناء نحو
 مسجد وكل ما لا تملك فيه . (شامی ، كتاب الزكاة ، باب المصروف
 كراچی ۲/۳۴۴ ، زکریا ۳/۲۹۱)

الزكاة يجب فيها تملك المال . (البحر الرائق ، زکریا ۲/۳۵۲ ، كوثنه ۲/۲۰۱)
 ولا يعطى منها غنيا ولا ولد غنى إذا كان صغيراً . (الفتاوى التاتار خانية
 زکریا ۳/۲۰۹ ، برقم: ۴۱۴۳)

وإنما منع من الدفع لطفل الغنى لأنه يعد غنيا بغنى أبيه . (البحر الرائق ،
 زکریا ۲/۴۲۹ ، ۲/۴۶۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۰ رذی یقعدہ ۱۴۳۲ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۴۹)

الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۰ رذی یقعدہ ۱۴۳۲ھ

غیر اقامتی مدارس و مکاتب میں صدقات واجبہ کی رقم دینا

سوال: [۳۶۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ
 مدارس اسلامیہ یا مکاتب جن میں قرآن پاک اردو و بینات ہندی پرائمری پنجم کی تعلیم دیجاتی
 ہے اور جن کا خرچہ عوام و خواص سے وصول کی جانے والی زکوٰۃ و صدقات واجبہ و چرم قربانی
 سے پورا کیا جاتا ہے، بیرونی و غریب و نادار طلباء کا نام ہی نہیں اسلئے مطبخ وغیرہ کا تصور بھی نہیں
 کیا جاسکتا ہے، لہذا مذکورہ رقم صرف مقامی طلباء کی پڑھائی کیلئے ہی بعد از تملیک مدرسین
 حضرات کی تنخواہ میں یا تعمیر مدرسہ میں صرف کیجاتی ہے، مقامی طلباء میں: ۹۸/۱ طلباء کے
 والدین صاحب نصاب ہیں، تو سوال یہ ہے کہ اس طرز کے مدارس کو زکوٰۃ وغیرہ دینے سے
 ہماری زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔ دوبارہ ادا نہ کرنے کی صورت میں اس کا وبال اہل مدارس پر ہوگا یا

اہل زکوٰۃ پر؟ (یعنی زکوٰۃ دینے والوں پر)

المستفتی: محمد یونس، ڈڑھیال، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صدقات واجبہ کی ادائیگی کیلئے ضروری ہے کہ ان کو مصارف فقراء وغیرہ پر بطور تملیک بلا عوض صرف کیا جائے، لہذا تنخواہ و تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں اگر کارکنان مدرسہ بغیر شرعی حیلہ کے وہ رقم تنخواہ و تعمیر میں خرچ کر دیں گے، تو زکوٰۃ و صدقات واجبہ کی ادائیگی نہ ہوگی اور یہ لوگ اصل معطلی کے حق میں ضامن ہوں گے، لہذا زکوٰۃ و صدقات واجبہ ان مدارس کو دیئے جائیں جہاں غریب طلباء ہوں اور مطبخ کا نظم ہو۔

أو إلى طالب علم وفي المعراج التصدق على العالم الفقير أفضل .

(الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب المصروف کراچی ۲/۴۳۵، زکریا دیوبند ۳/۴۳۰، ہندیہ زکریا ۱/۱۸۷، جدید زکریا دیوبند ۱/۲۴۹، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند/۷۲۲، تبیین الحقائق، مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۰۲، زکریا دیوبند ۲/۱۲۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۸/۱۴۲۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ شعبان ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۰/۶۳۱۰)

غیر اقامتی مدارس میں زکوٰۃ فطرہ صدقہ کی رقم دینا

سوال: [۴۶۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جن

مدارس میں بیرونی طلبہ نہیں ہیں، نہ ہی مطبخ ہے اور صرف گاؤں کے بچے تعلیم پاتے ہیں، اور وہ بچے اکثر صاحب نصاب لوگوں کے ہیں، اور بستی کے لوگ رمضان شریف اور غیر رمضان میں زکوٰۃ صدقات فطرہ وغیرہ اکٹھا کر کے ان بچوں پر خرچ کرتے ہیں، تو کیا ایسے

مدرسوں میں زکوٰۃ فطرہ صدقہ کا استعمال جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: والد ار کے نابالغ بچے کو دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے
ولا إلیٰ ولد غنی إذا کان صغیراً لأنه یعدُّ غنیاً بمال أبیه الخ. (ہدایہ ،

کتاب الزکاة ، باب من یجوز دفع الصدقات إلیه ومن لایجوز ، اشرفیہ دیوبند ۱/۶۱ ۲۰۰۶)
نیز ایسا چھوٹا مدرسہ جس میں کوئی مطبخ اور بیرونی طلبہ نہیں ہیں، اسکی کفالت مقامی

لوگوں پر ہوتی ہے، وہ امداد کے پیسے سے اس کو چلایا کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۲ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

۱۴/۱۲/۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۵۵۰)

پرائمری درجات کے مدارس میں زکوٰۃ و صدقات دینا

سوال: [۴۶۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے

محلّہ میں ایک دینی مدرسہ ہے، جس میں قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو کے پرائمری
درجات پانچویں تک قرآن پاک کی تعلیم پائیوالے بچوں میں کچھ یتیم اور نادار بچے بھی ہیں،
لیکن مدرسہ ان کی کسی قسم کی کفالت نہیں کرتا ان کے لئے کھانا کپڑا دوائی وغیرہ کی کوئی سہولت
مدرسہ کی جانب سے نہیں ہے، مدرسہ کی عمارت تعمیر ہو رہی ہے جس کیلئے چندہ کی ضرورت
ہو رہی ہے، کیا اس مدرسہ میں زکوٰۃ و صدقات کا پیسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد عمران انصاری

محلّہ شیخان، شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایسے مدارس و مکاتب میں نادار طلبہ کی

ضروریات کی ذمہ داری نہیں لی جاتی ہے! اور نہ ہی ان پر زکوٰۃ و صدقات کا پیسہ خرچ کیا

جاتا ہے، زکوٰۃ و صدقات واجبہ کا پیسہ ان میں دینا درست نہیں ہے، اگر دیا جائے تو دینے والے کی زکوٰۃ و صدقہ واجبہ ادا نہیں ہوگا، نیز زکوٰۃ و صدقات واجبہ کی رقم مدرسہ و مسجد کی تعمیر میں لگانا جائز نہیں ہے۔

ویشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر لا يصرّف إلى بناء نحو مسجد وفي الشامي، كبناء القناطر، والسقايات، وإصلاح الطرقات، وكري الأنهار، والحج والجهاد، وكل ما لا تملك فيه الخ. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الزكاة، باب المصرف كراچی ۲/۴۴۳، زكريا ديوبند ۳/۲۹۱، تبين الحقائق، زكريا ديوبند ۲/۱۲۰، مكتبه امداديه ملتان ۱/۳۰۰، البنايه، اشرفيه ديوبند ۳/۴۶۲، هنديه زكريا ۱/۱۸۸، جديد زكريا ديوبند ۱/۲۵۰، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۶/۲۴۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۶۸/۲۳)

مقامی یتیم بچیوں والے مدرسے میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۲۶۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس ادارہ میں صرف لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں، اور اس ادارہ میں یتیم بچیاں مقامی داخل ہیں اور ان کا مکمل خرچہ کھانے پینے کا مدرسہ کے ذمہ ہے، لیکن مدرسہ میں مطبخ کا انتظام نہیں ہے، ہر مہینے کے خرچ کاروپہ ان کے ورثاء کو دیدیا جاتا ہے، کیا ایسے ادارہ میں زکوٰۃ کا دینا جائز ہے؟ اس میں زکوٰۃ کاروپہ لگانے کی کیا صورت ہے برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں اس کا جواب دینے کی زحمت گوارا فرمائیں، جواب مع تفصیل دیں؟

المستفتی: محمد سیف اللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب مدرسہ میں یتیم بچیوں کے لئے قیام و طعام کا نظم نہیں ہے اور وہ بچیاں بھی مقامی ہیں، تو ایسی صورت میں ان بچیوں کے نام سے زکوٰۃ کا پیسہ مدرسہ کے لئے وصول کرنے کا کوئی جواز نہیں ان کا انتظام ان کے سرپرست کریں گے، اور ایسا کوئی مدرسہ ہمارے علم میں نہیں ہے جس میں صرف یتیم بچیاں پڑھتی ہوں غیر یتیم بچیاں نہ پڑھتی ہوں، سوالنامہ سے واضح ہوتا ہے، کہ مدرسہ میں صرف استاذوں کی تنخواہوں کا مسئلہ ہے اور تنخواہوں کیلئے سرمایہ دار لوگوں سے عام مدارس کی طرح تعاون حاصل کیا جاسکتا ہے، یتیم بچیوں کے نام سے زکوٰۃ وصول کرنا اصل مقصد سے زائد ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ . (سورة التوبة: ۶۰)

و مصرف الزکوٰۃ - هو فقير - ومسكين . (الدر المختار علیٰ اہامش رد

المحتار کتاب الزکاۃ کراچی ۲/۳۳۹، زکریا ۳/۲۸۳، فتاویٰ عالمگیری، زکریا دیوبند

۱/۱۸۷، جدید زکریا دیوبند ۱/۴۹۹) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۳ھ/۱۲۹

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۴۸۳)

اپنے گھر میں جاری کردہ مدرسہ کیلئے صدقات واجبہ لینا

سوال: [۴۶۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے

اپنے گھر میں مدرسہ قائم کیا ہے جس میں ہندی، انگلش کی بھی پڑھائی ہو رہی ہے، اور یہ مدرسہ وقف کیا ہوا نہیں ہے، بیس روپیہ ماہ معاوضہ وصول کیا جاتا ہے، اور زکوٰۃ خیرات فطرہ چرم قربانی بھی وصول کی جاتی ہے، لہذا زکوٰۃ خیرات فطرہ اور قربانی کی کھالیں ایسے مدرسہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کیلئے یہ تمام چیزیں وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد سالم، رامپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ صدقات واجبہ اور چرم قربانی کا پیسہ غریب نادار طلبہ پر خرچ کرنا جائز ہے، غریب اور نادار طلبہ کے کھانے کیلئے ان کا خرچہ بطور چندہ وصول کرنا بھی جائز ہے، لیکن سوالنامہ میں جو شکل بتلائی گئی ہے، اس میں صرف کسی کے ذاتی مکان میں بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے، اگر اس ذاتی مکان میں اس کی فیملی بھی رہتی ہو تو ظاہر بات ہے کہ غریب طلبہ کا قیام و طعام اس مدرسہ میں نہ ہوگا، نیز سوالنامہ میں اس کا بھی ذکر ہے کہ طلبہ سے ماہانہ بیس روپیہ معاوضہ بھی وصول کیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ اور صدقات واجبہ اور چرم قربانی کا پیسہ وصول کر کے وہاں بطور مصرف خرچ کرنے کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔

ویشترط أن يكون الصرف تمليكاً . (شامی، کتاب الزکاۃ، باب المصروف

کراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱)

مصروف الزکاۃ والعشر هو فقير وهو من له أدنى شئى ومسكين .

(شامی، کراچی ۲/۲۸۳، زکریا ۳/۲۸۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۱ رجب ۱۴۳۱ھ

۱۴۳۱/۸/۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۳۷)

مکتب میں زکوٰۃ کی رقم لگانا

سوال: [۴۶۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک

گاؤں میں مدرسہ ہے جو کہ چھوٹا ہے اور فی الوقت گاؤں کے ہی بچے تعلیم پا رہے ہیں، اور خواہش ہے کہ مدرسہ کو ترقی دیں، اور عمارت وغیرہ وسیع کریں تاکہ بیرونی بچے تعلیم پائیں اس کیلئے گاؤں کے لوگ زکوٰۃ وغیرہ صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: حبیب الرحمن، مبنی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ اور صدقہ فطر وغیرہ کی رقم مدرسہ کی تعمیر اور مدرسین کی تنخواہوں میں لگانا جائز نہیں ہے، امداد کی رقم سے تعمیر کا کام جائز ہو سکتا ہے۔

ویشترط أن يكون الصرف تمليکاً لا إباحة ولا يصرف إلى إبناء نحو مسجد وتحتہ فی الشامية كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكري الأنهار والحج و الجهاد وكل مالا تمليک فيه الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف، زکریا دیوبند ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳۱۷/۶/۱۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۳۹۰۹)

مقامی مکتب میں زکوٰۃ دینا

سوال: [۳۶۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے مدرسہ میں بیرونی طلبہ نہیں ہیں، مدرسہ کے ذریعہ کوئی خرچ طلبہ پر نہیں ہے، تو ایسے مدرسہ میں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: قمر الاسلام انصاری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جن مکاتب و مدارس میں بیرونی طلبہ نہ ہوں ان میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، حضرت مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمن صاحب نے فتاویٰ دارالعلوم میں ایسا ہی تحریر فرمایا ہے، ایسے مکاتب میں زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوگی، کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ یہاں مصرف زکوٰۃ نہیں ہے، اور زکوٰۃ وصول کرنے والے بھی گنہگار ہوں گے، ایسے مدارس و مکاتب آپس کے تعاون اور امدادی فنڈ سے چلائے جانے چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۵۱)

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ . (سورة التوبة: ۶۰)

و مصرف الزکاة - وهو فقير - و مسکين . (الدر المختار، کتاب

الزکاة ، باب المصرف کراچی ۲/۳۳۹، زکریا ۳/۲۸۳، ہندیہ زکریا دیوبند

۱/۱۸۷، جدید زکریا دیوبند ۱/۲۴۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۸/۳ھ

۱۴۲۲/۸/۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۸۶۵/۳۵)

بچوں سے فیس وصول کرنے والے مکتب میں زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: [۴۶۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ:

ہمارے گاؤں مٹھوارہ میں جو کہ ایک قریہ کبیرہ ہے، یعنی بڑا گاؤں ہے، قبضہ نہیں ہے، جس میں خوشحال اور صاحب ثروت لوگوں کی تعداد زیادہ ہے، اس گاؤں میں تین چار سال سے مکتب کی شکل کا ایک مدرسہ قائم کیا گیا ہے، جس کا نام مدرسہ کے ذمہ دار نے اپنے والد کے نام سے منسوب کر کے جامعہ..... للبنات رکھا ہے، اس میں تقریباً ڈیڑھ پونے دوسو بچے اور بچیاں درجہ اطفال اور اول درجہ میں پڑھتے ہیں، جس میں سات آٹھ بالغ بچیاں عربی کی کچھ کتابیں بھی پڑھتی ہیں، ان تمام طلباء و طالبات میں دس بارہ بچے ایسے بھی ہوں گے، جن کے والدین زکوٰۃ فطرہ کے مستحق ہیں، مگر مدرسہ میں دارالاقامہ اور بچوں کے قیام و طعام کا اب تک قطعاً کوئی نظم نہیں ہے، اس مدرسہ میں چار عورتیں اور دو آدمی تعلیم دیتے ہیں، تمام بچوں سے پچاس روپیہ لیکر ڈیڑھ سو روپیہ تک ماہوار فیس بھی لی جاتی ہے، اس مدرسہ کے ذمہ دار مدرس کی تنخواہ تو کسی کو نہیں معلوم، باقی ہر استاد یا استادنی کی تنخواہ کچھ کم و بیش پندرہ سو روپیہ ماہوار ہے، ذمہ دار مدرسہ لگ بھگ پورے سال ملک و بیرون، سعودیہ، دبئی، دلی، ممبئی، گجرات، مدھیہ پردیش، اتر پردیش وغیرہ کے بہت سارے صوبے، ضلعے، اور قصبات میں، اطراف اور

علاقوں میں صرف چندہ وصولی پر ہی رہتے ہیں بیرون ملک چندہ لینے اور چندہ کرانے والے علاقہ کے لوگوں کے سوال کرنے پر ذمہ دار مدرسہ کے جواب کے مطابق صرف سعودیہ اور دبئی ہی سے ہر سال تقریباً چھ سات لاکھ روپیہ جس میں تھوڑی بہت امداد کی رقم ہوتی ہے، باقی ساری رقم زکوٰۃ و فطرہ وغیرہ کی ہوتی ہے، یہ ذمہ دار مدرسہ وصول کراتے ہیں، کیونکہ رجب، شعبان، اور بالخصوص رمضان میں بیرون ملک بلکہ لگ بھگ ہر جگہ زکوٰۃ وغیرہ ہی کی رقم دینے کا معمول ہے، جبکہ بیرون ملک کے چندے کے علاوہ پورے سال انڈیا کے مختلف صوبوں اور ضلعوں کا چندہ اور پورے علاقے میں چرم قربانی اور دھان، گےہوں کی فصل پر وصولیابی کی رقم مزید برآں ہے، ذمہ دار مدرسہ سالانہ آمد و خرچ اور حساب و کتاب یا طلباء یا مدرسین کی تعداد وغیرہ کا گوشوارہ (چارٹ) کبھی بھی شائع نہیں کرتے، بیرون ملک میں رہنے والے لوگوں کے بیان کے مطابق ذمہ دار مدرسہ بیرون ملک لوگوں کو یہ بتاتے ہیں، کہ ہماری جامعہ میں دو ڈھائی سو لڑکیاں دارالاقامہ میں ہیں، جن کے قیام و طعام کا نظم جامعہ کے ذمہ ہے، اور ابھی مزید بڑھانے کا ارادہ ہے، (جبکہ یہ تمام باتیں سراسر جھوٹ ہیں) ذمہ دار مدرسہ نے اب تک اپنے چندہ کا زیادہ تر تعلق صرف ان لوگوں سے ہی رکھا ہے جنہوں نے ان کا مدرسہ کبھی دیکھا ہی نہیں۔ لیکن اس سال سے انہوں نے مقامی طور پر مٹھوارہ گاؤں میں بھی بھرپور طریقہ سے چرم قربانی کی وصولیابی شروع کر دی ہے، اور حد یہاں تک ہو گئی کہ انہوں نے اپنے مکتب کے لئے زکوٰۃ و فطرہ کی رقم دینے کا جواز کھینچ تان کر ثابت کرنے اور اپنے مدرسہ کو اس کا صحیح مصرف بتانے کیلئے نماز عید الاضحیٰ کے موقع پر (عید گاہ) میں بلا اجازت از خود کھڑے ہو کر بات کو گھما پھرا کر سوالیہ انداز میں لوگوں کو اس کیلئے توجہ بھی دلائی، پھر پانچ روز کے بعد ۲۰ اکتوبر کو گاؤں میں چھوٹا سا جلسہ بھی کیا جس میں اس مدرسہ کیلئے زکوٰۃ و فطرہ وغیرہ کی رقم کے جواز کو بتایا گیا، جس کی وجہ سے لوگوں میں کافی حیرت، تشویش اور ناراضگی پیدا ہو گئی ہے، اس لئے گاؤں کے ذمہ داران نے مشورہ کیا

کہ چونکہ زکوٰۃ فطرہ اور صدقات واجبہ کی رقم کی ادائیگی کا معاملہ بڑا اہم ہے، اس لئے اب اس سلسلہ میں پوری حقیقت لکھ کر فتویٰ منگوانا ضروری ہے، تاکہ حق واضح ہو سکے، اور اس سلسلہ میں ہر طرف کے دھوکہ و فراڈ سے بچا جاسکے۔

واضح رہے کہ ہمارے مٹھوارہ گاؤں کا سب سے پرانا قدیم مدرسہ مدرسہ قاسم العلوم کافی عرصہ سے گاؤں میں چل رہا ہے، جس میں درجہ اطفال، پرائمری اور درجہ حفظ سے لے کر ہائی اسکول تک درجات میں مقامی اور علاقائی کل طلباء چھ سو پچاس ہیں۔ جن میں تقریباً غریب نادار ساٹھ طلباء دارالاقامہ کے بھی ہیں، اور مدرسہ میں کل اساتذہ کی تعداد ۲۲ ہے چار پانچ سال پہلے یہ ذمہ دار مدرسہ بھی اسی مدرسہ قاسم العلوم میں پڑھاتے تھے، لیکن کافی رقم کا گھونٹالہ کرنے کی وجہ سے انہیں مدرسہ سے نکالا گیا، پھر مختلف موقعوں پر مسجد میں جمعہ کی تقریر میں اور گاؤں کے مختلف معاملات میں فتنہ و فساد برپا کرنے کی وجہ سے جس میں ایک ایک مہینہ پی اے سی تک بھی گاؤں میں لگ گئی، چنانچہ اس بنا پر لوگوں میں ان کی طرف سے سخت ناراضگی پیدا ہو گئی، پھر ایک موقع پر ایک بار ان کے جمعہ میں مسجد میں نہایت غیر ذمہ دارانہ تقریر کر نیکی وجہ سے کافی انتشار پیدا ہو گیا، جس میں یہ کافی رسوا و ذلیل ہوئے اور بہت سارے لوگوں نے اس کے بعد ان کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنا چھوڑ دیا، اور دوسری مسجد میں الگ سے دوسرا جمعہ قائم کر لیا، جو اب بھی ہو رہا ہے، اس پر بھی جب یہ باز نہ آئے تو بالآخر انہیں کچھ دنوں کے بعد عید گاہ کی خطابت اور جمعہ کی امامت سے بھی ہٹا دیا گیا..... تب اس کے بعد ہی انھوں نے اپنا پرنسپل مدرسہ کھولا اور بذات خود اس کے مختار کل ذمہ دار بن گئے، اور چندہ میں آسانی کیلئے سرپرستی میں ایک معروف و مشہور عالم کا نام اپنے مدرسہ کے ساتھ جوڑ لیا انھوں نے جب سے اپنا مکتب قائم کیا ہے زکوٰۃ فطرہ کے چندہ سے گاؤں میں تھوڑی سی زمین خرید کر چھوٹے چھوٹے دو تین کمرے بنوائے اور پھر برابر چندہ شروع کر دیا، ذمہ دار مدرسہ نے جب سے مدرسہ قائم کیا ہے تو گاؤں کے اندر کی مین مارکیٹ میں زمین خرید کر اپنی نجی دو دوکانیں بنوائیں اور تیسری دوکان متنازعہ زمین پر زبردستی بنوا رہے تھے، مگر کسان یونین

کے لوگوں نے اس کو روک دیا،..... واضح رہے کہ گھر کا معقول ذریعہ آمدنی ان کے پاس مدرسہ کے علاوہ اور کچھ بھی ہرگز ایسا نہیں ہے جس کے بل بوتے دسیوں لاکھ روپیہ کی پراپرٹی بنائی جاسکے،..... اسلئے ان سب حالات کے مد نظر گاؤں اور اطراف کے لوگوں کو زکوٰۃ فطرہ اور صدقات واجبہ وغیرہ کی رقم کا چندہ کرنے کے معاملہ میں ذمہ دار مدرسہ کی طرف سے کافی بے اطمینانی اور ناراضگی ہے، اسلئے دریں صورت حال ایسے مدرسہ میں زکوٰۃ فطرہ اور چرم قربانی وغیرہ یا عطیہ وغیرہ کی رقم دینا جائز ہے کہ نہیں؟ اور چندہ وصول کرنے کیلئے جھوٹ بولنا اور غلط بیانی کرنا کیسا ہے؟ بعض لوگوں نے ذمہ دار مدرسہ سے زکوٰۃ فطرہ کی وصولیابی پر اعتراض کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم زکوٰۃ فطرہ کی یہ رقم مدرسہ ریاض العلوم گورنری لے جا کر عطیہ اور امداد کی رقم سے بدل لاتے ہیں، اسلئے یہ سب جائز ہے، تو کیا زکوٰۃ فطرہ کی رقم کے ساتھ ایسی ہیرا پھیری اور کھلوٹ کرنا اور کرانا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو اگر چند مالدار حضرات اپنی زکوٰۃ کی رقم کسی بڑے مدرسہ میں لے جا کر اسی طرح سے امداد اور عطیہ کی رقم سے بدل لائیں اور پھر تعمیر مسجد میں یا کسی بھی دینی کام میں مالدار لوگوں پر جس پر چاہیں خرچ کریں تو کیا ان لوگوں کیلئے بھی یہ جائز ہوگا؟

(۲) اگر اس طرح کے مکتب یا مدرسہ میں زکوٰۃ فطرہ وغیرہ صدقات واجبہ کی رقم خرچ کرنے کا جواز کسی طرح ہوتا بھی ہے تو سارے اساتذہ کی تنخواہ وغیرہ تمام اخراجات مدرسہ جوڑ کر بہت سے بہت زیادہ سے زیادہ ڈھائی تین لاکھ روپیہ ان کے مدرسہ کا خرچ ہوتا ہے جبکہ ان کی صدقات واجبہ کی وصولیابی اس سے کہیں زیادہ ہوتی ہے، اور عطیہ اور امداد کی رقم اس پر مزید برآں الگ ہے، کیونکہ وصولیابی چندہ پورے سال برابر جاری رہتی ہے، تو آخر ہر سال کی یہ سب بقیہ رقم جو بچتی ہے وہ کس کا حق ہے، اور کس مصرف میں لائی جائے؟ کیا ذمہ دار مدرسہ کا اس رقم کو اپنے مصرف میں لا کر اپنی نجی دکانیں بنوانا یا اور کوئی پراپرٹی خریدنا جائز ہے؟..... اگر اس طرح کے مکتب یا مدرسہ کیلئے زکوٰۃ فطرہ وغیرہ وصول کرنا جائز ہے تو یہ سوال بھی اٹھتا ہے، کہ پھر جتنے مکاتب اور چھوٹے چھوٹے مدرسے گاؤں،

قریب میں ہیں، جہاں یتیم نادار بچے نہیں ہیں، دارالاقامہ اور ان کے قیام و طعام کا نظم نہیں ہے، تو کیا ان سب مکاتب اور مدارس کے ذمہ داران کو بھی زکوٰۃ فطرہ وغیرہ کی رقم وصول کرنا جائز ہوگا؟ اگر ہوتا ہے تو کیا اس سے مستحقین غریب و مساکین اور مستحق مدارس کی حق تلفی نہیں ہوگی؟ (۳) مکتب اور مدرسہ، اور جامعہ کسے کہتے ہیں؟ اور مذکورہ بالا یا اس طرح کے مکتب یا مدرسہ کو کیا جامعہ کہا جاسکتا ہے؟ یہ قوم کو دھوکہ دینا تو نہیں ہے؟ براہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں، کیونکہ اس مسئلے کے تحت ہم تمام اہل مٹھوارہ کا کافی تشویش میں مبتلا ہیں۔

المستفتی: جمال اختر خاں قاسمی، موضع مٹھوارہ، تحصیل فتح پور، ضلع بارہ بنکی، یو پی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) سوال نامہ سے واضح ہوتا ہے، کہ مذکورہ مکتب میں بچوں سے فیس لے کر تعلیم دی جاتی ہے، جب بچوں سے فیس لے کر تعلیم دی جاتی ہے، تو بچوں پر خرچ کرنے کے بجائے بچوں سے لیا جاتا ہے، لہذا ایسا مکتب زکاۃ و صدقات واجبہ اور چرم قربانی وغیرہ کے پیسے کا قطعاً مستحق نہیں ہے، ایسے مکتب میں زکاۃ صدقات کی رقم جان بوجھ کر دینے سے انکی زکاۃ صدقات خطرہ میں پڑ جائیں گے، اس لئے چندہ دہندگان کو اس مکتب میں چندہ دینے میں احتیاط سے کام لینا چاہئے، اور چندہ وصولی کیلئے جھوٹ اور فریب سے کام لینا سخت دھوکہ دہی اور گناہ ہے، نیز ریاض العلوم گورنری کا نام لیا گیا ہے، یہ کہاں تک درست ہے تحقیق کے بغیر اس بات کو تسلیم کرنا مشکل ہے، اسلئے کہ کوئی بھی مدرسہ ایسا کام نہیں کر سکتا ہے کہ امداد کی رقم دیکر زکاۃ کا پیسہ وصول کرے۔

قال اللہ تعالیٰ: لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ . (آل عمران: ۶۱)

عن أبي هريرة - رضی اللہ عنہ - عن النبی ﷺ قال: آية المنافق

ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا أؤتمن خان . (صحیح

البخاری، الايمان، باب علامة المنافق، النسخة الهندية ۱/۱۰، رقم: ۳۳)

وفى رواية مسلم وقال: آية المنافق ثلاث: وإن صام وصلى وزعم أنه مسلم. (صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان خصال المنافق، النسخة الهندية ۱/۵۶، بيت الافكار رقم: ۵۹)

عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ إياكم والكذب؛ فإن الكذب يهدي إلى الفجور، وإن الفجور يهدي إلى النار، وما يزال الرجل يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذاباً. (صحيح مسلم، باب البر والصلة، الأدب، باب قبح الكذب وحسن الصدق، فضله، النسخة الهندية ۲/۳۲۵، بيت الافكار رقم: ۲۶۰۷، مشكاة شريف ۲/۴۱۲)

قال رسول الله ﷺ من غشنا فليس منا. (مسلم شريف، باب قول النبي ﷺ من غشنا فليس منا، النسخة الهندية ۱/۷۰، بيت الافكار رقم: ۱۰۱، مشكاة شريف/۳۰۵)

قال المناوى: من غش أي خان، والغش ستر حال الشيء، فليس منا أي من متابعتنا، قال الطيبي لم يردبه نفيه عن الإسلام بل نفي خلقه عن أخلاق المسلمين أي ليس هو على سنتنا أو طريقتنا في منا صحة الإخوان. (فيض القدير ۱۱/۵۹۲۴، بحواله فتاوى محموديه ذابهيل ۱۸/۴۸۲)

قال رسول الله ﷺ: لا إيمان لمن لا أمانة له، ولا دين لمن لا عهد له..... (المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربي ۱۰/۲۲۷، رقم: ۱۰۵۵۳، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۳/۴۳۹، رقم: ۷۱۹۶، مسند أحمد بن حنبل ۳/۱۵۴، رقم: ۱۲۵۹۵، مشكاة شريف ۱/۱۵)

(۲) اگر یہ باتیں صحیح اور درست ہیں، کہ چندہ وصول کر کے اپنی نئی جائداد اور عمارتیں تعمیر کی جا رہی ہیں، تو یہ قوم کے ساتھ سخت دھوکہ دھڑی اور ناجائز عمل ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من غشنا فليس منا. (مسلم

شریف ۷۰/۱، بیت الافکار رقم: ۱۰۱)

الودیعة لاتودع ولا تعار ولا تؤجر ولا ترهن فإن فعل شيئاً منها

ضمن. (ہندیہ، کتاب الودیعة زکریا یوبند ۳/۴، ۳۰، جدید زکریا دیوبند ۴/۹۹، ۳

کراچی ۲/۲۵۳، ۲۵۴، ہندیہ ۱/۱۹۰، مجمع الأنهر مصری قدیم ۱/۲۲۶، دارالکتب

العلمیة بیروت ۱/۳۳۳، ۴/۳۳۸)

کرہ نقلها إلا إلى 'قراة..... أو أحوج أو أصلح أو أروع أو أنفع للمسلمین

الخ. (شلمی، کتاب الزکاة، باب المصرف، کراچی ۲/۴۳۵، زکریا دیوبند ۳/۴، ۳۰)

(۳) مکتب اس کو کہتے ہیں، جس میں قرآن کریم کی تعلیم اور ضرورت کے مطابق

عربی اردو اور ہندی وغیرہ کی تعلیم ہوتی ہو، اور مدرسہ اسکو کہتے ہیں، جس میں درجہ حفظ اور

فارسی سے لیکر متوسط درجہ تک عربی درجات کی تعلیم ہوتی ہو.....، اور جامعہ اس مدرسہ کو

کہا جاتا ہے، جس میں حدیث فقہ اور تفسیر وغیرہ کی تعلیم ہوتی ہو، اور جس میں مختلف فنون

کے ساتھ ساتھ تکمیل افتاء تکمیل ادب اور تکمیل علوم وغیرہ کی بھی تعلیم ہوتی ہو، لہذا مکتب کو

جامعہ کا نام دینا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۲۲۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ صفر ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۴۲۳)

مکتب میں بچوں سے فیس اور زکوٰۃ لینا

سوال: [۴۶۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک

گاؤں میں مکتب ہے جس میں مقامی و بیرونی بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں، مقامی بچوں

سے تعلیم کی فیس لی جاتی ہے، اور بیرونی بچوں سے نہیں لی جاتی ہے جن کی تعداد ۱۰۰ ہے، ان

کا کھانا بھی مدرسہ کے مطبخ سے جاری ہے، اور جن بچوں سے فیس لی جاتی ہے، وہ اس مقدار

تک نہیں ہوتی ہے کہ اس سے مدرسین کو تنخواہ دی جاسکے تو اب سوال یہ ہے کہ فیس اور زکوٰۃ

لینا جائز ہے جو بھی حکم ہو جواب دیں؟

المستفتی: محمد زبیر، ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مکتب چلانے کیلئے کہیں سے کوئی تعاون یا چندہ نہیں آتا ہے، اور نہ کہیں سے چندہ لیا جاتا ہے، تو مدرس کی تنخواہ کیلئے بچوں کی فیس لینا جائز اور درست ہے اور اگر چندہ کے پیسے سے تنخواہ کا انتظام ہے تو بچوں سے فیس لینا درست نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۱۹/۲، جدید زکریا مطول ۱۱/۱۱۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۶ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

۱۴۲۴/۳/۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۹۸۵)

مکتب میں حیلہ تملیک کا حکم

سوال: [۴۶۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)

ایک مدرسہ ہے جس میں تین مدرسین پڑھاتے ہیں، ۱۵۰ بچے تعلیم پاتے ہیں، جس میں حفظ کا درجہ نمایاں کام کرتا ہے، کیا یہ مدرسہ فرضی کہلانے کا مستحق ہے۔

(۲) اور جس مدرسہ کا ذکر ہوا اس میں زکوٰۃ کی رقم بعد تملیک کے لگانا جائز ہے، یا نہیں

اس میں بیرونی طلبہ نہیں ہیں، اور مقامی طلباء جو غریب مستحق زکوٰۃ ہیں، کثیر تعداد میں پڑھتے ہیں جن کا تعلیمی خرچ مدرسہ دیتا ہے، تاکہ وہ بچے علم سے محروم نہ رہیں، اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳) ایک زمین خریدی گئی اور اس شرط کیساتھ خریدی گئی کہ مدرسہ والے اگر زمین کی

رقم ادا کر دیں گے، تو زمین مدرسہ کو دیدی جائے گی، لیکن مدرسہ والے زمین کی رقم ادا نہیں کر پاتے اور وہ مدرسہ ختم ہو جاتا ہے، تو یہ شخص جس نے زمین خریدی تھی، زمین فروخت کر کے اپنی رقم لے سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: حافظ محمد اسحاق، محلہ انصاریان، سلیم پور گڑھی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) جس مدرسہ میں صرف مقامی بچے ہوتے ہیں، اس کو عرف میں مکتب کہا جاتا ہے، اگرچہ اس میں کچھ بچے حفظ بھی کرتے ہوں، لہذا آپ کا مدرسہ مکتب کہلائے گا اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا ہے، کہ فرضی مدرسہ ہے بلکہ مکتب ہے۔

الثابت بالعرف كالثابت بالنص الخ. (رسم المفتی / ۹۵)

(۲) ایسے مکاتب کیلئے حیلہ تملیک روا نہیں ہے۔

ولیس من أخلاق المؤمنین الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى إبطال الحق . (عمدہ القاری، دار احیاء التراث العربی ۱۰۹/۲۴، زکریا

دیوبند ۶/۱۶۳۹، تحت رقم الحدیث: ۶۹۵۳)

(۳) جی ہاں جس نے زمین خریدی ہے، اس کو طے شدہ شرائط کے مطابق زمین فروخت کر کے اپنی رقم وصول کرنے کا حق ہے۔

المسلمون عند شروطهم الخ. (قواعد الفقہ، اشرفیہ، بکڈپو دیوبند / ۱۲۱، رقم القاعد: ۳۱۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۸۹۴)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۳/۱۰ھ

جس مکتب میں مستحق زکوٰۃ طلبہ نہ ہوں وہاں تملیک کا حکم

سوال: [۴۶۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں موضع موئڈھا ائمہ میں ایک مکتب قائم ہے جس میں اکثر طلبہ امیر گھرانوں کے تعلیم پاتے ہیں، اور غریب طلبہ کم ہیں، کیا ان طلبہ کی تعلیم پر فطرہ زکوٰۃ چرم قربانی وغیرہ کا پیسہ تملیک کر کے لگانا جائز ہے یا نہیں؟ تملیک کرا کر مدرسہ میں عمارت بنانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: مرغوب حسین، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسا مکتب جہاں غریب مستحق زکوٰۃ طلبہ کی کفالت

نہ کی جاتی ہو ایسے مکتب میں صدقہ فطر زکوٰۃ چرم قربانی وغیرہ دینا جائز نہیں ہے۔
 لا یصرف الیٰ بناء نحو مسجد (تحت قوله) کبناء القناطر
 والسقایات وإصلاح الطرقات ، وکری الأنهار والحج والجهاد وکل مالا
 تملیک فیہ . (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب المصرف، زکریا
 دیوبند ۲۹۱/۳، کراچی ۳۴۴/۲)

اور ایسے مکتب میں حیلہ تملیک کی بھی گنجائش نہیں ہے بلکہ ایسے مکتبوں کو علاقہ کے لوگ
 اپنی امداد کے پیسے سے چلایا کریں۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱۶۰/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۲۷۹۵)

مکتب کے محصلین کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۳۶۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ
 مدارس جن میں مطبخ نہیں ہے، نہ بیرونی بچے ہیں، صرف پرائمری کی مع قرآن کریم ناظرہ کی
 تعلیم ہوتی ہے، کیا ان مدارس سے آنے والے محصلین کو اس مدرسہ کیلئے زکوٰۃ کی رقم دی
 جاسکتی ہے، نیز بہت سے آنے والے محصلین یہ کہتے ہیں کہ ہم اسکو حیلہ کر کے استعمال کرتے
 ہیں، تو وہ کیا صورت ہے جس سے زکوٰۃ کی رقم کے لئے حیلہ کی جاتی ہے، اگر ان لوگوں کو زکوٰۃ
 دیدی جائے تو کیا زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، فقہی کتابوں کے حوالہ سے جواب عنایت فرمائیں؟
 المستفتی: ڈاکٹر عتیق احمد خان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وہ مکاتب و مدارس کہ جن میں مستحق و نادار طلباء پر
 زکوٰۃ و صدقہ وغیرہ کی رقم خرچ نہ کی جاتی ہو ان میں زکوٰۃ و صدقات واجبہ کی رقم دینا جائز نہیں
 اور اگر کسی نے یہ رقم ان مدارس میں دی تو ان کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، نیز ایسے مکاتب میں تملیک

کر کے بھی زکوٰۃ و صدقات واجبہ کی رقم صرف کرنا جائز نہیں ہے، ایسے مدارس و مکاتب میں امداد ہی کی رقم دینی چاہئے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ . (سورۃ التوبہ: ۶۰)

ویشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما لا يصرف إلى بناء نحو مسجد و كل ما لا تملك فيه. (الدرالمختار مع الشامی، كتاب الزكاة، باب المصرف كراچی ۲/۳۴۴، زکریا دیوبند ۳/۲۹۱، ہکذا فی الہندیۃ زکریا ۱/۱۸۸، ۶/۳۹۲، جدید زکریا دیوبند ۱/۲۵۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ شوال ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۹۲۵)

مکتب کی تعمیر کیلئے حیلہ تملیک کرنے کی اجازت نہیں

سوال: [۳۶۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایسے مدرسہ میں جس میں مطبخ نہیں ہے، مدرسہ کی کمیٹی کے لوگ زکوٰۃ کے مال کو کسی نابالغ غریب بچے یا لڑکے کو مال دے کر واپس لے لیں تملیک کے طور پر مدرسہ کے خرچ وغیرہ کیلئے تو کیا یہ درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: تنویر عالم، اصالتپورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسے مدارس جس میں مطبخ وغیرہ نہیں ہے، تعمیر میں لگانے کیلئے کمیٹی کے لوگوں کا مال زکوٰۃ کا حیلہ تملیک کرنا ممنوع ہے، اور مستحقین کے حق کو ضائع کرنے کے مرادف ہے اور جن بڑے مدارس میں مدرسین کی تنخواہوں میں دینے کیلئے حیلہ تملیک کی گنجائش ہے، ان میں بھی نابالغ بچوں کے ذریعہ سے حیلہ تملیک کرنا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ وہ خود مکلف نہیں ہے، ہاں بالغ غریب طلباء کے ذریعہ سے

حیلہ تملیک کرنا جائز اور درست ہے۔

أما الاحتيال لإبطال حق المسلم فيأثم و عدوان ، وقال النسفي في الكافي عن محمد بن الحسن قال : ليس من أخلاق المؤمنين الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى إبطال الحق . (عمدة القارى ، داراحياء التراث العربي ۲۴ / ۱۰۹ ، زكريا ديوبند ۱۶ / ۲۳۹ ، تحت رقم الحديث: ۶۹۵۳)

وفي التمليك إشارة إلى أنه لا يصرف إلى مجنون وصبي غير مراقب إلا إذا قبض لهما من يجوز له قبضه كالأب والوصى وغيرهما . (شامى ، كتاب الزكاة ، باب المصرف ، كراچى ۲ / ۳۴ ، زكريا ۳ / ۲۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ شوال المکرم ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹ / ۱۰۷۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸ / ۱۰ / ۱۴۳۱ھ

مکتب کے بچوں کی کتاب وکاپی خریدنے کیلئے تملیک کی اجازت نہیں

سوال: [۴۶۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ضلع ایٹہ یوپی کا ایک قصبہ علی گنج ہے دینی اعتبار سے نہایت پسماندہ اور کچھڑا ہوا ہے، قصبہ بالخصوص محلہ میں اب تک دینی مدارس و مکاتب کا کوئی وجود نہیں تھا، محلہ کے چند فکرمند حضرات کی جدوجہد سے ایک شاندار عمارت کے ساتھ مدرسہ وجود میں آ گیا اور مکتب کی شکل میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا، چونکہ عوام دین کے نام پر خرچ کرنا نہیں چاہتی ہے اور نہ دینی تعلیم کے حصول کا کوئی شوق رکھتی ہے، لہذا تعلیمی نظام کی یہ ترتیب بنائی گئی کہ بچوں کی تعلیم مفت دی جائے، اور تعلیم سے متعلق کتاب وکاپی بھی مفت فراہم کی جائے، کہ بچوں کے والدین بخوشی اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلانے پر رضامند ہو جائیں، الحمد للہ مدرسہ ہذا میں بشکل مکتب تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری ہے، طلباء نادار و مالدار دونوں میں اکثریت ناداروں کی ہے، طلباء کیلئے کتاب وکاپی کی فراہمی کیلئے زکوٰۃ و صدقات بھی وصول کئے جاتے ہیں، اور عمید

قربانی پر چرم قربانی بھی وصول ہوتے ہیں، اور حاصل شدہ رقوم کو حیلہ تملیک کے بعد مدرسہ کے جملہ مصارف میں خرچ کیا جاتا ہے، ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں واضح ہو کہ مدرسہ میں دارالاقامہ قائم نہیں ہے؟

المستفتی: ابو حارث عثمانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب فکر مند لوگوں کے ذریعہ سے مذکورہ مکتب کے لئے شاندار عمارت تیار ہوگئی ہے تو اس میں پڑھنے والے بچوں کے لئے کتابیں وکاپی کے خرچہ کا انتظام کرنا کوئی مشکل نہیں ہو سکتا اس لئے کہ چھوٹے بچوں کی کتاب وکاپی کے خرچہ میں کوئی بہت موٹی رقم کی ضرورت نہیں، ایک مکتب میں پورے سال میں بھی بچوں کی کتاب وکاپی میں دس پندرہ ہزار روپیہ خرچ ہو سکتے ہیں، لہذا اس مختصر ضرورت کے لئے زکاۃ وچرم قربانی کے پیسوں میں تملیک کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے، بلکہ فعال لوگوں کے تعاون کے ذریعہ سے یہ ضرورت پوری ہونی چاہے۔

فذهب علماءنا إلیہ أن کل حیلۃ یحتال بہا الرجل لإبطال حق الغیر أو لإدخال شبہة فیہ أو لتمویہ باطل فہی مکروہة وفی العیون وفی الجامع الفتاویٰ لا یسعہ ذلک. (الفتاویٰ التاتاریخانیہ، زکریا دیوبند ۱۰/۳۱۱، رقم: ۴۸۴۵، ہندیہ زکریا دیوبند ۶/۳۹۰، جدید زکریا دیوبند ۶/۳۹۳)

أما الاحتیال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان وقال النسفی فی الکافی عن محمد ابن الحسن قال لیس من أخلاق المؤمنین الفرار من أحكام اللہ بالحیل الموصلة إلی إبطال الحق. (عمدة القاری، داراحیاء التراث العربی لبنان ۲/۱۰۹، زکریا ۱۶/۲۳۹، تحت رقم الحدیث: ۶۹۵۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ صفر ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۳۲/۲۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲/۲۱۲/۱۴۳۵ھ

مکتب میں بعد تملیک زکوٰۃ و صدقہ کی رقم صرف کرنا

سوال: [۴۶۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان کے مہینہ میں مدرسہ کی طرف سے سفیر بنا کر جن اشخاص کو بھیجا جاتا ہے، اور صدقہ و زکوٰۃ و فطرہ کا روپیہ اکٹھا کر کے کسی غریب یا کسی بیوہ کو دیکر اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ اس روپیہ کی تم ذمہ دار ہو چاہے اس کو تم رکھ لو اور چاہے مدرسہ میں دیدو اس طرح تملیک کرنا جائز ہے یا نہیں، جبکہ اس مدرسہ میں کوئی طالب علم باہر کا نہیں ہے، اور نہ کوئی بچہ یتیم ہے سب بچے گاؤں کے پڑھ رہے ہیں، تو مدرسہ کی عمارت میں اور مدرسین کی تنخواہ میں اس روپیہ کو صرف کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

المستفتی: حافظ دشا احمد،

مدرسہ مظہر العلوم، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایسے مدارس میں زکوٰۃ صدقہ چرم قربانی کا پیسہ نہیں دینا چاہئے، جن میں بیرونی طلباء نہ ہوں اور نہ منجانب مدرسہ طلباء کو کھانا دیا جاتا ہو، بلکہ ایسے مدارس میں دینا چاہئے جن میں طلباء کو کھانا دیا جاتا ہے، اسلئے کہ جہاں صدقہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے، وہاں دینا ممنوع ہے اور ایسے چھوٹے مدارس کی کفالت خود علاقہ کے لوگوں کی امداد سے ہونی چاہئے۔

فذهب علماءنا إلیہ أن کل حیلۃ یحتال بہا الرجل لإبطال حق الغیر أو

لإدخال شبهة فیہ أو لتمیوہ باطل، فہی مکروہة . (الفتاویٰ التاتاریخانیہ، کتاب

الحیل، الفصل الأول فی جواز الحیل ۱۰/۳۱۱، رقم: ۱۴۸۴۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۲۲۵)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۱۴۱۵ھ

مکتب میں زکوٰۃ کی رقم تملیک یا بلا تملیک استعمال کرنے کا حکم

سوال: [۴۶۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) انبالہ شہر میں ایک مدرسہ کھولا گیا ہے، جس کا خرچ کچھ مسلمان بھائی آپس میں مل جل کر اٹھا رہے ہیں، اور اس مدرسہ میں قاعدہ، نوارنی قاعدہ اور ناظرہ والے بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اور بیرونی طلبہ کوئی نہیں ہیں، دریافت یہ کرنا ہے کہ اس مدرسہ میں زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ کا پیسہ لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اور اگر کسی سے زکوٰۃ وغیرہ کے پیسہ کی تملیک کرائی جائے اور پھر اس پیسہ کو

مدرسہ میں لگایا جائے تو کیا حکم ہے؟

(۳) اور جو اس کے لئے صدقہ فطرہ وغیرہ کا پیسہ جمع کیا جا چکا ہے اس کا کیا کیا جائے۔

(۴) جن لوگوں نے یہ پیسہ دیا ہے کیا ان کا صدقہ فطر ادا ہو گیا یا نہیں؟

المستفتی: نسیم احمد نٹھوری، انبالہ شہر، ہڑیارال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ میں جس مدرسہ کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ

مقامی بچوں کے لئے مکتب ہے جس میں نوارنی قاعدہ اور ناظرہ وغیرہ کی تعلیم ہوتی ہے، اگر ان بچوں میں غریب نادار بچے ہیں، تو ان پر زکوٰۃ اور صدقہ فطر کا پیسہ خرچ کرنا جائز ہے اور بچوں کو پڑھانے والا جو استاذ ہے اس کی تنخواہ اگر امداد کی رقم سے پوری ہو جاتی ہے تو زکوٰۃ اور صدقہ فطر وغیرہ اس کی تنخواہ میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے لئے تملیک کرنا جائز ہے ہاں البتہ اگر تنخواہیں پوری نہیں ہو پاتی ہیں، تو مجبوری میں مدرسین کی

تنخواہ میں دینے کے لئے شرعی تملیک کرنا جائز ہے، مگر زمین خریدنے کے لئے یا تعمیر کے لئے زکوٰۃ اور صدقہ فطر کے پیسہ میں تملیک کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس سے فقراء کی حق تلفی لازم آتی ہے۔

و كذلك فى جميع أبواب البر التى لا يقع بها التملك كعمارة المساجد وبناء القناطر والرباطات لا يجوز صرف الزكاة إلى هذه الوجوه .
(ہندیہ ، کتاب الحیل ، زکریادیو بند ۶/۳۹۲ ، جدید زکریادیو بند ۶/۳۹۵)

وقال محمد: يكره لمافيه من القصد إلى إبطال حق الفقراء بعد

وجود سببه . (عمدة القارى ، كتاب الحيل ، باب فى الزكاة ، داراحياء التراث العربى ۱۱۱/۲۴ ، زکریادیو بند ۶/۲۴۱ ، تحت رقم الحديث : ۶۹۵۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۶/ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ

۱۴۳۰/۱۱/۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۸۱۱/۳۸)

مکتب کے استاذ کو تملیک کے بعد زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۳۶۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک امام صاحب مسجد میں امامت کرتے ہیں، اور متصل جگہ میں مکتب نما مدرسہ ہے جس میں اسکول کے بچے اور کچھ مقامی بچے جو مستقل مدرسہ میں پڑھتے ہیں امام صاحب کی تنخواہ مسجد سے ایک ہزار روپے اور مدرسہ سے تین ہزار روپے ہے جو کہ زکوٰۃ ہے اہل کمیٹی کے لوگ تملیک کے بعد امام صاحب کو مدرسہ کی تنخواہ دیتے ہیں، جبکہ مدرسہ میں کوئی باہر کا بچہ نہیں ہے، تو ایسی صورت میں امام صاحب کے لئے وہ زکوٰۃ کی رقم تملیک شدہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر گنجائش کی صورت ہو تو تحریر فرمادیں؟

المستفتی: محمد انتخاب، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: محلّہ کی مسجد میں جو مکتب قائم ہوتا ہے، جس میں محلّہ کے بچے پڑھتے ہیں، اس کے استاذ کی تنخواہوں کی ذمہ داری محلّہ کے لوگوں پر ہوتی ہے اتنے مختصر کام کے لئے زکوٰۃ کا پیسہ وصول کرنا پھر اس کا امام کی تنخواہ میں دینے کیلئے تملیک کرانا مال زکوٰۃ کے بارے میں لاپرواہی کے مرادف ہونا ہے، اور فقراء کے حق کو باطل کرنا ہے، ہاں البتہ زکوٰۃ کے بغیر اگر مدرس کی تنخواہ محلّہ سے پوری نہیں ہوتی ہے، یا محلّہ والے اس میں تعاون کرنے کے لئے کسی طرح تیار نہیں ہیں، اور علاقہ کے بچے دینی تعلیم سے محروم ہو رہے ہیں، اور اس محلّہ کے لوگ انتہائی پسماندہ اور غریب ہیں، تو ایسی مجبوری کی صورت میں زکوٰۃ کے پیسہ میں تملیک کر کے اس مکتب کے استاذ کو تنخواہ میں دینے کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

وأما الاحتيال لإبطال حق المسلم فيأثم و عدوان وقال النسفي في الكافي: عن محمد بن الحسن قال: ليس من أخلاق المؤمنين الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى إبطال الحق. (عمدة القاري، كتاب الحيل، دار احياء التراث العربي ۱۰۹/۲، زكريا ديوبند ۱۶/۲۳۹، تحت رقم الحديث: ۶۹۵۳)

الضرورات تبيح المحظورات. (قواعد الفقہ اشرفی بکڈپو، دیوبند ۱۷۰/۱۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ العلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۹۳۰/۴۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۲/۱/۷ھ



(۱۲) باب: اسکول میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنے کا حکم

اسکول میں زکوٰۃ کی رقم لگانا

سوال: [۴۶۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ کی رقم حیلہ تملیک کے بعد دنیاوی تعلیم کے اوپر خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض جو نیئر ہائی اسکول کے ماسٹران کو خواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: شیخ احمد قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس کے لئے حیلہ تملیک کرنا ہی شرعاً جائز نہیں ہے۔

كما في عمدة القاری الاحتيال للهروب عن الحرام والتباعد عن الوقوع في الإثم لا بأس به بل هو مندوب إليه، وأما الاحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان . (عمدة القاری، کتاب الحیل، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰۹/۲۴، زکریا ۲۳۹/۱۶، تحت رقم الحدیث ۶۹۵۳، وهكذافي الفتاوى التاتارخانية زكريا ديوبند ۳۱۱/۱۰، رقم: ۱۴۸۴۵، هندیہ زکریا دیوبند ۳۹۰/۶، زکریا جدید دیوبند ۳۹۴/۶)

لہذا جو نیئر ہائی اسکول کیلئے حیلہ تملیک کرنے والے سب لوگ گنہگار ہوں گے۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۰۷ھ یقعدہ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۲/۲۳)

جو نیئر ہائی اسکول میں زکوٰۃ کی رقم

سوال: [۴۶۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو نیئر

ہائی اسکول کا قیام دینی مدرسہ کی عمارت میں نیز زکوٰۃ و صدقات کی رقم سے حیلہ تملیک کے بعد جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد عمر صدیقی، کاشی پور، مین تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حیلہ تملیک صرف ایسی ضروریات کے لئے جائز ہے، جن کے بغیر اسلامی شعار اور دینی علوم اور عبادات وغیرہ ضائع ہونے کا سخت خطرہ ہو، جو نیز ہائی اسکول دینی ضروریات سے خارج ہے، اسلئے نہ اسکا الحاق دینی مدارس کے ساتھ جائز ہے، اور نہ ہی اسپر چندہ یا مال زکوٰۃ مع حیلہ تملیک کے جائز ہے۔

و أما الاحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان الخ. (عمدة القاری،

کتاب الحیل، دار احیاء التراث العربی ۱۰۹/۲۴، زکریا دیوبند ۲۳۹/۱۶، تحت رقم الحدیث/۶۹۵۳، وھکذا فی الھندیة زکریا ۳۹۰/۶، زکریا جدید دیوبند ۳۹۴/۶، الفتاویٰ التاتار خانیة زکریا دیوبند ۳۱۱/۱۰، رقم: ۱۴۸۴۵)

لہذا جو نیز ہائی اسکول کے لئے حیلہ تملیک کرنیوالے سب لوگ گنہگار ہوں گے۔
فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳/رزئی الحججہ ۱۴۰۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸۵/۲۳)

جو نیز اسکول میں حیلہ سے مال زکوٰۃ صرف کرنا

کیا: [

سوال: [۴۶۲۲]

فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ میں چونکہ اب تک لڑکے اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم تھی، اب ارباب شوری نے لڑکیوں کی تعلیم کیلئے استاد نیاں رکھ کر تعلیم کا

نظم کیا ہے، لہذا اس عمارت میں جو نیئر اسکول چلا یا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ نیز ارباب شوریٰ کا باہمی اختلاف اس میں یہ ہے کہ جو پیسہ جو نیئر کے لئے بالائی منزل پر خرچ ہوا ہے وہ مدرسہ عربیہ کے جو نیئر کو دلوایا جائے، اور جو نیئر مدرسہ کی عمارت سے الگ قائم کر دیا جائے، بعض لوگ یہ کہتے ہیں، کہ اس عمارت میں جو نیئر کو چلنے دیا جائے، کونسی بات از روئے شرع مناسب ہے؟ مفصل بیان فرما کر شکر یہ کا موقع دیں؟ نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد یوسف قاسمی، جامعہ عربیہ
شمس العلوم، محلہ علی خان، کاشی پور، میننی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مدرسہ شمس العلوم کی عمارت کی تیسری منزل پر جو نیئر کی اجازت دینے میں آئندہ مدرسہ کو کافی نقصان پہنچ سکتا ہے، اس لئے اس میں جو نیئر کی تعلیم کی اجازت نہ دی جائے، نیز جو نیئر کو تیسری منزل کے مذکورہ کمرہ کی قیمت ادا کر دی جائے، اور جو نیئر علیحدہ اپنا انتظام کرے تاکہ دینی مدرسہ سے اس کا کوئی تعلق نہ رہے!

كما استفاد من عبارة الأشباه: وإنما يقال لمريد ها أنفق واحبس العين إلى استيفاء قيمة البناء أو ما أنفقته. (الأشباه والنظائر قديم ۱/۱۴۱، جديد زكريا ۱/۲۵۴)

(قوله) ومنها لو غصب أرضاً فبني فيها أو غرس فإن كانت قيمة الأرض أكثر قلعها وردت وإلا ضمن له قيمتها الخ. (الأشباه والنظائر قديم ۱/۲۸۵، جديد زكريا ۱/۲۸۵)

یعنی اگر کسی نے زمین غصب کر کے اسمیں عمارت بنائی یا باغ لگا دیا تو اگر عمارت کی قیمت زیادہ ہو تو زمین کی قیمت ادا کرے گا، اگر زمین کی قیمت زیادہ ہے تو عمارت کو اکھیڑ دیا جائے، حاصل

یہ ہے کہ جس کی قیمت کم ہو اسکی قیمت ادا کر کے علیحدہ کر دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ رزی الحجہ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۰۳۶)

کمیٹی کا مکتب میں زکوٰۃ کا روپیہ دینا

سوال: [۴۶۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مکتب ہے اس میں کچھ طلبہ دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور پڑھانے والے کو کمیٹی کی طرف سے تنخواہ دی جاتی ہے، تو اس مکتب میں زکوٰۃ یا چرم قربانی کا روپیہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل جواب مطلوب ہے؟

المستفتی: انیس الرحمن، کٹہاری، معلم مدرسہ ہذا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ و چرم قربانی کا روپیہ نادار، غیر سید فقیر یا نادار طلبہ جو سید نہ ہوں کو دینا ضروری ہے، مدرسہ کے مصارف میں بغیر حیلہ شرعی صرف کرنا جائز نہیں ہے، اسلئے ایسے مکتب میں زکوٰۃ نہ دینی چاہئے، جو کمیٹی کے تحت چل رہا ہو، اور وہاں باہر کے طلبہ کے لئے طعام و دیگر اخراجات کا انتظام نہ ہو۔

أما تفسیرھا فھي تملیک المال من فقیر مسلم غیر ہاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ الخ.

(عالمگیری، کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیرھا وصفتها و شرائطھا، زکریا

دیوبند ۱/۱۷۰، جدید زکریا ۱/۲۳۲)

ولا يجوز أن یسنى بالزکوٰۃ المسجد (إلى قوله) وکل ما لا تملیک

فیه الخ. (ہندیہ، الباب السابع فی المصارف ۱/۱۸۸، جدید زکریا ۱/۲۵۰، تبیین

الحقائق، مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۰، زکریا دیوبند ۲/۱۲۴، شامی کراچی ۲/۳۴۴،

زکریا دیوبند ۳/۲۹۱، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۶/۲۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۷ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۳/۲۴)

مخلوط تعلیم والے مدرسہ میں زکوٰۃ

سوال: [۴۶۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مدرسہ جس میں دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی دی جاتی ہے، درس قرآن کا ایک شعبہ ہے، درس قرآن کی تعلیم کیلئے تنخواہ کی ضرورت ہے زکوٰۃ کی رقم سے اس تعلیم کی تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ جواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتی: احقر محمد احمد، فیض گنج، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کی رقم سے معلم کو تنخواہ دینا جائز نہیں ہے بلکہ غریب نادار کو بلا عوض مالک بنا دینا واجب ہے۔

ویشترط ان یکون الصرف تمليکاً لا إباحة كما مر لا یصرف إلیٰ بناء نحو مسجد الخ. (الدرالمختار، کتاب الزکاة، باب المصروف، زکریا دیوبند ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ شعبان ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۹۶/۲۵)

مدرسہ کے نام پر چلنے والے اسکول میں زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۶۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل

کچھ مدارس اسلامیہ اس طرح کے ہیں، کہ ان میں دینی تعلیم کی جگہ دنیاوی تعلیم پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے، اور وہ بھی خاص کر انگریزی تعلیم پر اس کے علاوہ ان مدرسوں میں نہ تو حفظ کا ہی کوئی معقول انتظام ہے اور نہ ہی بیرونی یا مقامی نادار طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں، بلکہ طلبہ سے ہر مہینہ ۱۰، ۱۵، ۲۰ روپیہ ماہوار فیس وصول کی جاتی ہے، اگر تھوڑا بہت کچھ ہے تو صرف اتنا کہ جو بچے غریب ہوتے ہیں، انکی فیس معاف کر دی جاتی ہے، یا کورس کی کتابیں دلا دی جاتی ہیں، تو کیا ایسے مدرسوں میں زکوٰۃ فطرہ چرم قربانی وغیرہ دینا درست ہے، جبکہ مہتمم حضرات مذکورہ مذکورہ کی رقم کورس تملیک بھی کرا لیتے ہیں، تو ایسے مدرسوں میں زکوٰۃ صدقہ و چرم قربانی وغیرہ دی جائے تو کیا داہو جائے گی؟

المستفتی: محمد مسلم، امر وہوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوال میں مدارس اسلامیہ کا ذکر کیا گیا ہے، وہ صرف نام کے مدارس ہیں درحقیقت دنیوی اسکول ہیں، ان میں زکوٰۃ و صدقات واجبہ کا خرچ کرنا جائز نہیں ہے، یہ اسکول طلبہ کی فیس وغیرہ کے ذریعہ چلا کرتے ہیں، اور تھوڑی بہت جو دینی تعلیم ہے وہ صرف ضمناً ہے اور دینی تعلیم کا نام لیکر چندہ حاصل کرنا اور دنیوی تعلیم جاری رکھنا مقصود ہوتا ہے، اسلئے ایسے اداروں میں صدقات واجبہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ عام اسکولوں میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے اور سوالنامہ میں اوپر ذکر کردہ جو مدارس ہیں، ان کی ضرورت کیلئے تملیک کرانا ہرگز جائز نہیں ہے، اسلئے کہ وہ درحقیقت اسکول ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ جدیدہ ۱/۱۸۸، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۲/۲۹۷)

ایسی صورت میں ساری ذمہ داری وصول کنندہ کے سر ہوگی۔

کما یستفاد من عبارة البحر: رجلا ن دفع کل واحد منهما زکوٰۃ ماله إلى رجل لیؤدی عنه فخلط مالهما ثم تصدق ضمن الوکیل وکذا

لو كان في يد رجل أوقاف مختلفة ، فخلط انزال الاوقات وكذلك البيع والسمار والطحان إلا في موضع يكون الطحان مأذونا بالخلط عرفا... وبه يعلم حكم من يجمع للفقراء ومحلله ما إذا لم يؤكلوه (إلى قوله) فإذا ضمن في صورة الخلط لا تسقط الزكاة عن أربابها الخ. (البحر الرائق ، جديده زكريا

ديوبند ۲/۳۶۹، قديم كوئٹہ ۲/۲۱۰ و ۲۱۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹/۶/۳۰ھ

۱۴۱۹/۶/۳۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۸۳۶/۳۴)

کیا زکوٰۃ کی رقم مشترکہ مدرسہ واسکول میں دینے سے ادا ہو جائے گی

سوال: [۴۶۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا جو

لوگ زکوٰۃ وچرم قربانی صدقہ فطر مذکورہ بالا مدرسہ کو دیدیں گے تو ان کی ادائیگی ہو جائے گی یا نہیں؟ اور جان بوجھ کر ایسا کرنے میں گنہگار تو نہیں ہوں گے؟ تینوں اجزاء کا جواب مکمل و مدلل تحریر فرمائیں؟

المستفتی: انجمن فروغ اسلام،

قاضی باغ، کاشی پور، نئی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر زکوٰۃ کی رقم مصرف اور مستحق تک نہ پہنچے تو

ادائیگی نہ ہوگی، جبکہ مالک کو نہ پہنچنے کا علم ہو اور اگر کوئی مستحق تک پہنچانے کا وعدہ کر کے وصول کرتا ہے، اور پھر مستحق تک نہ پہنچائے یا جائز مصرف میں خرچ نہ کرے تو وصول کنندہ گنہگار ہوگا اور امانت میں خیانت کی سخت وعید آئی ہے، اور رکن کا ادا کرنا واجب ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا. (الاية: سورة ۵۸)

حدیث شریف میں ہے!

لا ایمان لمن لا أمانة له ولا دين لمن لا عهد له. (الحديث، المعجم الكبير

۱۰/۲۲۷، رقم: ۱۰۵۵۳)

كل حقٍ لأحدٍ على أحدٍ أمانةٌ، يجب أداءه لأهله الخ. (تفسير مظہری

۱/۴۸، سورۃ نساء آیت: ۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۰۷/۲۵)

زکوٰۃ کی رقم اسپتال و اسکول میں لگانا

سوال: [۴۶۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید

(ایک صاحب خیر) کے پاس کچھ رقم مد زکوٰۃ کی جمع ہے، زید ایک ٹرسٹ بنا کر اس رقم سے

ایک زمین برائے اسپتال و اسکول جس میں ہندی اردو اور انگریزی کی تعلیم کیساتھ بنیادی

دینی تعلیم بھی دی جائیگی، خرید کر دینا چاہتا ہے کیا یہ مصرف جائز ہوگا، کیا اس طرح زید کی

زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

المستفتی: عدیل احمد مجلہ اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ اشیاء مصرف زکوٰۃ نہیں ہیں، ان کیلئے مد

زکوٰۃ سے زمین خرید کر ڈال دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

لا یصرف إلیٰ بناء نحو مسجد وتحتہ فی الشامیة کبناء القناطر

والسقايات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد وکل مالا

تملیک فیہ الخ. (الدرالمختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا دیوبند

۲۹۱/۳، کراچی ۲/۴۴، ہندیہ کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف ۱/۱۸۸،
جدید زکریا ۱/۲۵۰، المحيط البرہانی، کتاب الزکاة، الفصل الثامن من توضع فیہ الزکاة،

المجلس العلمی بیروت ۳/۲۱۲، رقم: (۲۷۸۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

کیم شعبان ۱۴۱۱ھ

کیم شعبان ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۳۱۸)

غیر سرکاری ہسپتال میں زکوٰۃ

سوال: [۴۶۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر
سرکاری ہسپتال کی زکوٰۃ کے ذریعہ مدد کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرحمن، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ہسپتال میں زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں ہے۔
چاہے غیر سرکاری ہو یا سرکاری، اس لئے کہ غیر سرکاری امدادی ہسپتالوں میں جو نظام
بنا ہوا ہے، اس نظام کے تحت باقاعدہ طور پر ہسپتال کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ کی ادائیگی مشکل
ہے، ہاں البتہ کسی مستحق زکوٰۃ مریض کے ہاتھ میں زکوٰۃ کا پیسہ دیا جائے، پھر وہ اس پیسے سے
ڈاکٹری فیس اور دواؤں کی قیمت ادا کرتا ہے تو جائز اور درست ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تملكاً لا إباحة . (الدر المختار مع الشامی،

کتاب الزکاة، باب المصروف کراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۸/ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

۱۴۲۶/۳/۱۳

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۷۳۳)

زکوٰۃ اور چرم قربانی کی رقم حیلہ تملیک کے بعد اسکول میں صرف کرنا

سوال: [۴۶۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ اسلامیہ جو نیر ہائی اسکول قاضی باغ میں دو شعبے ہیں، دینیات جسمیں ایک حافظ صاحب پڑھاتے ہیں، دو چار بچے بھی بیرونی ہیں، جنکے کھانے کا نظم صرف محلہ کی دعوتوں کی شکل میں رہتا ہے، دوسرا شعبہ ہائی اسکول ہے جس میں گورنمنٹ کے کورس کے مطابق تعلیم ہوتی ہے، ٹیچر سب مسلمان ہیں، دونوں شعبوں پر زکوٰۃ چرم قربانی صدقہ فطر کی رقم حیلہ تملیک کے بعد خرچ کی جاتی ہے؟

(۱) کیا حیلہ تملیک دونوں شعبوں کیلئے جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کس شعبہ کیلئے۔
 (۲) کیا جو نیر ہائی اسکول کو زکوٰۃ صدقات چرم قربانی کی رقم سے چلانا جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: انجمن فروغ اسلامی
 محلہ قاضی باغ، کاشی پور، مین تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ و صدقہ فطر و چرم قربانی کی رقوم واجب اور فرض ہیں، ان کے اصل مستحق نادار اور مساکین ہیں، اہم ترین دینی ضرورت کے بغیر حیلہ تملیک جائز نہیں ہے اور جو نیر ہائی اسکول کی تعلیم بھی دینی ضروریات میں داخل نہیں ہے اسلئے اس شعبہ میں صرف کرنے کیلئے حیلہ تملیک ہرگز درست نہیں ہو سکتا ہے، جو لوگ شعبہ جو نیر ہائی اسکول کیلئے حیلہ تملیک کریں گے وہ سب گنہگار ہونگے اور عند اللہ جواب دہ ہونگے اور جن شعبوں میں صرف دینی تعلیم ہوتی ہے، اور بغیر حیلہ تملیک اس شعبہ کا باقی رہنا ممکن نہیں ہے، تو ان کے لئے بقدر ضرورت حیلہ تملیک کی اجازت ہے۔

والاحتیال للہروب عن الحرام والتباعد عن الوقوع فی الآثام لا بأس

بہ بل هو مندوب الیہ ، وأما الاحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان .
 (عمدة القاری شرح البحاری ، دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۴ / ۱۰۹ ، زکریا
 دیوبند ۶ / ۱ / ۲۳۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۵ / ۱۸۰۷)

کسی کمیٹی کا انجمن کو زکاۃ کی رقم سے چلانا

سوال: [۴۶۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
 زید نے ایک کمیٹی بنائی جس کا نام ناگوری تیلیان ویلفیئر کمیٹی رکھا، جس کے اغراض
 و مقاصد یوں ہیں؟

(۱) سماج کے غریب بے سہارا مظلوم و معذور و بیمار افراد کے علاج و دوا و خوراک، پہننے
 اور مالی حالات کو درست کرنے کیلئے مدد کرنا؟

(۲) معاشرہ میں مرد و عورت لڑکے لڑکیوں کو دینی و دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کیلئے
 مالی امداد و دیگر اسباب مہیا کروانا؟

(۳) معاشرہ کے قابل ذہین لڑکے و لڑکیوں کو اونچی صنعتی تعلیم حاصل کرنے کیلئے مالی
 امداد و قرض حسنہ مہیا کروانا؟

(۴) سماج کے غریب بے سہارا اورث، بیمار بچوں کا علاج کیلئے مدد کرنا، بنا فیس
 شفا خانہ کھولنے کی اسکیم عمل میں لانا؟

(۵) قوم کے مشکل مسائل کو اجاگر کرنا اور ان کی مشکلات حل کرنا؟

(۶) قوم کے ضرورت مند لوگوں کو صوبائی حکومت کے ذریعہ دی جانے والی
 پنشن و بیوہ پنشن مجبوروں کی مدد، اپاہجوں کی پنشن دیگر سہولتوں کی جانکاری دے کر
 دلوانے کی ہر ممکن کوشش کرنا؟

(۷) سماج کیلئے قومی مکان کی جگہ صوبائی حکومت سے منظور کروانا، مندرجہ بالا مقاصد میں زکوٰۃ کا پیسہ لگ سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالمجید کھوکھر، جنرل سکرٹری:
ناگوری تیلیان ویلفیر سوسائٹی، مدرسہ
رحمانیہ، پہلی منزل، نیا کنواں، بیکانیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس طرح کی کمیٹی اور انجمنوں کو زکوٰۃ کی رقم سے چلانا جائز نہیں ہے، ایسی انجمنوں اور کمیٹی میں زکوٰۃ کا پیسہ جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ زکوٰۃ کا بیت المال ہے اور زکوٰۃ کا بیت المال حکومت اسلامیہ کے بغیر ہندوستان میں چلانے کی کوئی صورت نہیں، اسلئے ایسی انجمنوں اور کمیٹی کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ وصول کرنا جائز نہیں، البتہ آپس میں امدادی رقوم جمع کر کے ایسی انجمنوں کو چلانا اور اس کے ذریعہ سوالنامہ میں ذکر کردہ مقاصد میں خرچ کرنا جائز ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۲/۳۰۶، جدید زکریا ۴/۳۲۶، جدید زکریا مطول ۶/۲۶۵، جواہر الفقہ قدیم ۲/۳۷۶-۳۸۲، جدید زکریا ۳/۳۰۶، ۳۱۳)

إن علی الإمام أن يجعل لكل نوع بيتا يخصصه . (شامی، کتاب الزکاة، باب العشر، مطلب فی بیان بیت المال و مصارفها، کراچی ۲/۳۳۷، زکریا ۳/۲۸۱، ہندیہ زکریا ۱/۱۹۱، جدید زکریا ۱/۲۵۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ علم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۵/۱۹۸۱)

زکوٰۃ کی رقم اسکول کی ماہانہ فیس وغیرہ میں صرف کرنا

سوال: [۴۶۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص جو شرعاً مستحق زکوٰۃ ہے اس کے بچے کچھ بالغ کچھ نابالغ دنیاوی تعلیم حاصل کرتے ہیں

لیکن وہ اپنی غربت اور بیماری کے باعث بچوں کی ماہانہ فیس یا اسکول کی مقرر کردہ پوشاک یا کورس وغیرہ کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس شخص کے بچوں کی ماہانہ فیس پوشاک کورس دینا وی تعلیم کیلئے زکوٰۃ کی رقم سے اس طرح ادا کرنا کہ ان بچوں کے والدین کو رقم کا مالک بنا دیا جائے، پھر وہ والدین خود ماہ یا ایک ساتھ اسکول کی ماہانہ فیس ادا کرتے رہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

اگر ادا نہیں کر سکتے تو اس کا مدلل جواب مع حوالہ نیز عقلی کے ساتھ ساتھ نقلی دلیل بھی تحریر فرمائیں؟

المستفتی: سلیم اللہ قاسمی،

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ کا پیسہ فقراء کی ضرورت پوری کرنے کیلئے ہے جن کے بچے اسکول میں پڑھتے ہیں، اگر وہ فقیر مستحق زکوٰۃ ہیں تو زکوٰۃ کا پیسہ دینا جائز ہے، مگر اس بات کا خیال ضروری ہے، کہ اگر اسکولوں کی فیس ادا کرنے کیلئے پیسہ دیا جائے تو کس طرح دیا جائے بعض اسکولوں کی فیس بہت معمولی ہوتی ہے، اور پڑھائی بھی اچھی ہوتی ہے، جیسے کہ لڑکیوں کے اسکولوں میں جنت نشاں ہے، عبدالسلام اسکول ہے مسلمہ اسکول ہے نہایت معمولی فیس ہوتی ہے اور پڑھائی بہت اچھی ہوتی ہے، خاص کر جنت نشاں کی تعلیم بہت اچھی ہوتی ہے، اور فیس مہینے میں سو روپیہ بھی نہیں ہے، ایسے ہی لڑکوں کے اسکول لاتعداد ہیں، جن کی فیس نہایت کم ہے اسکے برخلاف بعض اسکول وہ ہیں، جن کی سالانہ فیس کے ہزاروں روپے بیٹھتے ہیں، تو مستحق زکوٰۃ شخص کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ بھیک مانگ کر اتنے مہنگے اسکولوں میں بچوں کو پڑھانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، یہ شرعی ضرورت میں داخل نہیں ہے، جس کے لئے زکوٰۃ کی بھیک مانگی جائے، ایسے غریبوں کیلئے کم فیس والے اسکول قائم ہیں، انہیں میں اپنے بچوں کو تعلیم دیں، لہذا اگر کسی کے پاس اتنی بھی گنجائش نہیں ہے، کہ کم سے کم فیس والے اسکول کو بھی فیس نہیں ادا کر سکتے ہو تو

ان کو زکوٰۃ کا پیسہ دیا جاسکتا ہے، کہ وہ اسی سے اپنے بچوں کی فیس ادا کریں، مگر مہنگے اسکولوں کی فیس ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں ہے۔

عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: من سأل الناس وله ما يغنيه جاء يوم القيمة ومسألته في وجهه خموش، أو خدوش، أو كدوح، الحديث: (سنن الترمذی، الزکاة، باب من تحل له الزکاة، النسخة الهندية ۱/۱۴۱، دارالسلام رقم/ ۶۵۰، سنن الدارمی دارالمغنی ۲/۱۰۲۲، رقم: ۱۶۸۰، سنن أبي داؤد، الزکاة، باب من يعطى من الصدقة، و حد الغنى، النسخة الهندية ۱/۲۲۹، دارالسلام رقم: ۱۶۲۶، مستدرک، کتاب الزکاة، قديم ۱/۴۰۷، مکتبه نزار مصطفى الباز، جدید ۲/۵۷۴، رقم: ۱۴۷۹، مشکوٰۃ شریف ۱۶۳/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتابتہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۴۷/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۳/۸ھ

زکوٰۃ کی رقم سے اسکولی غریب بچوں کی فیس جمع کرنا

سوال: [۴۶۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عصری تعلیمی ادارہ میں کچھ غریب اور نادار طلبہ اپنی فیس جمع کرانے سے قاصر ہیں، کیا اس ادارہ کے نظماً جو صاحب نصاب بھی ہیں، اپنی زکوٰۃ کی مد میں سے ان نادار طلبہ کی فیس نکال کر جمع کرا سکتے ہیں، تاکہ ان طلبہ کی فیس بھی جمع ہو جائے اور ادارہ کا نقصان بھی نہ ہو، نیز یہ بھی معلوم کرنا ہیکہ زکوٰۃ کا ایک فنڈ بنا کر اس میں سے اس طرح کے طلبہ کی تعلیمی اخراجات میں مدد کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: زوار احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پرائیویٹ اسکولوں کی فیس کی مقدار اکثر خفیہ

ہوا کرتی ہے اور زکوٰۃ فقراء و مساکین کا شرعی حق ہے، اس کے بالمقابل تعلیم دنیوی کیلئے سستے اور بالکل معمولی فیس والے اسکول غریب بچوں کے لئے ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں، اور زکوٰۃ کا پیسہ بھیک مانگا ہوا پیسہ ہوتا ہے، اس لئے بھیک مانگ کر منگے اور کثیر فیس والے اسکولوں میں پڑھانے کی اجازت نہیں دیجاتی، اسی طرح اس کام کیلئے باضابطہ فنڈ جمع کرنا بھی درست نہیں ہے، بلکہ زکوٰۃ کی رقم مستحق زکوٰۃ فقراء کو مالک بنا کر دینا لازم ہے، ہاں البتہ اتنا ہو سکتا ہے، کہ جن بچوں کے ماں باپ مستحق زکوٰۃ ہیں، انہیں براہ راست زکوٰۃ کا پیسہ دیدیا جائے، جسے وہ اپنی ضرورت میں خرچ کریں، اور وہ اس رقم کو اپنے بچوں کی تعلیم میں بھی خرچ کر سکتے ہیں۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ . (التوبہ: ۶۰)

الزکوٰۃ ہی تملیک مال من فقیر مسلم . (البحر الرائق، کتاب الزکوٰۃ،

باب المصرف، کوئٹہ ۲/۲۰۱، زکریا دیوبند ۲/۲۰۲)

مصرف الزکوٰۃ ہو فقیر . (شامی، زکریا ۳/۲۸۳، کراچی ۲/۳۳۹)

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۳۱۳۳۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۲/۳/۱۴ھ

اسکول کے اساتذہ کی تنخواہ مد زکوٰۃ سے دینا

سوال: [۴۶۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض

مدارس میں ہندی پرائمری پنجم تک کی تعلیم کا انتظام ہے اور پرائمری پنجم تک کی تعلیم کیلئے ماسٹر حضرات مقرر ہیں، اور اس بات کی بھی مکمل تحقیق ہے کہ اس سیکشن کے مدرسین کو زکوٰۃ، صدقہ فطرات سے تنخواہ دی جاتی ہے، اسلئے امداد کی رقم اتنی نہیں ہو پاتی کیونکہ پرائمری کے طلبہ سے فیس بھی نہیں لی جاتی ہے، تو کیا مذکورہ رقوم کا ان مدرسین کی تنخواہ میں دینا درست ہے یا نہیں؟

حیلہ کی صورت نکلتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محی الدین مقیم مدینۃ العلوم،
رام نگر، ضلع: میننی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہندی پرائمری اسکول کے ماسٹروں کی تنخواہ مد زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ سے دینا جائز نہیں ہے، اور نہ ہی ان کی تنخواہ کیلئے حیلہ تملیک جائز ہے، کیونکہ یہ اتنی بڑی شرعی ضرورت نہیں ہے، کہ جس کی وجہ سے حیلہ جیسی ممنوع چیز جائز ہو جائے۔

أما الاحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان الخ. (عمدة القاری،
کتاب الحیل، دار احیاء التراث العربی ۱۰۹/۲۴، زکریا دیوبند ۲۳۹/۱۶، تحت رقم
الحديث: ۶۹۵۳، وهکذا فی الفتاوی التاتار خانیه زکریا دیوبند ۳۱۱/۱۰، رقم ۱۴۸۴۵،
ہندیہ زکریا ۶/۳۹۲، جدید زکریا ۶/۳۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲ھ/۲۰۲۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/صفر ۱۴۱۲ھ

(الف فتاویٰ نمبر: ۳۳۰۶/۲۹)

زکوٰۃ کی رقم ہائی اسکول اور ماسٹروں کی تنخواہ میں دینا

سوال: [۴۶۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ کی رقم حیلہ تملیک کے بعد دنیاوی تعلیم کے اوپر خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی جو نیئر ہائی اسکول کے ماسٹروں کو اس رقم میں سے تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اسکے لئے حیلہ تملیک ہی کرنا شرعاً جائز نہیں، نیز حیلہ ممنوع کر کے ماسٹروں کی تنخواہ میں خرچ کرنا جائز نہیں ہوگا۔

الاحتیال للهرب عن الحرام والتباعد عن الوقوع فی الآثام لا بأس

بہ بل هو مندوب إليه- وأما الاحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان الخ. (عمدة القاری، کتاب الحیل، داراحیاء التراث العربی ۱۰۹/۲۴، زکریا دیوبند ۱/۲۳۹، تحت رقم الحدیث: ۶۹۵۳)

کلی حیلہ یحتال بها الرجل لإبطال حق الغير أو لإدخال شبهة فيه أو لتمویة باطل فهي مکروهة. (هندیہ، کتاب الحیل، الفصل الاول زکریا دیوبند ۳۹۰/۳، جدید زکریا ۶/۳۹۳، الفتاویٰ التاتار خانیة زکریا دیوبند ۱۰/۳۱۱، رقم: ۱۴۸۴۵)

لہذا جو نیرہائی اسکول یا اس کے علاوہ کے لئے حیلہ کرنے والے سب حضرات گنہگار ہونگے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳/ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۴/۲۳)

حیلہ تملیک کے بعد دینی مدرسہ کے پرائمری درجات کے ماسٹروں کو تنخواہ دینا

سوال: [۴۶۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ ہذا میں اردو میڈیم سے پرائمری درجات جیسا کہ حکومت سے منظور ہے، چلائے جائیں اور ترتیب بایں طور ہو کہ ہر درجہ کے طالب علم کو دو گھنٹہ قرآن حکیم کی تعلیم اور دو گھنٹہ اردو دینیات، تعلیم الاسلام، دینی تعلیم کے رسائل و تمرین اور صرف دو گھنٹہ پرائمری کی تعلیم میں صرف کریں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ دیگر مدرسین کی طرح ان ماسٹر عبد الوحید خاں صاحب کو تنخواہ مدرسہ کے اسی فنڈ سے جو کہ حیلہ تملیک کے بعد خرچ کیا جاتا ہے، دینا درست ہے یا نہیں؟ جواب سے مستفیض فرمائیں؟

المستفتی: محمد شفیع قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس سلسلہ میں تین استفتاء کے جوابات یہاں

سے جاچکے ہیں، جن کے نمبرز ذیل میں درج ہیں۔ (۱) ۳۲۲/۲۳۔ (۲) ۳۲۴/۲۳۔ مستفتی حضرات مولانا محمد شفیع صاحب۔ (۳) محمد عمر صدیقی ۳۸۲/۲۳ کہ میڈیم اور پرائمری درجات کی تعلیم حکومت کے نصاب اور حکومت کی منشاء کے مطابق ہے، تو وہاں جو دو ادارے ہیں، (۱) جونیر۔ (۲) مدرسہ عربیہ دینیہ تو مذکورہ میڈیم اور پرائمری بظاہر جونیر ہائی اسکول کے تابع ہے نہ کہ مدرسہ عربیہ کے اس لئے ایسی پرائمری کے ماسٹروں کو تنخواہ لینے بھی جائز نہ ہوگی، البتہ پرائمری جو مدرسہ شاہی، امدادیہ، حیات العلوم، جامع الہدیٰ مدرسہ رحمانیہ ٹانڈہ بادی وغیرہ میں ہیں، ان میں جائز ہے، کیونکہ ان سب میں پرائمری مدرسہ عربیہ کے تابع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۰۲۳)



(۱۳) باب العشر والخراج

عشر زکوٰۃ ہے یا امداد و صدقہ

سوال: [۴۶۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عشر زکوٰۃ ہے یا صدقہ یا امداد یا حوالہ جواب دیں؟

المستفتی: عبدالقدوس، گیاوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: عشر زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ کے حکم میں ہے، اس کا مصرف بھی فقراء اور مساکین ہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۴/۳۰۳، جدید ۴/۳۲۳، جدید زکریا مطول ۶/۲۹۷) مصرف الزکاۃ والعشر..... هو فقیر . (الدرمع الرد، کتاب الزکاۃ، باب

المصرف، زکریا دیوبند ۳/۲۸۳، کراچی ۲/۳۳۹) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۰ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

۱۴/۱۶/۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۲۹۶/۳۲)

گنے کی قیمت پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۶۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں کاشت کار ہوں گنا وغیرہ بوتتا ہوں، میرا گنا مل فیکٹری پر جاتا ہے، اور روپیہ جھکومتا ہے، اس سے زکوٰۃ کس طرح ادا کروں؟

المستفتی: عقیل خاں، غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر آپ پہلے سے صاحب نصاب ہیں تو

سالانہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت گنے کی قیمت میں سے جو پیسہ بھی آچکے پاس ہوگا، اس کی بھی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق والذهب وتعتبر القيمة عند حولان الحول بعد أن تكون قيمتها في ابتداء الحول مأتي درهم من الدراهم الغالب عليها الفضة. (ہندیہ، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۱/۱۷۹، جدید زکریا ۱/۲۴۱، الفصل

الثانی فی العروض) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۰/۲/۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۰۳۶/۳۴)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۰/۲/۱۹ھ

زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۶۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زمین سے پیدا ہونے والے اناج پر زکوٰۃ کی مقدار کیا ہے؟ اور اس کیلئے بھی دیگر چیزوں کی طرح سال کا پورا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر اس میں کوئی تفصیل ہو تو وہ بھی واضح کریں؟ تشریحی بخش جواب مطلوب ہے؟

المستفتی: محبت اللہ، مراد آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زمینداری ختم ہونے کے بعد ہندوستان کی زمین عشری نہیں ہیں، اسلئے آراضی ہند کی پیداوار پر عشر لازم نہیں ہے، البتہ اگر کوئی احتیاطاً عشر نکالنا چاہے، تو اس کے اختیار کی بات ہے، شرعاً لازم نہیں، ہاں پیداوار کو فروخت کرنے کے بعد اس کے پیسے پر ہزار میں ۲۵ روپیہ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ (مستفاد: ایضاح

النواد ۲/ ۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۳۶۴/۳۴)

گنے کی زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ

سوال: [۶۳۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھیت میں جو گنا ہوتا ہے، اسکی زکوٰۃ نکالنے کا کیا طریقہ ہے؟

المستفتی: حافظ محمد طاہر، ٹکینہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زمین کی پیداوار پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے، ہاں البتہ گنا فروخت کرنے کے بعد اس کی جو آمدنی ہوتی ہے، اس کو سابقہ روپیہ یا سونا چاندی کے ساتھ ملا کر اسکی زکوٰۃ نکالی جائیگی، اور پیداوار پر زکوٰۃ و عشر اسلئے لازم نہیں ہوتا کہ زمینداری ختم ہونے کے بعد ہندوستان کی زمین کی عشریت بھی ختم ہوگئی ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/ ۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷/ یقعدہ ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۳۶۴/۳۴)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/ ۱۴۲۰ھ

زرعی زمین پر زکوٰۃ واجب نہیں

سوال: [۶۳۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زرعی زمین ہے لیکن اس پر زراعت نہیں ہو رہی ہے، بلکہ خالی پڑی ہے، اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوتی ہے اسی طرح اگر اس زمین پر درخت لگا دیا جائے تو دس بارہ سال کے بعد

درختوں کے ذریعہ ہونے والی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ زمین کے وقت کی خرید کی مالیت پر یا موجودہ وقت کی مالیت پر یا اس سے ہوئی آمدنی پر زکوٰۃ دینی واجب ہوتی ہے؟ واضح فرمائیں؟

المستفتی: عبید الرحمن، پرنس روڈ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زرعی زمین پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اگرچہ خالی پڑی ہو، نیز درخت لگانے کے بعد درختوں کے پھلوں کی قیمت پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی، باقی زرعی زمین کی قیمت پر کسی حال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

لا فی ثياب البدن وأثاث المنزل وتحتہ فی الشامیة کثیاب البدن
الغیر المحتاج إليها وکالحوانیت والعقارات الخ. (الدر المختار مع الشامی،
کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۳/۱۸۲، کراچی ۲/۲۶۴)

ولو نوى التجارة فیما خرج من أرضه العشرية أو الخراجية أو
المساجرة أو المستعارة لا زکوة علیه الخ. (الاشباه قديم/ ۳۹، جدید زکریا ۱/۷۹)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/شعبان ۱۴۱۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/شعبان ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۳۳۵)

آسام کی زمین عشری یا خراجی

سوال: [۲۶۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آسام کی زمین عشری ہے یا خراجی؟

المستفتی: ریاض الدین، کالانی جولہ، آسام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہندوستان کے اکثر علاقہ کی زمین نہ عشری ہے اور نہ خراجی مگر آسام کی زمین کی حیثیت کیا ہے، احقر کو معلوم نہیں وہاں کے علماء سے رابطہ قائم فرمائیں۔

فإن أرضها ليست أرض خراج أو عشر . (شامی، کراچی ۲/۳۲۰، زکریا دیوبند ۳/۲۵۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۶/۱۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۲۰۳۳۸)

ہندوستان کی کونسی زمین میں عشر واجب ہے؟

سوال: [۳۶۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ لوگ ہندوستان کی زمین میں عشر نکالتے ہیں، اور کچھ لوگ عشر نہیں نکالتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بارے میں اختلاف ہے۔

کون سی زمین میں عشر واجب ہے اور کون سی زمین میں نہیں بعض لوگ وسیع زمین کی کاشت کے مالک ہوتے ہیں، اور بعض لوگ قلیل زمین کے کہ گذر بسر کرنا مشکل ہوتا ہے، بعض بٹائی پر کاشت کرتے ہیں، اور بعض لوگ سالوں پر رہن لیکر کرتے ہیں، ایسی زمین اور اپنی ذاتی زمین میں کتنا عشر واجب ہے؟

المستفتی: محمد شرف الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہندوستان میں زمینداری ختم ہو جانے کے بعد ہندوستانی زمین عشری نہیں رہی ہے، اور عشری زمین ہی کی پیداوار میں عشر واجب ہوتا ہے،

لہذا موجودہ ہندوستان کی زمین پر عشر واجب نہیں ہے ہاں البتہ اگر کوئی مسلمان احتیاط کے طور پر نکال کر فقراء کو دیدیتا ہے، تو یہ مستحب ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۱۷، عزیز الفتاویٰ ۱/۳۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳ صفر ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۳۱/۳۳)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳/۲/۱۴۱۹ھ

ہندوستانی زمینیں عشری ہیں یا نہیں؟

سوال: [۴۶۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ہندوستان کی زمین عشری ہے یا غیر عشری؟ عشر نکالا جائے یا نہ نکالا جائے؟

المستفتی: محمد حنیف، نرکھیڑا، ڈاکخانہ: میر پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہندوستانی زمین کے عشری یا خراجی ہونے کی قطعی

سند نہ ہونے کی وجہ سے اکابر علماء و مفتیان نے ابھی تک کوئی قطعی حکم نہیں لگایا ہے، البتہ جو آراضی مسلمانوں کی ملکیت میں اسلامی زمانہ سے حکومت اسلام کے دینے سے یا خود مسلمان ہو کر اپنی آراضی پر مالک برقرارہ کر اب تک چلی آ رہی ہے، حتیٰ کہ قائمہ زمیندارہ کے بعد بھی اپنی ہی ملکیت میں باقی ہے، کبھی غیر مسلم کے قبضہ میں نہیں گئی ہے تو وہ عشری ہے، اس میں حسب ضابطہ عشر واجب ہوگا، مذکورہ قیودات کے بغیر عشر واجب نہیں ہوگا، اور جس زمین کے بارے میں حالات معلوم نہیں ہیں، اس میں احتیاطاً عشر نکالنا مستحب ہوگا، اور نکال کر مصرف زکوٰۃ میں صرف کر دیا کریں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ ر شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۵۲۲۳)

موجودہ ہندوستانی زمین عشری ہے یا نہیں؟

سوال: [۴۶۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جناب خبیر صاحب کی دو بیویاں تیرہ چودہ لڑکے لڑکیاں ہیں، اور رشتہ داروں کی بھی آمدورفت ہوتی رہتی ہے، خبیر صاحب کی پچیس ایکڑ زمین ہے، جس میں دو چار ایکڑ خود کرتے ہیں، اور دو تین ایکڑ میں بانس گھاس ہے، بقیہ زمین بٹائی پردی ہے کاشت اور بٹائی سے جو پیداوار آتی ہے، خبیر صاحب بمشکل اپنے بچوں کو چھ ماہ کھلا پاتے ہیں، اور پریشانی رہتی ہے، چھ ماہ لون قرض لیکر اور درخت زمین فروخت کر کے بچوں کا گذر بسر کرتے ہیں، خبیر صاحب کے کاشت اور بٹائی زمین سے غلہ جات وغیرہ پیدا ہوتا ہے، اس پر عشر واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ جواب دینے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

المستفتی: محمد خلیق عالم بھوکراہا، پورنیہ (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: موجودہ ہندوستان میں کوئی زمین عشری نہ ہونے

کی وجہ سے آراضی ہند کی پیداوار پر عشر واجب نہیں ہے۔

أما شرائط المحلیة فأن تكون عشریة فلا عشر فی الخارج من

أرض الخراج الخ. (البحر الرائق، کتاب الزکاة، باب العشر زکریا ۲/۱۳، ۲/۳۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۲۱)

کیا موجودہ ہندوستانی زمینیں عشری ہیں؟

سوال: [۴۶۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہندوستان

کی زمین عشری ہے یا نہیں؟ اور عشر کے نام پر وصول کر کے مدرسہ میں صرف کرنا کیسا ہے؟
المستفتی: محمد اشتیاق، فلاح دارین، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہندوستان کے اکابر کا فتویٰ یہ ہے کہ زمینداری ختم ہو جانے کے بعد ہندوستان کی زمین عشری نہیں رہی ہے، لہذا عشر کے نام سے مدرسہ کیلئے کچھ وصول کرنا درست نہیں ہے، البتہ اگر کوئی اپنی رضامندی سے عشر نکالے تو یہ باعث اجر و ثواب ہے اور اس رقم کو مدرسہ میں صرف کرنا بھی درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۳/۹۲، جدید ڈابھیل ۹/۴۵۶، ایضاح النوادر ۲/۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ شعبان ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۷۳۲/۹۷)

ہندوستان کی زمین عشری ہے یا خراجی

سوال: [۴۶۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہندوستان کی زمینوں کے عشری اور خراجی ہونے کے سلسلہ میں مختلف فتاویٰ کی کتابوں کو دیکھا تو مختلف فتاویٰ میں یہ تفصیل موجود ہے۔

(۱) بعض حضرات عشری کہتے ہیں، جیسے صاحب امداد الفتاویٰ۔

(۲) بعض حضرات کہتے ہیں، کہ عہد برطانیہ کے بعد ہندوستان دارالحرب ہے اسلئے اس کی زمین نہ عشری ہے نہ خراجی جیسے صاحب عزیز الفتاویٰ، امداد الاحکام، فتاویٰ محمودیہ وغیرہ بلکہ مفتی عزیز الرحمن صاحب کے فتاویٰ میں بھی عشری ہے، اور اس طرح کے بھی فتاویٰ ہیں کہ یہاں کی زمین نہ عشری ہے نہ خراجی۔

(۳) بعض حضرات نے لکھا ہے کہ عہد برطانیہ میں سب زمینوں کو ضبط کر لیا گیا تھا، بعد میں زمینیں لوگوں کو حکومت نے دی تھی اس صورت میں چونکہ زمین کافر سے مسلمانوں کو

ملی ہے اس وجہ سے عشری نہ رہی۔

(۴) بعض حضرات نے کہا کہ ہندوستان چونکہ دارالہرب ہے جیسا کہ محققین کی

رائے ہے اسلئے ہندوستان کی زمینیں نہ عشری ہیں، نہ خراجی۔

(۵) بعض حضرات نے عشری زمینوں کو عشری ہی کہا ہے جیسے صاحب جواہر الفقہ،

علم الفقہ، احسن الفتاویٰ۔

(۶) ہندوستان کی زمینوں میں کون سا خراج ہے اور کتنا ہے، ہندوستان دارالاسلام

نہیں ہے، تو کیا خراج ادا کرنا لازم ہے، اس وقت ہندوستان کی حیثیت کیا ہے، اور

ہندوستان کی زمینوں کے عشری اور خراجی ہونے کے سلسلہ میں مفتی بہ اور محقق قول کیا ہے؟

المستفتی: محمد خلاق قاسمی، مدرس جامعہ قاسمیہ

جامع الہدیٰ، کھاری بجنور، (یو پی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس وقت ہندوستان کی حیثیت دارالامن اور

دارالجمہوریہ کی ہے، اس کو دارالہرب کہنا درست نہیں کیونکہ آزادی کے بعد پارلیمانی

قانون کی دفعات اور قراردادوں میں سیکولر یزم کا پوری طرح لحاظ رکھتے ہوئے مسلم وغیر

مسلم سب کو مشترکہ طور پر نظام حکومت میں دخل دینے اور الیکشن میں کھڑا ہو کر کلیدی عہدہ

حاصل کرنے کا بلا تفریق حق حاصل ہے، اور ہر مسلمان کو اپنے شہری حقوق حاصل کرنے

اور مسلم پرسنل لاء کی بقا و سالمیت کیلئے آواز اٹھانے کا ہر وقت حق حاصل ہے، اس میں کسی

قسم کی رکاوٹ آزادی کے بعد سے اب تک پیش نہیں آئی، نیز اگرچہ غیر مسلم کی اکثریت

کی وجہ سے ایوان بالا کے ممبران ان کے زیادہ ہیں، مگر اس کی وجہ سے جمہوریت اور

سیکولر یزم میں کوئی فرق نہیں آتا۔

بأن يغلب أهل الحرب على دار من دورنا وارتد أهل مصر وغلبوا

وأجروا أحكام الكفر أو نقض أهل الذمة العهد وتغلبوا على دارهم ففى كل

من هذه الصور لا تصير دار حرب . (شامی، کتاب الجہاد، باب المستامن، مطلب
فیما تصیر بہ دار الاسلام دار حرب و بالعکس زکریا ۶/۲۸۸، کراچی ۴/۱۷، ہندیہ،
کتاب السیر الباب الخامس فی استیلاء الکفار، زکریا دیوبند ۲/۲۳۲، جدید زکریا
۲/۴۸، ایضاح النوادر ۱/۹۰)

اور زمین داری ختم ہو جانے کے بعد ہندوستانی زمینیں نہ عشری ہیں، اور نہ ہی خراجی
اس لئے ہندوستانی زمین کی پیداوار سے نہ عشر نکالنا واجب ہے اور نہ ہی خراج یہی قول مفتی بہ
اور محقق ہے، ہاں البتہ کوئی کسان اپنی زمین کی پیداوار میں سے دسواں حصہ نکال کر غریبوں
اور مسکینوں میں تقسیم کر دے تو اس کی طرف سے یہ عمل مستحب اور کار ثواب ہے، مگر اس پر
واجب نہیں۔ (مستفاد: امداد الاحکام ۳/۳۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۸/۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴ شعبان ۱۴۲۵ھ

(الف فونٹ نمبر: ۸۵۱۶۳۷)

ہندوستانی زمینوں کی عشری حیثیت

سوال: [۴۶۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)
زید کے پاس کاشت کی زمین ہے، اس میں وہ بیج بوتا ہے، اور بیچائی بھی کرتا ہے، اور آج کل
کھیتی میں بیماریاں زیادہ لگ رہی ہیں، جس کی وجہ سے اس میں بہت ادویات کا استعمال کرنا
پڑتا ہے، اور کھاد بھی ڈالا جاتا ہے، جسمیں بہت زیادہ خرچ ہوتا ہے۔
آپ اس میں یہ وضاحت فرمائیں کہ زید کو زمین کی پیداوار میں عشر کا کونسا حصہ نکالنا
ہے کیا دوا کھاد کا خرچ نکال کر عشا ادا کرے۔

(۲) عمر ٹھیکے کی زمین میں کاشت کرتا ہے، اس میں زمین مالک کو ایک سال کی رقم
بھی دیتا ہے، مندرجہ بالا خرچ بھی کرتا ہے، تو کیا اس زمین کی پیداوار میں بھی عشا ادا کریگا،
اگر کرے گا تو کیا اس زمین مالک کو پیسہ دیا ہوا نکال کر عشا ادا کرے۔

(۳) زمینی پیداوار میں عشر ادا کیا اور اس مال پر حولان حول گزر گیا تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی یا نہیں؟

(۴) زکوٰۃ و عشر کن لوگوں پر خرچ کیا جائے، اور زیادہ اولیٰ کون ہیں، مہربانی فرما کر وضاحت فرمائیں؟

المستفتی: محمد صابر رضا نگر، پوسٹ: تحصیل سوار، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ضلع رام پور صوبہ یوپی میں تقسیم ہند کے بعد کانگریس حکومت کے زمانہ میں سارے زمینداروں کی زمینداری ختم ہو چکی اور خاتمہ زمینداری کے بعد زمین کی عشریت بھی ختم ہو گئی ہے، اور نواب رام پور کی بھی زمینداری ختم ہو گئی ہے، اور عشر کے واجب ہونے کے لئے زمین کا عشری ہونا لازم ہے اور خاتمہ زمینداری سے پہلے عشری زمین تھی اور زمینداری ختم ہونے کے بعد عشری نہیں رہی، لہذا ان زمینوں کے کاشت کاروں پر عشر واجب نہیں ہے، اگر کوئی شخص اپنی زمین کی پیداوار میں سے دسواں یا بیسواں حصہ نکال کر غریبوں، فقیروں کو یا مدارس اسلامیہ میں دیتا ہے، تو افضل اور بہتر ہوگا، اس کے اوپر لازم یا واجب نہیں، اس سے آپ کے سارے اشکالات ختم ہو گئے ہوں گے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۱۷، جواہر الفقہ ۲/۲۶۰، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۹/۴۵۳، کتاب المسائل ۲/۲۴۵)

یہاں چونکہ مسئلہ عشر کا نہیں رہا ہے، البتہ زکوٰۃ کا مسئلہ ہے اور زکوٰۃ اپنے اوپر والوں کو یا نیچے والوں کو دینا جائز نہیں ہے، یعنی ماں باپ دادا دادی، وغیرہ اسی طرح بیٹے بیٹی اور ان کی اولادوں کو دینا جائز نہیں ہے، ان کے علاوہ قریبی رشتہ داروں کو دینے سے زیادہ ثواب ملتا ہے، مثلاً بھائی بہن چچا پھوپھی ماموں خالہ وغیرہ اسی طرح غریب طالب علم اور غریب علماء کو دینا بھی زیادہ ثواب کا باعث ہوتا ہے، لہذا مدارس اسلامیہ میں غریب طلبہ ہوتے ہیں اس لئے مدارس کو دینے میں بھی زیادہ ثواب ملے گا۔

عن سلمان بن عامر^{رض} أن رسول الله ﷺ قال: إن الصدقة على المسكين صدقة وإنها على ذي الرحم اثنان صدقة وصلة. (ترمذی شریف، کتاب الزکاة، باب ماجاء فی الصدقة علی ذی القرابة، النسخة الهندیة ۱/۴۲، رقم: ۶۵۸، شعب الإیمان، دارالکتب العلمیة بیروت ۳/۲۳۹، رقم: ۳۴۲۶)

ولا یصح دفعها لکافر - إلى - وأصل المزکی وفرعه قال الطحطاوی: ومن سوی ما ذکر یجوز الدفع إليهم کالإخوة والأخوات والأعمام والعمات والأخوال والخالات الفقراء بل هم أولى لما فیہ من الصلة مع الصدقة. (طحطاوی علی المراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند/۷۲۱)

التصدق علی الفقیر العالم أفضل من التصدق علی الجاهل. (هندیة، زکریا ۱/۱۸۷، جدید زکریا ۱/۲۴۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ شوال ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۲۸۵/۲۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۱۱/۱ھ

ہندوستانی زمین کی پیداوار کا حکم

سوال: [۲۶۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل کے زمانہ میں زمینوں میں پیدا ہونے والے غلوں وغیرہ پر جتنا خرچ ہوتا ہے، اس سے کم کبھی کبھی آمد ہوتی ہے، پہلے زمانہ میں کھیتوں کو سرکاری پانی وغیرہ سے بغیر خرچ کے سیراب کرتے تھے، تو عشر کا واجب ہونا سمجھ میں آتا ہے، لیکن آج کے دور میں عشر کا وجوب سمجھ میں نہیں آتا ہے، دریافت یہ کرنا ہے کیا آج بھی عشر واجب ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو کیا کسی کے پاس کتنی بھی کثیر مقدار میں غلہ ہو اس پر بھی عشر واجب نہیں ہوگا؟

المستفتی: منشی محمد مختار، جوہا، امر وہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ہندوستان میں زمینداری ختم ہونے کے بعد زمین کی عشریت ختم ہوگئی ہے، اور ساک قبضہ جو یا امر وہ سے متعلق ہے اور اس پورے علاقہ میں کوئی زمیندار باقی نہیں رہا ہے، اور ان علاقوں میں کہیں بھی عشری زمین باقی نہیں رہی ہے، اس لئے ان علاقوں کی زمین کی پیداوار پر شرعی ضابطہ میں عشر واجب نہیں ہے، چاہے غلہ کتنا ہی پیدا ہو جائے، شرعی ضابطہ میں عشر واجب نہیں ہے اور غلوں کو بیچ کر کے جو پیسہ ہاتھ آئے گا، اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی، ہاں البتہ کوئی شخص اپنی پیداوار میں سے دسواں حصہ یا بیسواں حصہ نکال کر کے کارخیر میں دیدے تو اس کا ثواب اسے ضرور ملے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈھائیل ۲۵۵/۹، ۴۵۷، جواہر الفقہ ۲/۲۳۳، ایضاح النوادر ۲/۱۷، کتاب المسائل ۲/۲۳۵)

هذا نوع ثالث: یعنی لا عشریة ولا خراجیة من الاراضی تسمى اراضی المملکة و اراضی الحوز. (شامی، کراچی ۱۷۹/۴، زکریا دیوبند ۶/۲۹۴) و یحتمل أن یکون احتراز عما وجد فی دار الحرب فإن ارضها لیست ارض خراج أو عشر. (شامی، کراچی ۳۲۰/۲، زکریا دیوبند ۳/۲۵۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱۱/۲۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۲۳/۴۰)

مؤونت الخراج میں کب عشر اور کب نصف عشر واجب ہے؟

سوال: [۲۶۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جیسا کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ ضلع کوہاٹ کے علماء کی طرف سے ایک فقہی مجلس کا انعقاد کیا گیا تھا، اس کا پہلا اجلاس مؤونت عشر سے متعلق تھا، تمام شرکاء کے مقالات کا حاصل آپ

حضرات کے سامنے پیش خدمت ہے، امید ہے کہ آنجناب اس پر نظر ثانی اور اختلافی مسائل میں ایک جہت کی تعیین فرمائیں گے؟

(۱) یہ لفظ مؤونت اور مؤنت دونوں طرح پڑھا جاتا ہے، اس کے لغوی معنی مشقت اور بوجھ کے آتے ہیں۔

(۲) حنفیہ کے نزدیک عشر کے باب میں مؤونت کا اطلاق مؤونت مالیہ اور بدنیہ دونوں پر ہوتا ہے؟

(۳) مؤونت کی کل پانچ قسمیں ہیں۔

۱۔ مؤونت الستمی: کھیت کی سیرابی پر جو مؤونت آئے اس کو مؤونت الستمی کہتے ہیں: ڈھول یا ٹیوب ویل کے ذریعے کھیت سیراب کرنا یا پانی خرید کر سیراب کرنا۔

۲۔ مؤونت الاصلاح: نہری زمینوں میں نہروں کے کھودنے، ان کی اصلاح اور عموماً دیہاتوں میں دور دراز نہروں سے جو چھوٹی چھوٹی نہریں کاشتکار اپنی زمین تک لاتے اور پھر ہر سال اس کی جو تعمیر نو کرتے ہیں اس پر جو مشقت اور اخراجات آتے ہیں، اس کو مؤونت الاصلاح کہتے ہیں؟

۳۔ مؤونت الخراج: مؤونت الخراج سے مراد وہ سالانہ آبیانہ ہے جو اصلاح نہر کے لئے حکومت کی جانب سے کاشتکاروں پر لاگو ہوتا ہے؟

۴۔ مؤونت العشر: مؤونت العشر سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص اپنی پیداوار کا عشر قیمتاً دینا چاہتا ہے، اس کی پیداوار کی قیمت ”اگر کوہاٹ میں فروخت کرے“ تو ۵۰ ہزار روپے ہے، اور اگر پشاور لے جا کر فروخت کرے تو اس کی قیمت ۸۰ ہزار بنتی ہے، لیکن پشاور لے جانے کے لئے پیٹیوں اور کرایہ وغیرہ کا خرچہ دس ہزار آئے گا۔ ان اخراجات کو ”مؤونت العشر“ کہتے ہیں۔

۵۔ مؤونت الزرع: اس سے مراد وہ تمام اخراجات ہیں جو فصل بونے سے لیکر پیداوار حاصل ہونے تک آئیں۔ جیسے: کھاد، بیج، سپرے اور تریشر وغیرہ کا خرچہ۔

(۴) اتنی بات تو واضح ہے کہ عشر اور نصف عشر کا دار و مدار مؤ و نت پر ہے، اور یہ بات بھی کتب فقہ میں بالکل صراحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے، کہ مطلقاً مؤ و نت مدار نصف عشر نہیں بلکہ کثرت مؤ و نت کا پایا جانا ضروری ہے، لیکن اس سے آگے کی تفصیلات کے متعلق کتب فقہ میں خاموشی پائی جاتی ہے، اور تصریح و تنقیح کے ساتھ یہ بحث کہیں نہیں ملتی کہ کس قسم کی مؤ و نت کا اعتبار کیا جائے گا، تاہم جزئیات اور فتاویٰ جات میں اختلاف آراء دیکھ کر اس سے دو نظریے اخذ کئے جاسکتے ہیں:

(۱) کھیت کو پانی دینے پر جو مشقت آئے صرف وہ مدار نصف عشر ہے، بالفاظ دیگر جس کھیت کو آلہ (رافعہ) کے ذریعے پانی دیا جائے یا پانی خرید کر سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہوگا، اس کے علاوہ کسی بھی قسم کی مؤ و نت مدار نصف عشر نہیں بن سکتی۔ (مستفاد: خیر الفتاویٰ ۱/۴۴۵، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۱۶۴، امداد الفتاویٰ ۲/۵۸)

(۲) دوسری رائے یہ ہے کہ صرف سیرابی پر ہونے والی مؤ و نت مدار نصف عشر نہیں بلکہ اس کے مقدمات و مہدات پر ہونے والی مؤ و نت بھی مدار نصف عشر ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۳۳۶، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۱۷۲، فتاویٰ فریدیہ ۳/۴۹۸)

ان آراء کو دیکھ کر مؤ و نت کے مذکورہ اقسام کے متعلق مندرجہ ذیل احکام ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) مؤ و نت السقی میں بالاتفاق نصف عشر ہوگا۔

(۲) مؤ و نت الزرع اور مؤ و نت العشر میں بالاتفاق عشر ہوگا۔

(۳) مؤ و نت الاصلاح اور مؤ و نت الخراج میں اختلاف ہے پہلی تعلیل کے مطابق

اس میں عشر ہوگا، اور دوسری تعلیل کے مطابق اس میں نصف عشر ہوگا۔

شق نمبر ۳ میں چونکہ اکابر رحمہم اللہ کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے، اس لئے مجلس میں طے پایا کہ اس بارے میں ملک کے مستند الافقاء و اکابر علمائے کرام سے رابطہ کر کے ان کی رائے معلوم کی جائے۔

لہذا آجناب سے گزارش ہے کہ مذکورہ مسئلے میں اپنی رائے عالی سے اہل مجلس کو مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: حفیظ الرحمن، المجلس الفقہی، کوہاٹ،

مدرس مدرسہ جامعہ حقانیہ سراجیہ، کالج ٹاؤن
بالمقابل ڈگری کالج پنڈی روڈ ضلع کوہاٹ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرات فقہاء نے عشر اور نصف عشر کا مدار

اس بات پر رکھا ہے کہ جس زمین کی سیرابی اور سچائی میں معتد بہ محنت اور خرچ ہو، اس زمین کی پیداوار میں شریعت نے نصف عشر واجب کیا ہے؟ لہذا جس کھیت کی ضرورت بارش کے پانی سے پوری ہوگی ہو یا بہتی نہر کے پانی سے پوری ہوگی ہو تو اس زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا، اور جس زمین کی سیرابی و سچائی کا خرچہ و اخراجات جسمانی محنت کے ذریعہ سے ہوئی ہو اس زمین کی پیداوار میں نصف عشر واجب ہوگا، اسی طرح اگر بہتی نہر کے پانی سے سیراب کرنے میں سرکار کو پانی وصول کرنے کی قیمت دینی پڑتی ہو تو اس صورت میں بھی نصف عشر واجب ہوگا، لہذا مؤنت الخراج کی صورت میں زمین کی پیداوار وجود میں آنے میں کاشت کار کا کافی پیسہ خرچ ہوتا ہے، اسلئے جن سالوں میں مؤنت الخراج کے بعد پیداوار وصول ہو تو اس میں نصف عشر واجب ہوگا، اور جن سالوں میں مؤنت الخراج کا بوجھ نہ برداشت کرنا پڑے ان سالوں میں عشر واجب ہوگا۔ فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۷۲، اور امداد الفتاویٰ ۲/۵۸ کے مضمون کا حاصل بھی یہی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۱۱/۱۴۳۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵/۱۱/۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۸۵۸/۴)

ہندوستانی زمین کی پیداوار سے عشر نکالے بغیر فروخت کرنا

سوال: [۴۶۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہندہ کے شوہر کا انتقال ہو گیا اس کے پاس دس ہیکٹہ زمین کے علاوہ کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے، اور اس کے تین لڑکے ہیں، اور وہ اپنی زمین کی پیداوار کا عشر نہ نکال کر تمام پیداوار بیچ کر اپنی اولاد پر خرچ کرنا چاہتی ہے، تو ایسا کرنا شریعت مطہرہ میں جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبداللہ، بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زمین داری ختم ہونے کے بعد ہندوستان کی زمین عشری نہیں رہی ہیں، لہذا ہندہ کیلئے زمین کی تمام پیداوار بیچ کر اپنی اولاد پر خرچ کرنا جائز ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۱۷، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۳/۲۵، جدید ڈائجسٹ ۹/۲۵۵، ۲۵۷، امداد الفتاویٰ ۶۵/۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷ رجب ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۸۱۱/۳۵)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۷/۷/۱۴۲۱ھ

مال عشر سے مکتب کے اساتذہ کو تنخواہ دینا

سوال: [۴۶۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی قریب اور گاؤں میں عشر کا مال جمع ہوتا ہے، اور وہاں پر بیرونی بچے تعلیم نہیں پڑھتے ہیں، بلکہ گاؤں ہی کے بچے تعلیم یافتہ ہیں، اور معلم کو اسی عشر کے مال سے تنخواہ دی جاتی ہے، کیا معلم کو عشر کے مال سے تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

اسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر ایسی زمین کا عشر ہے، جو زمین داری ختم ہونے

کے بعد بھی مسلمان مالکوں کی ملکیت میں باقی ہے اور مسلمان بادشاہوں کے زمانہ سے آج تک اس کو ضبط نہیں کیا گیا تو اس کے عشر کے حقدار صرف فقراء ہیں، تنخواہوں میں دینا جائز نہیں اور جو زمین زمینداری ختم ہونے کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں سے حکومت نے ضبط کر لی ہے، پھر کاشتکاروں میں تقسیم کر دی ہے، اس میں عشر لازم نہیں اگر ایسی زمین کا عشر ہے، تو اس کو تنخواہوں میں دینا بھی جائز ہے، اب آپ خود ہی دیکھ لیں کہ کس کا عشر ہے۔

(مستفاد: ایضاح النوادر ۱۵/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/۱۰/۱۴۱۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶ شوال ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۵۰۰۶)

صدقہ اور عشر کے غلہ سے مدرسین کا کھانا کھانا

سوال: [۴۶۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عشر اور

صدقہ کے غلہ سے مدرسین کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبد القدوس، گیادوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہندوستانی زمینیں اکثر عشری نہیں ہیں، اسلئے یہاں

کی زمین کی پیداوار سے عشر نکالنا صرف مستحب ہے، لہذا اس غلہ سے مدرسین کا کھانا کھانا جائز ہوگا، البتہ جہاں کی زمین میں عشر واجب ہوتا ہے، وہاں کے عشر کے غلہ کو مدرسین کے کھانے میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے، نیز صدقہ واجبہ کے غلہ کو بھی مدرسین کے کھانے میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالسَّكِينِ . (التوبہ: ۶۰)

مصرف الزکاة والعشر..... هو فقير وهو من له أدنى شيء

دون نصاب. (الدرمغ الرد، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا ۳/۲۸۳، ۲۸۴،

کراچی ۲/۴۳ (فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۲/۲۲۹۶)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۶/۱۲۰ھ

عشر کی رقم سے ہتھیار خریدنا، محلہ یا عید گاہ کی سڑک بنانا یا کتابیں خریدنا

سوال: [۲۶۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غلہ یعنی گندم دھان وغیرہ کے عشر کی رقم سے اپنے اور عوام کی حفاظت کیلئے ہتھیار وغیرہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس رقم سے محلہ یا عید گاہ کی سڑک و راستہ بنایا جاسکتا ہے کہ نہیں؟ یا ہندوستان کی زمین میں عشر ہے؟

عشر کے مال سے اگر کوئی شخص اپنے مطالعہ کیلئے جس سے عوام کو فائدہ پہنچایا جائے کتابیں خریدتا ہے یا اس کتاب سے عوام خود مطالعہ کے ذریعہ منفعہ ہوتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زمین داری ختم ہونے کے بعد ہندوستان کی زمین عشری نہیں ہے، اسلئے عشر بھی لازم نہیں ہے، لیکن اگر کوئی عشر نکالتا ہے، تو یہ مستحب ہے، اس کو

فقراء اور غرباء کے درمیان تقسیم کر دیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۱۲۲، ۶/۱۶۵)

فان أرضها ليست أرض خراج أو عشر الخ. (شامی، کراچی ۲/۳۲۰،

زکریا دیوبند ۳/۲۵۷)

لہذا ہندوستانی زمین میں عشر کے نام سے وصول کئے ہوئے غلہ کی رقم سے ہتھیار خریدنا محلہ یا عید گاہ کیلئے سڑک بنانا اور مطالعہ کیلئے کتابیں خریدنا جائز ہے۔

جواب نمبر اسے اس کا جواب واضح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ شعبان ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۳/۵۴۱۱)

۱۲ / کتاب الصدقات

صدقہ نافلہ و واجبہ کی تعریف

سوال: [۴۶۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صدقہ نافلہ، صدقہ واجبہ کی تعریف لکھئے گا۔

المستفتی: عبدالرشید، تحویلدار، مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صدقہ نافلہ وہ ہے کہ جسکو اللہ تعالیٰ یا انسان نے خود اپنے اوپر لازم نہ کیا ہو، بلکہ اپنی خوشی سے کسی بھی وقت کوئی چیز فقیر کو دیدے، یا ذبح کر کے گوشت فقراء و مالدار اور خود بھی خوشی میں کھایا کرے، صدقہ واجبہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بندہ پر واجب کر دیا ہے، جیسے زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ یا بندہ نے خود اپنے اوپر واجب کر لیا ہے، مثلاً اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو اللہ کے نام پر فلاں چیز صدقہ کرونگا، یا فقراء مساکین کو فلاں چیز کھلاؤنگا۔

الصدقة ج صدقات؛ العطية التي يبتغى بها الثواب عند الله تعالى.

(معجم لغة الفقهاء کراچی / ۲۷۲)

الصدقة: تطلق بمعنيين: الأول: ما أعطيته من المال قاصدا به وجه

الله تعالى، فيشمل ما كان واجبا، وهو الزكاة وما كان تطوعاً، الثاني: أن تكون بمعنى الزكاة، أي في الحق الواجب خاصة. (معجم المصطلحات

الألفاظ الفقهية دار الفضيحة ۲/ ۳۶۲ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ رمضان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۸۸۸)

صدقہ واجبہ اور نافلہ کا مصرف

سوال: [۴۶۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو عام طور پر لوگ صدقہ کرتے ہیں، یا یہ کہ صدقہ کا لفظ بولتے ہیں، تو اس کا مصرف کیا ہے؟ بعض لوگ بیماری کا صدقہ نکالتے ہیں، اس کا مصرف کیا ہے، کوئی اگر بو نہی بولے کہ یہ رقم صدقہ کی ہے تو اس رقم کو تعمیرات وغیرہ میں لگانا درست ہے یا نہیں؟ بیماری کے صدقہ میں اور عام چیزوں کے صدقہ میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ نیز جان کے بدلہ میں جان کا صدقہ نکالا جاتا ہے، اس کا بکرا ہونا ہی ضروری ہوتا ہے، یا مرغ وغیرہ پر بھی اس کا اطلاق ہوگا؟ واضح طور پر بیان فرمائیں؟

المستفتی: تمیز الدین، مدرسہ رحمانیہ محمودنگر،

سہاگ پور، شہدول (ایم پی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فقہاء کے یہاں عام طور پر صدقہ کا استعمال صدقہ نافلہ کیلئے ہوتا ہے، البتہ عوام صدقہ کا لفظ اکثر و بیشتر صدقہ واجبہ کیلئے استعمال کرتے ہیں، اور صدقہ واجبہ کا مصرف یہ ہے کہ اس کو فقراء اور مساکین کو دیکر مالک بنا دیا جائے۔

والغالب عند الفقہاء استعمال هذه الكلمة في صدقة التطوع خاصة.

(الموسوعة الفقهية ۲۶/ ۳۲۳)

وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما في القهستاني. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصروف)

زکریا ۳/۲۸۳، کراچی ۲/۳۳۹

بیماری کے صدقہ سے مراد اگر نذر ہے مثلاً یوں کہا کہ اگر میں بیماری سے شفا پا جاؤں تو ایک بکرا صدقہ کروں گا یا اتنا روپیہ صدقہ کروں گا تو اس صورت میں ان اشیاء کو فقراء پر صدقہ کرنا واجب ہے، اگر بیماری میں صدقہ کرتے ہیں، تو بکرا صدقہ کرنا درست نہیں، ہاں البتہ بکرے کی قیمت دینا درست ہے، اس کو ذبح کر کے اس کا خون بہانا جائز نہیں ہے۔

ولو قال إن برئت من مرضی هذا ذبحت شاة -إلی- وأتصدق بلحمها فیلزمه . (الدر المختار مع الشامی، کتاب الأیمان، کراچی ۳/۷۳۹، ۷۴۰،

زکریا دیوبند ۵/۵۲۳، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند/۶۹۴)
اگر کوئی شخص یہ کہے یہ رقم صدقہ کی ہے اور مراد اس سے صدقہ واجبہ ہو تو اس کو تعمیرات میں لگانا جائز نہیں ہے۔

ولا یصرف إلی بناء نحو مسجد کبناء القناطر والسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار . (شامی، زکریا ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴)

بیماری کا صدقہ اگر نذر کا ہو اسی طریقہ سے عام چیزوں کے صدقہ سے مراد صدقات واجبہ ہوں تو پھر اس کا فقراء اور مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے، اور اگر عام چیزوں کے صدقہ سے مراد صدقات نافلہ ہیں، تو پھر اس کو امیر و غریب ہر ایک کو دینا جائز ہے۔

واتفقوا علی أنها تحل للغنی لأن صدقة التطوع كالهبة فتصح للغنی والفقیر . (الموسوعة الفقهية ۲۶/۳۳۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۶/رب ۱۴۲۳ھ

۱۶/۷/۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۷۵۸)

ماہ رمضان میں صدقہ و خیرات کا ثواب ستر گنا ملتا ہے

سوال: [۴۶۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض

چھوٹے مدارس ششماہی کے بعد اکثر مقروض ہو جاتے ہیں، اور ان کے لئے مدرسین کی تنخواہیں اور مطبخ چلانا مشکل ہو جاتا ہے، یا کوئی بہت ضروری تعمیر کرانے کی وجہ سے مقروض ہو گئے اب قرضہ کی ادائیگی بھی ضروری ہے اور مدرسہ کا جاری رکھنا بھی ضروری ہے، ایسے حالات میں اگر کسی اہل خیر سے زکوٰۃ یا عطیہ کی رقم کیلئے گزارش کی جاتی ہے، تو وہ اکثر یہ کہہ دیتے ہیں، کہ ”رمضان میں آئیے رمضان میں ایک کے ستر کا ثواب ملتا ہے، اہل خیر کی یہ بات حدیث کی روشنی میں درست اور صحیح ہے، اور ایک مؤمن کے نیکیوں کے خزانے کو جمع کرنے کا لالچ ہونا چاہئے، اسی جذبے کے پیش نظر ایسی باتیں کرتے ہیں۔

(۱) دریافت یہ کرنا ہے کہ اگر کوئی اہل خیر مدارس کی سخت ضرورت پر رمضان کے علاوہ بیچ سال میں کوئی ضرورت پوری کر دے، تو کیا اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ستر گنا سے زیادہ ثواب عطا فرما دے گا، کیا قرآن و حدیث میں ضرورت مند کی سخت ضرورت اور مدرسہ کو دینی تعلیمی نقصان سے بچانے پر ستر گنا سے زیادہ ثواب ملنے کی کوئی صراحت ملتی ہے۔

(۲) کیا خیر القرون میں حضرات صحابہ وغیرہم نے صرف رمضان ہی میں خرچ کرنے کا معمول بنا رکھا تھا، یا جب کوئی دینی ضرورت پیش آتی تھی ہر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر خرچ کرنے کا جذبہ رکھتے تھے، حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تو آج کے لوگوں سے کہیں زیادہ نیکیوں کے کمانے میں حریص تھے، قرآن و حدیث میں اس سلسلہ میں کیا حکم ہے ضرورت پر خرچ کر دینے میں جلدی کرنی چاہئے، یا رمضان کا انتظار کرنا چاہئے، امید کہ مزاج شریعت کے مطابق ہماری صحیح رہنمائی فرمائیں گے؟

المستفتی: بشکلی احمد قاسمی، خادم

مدرسہ قاسم العلوم فتح پور، سینٹا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ بات صحیح اور درست ہے کہ رمضان میں صدقہ

وغیرات کا ثواب ستر گنا ملتا ہے، اسی طرح ہر عبادت کا ثواب ستر گنا ہو جاتا ہے، جیسا کہ

حدیث شریف میں موجود ہے۔

من أدى فريضة فيه كان كمن أدى سبعين فريضة فيما سواه . (شعب
الایمان ، باب فی الصیام ، فضائل شهر رمضان ، دارالکتب العلمیة بیروت ۳/۳۰۵ ، رقم:
۳۶۰۸ ، صحیح ابن خزیمہ ، المکتب الاسلامی ۲/۹۱۱ ، رقم: ۱۸۸۷)
اب رہا سخت ضرورت کے موقع پر غیر رمضان میں صدقہ کرنے کا ثواب تو نصوص
سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے، کہ جہاں ضرورت زیادہ ہو وہاں صدقہ و خیرات کرنے میں
زیادہ ثواب ملتا ہے، لیکن اس کی کوئی تحدید نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نیتوں کے اعتبار سے ثواب میں
زیادہ سے زیادہ اضافہ کرتے جاتے ہیں۔

عن ابن عباس عن النبي ﷺ فيما يروى عن ربه قال: قال إن الله تعالى
كتب الحسنات والسيئات ثم بين ذلك فمن هم بحسنة فلم يعملها كتبها الله
له عنده حسنة كاملة، فإن هو هم بها فعلمها كتبها الله له بها عنده عشر
حسانات إلى سبع مائة ضعف إلى أضعاف كثيرة . (بخاری شریف ، کتاب الرقاق ،
باب من هم بحسنة أو بسيئة ، النسخة الهندية ۲/۹۶۱ ، رقم: ۶۲۴۲ ، ف: ۶۴۹۱)

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ
سَنَابِلَةٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ وَاللَّهُ يُضَعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ
(البقرة: ۲۶۱)

اب رہی یہ بات کہ حضرات صحابہ کرام رمضان کے علاوہ میں بڑھ چڑھ کر خرچہ کرتے
تھے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ غزوہ بتوک رمضان میں پیش نہیں آیا ہے، بلکہ غیر رمضان
میں پیش آیا ہے، یہ ایک ضرورت کا موقع تھا، اس لئے سب نے ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر
صدقہ و خیرات کرنے میں حصہ لیا ہے، جو اسلامی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے نمایاں ہے۔

عن زيد بن أسلم عن أبيه قال: سمعت عمر بن الخطاب يقول
أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نتصدق ووافق ذلك عندي مالا

فقلت اليوم أسبق أبا بكر إن سبقته يومًا قال فجئت بنصف مالي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أبقيت لأهلك قلت مثله وأتى أبو بكر بكل ما عنده فقال يا أبا بكر ما أبقيت لأهلك فقال أبقيت لهم الله ورسوله قلت لا أسبقه إلى شيء أبدًا. (سنن الترمذی، المناقب، النسخة الهندیة ۲/۲۰۸، دار السلام رقم: ۳۶۷۵، سنن أبي داؤد، الزکاة، باب الرخصة فی ذلك، النسخة الهندیة ۱/۲۳۶، دار السلام رقم: ۱۶۷۸، مسند الدارمی، دار المغنی ۲/۱۰۳۳، رقم: ۱۷۰۱، المستدرک، کتاب الزکاة، قدیم ۱/۴۱۴، مکتبه نزار مصطفی الباز ۲/۵۸۴، رقم: ۱۵۱۰)

عن عبد الرحمن بن خباب قال شهدت النبي صلى الله عليه وسلم وهو يحث على جيش العسرة فقام عثمان بن عفان فقال يا رسول الله ﷺ علي مائة بعير بأحلاسها وأقتابها في سبيل الله ثم حض على الجيش فقام عثمان فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم! علي مائتا بعير بأحلاسها وأقتابها في سبيل الله ثم حض على الجيش، فقام عثمان فقال: علي ثلاث مائة بعير بأحلاسها وأقتابها في سبيل الله ﷺ، فأنا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل عن المنبر وهو يقول ما على عثمان ما عمل بعد هذه ما على عثمان ما عمل بعد هذه. (ترمذی شریف، المناقب، النسخة الهندیة ۲/۲۱۱، دار السلام رقم: ۳۷۰۰)

اس لئے امید کی جاتی ہے کہ مسجد و مدارس وغیرہ کا خیر میں سخت ضرورت کے موقع پر خرچ کرنے میں انشاء اللہ زیادہ ثواب کی امید ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۱۰/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۵/۱۴۳۴ھ

روزانہ صدقہ ضروری ہے یا اکھٹے کئی دنوں کا صدقہ کر سکتے ہیں؟

سوال: [۴۶۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص اپنی جان اور مال کا صدقہ روز نکالتا ہے تو اس کو روزانہ ہی کسی کو دینا ضروری ہے یا ضرورت کے وقت اکھٹا کر کے بھی دے سکتا ہے، مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتی: عبدالرحمن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جان و مال کے صدقہ سے مراد اگر یہی ہے کہ صدقہ سے بلائیں ٹل جاتی ہیں اور اس نیت سے صدقہ نکالا جاتا ہے، کہ اللہ ہماری جان و مال کی حفاظت فرمائیں گے تو ایسے صدقہ کو موقع بموقع غریبوں اور فقیروں کو دیتے رہا کریں اختیار ہے کہ اکھٹا دیدیں یا تھوڑا تھوڑا کر کے مختلف فقیروں کو دیتے رہا کریں اس بارے میں صاحب صدقہ کو اختیار ہے۔

عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن الصدقة لطفی غضب الرب و تدفع ميتة السوء . (جامع الترمذی، کتاب الزکاة باب فی فضل الصدقة ۱/ ۴۴، دارالسلام رقم: ۶۶۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶ھ/۷/۲

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۴ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۰۰۷/۴۱)

اہل قرابت کو بغیر بتائے صدقہ خیرات کا حکم

سوال: [۴۶۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جان کا صدقہ یا مال کا صدقہ یا نذر کا صدقہ اور صدقہ میں جو کچھ بھی ہو کپڑے یا کھانے پینے کا سامان یا پیسہ یا چیزیں بھائی بہن کو، بہن بھائی کو، بہن کو چھوٹے ہوں یا بڑے صاحب استطاعت ہوں یا نہ ہوں بغیر بتائے ہوئے دے سکتے ہیں یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں مدلل و مفصل

جواب سے نوازیں کرم و مہربانی ہوگی؟

المستفتی: عبدالرحمن،

جامع مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بھائی! بہن ایک ساتھ نہ رہتے ہوں ان کی الگ الگ فیملی ہو تو ان میں سے جو فقیر اور نادار ہوں ان کو صدقہ کر سکتے ہیں اور صدقہ نام ہے غریبوں اور فقیروں کی ضرورت پوری کرنے کا یا غریبوں اور فقیروں کو دینے کا لہذا صدقہ کا پیسہ مالدار اور سرمایہ دار کو دینا درست نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۳۰۲/۴، جدید زکریا مطول ۶/۲۹۵)

الأصل أن الصدقة تعطى للفقراء والمحتاجين وهذا هو الأفضل كما صرح به الفقهاء وذلك لقوله تعالى: "أو مسكيناً ذامقربة". (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۶/۳۳۲)

لأن الهبة للفقير صدقة والصدقة يراد بها وجه الله تعالى وهو واحد فلا يشوع لالغنيين لأن الصدقة على الغني هبة فلا تصح للشيوخ أي تملك حتى لو قسمها وسلمها صح الخ. (الدر المختار مع الشامی، زکریا ۸/۵۰۳، کراچی ۵/۶۹۸)

وما أخرجه للصدقة لا يكون صدقة إلا بالدفع إلى الفقير. (خانية على هامش الهندية، كتاب الهبة، فصل في الصدقة زکریا ۳/۲۸۴) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
الحوار صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳ھ/۲۰۲۱
۱۴۱۳ھ/۲۰۲۱
الف فتویٰ نمبر: ۳۱۵۲/۲۸

آمدنی کا چالیسواں حصہ اللہ کے نام پر نکالنے کی نیت کی اس کا مصرف

سوال: [۴۶۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں

نے اپنے کاروبار میں یہ نیت کی کہ جو آمدنی ہوگی اس کا چالیسواں حصہ اللہ کے نام پر نکالوں گا، اس پیسہ کا کیا کرنا ہے؟ اور کہاں خرچ کرنا افضل ہے؟

المستفتی: زاہد حسین، سیڈی سرائے، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر آپ صاحب نصاب نہیں ہیں تو کہیں بھی کار خیر میں دے سکتے ہیں، مثلاً مسجد کی ضروریات یا مدارس یا فقراء میں کہیں بھی خرچ کر سکتے ہیں اور اگر آپ صاحب نصاب ہیں تو چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ کے نکال کر فقیر مستحق زکوٰۃ کو دیدینا واجب ہے، اور اس طرح ہر سال ایک بار نکالنا واجب ہے، اور یہ رقم مسجد وغیرہ میں لگانا بھی جائز نہ ہوگا۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ . (التوبہ: ۶۰)

ولا يصرف إلى بناء نحو مسجد . (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف

زکریا دیوبند ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴، تبیین زکریا ۲/۲۰، امدادیہ ملتان ۱/۳۰۰،

ہندیہ ۱/۱۸۸، جدید زکریا ۱/۲۵۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۴/۲۱ھ

۱۴۱۳/۴/۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱۵۴/۲۸)

اصول و فروع کو کون سا صدقہ دے سکتے ہیں؟

سوال: [۵۶۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ:

اصول و فروع کو زکوٰۃ تو نہیں دے سکتے کیا صدقہ بھی نہیں دے سکتے یا اس میں صدقہ واجبہ نافلہ کی کوئی تفصیل ہے؟

المستفتی: زبیر مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ اصول و فروع کو دینا جائز نہیں ہے، البتہ صدقہ نافلہ دیا جاسکتا ہے، بلکہ دینا بہتر ہے کیونکہ اس میں صلہ رحمی اور صدقہ دونوں کا ثواب ہے۔

ولا یصح دفعها لکافر وغنی یملک نصابا الیٰ قوله وأصل المزکی وفرعه. (مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی، دارالکتاب دیوبند/۷۲۰)

قال ابو حنیفة: لا تتأدی الزکاة بدفعها الیٰ من له قرابة الأولاد أو الزوجية وأما النافلة ففيها أجران أجر القرابة وأجر الصدقة. (العرف الشذی علی جامع الترمذی، النسخة الهندیة ۱/۴۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۱/رجب ۱۴۲۸ھ

۲۱/۴/۱۴۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۳۷۲/۳۸)

ضرورت مند سید کو نفلی صدقہ دینا

سوال: [۳۶۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سید اگر نہایت ضرورت مند ہو تو نفلی صدقات اس کو دیئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد اعجاز، محمد زبیر، احمد آباد، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سید کو نفلی صدقہ و خیرات دینا (جس کو امداد کے نام سے تعبیر کرتے ہیں) مطلقاً جائز ہے۔ (مستفاد: محمودیہ جدیدہ ۹/۶۴۳)

قوله وبنی ہاشم قال المصنف فی الکافی وهذا فی الواجبات کالزکاة والنذر والعشر والکفارة أما التطوع والوقف فیجوز الصرف

إليهم. (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف زكرياديو بند ۲/۴۳۰، ۲/۲۴۶)

وانما تحرم على هؤلاء الصدقة الواجبة من العشور والنذر والكفارات فأما الصدقة على وجه الصلة والتطوع فلا بأس. (المحيط

البرهاني، كوثته ۲/۴۳۴، المجلس العلمي بيورت ۳/۲۱۵، رقم: ۲۷۹۲، الفتاوى

التاتاخانية ۳/۲۱۴، رقم: ۴۱۵۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۱/۳/۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸/ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۲۶/۳۸)

امام کی تنخواہ کیلئے چندہ

سوال: [۴۶۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام کی تنخواہ کیلئے ماہانہ یا فصلانہ فی گھریانی شادی شدہ کچھ رقم یا اناج مقرر کر لینا اس میں بھی بلا امتیاز امیر و غریب وصول کرنا اگر کوئی نہ دے تو مینٹنگ وغیرہ میں اس کا اعلان کرنا اسکے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: الطاف الرحمن،

مدرسہ اختر العلوم، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ماہانہ و فصلانہ تنخواہ کیلئے اہل مسجد پر رقم مقرر کر دینا جائز ہے، تاکہ باسانی مسجد کی ضرورت، امام و مؤذن کی تنخواہوں کا انتظام ہو سکے لیکن اس میں غریب و نادار لوگوں سے نہ لیا جائے، صرف صاحب حیثیت لوگوں پر ہی یہ بار برداشت کرنا ضروری ہے اور نہ ہی نادار شخص کو اس سلسلہ میں ذلیل کرنا جائز ہے۔

عن عمر و بن يحيى المازني عن أبيه ان رسول الله صلى الله عليه

وسلم قال: لا ضرر ولا ضرار. (مؤطا امام مالك، النسخة الهندية / ۳۱۱)
فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ / رمضان ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۹۷۱/۲۶)

پرانے کپڑوں کا مصرف

سوال: [۳۶۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موجودہ دور میں کوئی بیوند لگا ہوا کپڑا نہیں پہنتا پرانے کپڑوں کا مصرف کیا ہے، یہاں کوئی لینے والا نہیں، یہاں نئے نئے کپڑے بھی پھینک دیئے جاتے ہیں؟

المستفتی: شجاع احمد الاعظمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو پرانے کپڑے اور نئے نئے کپڑے پھینک دیئے جاتے ہیں، ان کے مصرف فقراء ہیں، آپ کے یہاں مصرف نہیں ہے، تو ہمارے یہاں ارسال کر دیجئے یہاں نادار طلبہ بہت ہیں، نیز عوام فقراء بھی بہت ہیں۔

إنما الصدقات للفقراء والمساكين. (سورة التوبة: ۶۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۷۸۹/۲۵)

نظمی صدقات کی رقم سے وکیل عالم دین کا کتابیں خریدنا

سوال: [۳۶۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی صاحب کسی عالم کو نظمی صدقات کے پیسے یہ کہہ کر دیں کہ آپ ان پیسوں کو کہیں بھی بہتر جگہ

لگا سکتے ہیں، کیا وہ عالم ان پیسوں کی کتابیں خرید کر اپنے پڑھنے کیلئے رکھ سکتا ہے؟

المستفتی: محمد ایوب، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نفلی صدقات کے پیسے عالم دین کو یہ کہہ کر دینا کہ کہیں بھی بہتر جگہ لگا سکتے ہیں تو ایسی صورت میں اس عالم کیلئے دینی کتابیں اپنے پڑھنے کیلئے خریدنا بھی جائز ہے، اور اس کے علاوہ کہیں بھی بہتر جگہ خرچ کرنے کی بھی اجازت ہے، وہ عالم دین چاہے مالدار ہو یا غریب ہر طرح سے جائز ہے۔

فأما الصدقة على وجه الصلة والتطوع فلا بأس به وفي الفتاوى العتابية: وكذلك يجوز النفل للغنى. (الفتاوى الشاتارخانية، كتاب الزكوة،

الفصل الثامن من توضع فيه الزكاة، كوثه ۲/۲۷۵، زكريا ديوبند ۳/۲۱۴، رقم: ۴۱۵۵)

ولو قال ضعها حيث شئت جاز وضعها في نفسه. (حاشية چلبی،

كتاب الزكوة، باب المصرف، مكتبة امداديه ملتان ۱/۳۰۵، زكريا ديوبند ۲/۱۳۰)

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱۳۳۰/۱۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۳۵۷۹)

چندہ کرنے والوں کا صدقہ کی رقم سے تیار کردہ کھانا خود کھانا کیسا ہے؟

سوال: [۴۶۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چند

لوگوں نے صدقہ کرنے کیلئے چندہ کیا اس چندہ کی رقم سے کچھ ماکولات تیار کیں تو یہ ماکولات چندہ کرنے والے حضرات کھا سکتے ہیں، یا سارا کا سارا مستحقین حضرات ہی کھائیں گے؟

المستفتی: عبداللہ، مقبرہ دوئم،

کیت والی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: غریبوں کے نام سے چندہ کر کے خود کھانا یا مالدار کو کھانا ہرگز جائز نہیں، اگر اس طریقہ سے کیا جاتا ہے تو اس عنوان سے چندہ کرنا بھی جائز نہیں ہے، لہذا جس غرض کو بتا کر چندہ کیا ہے،، اسی غرض میں چندہ شدہ پیسہ خرچ کرنا لازم ہے، ورنہ چندہ کرنے والے لگنے گارہوں گے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۳۲۳)

ومنہ أنه أمين فيما في يده كالمودع . (ہندیہ ، زکریا دیوبند ۳/۵۶۷،

جدید زکریا ۳/۴۸۲)

وقیام الوکیل مقام الموکل فیما وکلہ بہ . (ہندیہ ، کتاب الوکالۃ زکریا

۳/۵۶۶، جدید زکریا ۳/۴۸۲، کتاب الوکالۃ) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱۵۴/۵/۲۳ھ

۱۴۱۵/۵/۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۰۲۲۳۱)

ہندو کو صدقہ و خیرات دینا

سوال: [۳۶۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خیرات

و صدقہ کیا ہندو کو دینا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالواحد، چوراہا گلی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں ہندو کو زکوٰۃ و عشر و خراج کے علاوہ صدقہ

فطر اور دیگر نفلی خیرات صدقہ دینا درست ہے۔

ویدفع إلیہ ما سوی ذلک من الصدقة الخ. (ہدایہ ، کتاب الزکاۃ ، باب من

يجوز دفع الصدقات إلیہ ومن لا يجوز ، المكتبة الأشرفیة ۱/۲۰۵، مکتبہ بلال ۱/۲۲۲)

وجاز دفع غیرها و غیر العشر والخراج إليه أي الذمی ولو واجبا
کنذر و کفارة و فطرة الخ. (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف مطلب فی

الحوائج الاصلية زکریا ۳/۳۰، کراچی ۲/۳۵۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۷/ربیع الاول ۱۴۱۱ھ

۱۴۱۱/۳/۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۱۶۷)

کافر کو کون سا صدقہ دے سکتے ہیں؟

سوال: [۲۶۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

صدقات میں کون سا صدقہ کافر کو دینا جائز ہے؟

المسنفتی: احسان الحق قاسمی، ستیاپور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کافر کو زکوٰۃ کے علاوہ تمام صدقات دے سکتے

ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لا يجوز دفع الزکوة إلى ذمی و صح دفع غیر الزکوة من الصدقات

إلى الذمی كصدقة الفطر والكفارات. (تبيين الحقائق، کتاب الزکاة، باب

المصرف زکریا ۲/۱۱۹، امدادیہ ملتان ۱/۳۰۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۲/۲۲۲۴ھ

۱۴۲۴/۲/۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۹۴۳)

فساد زدگان کیلئے جمع شدہ رقم کو دوسرے مد میں صرف کرنا

سوال: [۲۶۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شہر

مراد آباد سے چند نوجوانوں نے پچھلے فساد میں جب بجنور میں زبردست فساد ہوا تھا، اس وقت ۶۵ ہزار روپیہ کی رقم جمع کی تھی، اس میں سے ۱۷ ہزار کی رقم بجنور ریلیف فنڈ میں پہنچادی گئی اب باقی رقم دفاعی کام میں لگا سکتے ہیں، یا پھر کسی غریب لڑکی کی شادی میں یہ رقم لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور جنھوں نے یہ رقم جمع کی تھی، ان کی اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟

المستفتی: اشتیاق حسین، محلہ مقبرہ دوئم، مراد آباد
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس مد کیلئے چندہ کی رقم جمع کی گئی ہے، اسی مد میں خرچ کرنا لازم ہوگا، لہذا مذکورہ شکل سوالنامہ میں ذکر کردہ رقم لڑکی کی شادی میں خرچ کرنے کیلئے مالک رقم اور چندہ دہندگان سے اجازت لینا لازم ہوگا، بغیر اجازت جائز نہ ہوگا۔

استفید من عبارة الأشباه يبعث شمعاً في شهر رمضان إلى المسجد
فاحترق وبقي معه ثلثه أو دونه ليس للإمام ولا للمؤذن أن يأخذ به بغير إذن
المدافع الخ. (الأشباه قديم / ۱۵۲، جديد زكريا / ۲۷۲) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵/۱۵ رجب ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۴۴/۲۹)

کسی شخص کا اللہ کے نام پر سوال کرنا

سوال: [۳۶۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی شخص اللہ کے نام پر سوال کرتا ہے، حالانکہ اس کے پاس اتنا مال ہے، جو اس کے لئے اور اس کے اہل و عیال کیلئے ایک دو روز تک کافی ہوگا، یا عرصہ دراز تک کافی ہوگا، تو کیا اس کا سوال کرنا اور ہمارا اس کو دینا باعث ثواب اور درست ہے؟

المستفتی: محمد رضوان بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دھتکار کر خالی ہاتھ واپس کر دینا بھی ممنوع ہے، اسلئے ایسے مانگنے والے لوگ جن کے بارے میں معلوم ہے کہ ان کے پاس ضرورت کیلئے موجود ہے لیکن مانگنے کے عادی ہیں، ان کو دیتے وقت صدقہ خیرات کا ارادہ نہ کیا جائے، بلکہ ہبہ کی نیت سے انکو کچھ دیدیا جائے، مانگنے کا گناہ ان پر ہوگا، دینے والے پر نہیں اور اگر انکے حالات پر مکمل واقفیت نہیں ہے، تو صدقہ خیرات کے ارادہ سے جو چاہے دے سکتا ہے۔ (مستفاد: دارالعلوم/۶/۲۰۳)

وبالہبة للغنی أو لمن لا یكون محتاجاً إلیہ لایكون آثماً. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا دیوبند ۳/۶، ۳۰، کراچی ۲/۳۵۵، البحر الرائق، قبیل باب صدقۃ الفطر زکریا دیوبند ۲/۳۷، ۴، کوئٹہ ۲/۲۵۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کاتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲۲۳/۶/۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۷۲۲/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲۲۳/۶/۲۷ھ

پیشہ ور فقیر کا ایک دن کا رزق ہونے کے باوجود سوال کرنا

سوال: [۴۶۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پیشہ ور فقیر جو گھر گھر جا کر مانگتے ہیں ان میں سے تقریباً ہر ایک کے پاس ایک دن کے بقدر رزق بھی ہوتا ہے، اور ان میں سے بہت سے تندرست بھی ہوتے ہیں، جو کما کر کھا سکتے ہیں، جبکہ حدیث شریف کے اندر ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کے پاس ایک دن کے بقدر رزق ہو اس کیلئے سوال کرنا درست نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف/۱۶۳)

اسی طرح درمختار زکریا ۳/۳۰۶ پر ہے کہ ایسے شخص کو دینے والا گنہگار ہوگا، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ پیشہ ور فقیر جن کے پاس ایک دن کے بقدر رزق ہوتا ہے، ان کا سوال کرنا کیسا ہے؟ اور ان کو دینے والے گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ اگر گنہگار ہوں

گے تو گھر والوں کو ان کو دینے سے منع کیا جائے گا یا نہیں؟ جبکہ ہمارے علاقہ میں تقریباً ہر گھر والے کچھ نہ کچھ دیتے ہیں۔

نیز حدیث کے اندر جو سوال کرنیکی ممانعت آئی ہے، اس کا تعلق صرف زکوٰۃ کے سوال کرنے سے ہے یا مطلقاً سوال کرنے کی ممانعت ہے؟

المستفتی: محمد ہاشم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دھتکار کر خالی ہاتھ واپس کر دینا بھی ممنوع ہے اسلئے ایسے مانگنے والے لوگ جن کے بارے میں معلومات ہے کہ ان کے پاس ضرورت کیلئے موجود ہے لیکن مانگنے کے عادی ہیں، ان کو دیتے وقت صدقہ خیرات کا ارادہ نہ کیا جائے بلکہ ہبہ کی نیت سے دیدیا جائے، اور مانگنے کا گناہ ان پر ہوگا، دینے والے پر نہیں اور اگر ان کے حالات پر مکمل واقفیت نہیں ہے، تو صدقہ خیرات کے ارادہ سے جو چاہے دے سکتے ہیں، اور حدیث شریف میں جو سوال کی ممانعت آئی ہے، وہ مطلق مانگنے کے متعلق ہے، زکوٰۃ کی قید نہیں۔ (مستفاد: دارالعلوم ۶/۲۰۳)

وبالہبة للغنی أو لمن لا یكون محتاجاً إلیہ لا یكون اثماً. (شامی، کتاب

الزکاة، باب المصرف کراچی ۲/۳۵۵، زکریا ۳/۳۰۶، البحر الرائق، قبیل باب صدقۃ الفطر زکریا دیوبند ۲/۳۷۴، کوئٹہ ۲/۲۵۰)

حرم السؤال علی من یملک ما یغنیہ عنها من مال أو قدرة علی

الکسب سواء کان ما یسئلہ زکوٰۃ أو تطوعاً أو کفارة. (الموسوعة الفقہیة الکویتیة ۲/۹۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۶/۲۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۷۱۲/۳۶)

طلبہ علوم دینیہ پر خرچ کرنا صدقہ ہے جس سے رجوع جائز نہیں

سوال: [۴۶۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی آدمی نے مدرسہ دینیہ میں تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم پر اپنی مرضی سے کچھ خرچ کیا نیز خرچ کرنے والے نے طالب علم سے کہہ دیا تھا، کہ اگر کچھ ضرورت پیش آئے تو مجھے کہنا تو اسی کے مطابق طالب علم نے اپنی ضرورت ظاہر کی اور خرچ کرنے والے نے کبھی کبھار تعاون کیا، لیکن بعد میں دونوں کے درمیان کچھ ان بن ہو گئی، جس کی وجہ سے خرچ کرنے والے نے طالب علم پر عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا، جس میں اپنے دئے ہوئے روپیہ کو واپس دینے کا طالب علم سے مطالبہ کیا گیا ہے، تو کیا خرچ کر نیوالے کے لئے خرچ شدہ روپیہ لینے کا اختیار ہے؟ اسلامی شریعت کی رو سے کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

المستفتی: محمد اسلام، مقام کرنا،
پوسٹ: بال منڈور، گڈا۔ (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدارس دینیہ کے طلبہ پر خرچ کرنا بمنزلہ صدقہ کے

ہے، اور صدقہ میں رجوع شرعاً جائز نہیں ہے۔

إذا أعطی سائلاً أو محتاجاً علی وجه الحاجة ولم ینص علی

الصدقة فلا رجوع فیہ استحساناً الخ. (عالمگیری، کتاب الہبۃ، الباب الثانی

عشر فی الصدقة، کوئٹہ وز کریا ۴/۴۰۶، جدید زکریا ۴/۴۳۵)

لار رجوع فی الصدقة لأن المقصود هو الثواب وقد حصل.

(ہدایہ، اشرفی ۳/۲۷۷)

(وقوله) وكذا إذا وهب لفقير لأن المقصود هو الثواب وقد حصل

الخ. (ہدایہ، اشرفی بکڈپور دیوبند ۳/۲۹۳، ۳/۲۷۷)

تو معلوم ہوا کہ اگر کچھ بہہ بھی تھا تب بھی رجوع جائز نہیں ہے، کیونکہ فقیر پر ہمہ صدقہ کے حکم میں ہے، لہذا خرچ کرنے والے کا مذکورہ مطالبہ اور مقدمہ دائر کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۸۷۲۳)

نذرو غیرہ صدقات کے گوشت کو خریدنا

سوال: [۳۶۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ قیمت دیکر درسین نذرو غیرہ صدقات کے گوشت کو خرید کر اپنے گھریلو کام میں لگا سکتے ہیں؟

المستفتی: مولانا عبداللطیف صاحب، مدرسہ اسلامیہ، منشی ہاٹ، چاندی ہاڑہ، ویسٹ بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غریب طلبہ اور فقیر کو مالک بنانے کے بعد پھر ان کے ہاتھ قیمت دیکر خریدنے کے بعد استعمال کرنا جائز ہے۔

ویشرط أن یکون الصرف تمليکاً لا إباحة الخ. (الدرالمختار، زکریا ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۷ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۷۳۲۶)

کیا مسجد کیلئے استنجاء خانہ بنانا صدقہ جاریہ ہے؟

سوال: [۳۶۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

مسجد وغیرہ کیلئے استنجاء خانہ وغیرہ کا بنانا ایسی زمین پر جو مسجد کی نہیں ہے، صدقہ جاریہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: محمد اویس، جامعہ ملیہ، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو شخص کسی زمین کا مالک ہو اور وہ اپنی ملکیت کی زمین میں مسجد کے قریب اس طرح استنجاء خانہ وغیرہ بنوائے کہ اس کی بدبو مسجد میں نہ جائے اور مصلیوں و مسافروں کو اس بیت الخلاء سے آسانی ہو جائے تو یہ صدقہ جاریہ ہوگا۔

ولا يجوز أن يبني بالزكاة المسجد وكذا القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكسرى الأنهار - هذا في الواجبات كالزكاة والنذر والعشر والكفارة فأما التطوع فيجوز الصرف إليهم . (عالمگیری، باب الزكاة، الباب السابع في المصارف زكريا وكوثه ۱/۱۸۸، ۱/۱۸۸ - ۱۸۹، جدید زکریا ۱/۲۵۰ - ۲۵۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۱/۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۸۰۶۳۶)

مظلومین کے لئے جمع شدہ رقم مسجد و مدرسہ میں دینا؟

سوال: [۴۶۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مظلومین میرٹھ کیلئے چندہ عام کر کے رقم جمع کی گئی تھی، جس میں مختلف مدات زکوٰۃ، فطرہ، امداد وغیرہ ہے، جب لوگ میرٹھ گئے تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ رقم لے کر جو اٹھاتے ہیں، یا شراب نوشی یا بی وی لے آتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس جمع شدہ رقم کو بعد اہتملیک کسی مدرسہ میں جس میں علوم قرآنیہ کی تعلیم ہوتی ہو، اس کے تعمیری کام میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بالتفصیل جواب

سے مطلع فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

المستفتی: عبداللہ، حیات نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ فطرہ وغیرہ صدقہ واجبہ میرٹھ جیسے بحرانی مظالم کیلئے دینا جائز نہیں کیونکہ ان میں بہت سے لوگ سادات میں سے ہونگے اور بہت سے غنی ہونگے جس کے پاس مثلاً دس لاکھ روپیہ ہو اور اسمیں سے پانچ یا نو لاکھ ہلاک ہو جائیں تو وہ مظلوم تو ہے لیکن فقیر غریب صاحب مصرف نہیں جسکا ثبوت سوال نامہ سے ظاہر ہو رہا ہے، اس لئے وہاں صرف نفی امداد دینا جائز ہو سکتا ہے، اسلئے جمع شدہ رقم میں سے جو رقم زکوٰۃ فطرہ و چرم قربانی وغیرہ کی ہو وہ فقراء اور نادار طلبہ کو دے دی جائے، یا تمسلیک صحیح کے بعد مدارس کی ضروریات میں صرف کی جائے اور جو امدادی رقم ہے وہ میرٹھ کے حقیقی مظالم پر تحقیق کر کے صرف کرنا ضروری ہے، کسی اور جگہ جائز نہ ہوگا۔

صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ. (شامی، کراچی

۴/۶۶۵، زکریا ۶/۶۶۵)

معلوم ہوا کہ وہاں کے مظالم کے ویران مکانات کی تعمیر بڑی ذمہ داری اور انتظام کے ساتھ ہو رہی ہے، اسلئے امدادی رقم و چندہ دہندگان کی غرض کے مطابق وہاں بھیجنا واجب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵ صفر ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۸۸۷)

نفلی حج بدل سے بہتر تعمیر مدرسہ

سوال: [۴۶۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ والد

صاحب مرحوم اپنی زندگی میں دو حج کر چکے تھے، امسال والد صاحب کا انتقال ہو گیا، میرے

چھوٹے بھائی کا ارادہ تھا کہ والد صاحب کی طرف سے حج بدل کرادے، اور میری اپنی رائے یہ ہے کہ اس رقم کو مدرسہ وغیرہ کی تعمیر میں صرف کردے یہ زیادہ بہتر ہے، تو یہ فرمائیں کہ افضل کیا امر ہے؟ اور اسمیں یہ بھی تحریر فرمائیں کہ مدرسہ کی تعمیر میں صرف افضل ہے یا مسجد کی؟

المستفتی: نواب علی، ہلدوانی، ضلع نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر والد صاحب مرحوم نے اپنی طرف سے نقلی حج کی وصیت کی ہے تو حج پہلے کر لینا افضل ہوگا، اور اگر کوئی وصیت نہیں کی ہے، تو دینی مدرسہ کی تعمیر میں والد صاحب کی طرف سے خرچ کرنا زیادہ افضل ہوگا، جو صدقہ جاریہ ہے، کیونکہ میت کی طرف سے بلا وصیت نقلی حج ادا نہیں ہوگا، بلکہ صرف ثواب پہنچانے سے ثواب پہنچتا ہے۔

إذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاثة إلا من صدقة جارية

الحدیث: (مسلم شریف، النسخة الهندیہ ۱/۲، رقم: ۱۶۳۱)

وفی المرقات: یجری نفعها فیدوم أجرها كالوقف فی وجوه الخیر

(قولہ) قال أكثرهم هی الوقف وشبهه مما یدوم نفعه الخ. (مرقات المفاتیح،

کتاب العلم، الفصل الاول بیان العلم المنتفع به، مکتبہ ۱/۲۶۹)

وكذلك الصدقة الجارية وهی الوقف الخ. (نووی، النسخة الهندیة

۱/۲، بذل المحمود ۴/۱۰۰)

ويقع الحج المفروض الخ. أما النفل يقع عن المأمور اتفاقا وللآمر

ثواب النفقة الخ. (شامی، کتاب الحج، باب الحج، عن الغير مطلب فی الاستئجار علی

الحج زکریا ۴/۲۰، کراچی ۲/۲۰۲، کوئٹہ ۲/۲۶۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸/رجب المرجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۹۲/۲۳)

مرحوم والد کے نام سے صدقہ کرنے کی بہتر صورت

سوال: [۴۶۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کے والد کا انتقال ہو اور وہ شخص اپنے والد محترم کے نام سے کچھ صدقہ کرنا چاہتا ہے تو اس کی بہتر صورت کیا ہوگی، آیا وہ رشتہ داروں کو صدقہ دیدے یا مدارس پر یا کھانا پکا کر لوگوں کو کھلا دے تفصیل کے ساتھ جواب دیں؟

المستفتی: ایس کے بابر علی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صدقہ نام ہے فقراء اور مساکین کی ضرورت پوری کرنے کا اور آجکل کے زمانہ میں ضرورت پوری ہونے کی سب سے بہترین چیز پیسہ ہے، نیز اگر قریبی رشتہ داروں میں مفلس اور قلاش موجود ہیں، تو ان کو دینے میں زیادہ ثواب ملتا ہے، اگر قریبی رشتہ داروں میں محتاج فقیر نہیں ہیں، تو دوسرے لوگوں میں سب سے محتاج ترین لوگوں کو صدقہ کیا جائے، اور مدرسہ میں بھی اسکا مصرف ہوتا ہے، جو مدرسہ زیادہ غریب ہے، اس کو دینے میں زیادہ ثواب ملیگا۔

ويستحب أن يتصدق على الميت بعد الدفن إلى سبعة أيام بشيء مما تيسر . (طحطاوی علی المراقی قدیم / ۳۳۹، دارالکتاب دیوبند / ۶۱۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۰۰۱۳۶)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۹/۳/۱۴۲۲ھ

اولاد والدہ کا حج بدل کروائے یا اتنی رقم صدقات جاریہ میں لگا دے؟

سوال: [۴۶۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک

عجوزہ معذورہ نصاب کی مالک نہیں ہے اور نہ ہی اس پر حج فرض ہے، اسکی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے بے حد مال دے رکھا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اولاد اپنی ماں کا حج بدل کروائے یا اتنی رقم کسی مسجد یا مدرسہ میں صدقہ جاریہ کی نیت سے لگا دے دونوں میں افضل کیا ہے؟

المستفتی: محمد زبیر مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب ماں پر حج فرض نہیں ہے تو ماں کی طرف سے حج بدل کرانے کے مقابلہ میں افضل یہ ہے کہ اتنی رقم کسی مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں خرچ کر دی جائے جو صدقہ جاریہ بن جائے اور برابر ثواب ملتا رہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ، ۴۲۹/۱، جدید)

عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ سبع يجزى للعبد أجر هن من بعد موته وهو في قبره: من علم علماً، أو كرى نهرًا، أو حفر بئراً، أو غرس نخلاً، أو بنى مسجداً، أو ورث مصحفاً، أو ترك ولداً يستغفر له بعد موته.

(مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۳/۴۸۳، ۴۸۴، رقم: ۷۲۸۹)

الصدقة أفضل من الحج تطوعاً كذا روى عن الإمام لكنه لما حج وعرف المشقة أفنى بأن الحج أفضل قال الرحمتي والحق التفصيل فما كانت الحاجة فيه أكثر والمنفعة فيه أشمل فهو الأفضل وكذا بناء الرباط إن كان محتاجاً إليه كان أفضل من الصدقة وحج النفل وإذا كان الفقير مضطراً أو من أهل الصلاح أو من آل بيت النبي صلى الله عليه وسلم فقد يكون إكرامه أفضل من حجرات وعمر و بناء ربط. (شامی، کتاب الہدی، مطلب فی تفصیل الحج علی الصدقة کراچی ۲/۶۲۱،

زکریا ۴/۴۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲/رب ۱۴۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۶۶۱)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲/رب ۱۴۲۹ھ

منظوری نہ ملنے کے سبب حج بدل کی رقم کو صدقہ جاریہ میں لگانا

سوال: [۲۶۷۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بکر ایک عمر رسیدہ شخص ہے بسبب ضعف پیرانہ سالی قریب کا سفر بھی کرنے سے معذور ہے، چند سال قبل اپنے والد مرحوم کی طرف سے حج بدل کرا چکا ہے تین سال سے کوشاں ہے کہ والدہ مرحومہ کی طرف سے بھی حج بدل ہو جائے، دو سال سے درخواست ڈلواتا ہے، لیکن حکم ربی نامنظور ہو جاتی ہے، اب عمر کی زیادتی کے سبب زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، اور جو رقم حج بدل کیلئے مخصوص کر چکا ہے ہو سکتا ہے بلکہ قوی امید ہے کہ بکر کی موت کے بعد وہ رقم خرید برد ہو جائے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس رقم کو از روئے شرع حج بدل کے علاوہ کن کن شرعی کاموں میں صرف کیا جاسکتا ہے، جس سے کہ بکر کی والدہ مرحومہ کیلئے صدقہ جاریہ بن جائے شرعی تحقیق کے پیش نظر بالتفصیل جواب سے نوازیں؟ ممنون ہوں گا؟

المستفتی: حاجی محمد شاہ، محلہ پٹی گھوسی پورہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر آپ کی والدہ پر حج فرض نہیں تھا، اور نہ ہی انھوں نے آپ کو حج کی وصیت کی تھی اور آپ بخوشی اپنے پیسے سے والدین کو ثواب پہنچانے کی غرض سے ان کی طرف سے حج کرانے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں، اور تین سال سے مسلسل درخواست دینے کے باوجود منظوری نہیں آرہی ہے، اور آپ نے والدہ ہی کے ایصال ثواب کیلئے اس پیسے کو خرچ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو اس کیلئے بہتر شکل یہی ہے کہ کسی مسجد کی تعمیر میں وہ پیسہ خرچ کر دیں جن غریب علاقوں میں مسجد کی تعمیر رکی ہوئی ہے، اس میں مسجد کا لینٹرنڈ لوادیں یا فرش بنوادیں اسی طرح کسی مدرسہ میں کوئی درسگاہ بنوادیں تو یہ ایصال ثواب اور صدقہ جاریہ کیلئے بہترین طریقہ ہے۔

عن ابی ہریرۃؓ أن رسول اللہ ﷺ قال: إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة: إلا من صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح

یدعولہ . (صحیح مسلم ، باب ما يلحق حق الإنسان من الثواب بعد وفاته ،

النسخة الهندية ۱/۲ ، ۴ ، بیت الافکار رقم: ۱۶۳۱)

عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ سبع يجزى للعبد أجرهن من بعد موته وهو في قبره: من علم علماً، أو كرى نهرًا، أو حفر بئرًا، أو غرس نخلاً، أو بنى مسجدًا، أو ورث مصحفًا، أو ترك ولدًا يستغفر له بعد موته.

(مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۳/۴۸۳، ۴۸۴، رقم: ۷۲۸۹)

كما استفيد بعبارة رد المحتار أفتى به الإمام أبو شجاع والإمام الحلواني وكفى بهما قدوة ولا سيما في زماننا فإن المسجد أو غيره من رباط أو حوض إذا لم ينقل يأخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد وكذلك أوقافه يأكلها النظار أو غيرهم ويلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج إلى النقل إليه . (شامی، کتاب الوقف ، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه، کراچی ۴/۳۶۰، زکریا ۶/۵۵۰)

فيجوز صرف الزائد إلى إنشاء مدرسة ونشر علم ، وإن لم يكن من شرط الواقف وعبارة الخانية فيه صريحة ، وإن كان قيدها صاحب المهديّة بغير وقف المسجد الخ. (معارف السنن ، اشرفی بکڈپو دیوبند ۳/۳۰۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۰ھ/۱۲

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۷۳۱/۳۸)

جان کے بدلے جان کی نیت سے جانور ذبح کرنا

سوال: [۴۶۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فتاویٰ

دارالعلوم ۱۲/۱۱۸ پر درج ہے۔

عوام و خواص میں دستور ہے کہ بیماری کی صحت کی غرض سے بکرا ذبح کرتے ہیں، اور

بظاہر ان کی نیت فدیہ کی ہوتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کا یہ جواب مندرجہ ذیل ہے۔
 امداد الفتاویٰ ۳/۵۷۰ پر ہے اگر کوئی بیمار ہو جائے یا کوئی حادثہ پیش آ جائے تو بطور
 جان کا بدلہ جان جانور ذبح کرنے کو دفع مصائب کا سبب و ذریعہ سمجھ کر جانور ذبح کر کے
 گوشت فقراء میں تقسیم کر دیتے ہیں، حضرت تھانویؒ نے ایسے جانور کو ناجائز اور حرام لکھا ہے،
 غریبوں کیلئے اس کا کھانا جائز نہیں ہے، بظاہر ان دونوں قولوں میں تضاد سمجھ میں آ رہا ہے، لہذا
 گزارش خدمت اقدس میں یہ ہے کہ تسلی بخش جواب مرحمت فرما کر مشکور ہوں۔

المستفتی: جمیل احمد قاسمی،

بازار پہاڑی، دروازہ، گلینہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حدیث پاک میں ہے کہ صدقہ سے بلائیں
 ٹلتی ہیں، اسی لئے مصیبت کے وقت صدقہ کر دینا چاہئے، تاکہ بلائیں جائے، اس میں
 سمجھنے کی بات یہ ہے کہ صدقہ کسے کہا جاتا ہے، تو شریعت میں صدقہ فقراء اور غریبوں کی
 ضرورت پوری کرنے کو کہا جاتا ہے، اور فقیر و غریب کی ضرورت سب سے زیادہ روپے
 پیسے کے ذریعہ پوری ہوتی ہے، لہذا یہی اصل صدقہ ہے، جانور کے خون بہانے کا نام
 صدقہ نہیں ہے، اگر فقیر کو گوشت ہی کھلانا ہے، تو بکرے کا گوشت کھلانا کہاں سے سمجھا
 جاتا ہے، فقیر کیلئے تو سبزی ترکاری، دال، روٹی، ہی مشکل سے ملتی ہے، اور سرمایہ دار بھی
 بکرے کا گوشت مہنگائی کی وجہ سے نہیں کھاتے، غریب کو کڑے کا گوشت بھی نہیں
 ملتا؛ بالفرض اگر گوشت ہی کھلانا ہے تو بازار سے لاکر ہانڈی پکا کر کھلا دیا جائے، اور دیکھنے
 میں یہ آتا ہے، کہ ہانڈی پکا کر نہیں کھلایا جاتا، بلکہ جو بکرے ذبح کرتے ہیں، وہ گوشت
 ہی تقسیم کرتے ہیں، ہانڈی نہیں پکاتے، اور خود بھی اس کا گوشت نہیں کھاتے، اس سے یہ
 بات سمجھ میں آتی ہے، کہ بیماری اور دفع بلاء کیلئے جو جانور ذبح کرتے ہیں، تو ذبح کرنے
 والے اسی جانور ذبح کرنے اور خون بہانے ہی کو دفع بلاء کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اگر یہی سمجھ

کر جانور ذبح کرتے ہیں، تو اس جانور کا گوشت فقیروں کیلئے بھی کھانا درست نہیں ہے، اسی کی طرف حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں اشارہ فرمایا ہے، اور فتاویٰ دارالعلوم میں جو جائز لکھا ہے وہ اس کیلئے جو دفع بلاء کی غرض سے کھانا کھلانا چاہتا ہے، اور اس میں جانور ذبح کرنے کو ضروری سمجھتا اور جانور ذبح کرنے ہی کو دفع بلاء کا ذریعہ نہیں سمجھتا بلکہ وہ بلا تکلف بازار سے گوشت لاکر فقیروں کو دینے کو اور روپیہ دینے کو برابر سمجھتا ہے، دونوں فتاویٰ کے درمیان تطبیق کی شکل یہی ہے۔

عن أنس بن مالک قال قال رسول الله ﷺ إن الصدقة لتطفى غضب الرب وتدفع ميتة السوء. (ترمذی شریف، کتاب الزکاة، باب ماجاء فی

فضل الصدقة، النسخة الهندية ۱/۱۴۴، دارالسلام رقم: ۶۶۴، صحیح ابن حبان، دارالفکر

البيزار، مكتبة العلوم والحكم ۱/۱۹۲، رقم: ۶۶۴۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۲/۲۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۳۸۹/۳۹)

دفع مرض کیلئے صدقہ کرنا

سوال: [۳۶۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید بیمار پڑ جاتا ہے، تو ہم یہ سمجھ کر صدقہ کرتے ہیں، کہ صدقہ بلا کو ٹال دیتا ہے یا بیماری کو دور کرتا ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے، صدقہ سے اپنی بیماری کا علاج کرو، ہم بکرا ذبح کرتے ہیں، اور پھر وہ گوشت اس کے مصرف میں دیتے ہیں، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد خالد، گلشہید، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یقیناً آپ ﷺ کا فرمان ہے، مگر بیماری اور بلا ٹلنے

کیلئے بکرا ذبح کرنے کا جو طریقہ رائج ہے، نہ تو حضور ﷺ کے زمانہ میں تھا اور نہ دور صحابہ میں

اور نہ سلف و خلف کے دور میں اس کا ثبوت ہے، اور نہ ہی بکرا ذبح کرنے کو صدقہ کہا گیا ہے، بلکہ صدقہ کہا جاتا ہے، جو فقیروں کے پیٹ بھرنے اور ضرورت پوری کرنے کیلئے دیا جائے اگر گوشت ہی کھلانا ہے، تو بازار سے گوشت خرید کر کھلایا جاسکتا ہے، اور کھانا تیار کر کے کھلا سکتے ہیں، اور صدقہ میں سب سے بہتر روپیہ دینا ہے، جس سے فقیر اپنی کوئی بھی ضرورت پوری کر سکتا ہے، اور بکرا ذبح کرنے اور خون بہانے کو دفع بلا کا ذریعہ سمجھنا غلط اور ناجائز ہے، حضرت تھانویؒ نے ایسے بکرے کے گوشت کو فقیروں کے واسطے بھی ناجائز لکھا ہے۔ (مستفاد:

امداد الفتاویٰ ۳/۵۷۱، ایضاح المسائل/۱۳۹)

وما ذبح علی النصب حرم علیہم اکل هذه الذبائح التي فعلت

عند النصب . (تفسیر ابن کثیر ۲/۱۸، تحت سورة مائدة آیت: ۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۶/۱۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۶۰۳۸)

طلباء کو بکری کا گوشت کھلانے کیلئے دی گئی رقم سے گائے کا گوشت خریدنا

سوال: [۴۶۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک

شخص یہ کہہ کر مدرسہ میں پانچ سو روپیہ صدقہ کرتا ہے، کہ اس کی بکری خرید کر طلبہ کو کھلانا ہے، اور بکری پانچ سو روپیہ میں نہیں آتی، اسلئے اہل مدرسہ بکری کے بجائے گائے کا گوشت خرید کر طلبہ کو کھلاتے ہیں، تاکہ تمام طلبہ کو کفایت کر جائے، تو آیا اس طرح اہل مدرسہ کیلئے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو ایسی صورت بتادیں کہ جس سے اہل مدرسہ باسانی اس پیسہ کو طلبہ پر خرچ کر سکیں؟

المستفتی: شیخ عرفات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مدرسہ میں پانچ سو روپیہ بکری خرید کر طلبہ کو کھلانے کیلئے جو دئے ہیں، ان میں اصل مقصد غریب طلبہ کو کھلانا ہے اور پانچ سو روپیہ میں بکری نہیں آتی ہے، اور نہ ہی پانچ سو روپے کا بکری کا گوشت کافی ہو سکتا ہے، ہاں البتہ اگر پانچ سو روپیہ کا گائے یا بیل بھینس کا گوشت خرید لیا جائے تو اس سے سب طلبہ کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، تو نفع المفقراء کے پیش نظر ایسا عمل کرنا جائز ہے، اس لئے اگر اس پیسے سے گائے کا گوشت خرید کر کھلا دیا ہے تو یہ جائز اور درست ہے۔

التوكيل بالشراء إذا كان مقيداً يراعى فيه القيود إجماعاً سواء كان القيد راجعاً إلى المشتري أو إلى الثمن حتى أنه إذا خالف يلزمه الشراء إلا أنه إذا كان خلافاً إلى خير فيلزم الموكل . (هنديہ ، الوكالة ، الباب الثاني في التوكيل بالشراء ، زكريا كوئٹہ ۳/۵۷۴ ، جدید زكريا ۳/۴۸۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ العلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۹/۲/۲۴ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۴ صفر ۱۴۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۶۴۳۸)

کیا بکرا ذبح کرنا ہی صدقہ ہے؟

سوال: [۴۶۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صدقات بلاؤں کے ختم کرنے کا ذریعہ ہیں بعض لوگ بکرا ذبح کرنا صدقہ سمجھتے ہیں، مفتی صاحب صدقہ کی حقیقی تعریف کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صدق کے معنی سچائی کے ہیں، غالباً صدقہ کا لفظ اسی سے ماخوذ ہے عند الشرع صدقہ ہر وہ عطیہ ہے جو بلا معاوضہ رضائے الہی کے لئے نادار فقیر اور محتاج و مسکین کو دیا جائے۔ (مستفاد: قاموس الفقہ ۴/۲۲۳)

بہت سے ناواقف لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صدقہ بکرا ذبح کرنے کے ذریعہ ہوتا ہے، اور

کہتے ہیں، جان کے بدلہ جان ہے حالانکہ شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے کیونکہ لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ذبح کرنے سے بلاء و مصیبت ٹل جاتی ہے جو قطعاً ناجائز ہے بلکہ صدقہ نام ہے، فقیروں کی ضرورت پوری کرنے کا اور فقیروں کے پیٹ بھرنے کا اور یہ روپیہ پیسہ کے ذریعہ ہی باآسانی پورا کیا جاسکتا ہے، اگر کھانا کھلانا ہے تو بازار سے گوشت خرید کر لایا جائے۔
(مستفاد: انوار رسالت/۴۷۷)

الصدقة ج صدقات، العطية التي يبتغى بها الثواب عند الله تعالى'. (لغة الفقهاء کراچی/۲۷۲)

الصدقة بفتح الدال لغة ما يعطى على وجه التقرب إلى الله تعالى لا على وجه الكرامة ويشمل هذا المعنى الزكوة و صدقة التطوع، وفي الاصطلاح تمليك في الحياة بغير عوض على وجه القرابة إلى الله تعالى'.
(الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۶/۳۲۳)

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ: تصدقوا وداووا مرضاكم بالصدقة، فإن الصدقة تدفع عن الأعراض والأمراض وهي زيادة في أعمالكم وحسناتكم. (شعب الإيمان، باب في الزكاة، فصل فيمن أتاه الله ما لا من غير مسألة دارالكتب العلمية بيروت ۳/۲۸۲، رقم: ۳۵۵۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۷۷)

جان کے بدلے جان سمجھ کر مریض کی طرف سے بکرا ذبح کرنا

سوال: [۴۶۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص بیمار ہو اس نے اس نیت سے بکرا ذبح کیا کہ بکرے کا خون بہانے کی وجہ سے شفا یابی

ہو جائے گی، جان کے بدلے جان تو ایسا بکرا حلال ہے یا نہیں؟ شرعی حکم کیا ہے، حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں کیا لکھا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیماری سے شفاء یابی کے لئے اس نیت سے بکرا ذبح کرنا کہ جان کے بدلے جان ہے تو یہ ناجائز اور حرام ہے، حضرت تھانویؒ نے اسے غیر منصوص ہونے کی وجہ سے ناجائز قرار دیا ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۳۹)

حضرت کی عبارت اس طرح ہے: اکثر مرد ماں دریں عمل نفس صدقہ را مقصود نافع نمی پندارند بلکہ خصوصیت ذبح و اراقہ دم را فدیہ مریض می دانند و این امر غیر قیاسی است محتاج بہص و نص مفقود است، و دلیل برین اعتقاد راضی بدون ایشاں است بر تصدق بقدر قیمت جانور۔ (امداد الفتاویٰ/۵/۳۰۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۹۳/۳۰)

عمارت کی بنیاد میں خون ڈالنے کیلئے بکرا ذبح کرنا

سوال: [۴۶۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عمارت کی بنیاد میں بکرے کا خون ڈال دیا جاتا ہے، تو اس غرض سے بکرا ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ذبح شدہ بکرا حلال ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عمارت کی بنیاد میں بکرے کا خون ڈالنے کے لئے بکرا ذبح کرنا حرام ہے اور ذبح شدہ بکرا ”وما احل لغير اللہ“ کے حکم میں داخل ہو کر حرام ہے، اور غیروں کا طریقہ ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۳۹، احسن الفتاویٰ/۱/۴۸)

وما ذبح على النصب - حرم عليهم أكل هذه الذبائح التي فعلت

عند النصب . (تفسير ابن كثير ١٨/٢، تحت سورة مائدة، آيت: ٣)

وما ذبح على النصب يعنى حرم ما ذبح على النصب . (تفسير

خازن ١/٦٣، تحت سورة مائدة آيت: ٣)

وما ذبح على النصب حجر كان ينصب فيعبد و نصب عليه دماء

الذبائح - قال ابن زيد ما ذبح على النصب وما أهل به لغير الله شيء واحد

قال ابن عطية ما ذبح على النصب جزء مما أهل به لغير الله . (احكام القرآن

للقرطبي ٣/٢٤، تحت سورة مائدة آيت: ٣) فقط واللهم سبحانك وتعالى اعلم

كتبته: شبير احمد قاسمى عفا الله عنه

٢٠ رجب ١٤٣٥ هـ

(الف فتوى نمبر: ١١٩٨٥/٣١)



۱۳ / کتاب الصوم

۱ / باب الصوم و متعلقاته

رمضان کے روزہ کی فرضیت کب ہوئی؟

سوال: [۳۶۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان کے روزے کی فرضیت کب ہوئی کس سن میں ہوئی واضح کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رمضان کے روزے کی فرضیت ہجرت کے آٹھارہ ماہ کے بعد دوسرے سال ماہ شعبان میں ہوئی۔

صوم رمضان فرض فی السنة الثانية بعد الهجرة. (العرف

الشدی ۱/ ۴۷، حاشیہ ترمذی)

ثم كانت فرضية صوم رمضان بعد ما صرفت القبلة إلى الكعبة في

شعبان على رأس ثمانية عشر شهر من الهجرة. (مرقات المفاتيح، مكتبه امداديه

ملتان ۴/ ۲۲۹، بذل المحهود، جديد دارالبشائر الاسلامية ۸/ ۲۳ (۴

إن فرضية رمضان ونزلت علينا في السنة الثانية من الهجرة في

شعبان. (اوجز المسالك، جديد دارالقلم دمشق ۵/ ۱۰)

كانت فرضية بعد ما صرفت القبلة إلى الكعبة بشهر في شعبان على

رأس ثمانية عشر شهرا من الهجرة ، وسببه الشهر ، لأنه يضاف إليه . (شرح

اللقايع ، كتاب الصوم ، مكتبه اعزازيه ديوبند ۱/۱۶۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۹۰/۴۰)

روزہ کی نیت میں لفظ غد پر اشکال و جواب

سوال: [۴۶۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو

اشتہاروں کے اندر ”بصوم غد نوبت من شہر رمضان“ لکھتے ہیں یہ کس حدیث یا قرآن کی کون سی آیت سے ثابت ہے، کیونکہ عربی ماہ کی تاریخ غروب آفتاب کے بعد بدل جاتی ہے، تو روزے دار یہ اوپر والی نیت کرتے ہیں غد کے لفظ سے اعتراض ہوتا ہے، تو آپ صحیح طریقے سے وضاحت کر دیں کرم ہوگا، کہ کل کا دن رات میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو غد کیوں کہتے ہیں، مفصل تحریر فرمائیں؟

المستفتی: عطاء اللہ حیاتی،

پوسٹ: اوپنگر، سہرسا (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ مذکورہ دعا اور نیت کے الفاظ کسی صحیح حدیث میں

فقیر کی نظر سے نہیں گذرے، البتہ غد کے لفظ سے کوئی اشکال نہ ہونا چاہئے، اسلئے کہ جب کوئی آدمی رات میں نیت کریگا تو غد کا لفظ لانا صحیح و درست ہے، اسلئے کہ عربی میں غد کہا جاتا ہے، آئندہ آنے والے کل کو اور رات میں جب نیت کرے گا، تو عرف کے اعتبار سے غد (آنے والے کل) ہی کی نیت کریگا، اور یہ شرعاً جائز و درست ہے۔

فيجوز بنية من الليل وإن لم ينو حتى أصبح أجزأته النية ما بينه وبين الزوال

الخ. (ہدایہ ، کتاب الصوم ، اشرفیہ دیوبند ۱/۲۱۱ ، ہکنا فی الہندیۃ قدیم زکریا ۱/۱۹۵ ، جدید ۱/۲۵۸ ، الفتاویٰ التاتارخانیۃ ، زکریا ۳/۳۶۸ ، رقم: ۴۵۹۱ ، شامی ، کراچی ۲/۳۷۷ ، زکریا ۳/۳۳۸-۳۴۱ ، شرح النقایہ ، اعزازیہ دیوبند ۱/۱۶۹) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۲ شوال ۱۴۱۱ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۲۲۲۹/۲۷)

الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۰/۲۲/۱۴۱۱ھ

بصوم غدوئیت الخ کا ثبوت کس حدیث سے ہے؟

سوال: [۲۶۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان کے روزے کی نیت کی جو دعا ہے، بصوم غدوئیت من شہر رمضان، یہ دعا کس حدیث سے ثابت ہے، میں نے رسالہ ندائے شاہی میں پڑھا تھا، کہ یہ دعا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، اور اس کے ترجمہ سے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ یہ دعا کسی عجمی آدمی نے گھڑ لی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: روزہ کی نیت کی جو دعا سوالنامہ میں لکھی گئی ہے وہ کسی حدیث شریف میں ہم نے نہیں دیکھی اور نہ ہی ہم یہ دعا خود پڑھتے ہیں، اور نیت دعا پڑھنے کا نام نہیں ہے بلکہ دل سے نیت کرنے کا نام ہی نیت ہے۔

النية معرفة بالقلب أنه يصوم . (الفتاویٰ التاتارخانیۃ ، کتاب الصوم ، الفصل الثالث فی النية ، زکریا دیوبند ۳/۳۶۸ ، رقم: ۴۵۹۰ ، ہکذا فی الہندیۃ زکریا ۱/۱۹۵ ، شامی ، زکریا ۳/۳۴۵ ، کراچی ۲/۳۸۰)

النية عزم القلب على الشىء واصطلاحاً قصد الطاعة والتقرب إلى

اللہ الخ. (شرح الحموی علی الاشباہ قدیم ۲۹/۲)

أنها شرط لاصحة كما في الصلوة والزكاة والصوم والحج . (الاشباہ

النظائر قدیم (۲۹/ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/۱۱/۲۰۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۹۵۳)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/۱۱/۲۰۲۶ھ

مرض کے بڑھنے کے اندیشے کی وجہ سے افطار کرنا

سوال: [۴۶۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک آدمی ہارٹ اٹیک کا مریض ہے پورے بدن میں بچید کمزوری ہے، نمازیں بڑی مشکل سے ہوتی ہیں، اگر روزہ رکھ لیا جائے تو کمزوری بڑھنے کا مزید اندیشہ ہے، اور پھر نمازیں آگے پیچھے ہونے کا اندیشہ بلکہ چھوٹ جانے کا ڈر معلوم ہوتا ہے، ایسے مریض کیلئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: حاجی سردار خاں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ہارٹ اٹیک کا مریض تجربہ کار ماہرین ڈاکٹر کے مشورہ پر عمل کر سکتا ہے، اگر ڈاکٹر روزہ رکھنے سے منع کرے تو روزہ موقوف کر سکتے ہیں، لیکن صحت یابی کے بعد روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۴۷۷)

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ. (البقرہ ۱۸۴)

او مریض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض بغلبة الظن بأمارة أو تجربة أو بإخبار طبيب حاذق مسلم مستور (إلى قوله) الفطر وقضوا لزوماً. (الدرالمختار مع الشامی، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، المبيحة لعدم الصوم، زکریا ۳/۴۰۴، کراچی ۲/۴۲۲)

ومریض خاف زیادة مرضه، أو تأخره بأن غلب علی ظنه ذلك، أو أخبره طبيب حاذق عول. (شرح النقاية، اعزازیہ دیوبند ۱/۱۷۷، وھکذا ی الھندیة

زکریا ۱/۲۰۷، الفتاویٰ الثاتار خانیہ زکریا ۳/۴۰۳، رقم: ۶۹۷/۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۱۲/۲۳ھ

۱۴۲۳/۱۲/۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۸۶۴)

کیا استقاط حمل کے بعد خون نہ آئے تو نماز روزہ واجب ہے؟

سوال: [۴۶۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تین

مہینہ کا حمل ساقط کرانے اور خون نہ آنے کی صورت میں نماز روزہ ادا کر سکتے ہیں؟

المستفتی: ابو فرمان، بھٹی اسٹریٹ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس صورت میں نماز روزہ ادا کرنا واجب رہیگا۔

کما فی حاشیۃ الہدایۃ: فلو انقطع دم النفاس بعد الولادة ساعة،

يجب علیہا أن تصوم وتصلی بعد الاغتسال. (حاشیۃ ہدایہ، کتاب الطہارۃ،

فصل فی النفاس، اشرفیہ دیوبند ۱/۷۰، رقم الحاشیۃ/۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ رمضان ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۲۱۴)

حالت نفاس میں روزہ کا حکم

سوال: [۴۶۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک

عورت ہے اور وہ رمضان المبارک سے دو چار روز قبل تک ۴ مہینے کی حاملہ رہی اور رمضان

سے ایک روز قبل کسی وزن دار چیز اٹھانے سے اس کا حمل اسپتال جا کر خرابی ہونے کی وجہ سے

صاف کر دیا گیا صاف کرانے کے بعد ۴ روز تک حیض کی طرح خون آتا رہا پھر دو دن بند

ہو گیا اور اب گلابی رنگ کا خون آتا ہے، اب وہ عورت نماز اور رمضان المبارک کا روزہ رکھنا چاہتی ہے، تو شرعاً کیا حکم ہے۔

المستفتی: اعجاز، محلہ پیرزادہ،
تالاب والی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: چار ماہ کا حمل کرنے کے بعد خون آ رہا ہے وہ نفاس کا خون ہے، اسلئے چار دن خون آنے کے بعد دو دن بند ہو کر پھر خون آ رہا ہے، وہ بھی نفاس کا خون ہے، اس دوران روزہ رکھنا ممنوع ہے، بعد میں قضا لازم ہوگی۔

والسقط إن ظهر بعض خلقه من إصبع أو ظفر أو شعر ولد فتصير به نفساء فیما رأته بعدة الخ . (عالمگیری، الفصل الثانی، فی النفاس زکریا ۳۷/۱، جدید ۹۱/۱)

السقط الذي استبان بعض خلقه ولد حتى تصير به نفساء . (ہدایہ،

اشرفیہ دیوبند ۷۰/۱)

اور جب خون بالکل بند ہو جائے تو روزہ رکھنا شروع کر دے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۹/۱۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸۲۶/۲۸)



۲/باب رؤیة الهلال

کیا رویت ہلال کے شرعی ضوابط پر عمل کرنا لازم ہے

سوال: [۳۶۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شریعت مطہرہ نے رمضان اور غیر رمضان کے چاند کے ثبوت کے سلسلے میں جو ضوابط مقرر فرمائے ہیں علماء و مفتیان حضرات کو ان پر عمل کرنا لازم ہے یا عوامی رجحانات کے مطابق بھی فیصلہ کرنے کی گنجائش ہے؟

المستفتی: اختر الزماں، کانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شریعت مطہرہ کے اصول و ضوابط پر عمل کرنا لازم

ہے، اسکے خلاف عوامی جذبات و رجحانات کے مطابق فیصلہ دینا جائز نہیں۔

عن عمر ان بن حصین قال: قال رسول الله ﷺ: لا طاعة لمخلوق

في معصية الخالق. (المعجم الكبير للطبرانی، دار احیاء التراث العربی ۱۸/۱۷۰، رقم:

۳۸۱، مشکوٰۃ ۲/۳۲۱)

عن علي أن رسول الله ﷺ بعث جيشاً -إلى- وقال: لا طاعة في

معصية الله، إنما الطاعة في المعروف. (صحيح مسلم،، الإمارة، باب وجوب

طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية، النسخة الهندية ۲/۱۲۵، بيت الافكار

رقم: ۱۸۴۰، وهكذا في صحيح البخاری، أخبار الأحاد باب ماجاء في إجازة خیر الواحد

الصدوق، النسخة الهندية ۲/۱۰۹۳، رقم: ۷۰۶۰، ف: ۷۲۵۷، سنن أبي داؤد، باب في

الطاعة، النسخة الهندية ۱/۳۵۳، دار السلام رقم: ۲۶۲۵)

وقال لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف أي: فيما

یوافق الشرع لا فی المعصیة، وإلقاء النفس فی النار بالقصد معصیة، فلا طاعة فیها. (بذل المجهود، کتاب الجهاد، باب فی الطاعة، دارالبشائر الاسلامیہ ۲۲۰/۹، تحت رقم الحدیث: ۲۶۲۵، قدیم ۴۴۸/۳)

قولہ: وعلی أن نقول بالحق أنینما كنا لانخاف فی الله لومة لائم معناه نأمر بالمعروف ونهی عن المنکر فی کل زمان ومكان -إلی- ولا نخاف ولا نلتفت إلی الأئمة. (النووی علی هامش مسلم ۱۲۵/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ صفر ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۴۹/۲۳)

رؤیة الهلال کے شرعی اعلان پر عمل کرنا

سوال: [۴۶۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر ہندوستان کی مرکزی ہلال کمیٹی رؤیت ہلال کا شرعی ثبوت حاصل کر کے خود یا اسکا کوئی نمائندہ رؤیت ہلال کے ثبوت کا اعلان کرے یا کروائے تو اس اعلان پر عمل کرنا ضروری ہے یا نہیں اور روزہ و افطار کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد فاروق، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جی ہاں مذکورہ شرائط کیساتھ شرعی اعلان پر عمل کرنا واجب ہے اور خلاف کرنیوالے گناہ گار ہوں گے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۹۹)

ولو كانوا ببلدة لا حاکم فیها صاموا بقول ثقة وأفطروا یاخبار عدلین (تحتہ فی الشامیة) والظاهر أن المراد به الوجوب. (الدرمع الرد، کتاب الصوم، قبیل مطلب: لا عبرة بقول المؤقتین فی الصوم زکریا دیوبند ۳/۳۵۴، کراچی ۳۸۶/۲)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸/رمضان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۰/۹۰۳)

کیا مستند علماء کا فیصلہ رویت ہلال کے بارے میں واجب العمل ہے؟

سوال: [۴۶۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مستند علماء و مفتیان کی کمیٹی ضابطہ شریعت کے مطابق اگرچاند کے ثبوت کا فیصلہ کر دے تو کیا عامۃ المسلمین (جن میں عید گاہ کمیٹی کے افراد بھی شامل ہیں) کے ذمہ اس فیصلہ کو ماننا لازم ہے، یا نہیں اختیار ہے کہ فیصلہ علماء و مفتیان کے خلاف اپنی صوابدید پر عمل کریں؟
المستفتی: اختر الزماں، کانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جہاں مسلم حاکم یا قاضی شرعی نہ ہوں، وہاں اگر علماء و مفتیان شرعی ثبوت کی بناء پر رویت کا فیصلہ کر دیں، تو عید گاہ کمیٹی کے افراد اور عامۃ المسلمین پر اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے، خلاف کرنا معصیت ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۹۹، کفایت المفتی قدیم ۲/۲۰۲، جدید زکریا ۳/۲۱۳، ۲۱۴، جدید زکریا مطول ۶/۳۰۸-۳۰۹)
ولو كانوا ببلدة لا حاکم فيها صاموا بقول ثقة وأفطروا یاخبار عدلین (تحتہ فی الشامیة) والظاهر أن المراد به الوجوب. (الدرع الرد، کتاب الصوم، قبیل مطلب: لا عبرة بقول المؤقتین فی الصوم زکریا دیوبند ۳/۳۵، کراچی ۲/۳۸۶)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹/صفر ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۰/۵۴۹)

کیا ہلال کمیٹی کا اعلان معتبر ہے؟

سوال: [۴۶۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امارت شرعیہ دہلی (ہلال کمیٹی) کی طرف سے رمضان المبارک یا عید الفطر کے متعلق جو اعلان ہوتا ہے، اس پر عمل لازم ہونا کسی محدود علاقہ کے ساتھ مقید ہے یا تمام مسلمانان ہند کا اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہوگا؟

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی فرماتے ہیں، کہ ہلال کمیٹی کے اعلان پر عمل کرنے سے اگر مہینہ ۲۹ یا ۳۱ کا نہ ہو جائے تو اس اعلان پر عمل شرعاً قابل تسلیم ہے۔ حضرت شرعاً قابل تسلیم کا یہ مطلب سمجھنا کہ عمل کرنا اس کے مطابق لازم ہے صحیح ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: محمد خدابخش، گوبند پور، پھینسیہ ۲۴ / پرگنہ
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ہلال کمیٹی کی جانب سے جب ثبوت ہو کر بطور استفتاء اعلان ہو جائے تو وہ روایت تمام مسلمانوں کیلئے عام ہو کر قابل عمل ہوگی۔

متی ثبت رؤیة ہلال رمضان فی محل لزوم الصوم أہلہ الجائزین
لشروط الوجوب وكذا يلزم الصوم جميع من كان فی بلد قریب من محل
الرؤیادون أهل البلد البعيد . (حاشیہ شامی، زکریا ۳/۳۶۳)

شرعی ثبوت ہو جانے کے بعد اس کو معتبر مان کر شخصی طور پر عمل کرنا جائز ہے
واجب نہیں، اسی طرح ریڈیو کا اعلان اتنی دور تک معتبر ہو سکتا ہے، کہ اس کے تسلیم
کرنے سے آپ کے یہاں کبھی مہینہ ۲۸ یا ۳۱ کا نہ ہوتا ہو اور اس روایت کے موقعہ پر
آپ کے یہاں مطلع صاف نہ ہو ورنہ اس اعلان کا اعتبار نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ
۱۲۱/۳، احسن الفتاویٰ ۴/۴۵۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۴۴۱/۳۴)

دارالعلوم کی خبر پر روزہ توڑنا

سوال: [۴۶۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دارالعلوم دیوبند کے فیصلہ پر ہمارے یہاں کے ایک جم غفیر نے تیسواں روزہ توڑ دیا تو کیا اس روزہ کی قضا ہے؟ جبکہ دارالعلوم دیوبند پورے ہندوستان کیلئے مرکزی حیثیت رکھتا ہے، اور اس کی وضاحت کریں، کہ دارالعلوم دیوبند پورے ہندوستان کیلئے مرکزی حیثیت رکھتا ہے یا نہیں؟ اور کیا تیسواں روزہ توڑنے والا قابل جرم ہے۔ اور کیا روزہ کی قضا کرنی پڑے گی، اور کیا دارالعلوم کا فیصلہ ہمارے یہاں کیلئے قابل قبول نہیں ہے؟ اس سلسلہ میں ضرور وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دارالعلوم کی حیثیت تمام ہندوستان کیلئے مرکزی حیثیت ہے اسلئے وہاں کی معتبر خبر کے ذریعہ روزہ توڑ دینے کی گنجائش ہے، اور اس روزہ توڑنے پر قضا نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ رقم ۱۱/۹۵، میرٹھ ۱۵/۱۲۵، قدیم ۱۷/۱۵۱، جدید میرٹھ ۱۵/۱۲۹)

بخلاف الاستفاضہ فإنہا تفید الیقین . (شامی، کتاب الصوم، کراچی

۳۹۰/۲، زکریا ۳/۳۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۱۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۱/۱۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۳۶۷۶)

رؤیت ہلال کے مسئلہ میں کس کی خبر معتبر ہے؟

سوال: [۴۶۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امسال ماہ رمضان المبارک کا چاند سوموار کی رات کا تھا دس بجے ٹیلی فون سے خبر ملی کہ کلکتہ ناخدا مسجد میں چاند کا اعلان ہو گیا اس کے بعد احقر نے مختلف مقامات سے رابطہ کیا اور چاند

ہونے کا اعلان کر دیا ہم لوگوں کی مسجد میں نماز تراویح میں تین سو آدمی آتے ہیں، چاند کی خبر سن کر تقریباً پچاس آدمی آگئے اور پوچھنے لگے کہ تراویح ہوگی یا نہیں میں اس کی تحقیق کرنے لگا، تو کوئی کہنے لگا ہاں کوئی نہیں اسی کشمکش میں تھا، کہ خبر ملی علاقہ کی تمام مسجدوں میں یہ اعلان ہوا کہ نماز تراویح کی جماعت نہ ہوگی، جس کو پڑھنی ہو انفرادی طور پر پڑھ لے، چنانچہ میں نے بھی ساڑھے گیارہ بجے کے بعد یہی اعلان کر دیا، اب کچھ لوگ میرے اس عمل کو فتنہ کا روپ دے رہے ہیں، مہربانی کر کے اس کا جواب مدلل دیں؟

المستفتی: معراج احمد، گریڈ یہی،
امام جامع مسجد مانگیر، کانگی نارہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: روایت ہلال و ثبوت رمضان و عید کا مسئلہ انفرادی نہیں ہے، بلکہ اجتماعی ہے ایسے مسائل میں حکم حاکم کا انتظار لازم ہے، اور جن ملکوں میں حاکم مسلم نہیں ہے، وہاں پر ہر علاقہ کے ہلال کمیٹی یا علاقہ کے بااثر مقتدا علماء ان مسائل میں حاکم کا درجہ رکھتے ہیں، لہذا ہر علاقہ کی ہلال کمیٹی یا امارت شرعیہ یا علاقہ کے بااثر علماء کے فیصلہ کا انتظار کرنا ان کے حلقہ اثر کے عوام پر لازم ہے، اور اسی طرح حلقہ اثر کے آئمہ اور علماء کو بھی ان کے فیصلہ کا انتظار لازم ہے، ہر کسی کو اپنے طور پر اعلان کرنے کا حق نہیں نہ ہی آئمہ مساجد کو یہ حق ہے کہ اس سے عوام الناس میں اختلاف پیدا ہوتا ہے، اسلئے آپ کو بھی اپنے علاقہ کے مقتدا ذمہ دار علماء یا ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کرنا چاہئے تھا، محض عام لوگوں کی سنی سنائی باتوں پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔

لأن قضاء القاضی حجة وقد شهدوا به، لا لو شهدوا برؤية غیرهم لأنه حکایة. (الدر المختار، کتاب الصوم کراچی ۲/۳۹۰، زکریا

۳۵۹/۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ صفر ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۶۵/۳۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۰/۲۴۵/۱۴۲۵ھ

کتاب القاضی إلی القاضی کے تحت رویت ہلال کا فیصلہ

سوال: [۴۶۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آگرہ کی رویت ہلال کمیٹی نے جس میں علماء احناف شریک تھے ۱۵ اگست ۸۷ء بروز بدھ بقرعید منانے کا فیصلہ مندرجہ ذیل تحقیق کی روشنی میں کیا تھا، تو یہ فیصلہ مسلک احناف کی رو سے صحیح ہوا یا غلط؟

تحقیق یہ ہے کہ یکم اگست ۸۷ء بروز شنبہ جامع مسجد آگرہ میں رویت ہلال کمیٹی آگرہ کی ایک ہنگامی میٹنگ باشرکاء و علماء دارکان کمیٹی منعقد ہوئی جس میں آگرہ عید گاہ کے قائم مقام پیش امام مولانا حبیب احمد صاحب مفتی دارالافتاء مظاہر العلوم نے مفتی دارالعلوم وقف کی تحریر کتاب القاضی إلی القاضی کے تحت دو شاہد عدل فضلاء و مظاہر العلوم کے ذریعے مولانا حبیب کے پاس آئی تھی، وہ تحریر انہوں نے میٹنگ میں پیش کی جو ۲۹ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ / ۲۱ جولائی ۸۷ء کی رویت تھی، اس طرح مظاہر العلوم کا فیصلہ تو مفتیان مظاہر العلوم کے ۱۵ اگست ۸۷ء کو بقرعید منانے کا دیوبند کی رویت تسلیم کرتے ہوئے کیا تھا، جس میں مولانا حبیب صاحب مفتی مظاہر العلوم قائم مقام عید گاہ آگرہ شریک تھے، اپنی تحریر میں قلم بند کر کے میٹنگ میں پیش کر دی اسی طرح ایک تحریر کی فوٹو اسٹیٹ کا پی کی تحریر جو مفتی مظاہر العلوم مظفر حسین ناظم مظاہر العلوم کے نام کتاب القاضی إلی القاضی کی شکل میں بذریعہ دو شاہد عدل کی تصدیق نیچے تھی، جس میں ۲۹ ذیقعدہ بروز یکشنبہ ۲۱ جولائی رویت کی شہادت تھی، دیوبند سے پہنچی اس کا فوٹو اسٹیٹ کا پی مفتی حبیب صاحب نے رویت ہلال کمیٹی آگرہ کی میٹنگ میں پیش کی اسی طرح ایک تحریر جو مفتی عبدالعظیم صاحب مفتی فیروز آباد ضلع آگرہ کے نام ۲۱ ذیقعدہ رویت ۲۹ جولائی ۸۷ء بروز یکشنبہ کی رویت دیوبند کی کتاب القاضی إلی القاضی کی شکل میں دارالعلوم وقف سے کی گئی تھی، تحریر کی فوٹو اسٹیٹ کا پی بذریعہ ایک باشرع آدمی مولانا عبدالعظیم صاحب مفتی فیروز آباد ضلع آگرہ نے آگرہ رویت ہلال کمیٹی کی میٹنگ میں

بھیجی ادھر روزنامہ قومی آواز دہلی اور روزنامہ فیصل دہلی میں دیوبند کی رویت برزو یکشنبہ ۲۶ جولائی ۲۹ ذیقعدہ کی تسلیم کرنے کی اطلاع تھی ، کہ ۲۹ ذیقعدہ ، ۲۶ جولائی ۸۷ء بروز یکشنبہ کی رویت تسلیم کر کے یکم ذی الحجہ بروز شنبہ ۲۷ جولائی اور ۱۰ ذی الحجہ یوم بقرعید ۵ اگست ۸۷ء بروز بدھ منانے کا فیصلہ کیا اور اعلان کر دیا ، اور شہر آگرہ کے تمام علماء احناف و عوام نے ۵ اگست بروز بدھ بقرعید کی نماز ادا کی اور قربانیاں کیں ، مگر غیر احناف جو عدم تقلید کے قائل ایک فیصد مشکل سے ہوں گے ، انھوں نے بروز جمعرات ۶ اگست کو بقرعید منائی ، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہلال کمیٹی کا فیصلہ مسلک احناف کے مطابق صحیح تھا یا نہیں؟ جواب سے مشرف فرمائیں؟

المستفتی: عبدالقیوم، کٹرہ تیل نالی منڈی، آگرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر ہلال کمیٹی کو خط کی شناخت اور واقعی ہونے پر غلبہ ظن حاصل ہو چکا ہے، تو وہ فیصلہ شرعی اور فقہ حنفی کے مطابق ہوا ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۹۷) و غلبۃ الظن حجة موجبة للعمل كما صرح حوالہ الخ. (شامی، کتاب الصوم، قبیل مطلب غیرہ بقول المؤقتین فی الصوم بزکریا دیوبند ۳/۳۵۴، کراچی ۲/۳۸۶، کوئٹہ ۲/۹۹)

نیز مدرسہ شاہی کے کاتب الحروف نے خود مع حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب نائب مہتمم مدرسہ شاہی و مولانا محمد میثاق صاحب مدرس مدرسہ شاہی دیوبند جا کر تحقیق شہادت حاصل کر کے مراد آباد میں آ کر عید کا اعلان کر دیا تھا، اسلئے ہلال کمیٹی کا فیصلہ صحیح ہونے میں شک نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۴۱۵)

امامت اور کتاب القاضی رلی القاضی کے شرائط

سوال: [۴۶۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) کسی مقام پر اگر قاضی نہ ہو تو وہاں کا امام شہر ہی قاضی کی جگہ مانا جائیگا یا نہیں؟ اگر امام شہر قاضی کے حکم میں ہے اور امام شہر کسی کو اپنا نائب بنا کر رویت ہلال کی خبر حاصل کرنے کے لئے بھیجے تو نائب کے ذریعہ حاصل کردہ تحریر کتاب القاضی رلی القاضی کے حکم میں ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر امام شہر کسی ذمہ دار عالم کو اپنا نائب بنا کر بھیجے اور اسکے ذریعہ رویت ہلال کی تحریر آجائے تو وہ کتاب القاضی رلی القاضی کے حکم میں ہوگی یا نہیں؟

(۳) ان شکلوں کے علاوہ اگر امام شہر اور نائب امام شہر اپنی ذمہ داری کو محسوس نہ کریں اور دیگر ذمہ دار علماء و مفتی حضرات اپنا نمائندہ بنا کر کسی دوسرے مقام سے رویت ہلال کی خبر کی تصدیق کر لیں، تو وہ کتاب القاضی رلی القاضی کے حکم میں ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: مختار احمد، مدرس مدرسہ درویشان سلیم پور، مراد آباد
مولانا عبدالقدوس صاحب، سلیم پوری، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اولاً تو یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ امامت کیلئے بہت شرائط ہیں، عدالت یعنی حکومت عفت شجاعت دینداری اور شرعی مسائل میں اجتہاد، تتبع، صحیح تدبیر کرنا آتا ہو۔

والشرائط الأمانة (إلى قوله) العدل - ومنها الشجاعة والإجتہاد فی

المسائل والتدبیر المصیب الخ. (نبراس شرح عقائد نسفی / ۳۲۲)

اگر امام ان شرائط کا حامل ہے اور کہیں سے کتاب القاضی رلی القاضی مع اپنی شرائط کے آجائے یعنی لانے والے دو عادل ہوں تو صحیح ہے، اور سوال نامہ مذکورہ صورت میں صرف ایک شخص ہے اس لئے یہ کتاب القاضی رلی القاضی کے حکم سے خارج ہے، نیز اگر کہیں نااہل

کو وراثتی امامت مل جائے تو وہ امام کہلانے کے قابل نہیں ہے۔
بلکہ وہاں والوں کو آپس کی تراضی سے کسی بااہل کو شرعی امور کا ذمہ دار بنانا چاہئے،
ورنہ وہاں کے مفتی اور بااثر علماء اس کام کو انجام دے سکتے ہیں۔

ذکر المحققون أنه إذا لم يوجد الإمام الموصوف به هذه الصفات جاز
نصب من لم يوصف ببعضها للضرورة الخ. (نبراس / ۳۲۲)
(۲) نہیں ہوگی اسلئے کہ دو عادل شرط ہیں، جو یہاں مفقود ہیں۔

فنقول بقول الكتاب من القاضي شرائط منها البينة على أنه كتابه فتشاهد
الشهود على أن هذا الكتاب فلان القاضي ويذكر واسمه ولقبه الخ. (بدائع
الصنائع، كتاب أدب القاضي، فصل في شرائط القضاء، كراچی ۷/۷، زکریادیو بند ۵/۴۴۶)
(۳) ایسے ذمہ دار مفتی و علماء جن پر وہاں کے لوگ اعتماد رکھتے ہوں اور وہ لوگ اپنی
ذمہ داری کو شرعی احکام کے مطابق انجام دیتے ہوں، تو کہیں سے مع شرائط کے کتاب
القاضی الی القاضی آجائے، اور اس کے مطابق فیصلہ دیں تو وہ کتاب القاضی الی القاضی
کے حکم میں ہو سکتی ہے، اور وہ ذمہ دار ان حکم میں قاضی کے سمجھے جائیں گے۔

كما استفيد من الشامي! وأما بلاد عليها ولاة كفار فيجوز
للمسلمين إقامة الجمع والأعياد، وبصير القاضي قاضياً بتراضي
المسلمين فيجب عليهم أن يلتمسوا والياً مسلماً منهم الخ. (شامی، كتاب
اللقضاء، قبيل مطلب في حكم تولية القضاء في بلاد تغلب عليها الكفار، كراچی
۵/۳۶۹، زکریادیو بند ۸/۴۳، و کذا قبيل باب العشر والخراج والحزبة كراچی ۴/۱۷۵،
زکریادیو بند ۶/۲۸۹، باب الجمعة كراچی ۲/۱۴۴، زکریادیو بند ۳/۱۴، ہندیہ زکریا ۱/۴۶،
حاشية الطحطاوى على مرقى الفلاح، دار الكتاب ديوبند/۵۰۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۲/۲۳۳)

ایک جگہ کی رویت کا کتنی مسافت تک اعتبار ہوگا؟

سوال: [۴۶۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اللہ پاک کے فضل و کرم سے ہمارے یہاں پہلا روزہ منگل کے روز بتاریخ ۱۹ اپریل کو رکھا گیا، دوسری جگہ یعنی کپٹاؤن، ڈربن، ناٹال ان سب جگہ بتاریخ ۱۸ کو پہلا روزہ رکھا گیا لیکن ہمارے ٹرانسوال ورکروں نے منگل کو روزہ رکھا، کلینڈر کے حساب کے مطابق چاند کی پیدائش تاریخ ۱۶ کو دو بجے رات کو ہو چکی تھی، تو اتوار کی شام کو چاند کی پیدائش تاریخ ۲۷ کلاک ہو چکے تھے بعد سورج چاند کی پیدائش ۱۸ کلاک ہونے کا نظریہ آتا ہے، اب اتوار کی شام کو چاند دیکھنا چاہئے تھا، تو سارے ٹرانسوال ورک کے اور ناٹال میں بادل اور بارش ہو نیکی وجہ سے چاند نظر آیا نہیں، لیکن رات کو نو بجے کپٹاؤن سے فون آیا کہ وہاں کی جامع مسجد کے امام صاحب نے تین گواہ کے ساتھ چاند دیکھا تو ناٹال و ٹور یہ وغیرہ کے مسلمانوں نے اس خبر کو منظور رکھ کر اتوار کی رات کو پہلی تراویح اور پیر کو پہلا روزہ رکھا، ٹرانسٹول کے مسلمانوں نے اس خبر کو منظور نہیں کیا اور پہلی تراویح پیر کی رات کو پڑھی اور پہلا روزہ منگل کو رکھا، اب کپٹاؤن، ڈربن، ناٹال، جنس باغ، ٹرانسٹوال، یہ سب ضلع ساؤتھ افریقہ کے اندر ہیں یعنی ایک ہی علاقے میں کپٹاؤن کا فاصلہ ڈربن سے پندرہ سو میل ہے، کپٹاؤن اور جنس باغ کا فاصلہ ایک ہزار میل ہے، اور جنس باغ اور ڈربن کا فاصلہ پانچ سو میل ہے، اس حالت میں سارے ناٹال اور سارا ٹرانسٹوال بارش کے بادلوں سے بند ہو نیکی وجہ سے چاند نظر نہیں آیا، اس حالت میں کپٹاؤن ورکروں نے چاند دیکھ کر ہمیں خبر دی اب ہم کو اسپر عمل کر کے تراویح و روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟ چاند کی پیدائش کو ۲۷ کلاک ہو چکے ہیں، کپٹاؤن میں چاند نظر آیا اسکی خبر ہمیں مل چکی باوجود ہمارے ٹرانسوال ورکروں کے مسلمانوں نے کوئی غور نہ کرتے ہوئے اتوار کی رات کو نہ تراویح پڑھی نہ پیر کو روزہ رکھا، اس طرح ایک ہی کھنڈ میں نا اتفاقی کا دردناک قصہ ہوا، اب جو عید

۲۹/ چاند کی ہوئی تو منگل والوں کے صرف ۲۸ روزے ہوں گے۔

جناب مفتی صاحب میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ برائے خدا اس چاند دیکھنے کی بابت اللہ اور رسول ﷺ کا کیا حکم ہے! اور اس چاند دیکھنے اور نہ دیکھنے میں شریعت کا کیا حکم ہے! اور آج کے سائنس کے زمانہ میں چاند کی پیدائش کب ہوگی اور کتنے کلاک میں چاند دیکھ سکتے ہیں، وہ سب آج کے کلینڈر پر لکھا جاتا ہے، یہ سب مد نظر رکھتے ہوئے چاند دیکھنا یا نہ دیکھنا یا کتنے میل کے فاصلہ سے خبر ملے تو اسے منظور کر لینا یا نہ کر لینا مثلاً: دربن ہمارے جنیس باغ سے پانچ سو میل ہے اگر دربن سے چاند دیکھنے کی خبر ملے تو منظور کرنا یا نہ کرنا تراویح و روزہ رکھنا یا نہ رکھنا چاہئے، یہ سب ذرا برائے خدا خلاصہ لکھ کر بھیجنا، آپ کا بہت بڑا احسان ہوگا، اور امت میں نا اتفاقی دود و عید نہ ہوگی، ہمارے یہاں ہر سال رمضان المبارک کے مہینہ میں چاند کی گڑ بڑی ہوتی ہے، اسلئے شریعت کا فیصلہ اس چاند دیکھنے یا دوسرے شہر سے خبر ملے تو اس کو منظور رکھنا یا نہ رکھنا شریعت کا کیا حکم ہے، آپ خلاصہ لکھ کر بھیجنا آپ کا بہت احسان ہوگا؟

المستفتی: ایس، اے شیخ عبدالعظیم، ۱۶۴/ سنگورٹ،
او تیراٹل لنسا، ۱۸۲/ پبلک اوف ساؤتھ افریقہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رویت ہلال کے بارے میں اتنی دور تک کی خبریں معتبر ہو سکتی ہیں، کہ وہاں کی رویت کو تسلیم کرنے کی وجہ سے آپ کے یہاں مہینہ کسی بھی زمانہ میں ۲۸ یا ۳۱ کا نہ ہوتا ہو، لہذا ٹرانسوال، کپٹاؤن، دربن، ناٹال جنیس باغ سب ایک ہی حکم میں ہونگے، اور میلوں کے لحاظ سے مسافت کا اعتبار نہیں ہوتا ہے، اسلئے بادل کے زمانہ میں اگر کپٹاؤن سے فون اور خبریں آجائیں اور اسپر صدق کا ظن غالب ہو جائے، تو ہلال رمضان کے بارے میں ان کو معتبر مان کر روزہ رکھ لینا اور ذمہ داران کا اپنے حلقے میں اعلان کر دینا شرعاً درست ہوگا، اور ہلال رمضان کیلئے صدق کا ظن غالب ہونا کافی ہے۔

کما فی الشامی: والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك لغير رمضان يعيد إذ لا يفعل مثل ذلك عادة في ليلة الشك إلا لثبوت رمضان . (شامی، کتاب الصوم، قییل: مطلب لاعبرة يقول المؤقتين في الصوم، مطبوعه، کوئٹہ ۹۹/۲، کراچی ۳۸۶/۲، زکریادیوبند ۳۵۴/۳)

اسلئے مذکورہ دلائل کی بناء پر سوال نامہ میں درج شدہ صورت میں ٹرانسوال وناٹال کے باشندوں پر روزہ قضا کرنا واجب ہوگا، البتہ ہلال عید الفطر و عید الاضحیٰ کیلئے طریق موجب سے ثبوت لازم ہے، یعنی رویت کی شرعی شہادت یا شہادۃ علی الشہادۃ بالروایۃ، یا شہادت علی حکم حاکم یا استفاضہ ثابت ہو، اسکے بغیر نہیں، اسلئے فون وغیرہ کی ضعیف خبریں یہاں بالکل معتبر نہیں ہونگی۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۹۹/۲)

سائنس اور کلینڈر کی تاریخیں حتمی نہیں ہوتیں بلکہ تخمینہ ہوتی ہیں، اسپر شرعی طور پر حتمی اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ کبھی صحیح اور کبھی غلط بھی ہو جاتی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵ شوال المکرم ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۰۶/۲۴)

کیا ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ کی رویت کیلئے کافی ہے؟

سوال: [۴۶۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ:

(۱) ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ کیلئے شرعاً کافی ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے نیز جہاں رویت نہیں ہوئی اس شہر یا ضلع کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کن اصول کے شرعاً پابند ہیں۔

(۲) دوسری جگہ سے خبر آنے کے بعد قاضی صاحب نے اعلان نہیں کیا جبکہ معتسفين

حضرات وہاں کی خبر سن کر اعتکاف سے باہر آگئے تو ایسی صورت میں اعتکاف پورا ہوگا یا نہیں؟

اور قاضی صاحب کے اعلان نہ کرنے کی وجہ سے دوسرے دن عید کی نماز ادا کرنا کیسا ہے؟
 (۳) دوسری جگہ سے خبر ملنے پر امام مسجد نے اپنے مقتدیوں کو روزہ نہ رکھنے کا حکم دیا اور جو لوگ روزہ دار تھے ان لوگوں کا توڑوا دیا جبکہ اس شہر کے قاضی نے اعلان نہیں کیا تھا، اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے روزہ رکھا تو ان کا روزہ رکھنا حرام ہوگا؟ اور جن لوگوں نے روزہ نہیں رکھا ان کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: فاروق احمد، تلجا پوری، ضلع: عثمان آباد، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ معتبر ہونے کیلئے طریق موجب سے رویت موصول ہو جائے، اور طریق موجب کی چار صورتیں ہیں،
 (۱) دو عادل شخص متبع شریعت حاکم مسلم یا ہلال کمیٹی کے پاس آ کر از خود چاند دیکھنے کی شہادت دیں اور دوسری جگہ کے لوگ بھی از خود آ کر شہادت دیں۔
 (۲) دو عادل متبع شریعت افراد مذکورہ ذمہ داروں کے پاس آ کر اس بات کی شہادت دیں کہ فلاں شہر کے فلاں ذمہ دار کے سامنے فلاں تاریخ کی رویت کی شہادت دو عادل شخص نے دی ہے، یہ شہادت علی الشہادت کی شکل ہے۔
 (۳) دو عادل متبع شریعت لوگوں نے آ کر یہ شہادت دی کہ فلاں شہر کے فلاں ذمہ دار نے ثبوت رویت کا فیصلہ صادر کر دیا ہے۔

(۴) بطریق استفادہ یعنی کسی علاقہ میں رویت ہو جانے کے بارے میں کثیر تعداد کے لوگ ہر طرف سے آ کر خبر دیں، یا متعدد اخبار، ٹیلیفون اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ سے مسلسل خبریں موصول ہوں جن سے خبر دینے والوں کی سچائی کا ظن پیدا ہو جائے ان چاروں صورتوں میں سے کسی ایک صورت سے کسی دوسری جگہ کی خبر موصول ہو جائے تو آپ کے یہاں کے ذمہ دار قاضی یا ہلال کمیٹی کو رویت کا اعلان کرنے کی اجازت ہو جاتی ہے، اس کی تفصیل ”انوار رحمت“ ص: ۵۱۲ تا ۴۹۸ میں موجود ہے۔

بطریق موجب (تحتہ فی الشامیة) کأن يتحمل اثنان الشهادة أو يشهد اعلى حكم القاضى أو يستفيض الخبر . (شامی ، کتاب الصوم ، مطلب فی أحكام المطالع ، کراچی ۲/۳۹۴ ، زکریا دیوبند ۳/۳۶۴ ، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ، دارالکتاب دیوبند/۶۵۶)

تقبل فيما لا يسقط بالشبهة إن شهد رجلان على شهادة شاهدين . (کنز الدقائق ، کتاب الشهادة ، باب الشهادة ، علی الشهادة ، مکتبہ مجتہائی دیوبند ۱/۲۹۶ ، البحر الرائق ، کراچی ۷/۱۲۰ ، زکریا ۷/۲۰۳ ، کوئٹہ ۷/۱۲۰ ، تبیین الحقائق ، امدادیہ ملتان ۴/۲۳۷ ، زکریا دیوبند ۵/۲۱۰)

(۲) کسی جگہ رویت ہلال کا تحقق ہو جانے کے بعد اسکی اطلاع استفاضہ کے طور پر دوسری جگہ آجائے اور اس دوسری جگہ قاضی یا ہلال کمیٹی موجود ہے تو ان کی طرف سے اعلان کا انتظار کرنا بہتر ہے، اور ان کے اعلان سے پہلے ہی معتکفین اعتکاف سے نکل جائیں تب بھی ان کا اعتکاف درست ہو جائے گا۔

أن الصحيح من مذهب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فيما بين أهل البلدة الأخرى يلزمهم حكم هذه البلدة . (شامی ، کراچی ۲/۳۹۰ ، زکریا ۳/۳۵۹ ، المحيط البرہانی ، المجلس العلمي ۳/۳۴۲ ، رقم: ۳۰۶۵ ، الفتاویٰ التاتار خانیہ قدیم ۲/۳۵۵ ، زکریا دیوبند ۳/۳۶۶ ، رقم: ۴۵۸۳ ، مجمع الأنهر مصری قدیم ۱/۲۳۹ ، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۳۵۲ ، منحة الخالق ، کراچی ۲/۲۹۰ ، کوئٹہ ۲/۲۷۰ ، زکریا ۲/۴۷۱)

(۳) دوسری جگہ سے استفاضہ کے طور پر رویت کی اطلاعات آنے کے باوجود آپ کے یہاں کا قاضی رویت کا اعلان نہ کرے تو امام مسجد اور عوام الناس کو اس کا چرچا و اعلان کر کے عمل کا حق ہے، لہذا ایسی صورت میں امام مسجد کا قاضی کے اعلان کے بغیر اپنے مصلیوں کو روزہ نہ رکھنے کا حکم دینا اور اگلے دن جن لوگوں نے روزہ رکھا ہے ان کا روزہ توڑ وانا ناجائز ہے، اور جن لوگوں نے قاضی کے اعلان نہ کرنے کی وجہ سے روزہ رکھا

تو ان کا روزہ رکھنا درست نہیں کیونکہ جب استفاضہ کے طور پر خبر آ جائے تو اب دوبارہ قاضی کے فیصلہ کا انتظار لازم نہیں ہے۔

أن الصحيح من مذهب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فيما بين أهل إحدى البلديتين يلزمهم حكم أهل هذه البلدة . (الفتاویٰ التاتار حانیة قدیم ۲/۳۵۵، زکریا دیوبند ۳/۳۶۶، رقم: ۴۵۸۳، شامی، کراچی ۲/۳۹۰، زکریا دیوبند ۳/۳۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۷۰۳۸)

اختلاف مطالع

سوال: [۴۷۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر مکہ میں چاند نظر آیا اور ہندوستان میں نظر نہیں آیا تو ہندوستان کے لوگوں پر ایک روزہ کی قضاء لازم ہے اور عید سعودیہ کے مطابق منائیں، اگر نہیں تو پھر دلائل ملاحظہ فرمائیں اور تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں؟

(۱) در مختار جلد اول ۱۴۹، جو فقہ احناف کی مستند کتاب ہے، اس میں ہے کہ مطالع کے مختلف ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اگر مغربی ممالک والے چاند دیکھ لیں تو مشرقی ممالک والوں کو اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

(۲) فتاویٰ دارالعلوم ۶/۳۸۵ و ۸۶ میں ہے۔

فیلزم أهل المشرق بروية أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب وفصل الشامى ذلك الطريق الموجب فلينظر فيه .
(۳) کوکب دری شرح ترمذی شریف ۱/۳۳۶، میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے لکھا ہے کہ کلکتہ میں چاند جمعہ کی رات کو نظر آیا اور مکہ میں جمعرات کی رات کو اور کلکتہ والوں کو

پتہ نہ چل سکا کہ مکہ میں رمضان جمعرات سے شروع ہو چکا ہے، تو جب بھی ان کو پتہ چلے گا ان کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ عید مکہ والوں کے ساتھ منائیں اور پہلا روزہ قضاء کریں؟
المستفتی: محمد حسین قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اختلاف مطالع کے اعتبار ہونے اور نہ ہونے سے متعلق علماء کی دو جماعتیں ہیں، ایک جماعت یہ کہتی ہے، کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، لہذا اگر اہل مشرق نے چاند دیکھا ہے اور اہل مغرب نے نہیں دیکھا ہے اور طریق موجب کے ذریعہ سے اہل مغرب کو اہل مشرق کی رویت کا ثبوت ہو جائے تو اہل مغرب کو اہل مشرق کی رویت پر عمل کرنا لازم ہے، اس قول کو بغیر قیود و شرائط کے حضرت گنگوہیؒ نے لیا ہے، چنانچہ اسی سے فرمایا ہے کہ مکہ کی رویت طریق موجب سے ثابت ہو جائے تو اہل کلکتہ اور اہل ہند پر اس کا اعتبار کرنا لازم ہوگا جیسا کہ (الکوکب الدرری، ابواب الصوم، باب ماجاء فی الصوم بالشہادۃ، مکتبہ تخی سہارنپور/۱/۲۴۶) پر حضرت گنگوہیؒ کا یہ ارشاد موجود ہے، عبارت ملاحظہ ہو:

رأى الهلال أهل كلكتة فى يوم الجمعة وأصحاب مكة يوم الخميس فعند رؤية أهل مكة لم يعلموا أهل كلكتة حال رؤيتهم حتى يصوموا على حسب صيامهم ورؤيتهم ولكنهم إذا اطلعوا على رؤيتهم يجب لهم أن يقضوا صوم يوم الخميس وأيضاً أن يعيدوا على حسب يوم الخميس لا على حساب يوم الجمعة .

اس میں اس بات کا خیال نہیں کیا گیا ہے، کہ مکہ میں ہندوستان سے ایک دن پہلے چاند پیدا ہوا کرتا ہے، یہ قول بظاہر قیود و شرائط کے بغیر فقہاء نے علی الاطلاق نقل فرمایا ہے، اور اسی قول پر ہر فقیہ کی عبارت میں وعلیہ الفتویٰ و ہونوا ہر المذہب جیسے الفاظ ترجیح کی عبارت نقل کی گئی ہیں، اور اسی سے بہت سے علماء نے علی الاطلاق اس طرح کا مسئلہ لکھا ہے

کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، کہیں سے بھی طریق موجب سے ثبوت رویت کی بات آجائے اس پر عمل کرنا لازم ہوگا، لیکن حقیقت میں علی الاطلاق مسئلہ ایسا نہیں ہے، بلکہ اس میں قیود و شرائط بھی ہیں، جیسا کہ صاحب بدائع وغیرہ نے اسی قول کو نقل کرنے کے ساتھ ساتھ صاف الفاظ میں قیود و شرائط کی صراحت فرمائی ہے، اور وہ یہ ہے کہ دو بلد اور دو ملکوں کے درمیان مسافت دو قسم پر ہے۔

(۱) مسافت قریبہ جس میں ایک کنارے کے لوگوں کی رویت پر عمل کرنے کی صورت میں دوسرے کنارے کے بلاد میں مہینہ کبھی بھی ۲۸ یا ۳۱ دن کا نہ ہوتا ہو بلکہ دونوں بلادوں میں مہینہ کا توازن باقی رہتا ہو تو ایسے دو بلاد اور دو ملکوں کے درمیان اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے۔ لہذا منی پور اور آسام کی رویت طریق موجب سے ثابت ہو جائے تو پنجاب کے لوگوں پر اسی رویت پر عمل کرنا لازم ہے، اسی طرح پنجاب کی رویت طریق موجب سے ثابت ہو جائے تو آسام و بنگال اور منی پور وغیرہ کے لوگوں پر بھی اس کے اوپر عمل کرنا لازم ہو جائے گا، اس لئے کہ دونوں قسم کے بلادوں میں مہینوں کا توازن باقی رہتا ہے۔

(۲) مسافت بعیدہ اور مسافت فاحشہ جس میں ہر دو بلاد اور ہر دو ملکوں میں سے کسی ایک کی رویت کا دوسرے بلاد اور دوسرے ممالک میں اعتبار کرنے کی صورت میں مہینہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا ہو جاتا ہو، اور دونوں بلادوں کے درمیان مہینوں کا توازن باقی نہ رہتا ہو، تو ایسے دو بلادوں کے درمیان اختلاف مطالع معتبر ہے، لہذا ایک کی رویت طریق موجب سے ثابت ہونے کی صورت میں دوسرے میں معتبر نہ ہوگی، اسی وجہ سے مکہ المکرمہ اور عرب ممالک کی رویت کا برصغیر اور ہندوستان میں اعتبار نہ ہوگا، اور مکہ المکرمہ سے طریق موجب کے ساتھ ہندوستان میں رویت کا ثبوت ہو جائے تو ہندوستان والے اس پر عمل نہیں کریں گے نہ روزے کی قضاء کریں گے، اور نہ ہندوستان والے عید منائیں گے جیسا کہ آج کے زمانہ میں ہر سال ہندوستان سے ایک دن پہلے مکہ اور مدینہ والے روزہ رکھتے ہیں، اور اسی طرح ایک دن پہلے وہاں والے عید مناتے ہیں، اور ان کا روزہ اور عید طریق موجب سے ثابت ہونے کے باوجود برصغیر کے لوگ اس پر عمل نہیں کرتے اس لئے کہ برصغیر اور عرب ممالک کے درمیان

جو مسافت ہے وہ مسافت بعیدہ اور مسافت فاحشہ ہے، لہذا حضرت گنگوہیؒ کا وہ قول جو (الکوکب الدرری ۱/۲۴۶ پر موجود ہے، قابل عمل نہ ہوگا، بدائع کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

وجه ظاهر الروایة أن المطالع لا تختلف إلا عند المسافة البعيدة

الفاحشة . (بدائع الصنائع، ۲/۲۱)

هذا إذا كانت المسافة بين البلدين قريبة لا تختلف فيها المطالع فأما إذا كانت بعيدة فلا يلزم أحد البلدين حكم الآخر لأن مطلع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في أهل كل بلد مطلع بلدهم دون البلد الآخر . (بدائع زكريا ۲/۲۲۴، کراچی ۲/۸۳، بیروت ۲/۵۷۹)

اور علماء کی دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار اس وقت ہوگا، جب کہ دو بلادوں کے درمیان مسافت بعیدہ فاحشہ ہو اور اگر مسافت بعیدہ فاحشہ نہیں ہے تو اختلاف مطالع مختلف شمار نہیں ہونگے، بلکہ مطالع ایک ہی شمار ہوں گے، لہذا اس قول کی وجہ سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ آسام وکلکتہ کی رویت دہلی اور اتر پردیش کے لوگوں کیلئے طریق موجب سے ثابت ہونے کے باوجود معتبر نہ ہوگی، بلکہ اس کا اعتبار کر کے اس پر عمل کرنا لازم ہوگا، ایسی صورت میں فقہاء کے دونوں قولوں کے درمیان تعارض بھی باقی نہیں رہتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۵۸۰۶۳۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳/۱/۱۹ھ

کہاں تک کی رویت کا اعتبار ہوگا اور اختلاف مطالع سے کیا مراد ہے؟

سوال: [۴۷۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ثبوت

رویت ہلال کا مسئلہ ہے مفتی صاحب سے سوال ہے کہ کہاں تک کی رویت کے ثبوت کا اعتبار ہے اور اختلاف مطالع سے کیا مراد ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ثبوت رویت ہلال میں اس جگہ کی رویت کے ثبوت کا اعتبار ہے جس جگہ کی معتبر خبر کو ماننے سے اپنے یہاں کا مہینہ ۲۹/دن سے کم یا ۳۰/دن سے زیادہ کا لازم نہ آتا ہو، اور اختلاف مطالع کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے شہر یا دوسرے ملک کی رویت تسلیم کرنے سے اپنے یہاں کا مہینہ ۲۹/دن سے کم یا ۳۰/دن سے زیادہ کا لازم آتا ہو، لہذا ایسی جگہ کی خبر تسلیم نہیں کی جائے گی، اسلئے کہ شریعت کی نظر میں کوئی مہینہ ۲۹/دن سے کم اور ۳۰/دن سے زیادہ کا نہیں ہو سکتا۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ/۲۵۱، امداد الفتاویٰ/۲/۱۰۸، امداد المفتین/۳۸۳، احسن الفتاویٰ/۴/۴۷۴، جواہر الفقہ/۳/۴۸۲، جدید فقہی مسائل/۲/۳۳، انوار رحمت/۵۵۱، ایضاح المسائل/۷۹)

هذا إذا كانت المسافة بين البلدين قريبة لا تختلف فيها المطالع فأما إذا كانت بعيدة فلا يلزم أحد البلدين حكم الآخر لأن مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في أهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر. (بدائع الصنائع، كتاب الصوم، إثبات الأهلة، كراچی ۲/۸۳، زکریا ۲/۲۲۴، بیروت ۲/۵۷۹)

إذا كان بين البلدين تفاوت لا يختلف المطالع لزم حكم أهل إحدى البلدين البلدة الأخرى فأما إذا كانت تفاوت يختلف المطالع لم يلزم حكم إحدى البلدين البلدة الأخرى. (تاتار خانية، زکریا ۳/۳۶۵، رقم: ۴۵۸۲) فقط والله سبحانہ وتعالیٰ أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۵ھ/۶/۱

(الف خاص فتاویٰ نمبر: ۱۱۵۵۲/۴۰)

رمضان میں سعودیہ سے ہندوستان آنے والا شخص روزہ کب تک رکھے؟

سوال: [۴۷۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عبد اللہ

رمضان المبارک میں ایک بار وطن گیا شاید تیس بتیس روزے رکھنے پڑے تھے جو دوروزے زائد ہیں ان کو ترک کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر سفر میں دوروزے چھوڑ دے تو کیا بعد میں قضاء رکھنا ضروری ہے، جبکہ تیس روزے پورے ہو گئے ہوں؟

المستفتی: شیخ احمد الاعظمی، الرفاع (بحرین)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو آدمی دور دراز علاقہ سے کسی دوسرے علاقہ میں پہنچ جاتا ہے، اس پر جہاں پہنچتا ہے وہاں کا حکم لاگو ہو جاتا ہے، لہذا سعودی عرب سے کوئی شخص ۳۰ روزے رکھ کر ہندوستان آ جاتا ہے، اور ہندوستان میں ابھی ۲۸ روزے ہوئے ہیں، تو ہندوستانیوں کی طرح اس پر بھی یقیناً روزے رکھنا لازم ہو جاتا ہے، لہذا اس پر مزید دوروزے لازم ہو جائیں گے، اگر اثناء سفر نہ رکھ سکے تو بعد میں قضاء رکھنا لازم ہوگا، اس مسئلہ کو احقر نے اپنی کتاب ایضاح المسائل / ۳۸ میں بھی واضح کر دیا ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱۳۳/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ / رجب ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۵۳۲۹)

اختلاف مطالع کی وجہ سے ۳۲ روزے کی فرضیت کی ایک صورت

سوال: [۴۷۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک آدمی جب رمضان المبارک کے روزے شروع ہوئے تو وہ سعودیہ میں تھا، وہاں اسے چاند دیکھ کر روزے شروع کر دیئے پھر اثناء رمضان میں ہندوستان آ گیا اور یہاں اسے عید کا چاند دیکھ کر چونکہ یہاں رمضان بعد میں شروع ہوئے تھے، اسلئے اسکے ۳۲ روزے ہو گئے تو اسکے یہ دوروزے کون سے شمار ہوں گے، اسی طرح ایک آدمی شروع رمضان المبارک میں ہندوستان میں تھا، سعودیہ جا کر اسے عید کی اسکے اٹھائیس روزے

ہوئے تو اسکے دو روزوں کا کیا ہوگا۔ مع دلائل تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد سعید، پالنپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ملک اور تاریخ بدل جانے کی وجہ سے ۳۲ روزے ہونے کی صورت میں وہ سارے روزے فرض شمار ہوں گے، اور تیس روزے کے بعد بھی اس کیلئے روزہ چھوڑنا درست نہ ہوگا۔

لو صام رائي هلال رمضان وأكمل العدة لم يفطر إلا مع الإمام لقوله عليه السلام صومكم يوم تصومون وفطر كم يوم تفطرون . (شامی، كتاب الصوم، زكريا ديوبند ۳/۳۵۱، كراچي ۲/۳۸۴، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، دارالكتاب ديوبند/۶۵۱)

عن أبي هريرة - رضي الله عنه - أن النبي صلى الله عليه وسلم قال في هلال رمضان : إذا رأيتموه فصوموا ، ثم إذا رأيتموه فأفطروا فإن غم عليكم فأتتموا ثلاثين صومكم يوم تصومون ، وفطر كم يوم تفطرون ، الحديث : (مصنف عبد الرزاق ، باب الصيام ، المجلس العلمي ۴/۱۵۵ ، رقم : ۷۳۰۴)

عن أبي هريرة - رضي الله عنه - عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : صومكم يوم تصومون ، وفطر كم يوم تفطرون . (سنن الدارقطني، كتاب الصيام، قبيل باب في وقت السحر، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۱۴۴، رقم: ۲۱۶۰)

اور دوسری صورت میں یعنی ۲ روزے رہ جانے کی صورت میں کوئی صریح جزئیہ تو نہیں ملا، البتہ اصول پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ عدد روزہ میں اسی ملک کا اعتبار ہوگا، اگر وہاں عید کا چاند ۲۹ کو ہوا ہے، تو ایک اور روزہ ہوگا اور تیس کا ہوا ہے تو دو روزے بعد میں قضا کرنے ہوں گے کیونکہ مہینہ ۲۹ سے کم کا نہیں ہوتا اس حکم کی نظیریں احسن الفتاویٰ ۴/۲۲۳ میں موجود ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵ شوال ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۰۱۱)

شرعی ثبوت کے بعد اختلاف کی وجہ سے عیدین کو مؤخر کرنا

سوال: [۴۷۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کن اعذار کی بناء پر وقت متعینہ سے مؤخر کی جاسکتی ہے، اگر علماء دیوبند کے مستند اعلان کو بریلوی تسلیم نہ کریں، تو کیا اتحاد عید کی خاطر عیدین کی نمازوں کو مؤخر کیا جاسکتا ہے، جبکہ بریلوی جماعت علماء دیوبند اور ان کے ماننے والوں کو ایمان سے خارج کہتی ہے، تو کیا اس بنیادی اختلاف کے باوجود محض بریلویوں کی خوشنودی یا عید گاہ میں مجمع بڑھانے کے لئے اہل حق عیدین کی نمازوں کو مؤخر کر سکتے ہیں، جبکہ الگ الگ دونوں کے عیدین کی نماز پڑھنے میں جھگڑے فساد کا کوئی اندیشہ نہیں ہے، بارہا کا تجربہ ہے اور جیسا کہ الگ الگ عید گاہوں و مسجدوں میں دونوں فرقے نماز پڑھتے ہیں، اور کوئی فساد یا قتل و قتال برپا نہیں ہوتا۔ ایک عالم دین فرماتے ہیں، کہ تاخیر عیدین کیلئے صرف وہ اعذار معتبر ہیں جو مانع صلوة ہوں اسلئے بالتفصیل جواب باصواب سے آگاہ فرمایا جائے۔

المستفتی: اختر الزماں، کانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: درج ذیل اعذار کی وجہ سے عیدین کی نمازیں مؤخر کی جاسکتی ہیں، مثلاً: (۱) بارش۔

(۲) بادل کی وجہ سے ۲۹ کو چاند نظر نہیں آیا، اور ۳۰ کو بعد الزوال یا قبل الزوال ایسے وقت رویت کا شرعی ثبوت حاصل ہو کہ لوگوں کا جمع ہو کر قبل الزوال نماز ادا کرنا ممکن نہ ہو۔

(۳) بادل کے روز نماز کے بعد معلوم ہوا کہ جس وقت نماز ادا کی گئی ہے اس وقت

زوال ہو چکا تھا۔

(۴) امام نے بلا طہارت نماز پڑھائی اور ایسے وقت معلوم ہوا کہ زوال سے قبل لوٹانا ممکن نہ ہو۔

وتؤخر صلوة عيد الفطر بعذر كأن غم الهلال وشهدوا بعد الزوال أو صلوهما في غيم فظهر أنها كانت بعد الزوال فتؤخر إلى الغد الخ. وفي الطحطاوى وكالمطر ونحوه كما في السراج وكما لو صلى بالناس على غير طهارة ولم يعلم إلا بعد الزوال كما في الخانية وشهدوا بعد الزوال أو قبله بحيث لا يمكن اجتماع الناس الخ. (طحطاوى على مراقى الفلاح، باب العيدين قديم / ۲۹۲، دارالكتاب ديوبند / ۵۳۶، ہندیہ قديم / ۱۵۱/۱، جديد / ۱۲/۱، قاضیخان على الہندیہ / ۱۸۵/۱، جديد / ۱۱۶/۱)

لہذا مذکورہ عالم دین کافر مان صحیح ہے، محض بریلویوں کی من چاہی کیلئے یا حکم کے خلاف من چاہت لوگوں کی من مانی میں اگر مجمع بڑھ جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کو ایسے مجمع کی ضرورت نہیں، اہل حق کو وقت کے مطابق سنت طریقے سے نماز ادا کر لینا چاہئے۔

عن عمر ان بن حصين قال: قال رسول الله ﷺ: لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق. (المعجم الكبير للطبراني، دار احياء التراث العربي ۱۸/۱۷۰، رقم: ۳۸۱، مشکوٰۃ ۲/۳۲۱)

ایسے حالات میں عید الفطر یوم ثانی میں صحیح نہ ہوگی، اور عید الاضحیٰ کراہت تحریمی کیساتھ قضا ہوگی، ادا نہ ہوگی۔

وتكون القضاء لا أداء (إلى قوله) بلا عذر مع الكراهة وفي الشامية أنها كراهة تحريم الخ. (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب العيدين، زكريا ديوبند ۵۹/۳، ۶۱۸/۱، کراچی ۱۷۶/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ صفر ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۵۴۹)

رمضان المبارک کی تاریخ میں اختلاف

سوال: [۴۷۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امسال کلکتہ میں ۱۳ فروری سے رمضان المبارک کا روزہ رکھا گیا لیکن ہندوستان کے خطہ میں ۱۲ فروری سے روزہ رکھنے کے سلسلہ میں تسلی بخش شہادت نہیں ملی ہے، عوام الناس نے مجھ سے ایک روزہ قضا رکھنے کا استفسار کیا ہے، تو میں نے کہا کہ اپنے مدرسہ مراد آباد کے جناب مفتی صاحب سے خط و کتابت کروں گا اس کے بعد بتاؤں گا، لہذا آپ سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں رہبری فرمائیں، ۱۲ فروری کو جو حضرات روزہ نہیں رکھ سکے تو کیا اس کا قضا روزہ رکھا جائے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں مدلل و مفصل جواب دے کر ممنون فرمائیں کرم ہوگا؟

المستفتی: احسان الحق قاسمی، جہانگیر آباد، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جمعہ کی روایت طریق موجب سے ثابت نہیں ہے اسلئے جنھوں نے ۲۹ روزہ رکھے ہیں، ان پر ایک روزہ قضا کرنا لازم نہ ہوگا، اسلئے کہ قضا لازم ہونے کیلئے طریق موجب سے روایت کا ثبوت لازم ہوتا ہے۔ (مستفاد ایضاً المسائل / ۷۸) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ شوال ۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶۷۷/۳۱)

سوال بر جواب

سوال: [۴۷۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے آپ سے سوال کیا تھا، کہ اس سال عید الفطر کی نماز کب ہوئی منگل کو صحیح ہوئی یا

بدھ کو تو آپ نے جواب میں فرمایا لکھنؤ وغیرہ میں رویت شرعی طور پر ثابت ہونے کی وجہ سے منگل کو عید صحیح ہوئی ہے، مگر میرا سوال یہ ہے کہ اگر آسمان صاف ہو تو بہت لوگوں کا چاند دیکھنا شرط ہے، مگر اس دن بھارت میں کسی جگہ بادل نہیں تھا، تو صرف لکھنؤ کے لوگوں کے چاند دیکھنے سے عید کیوں ہوئی؟

المستفتی: منزل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: پوری یوپی کے اندر مطلع صاف نہیں تھا بنگال میں صاف رہا ہوگا، آپ نے جو لکھا ہے کہ پورے بھارت میں مطلع صاف رہا ہے، صحیح نہیں ہے، ہم نے لکھنؤ بلند شہر، بہار وغیرہ کی رویت کو شرعی ثبوت سے معتبر مان کر یہاں مراد آباد میں بھی اعلان کر دیا اور اسی طرح کے ثبوت کی بناء پر دیوبند، سہارنپور، دہلی ان تمام مقامات میں ایک ساتھ اعلان کیا گیا، اسلئے ہمارے نزدیک یوپی بہار وغیرہ میں منگل کی عید ہی صحیح تھی، اس دن روزہ رکھنا جائز نہیں تھا، اسلئے اس سال کی عید منگل ہی کے روز صحیح سمجھی گئی ہے، اور چاند رات میں پنجاب یوپی بہار ان تمام صوبوں میں مطلع ابر آلود تھا، صاف نہیں تھا، بنگال کا علم ہم کو نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۰۷۵/۳۴)

عید الفطر کی تاریخ میں اختلاف

سوال: [۴۷۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اس سال عید الفطر کب ہوئی کچھ جگہوں پر منگل کو اور کچھ جگہوں پر بدھ کو تو کن لوگوں کی عید ٹھیک ہوئی؟ تشریحی بخش جواب سے نوازیں؟ کرم ہوگا؟

المستفتی: منزل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ہمارے یہاں لکھنؤ وغیرہ کی رویت شرعی طور پر ثابت ہونے کی وجہ سے منگل کو عید ہوئی ہے اور ہمارے علاقہ میں یہی عید صحیح ہوئی ہے، بعض اہل بدعت نے اپنی ضد سے بدھ کو بھی منائی جو خود ان کے درمیان اختلاف کا سبب رہا ہے، لکھنؤ کا نپور بنارس رامپور مراد آباد دہلی دیوبند سہارنپور سب جگہ منگل کو ہوئی باقی جن علاقوں میں عمومی سطح پر بدھ کو ہوئی ہے وہاں کی باتیں وہاں کے علماء بہتر جانیں شاید ان کے پاس منگل کیلئے شرعی ثبوت نہیں پہنچا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۹۲۱/۳۴)

ہلال کمیٹی غلط اعلان کر دے تو کیا حکم ہے؟

سوال: [۴۷۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید صوبہ بہار کا رہنے والا ہے، جس کی ہلال کمیٹی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ہے، بعض مرتبہ یہاں عید کرنے یا روزہ رکھنے کا اعلان کر دیا جاتا ہے، جس میں چاند دیکھنے والے شاہدوں اور اس کی جگہ کی بھی تعیین کر دی جاتی ہے، جبکہ اس کے خلاف پوری دنیا میں عدم رویت ہلال کا اعلان کیا جاتا ہے، تو اس صورت میں کیا بہار والوں کو عید منانی ہوگی یا رمضان کے روزے رکھنے ہوں گے، یا رمضان کے چاند اور عید کے متعلق کچھ تفصیل ہے جبکہ بعض مرتبہ اس اعلان پر عمل کرنے کی صورت میں اختلاف و انتشار بھی ہو جاتا ہے۔

المستفتی: محسن، تکمیل ادب، مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: امسال امارت شرعیہ بہار کی طرف سے رویت

ہلال کا جو اعلان کیا گیا ہے، اس میں بڑا گھپلہ رہا ہے، کیونکہ جن شہادتوں کو بنیاد بنا کر

انہوں نے اعلان کیا تھا، ان کا جھوٹ ہونا بعد میں ظاہر ہو چکا تھا، اسلئے کہ ۳۱/۳ کا کوئی مہینہ ہونہیں سکتا اور ان شہادتوں کی عدالت کا بھی جائزہ لینا چاہئے، ورنہ اس قسم کا دھوکہ ہو سکتا ہے، البتہ ہلال کمیٹی جو حدود شرعیہ کے دائرے میں رہ کر کام کر رہی ہے، اس کا اعلان معتبر ہوا کرتا ہے، اور اس اعلان کے مطابق عمل بھی ہونا چاہئے لیکن اگر اعلان اور فیصلہ میں مغالطہ اور خامی رہ جائے، تو اسکی تلافی بھی ہو جانی چاہئے، کیونکہ یہاں اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے نظم و انتظام مضبوط نہیں ہے، اسلئے شاہدوں کو یہ خطرہ نہیں ہوتا ہے کہ جھوٹ ظاہر ہو جانے کے بعد کوئی سزا مل سکتی ہے، ایسی صورت میں شہادت کی بنیاد پر اگر ہلال کمیٹی نے اعلان کر دیا ہے، تو اس پر عمل کرنے والوں کا عمل شرعاً صحیح ہوگا، مگر اگلے ماہ اگر ۳۱/۳ یا ۲۸/۳ کا ہو جاتا ہے، تو پچھلے ماہ کی رویت کو بنیاد بنانا صحیح نہ ہوگا، بلکہ اس ماہ کی رویت کا اعتبار مستقل طور پر کرنا لازم ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۳/۱۲۰، ۱۲۱، میرٹھ ۱۵/۱۰۶، ڈابھیل ۱۰/۶۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۷/۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۵/۷/۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۹۶۲۰)

شرعی شہادت کے باوجود سابقہ اجتماعی غلط فیصلہ برقرار رکھنا

سوال: [۴۷۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شہر کے دینی ذمہ دار لوگوں نے رویت کی شہادت پہنچنے کی بنا پر باہم طے کیا کہ عید الاضحیٰ کی نماز جمعرات کو ہوگی پھر آٹھ ذی الحجہ کی شام کو شرعی شہادت موصول ہوئی کہ دسویں ذی الحجہ بدھ کو ہے اس شرعی شہادت کو نہ مان کر سابقہ اجتماعی فیصلہ کو باقی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو توجروا

المستفتی: عبدالرحمن، عبدالحق قریشی، محمد کمال، عبدالوحید

بشیر احمد محمد حنیف قریشی، اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب شرعی شہادت موصول ہو جائے یا طریق موجب سے رویت کا ثبوت ہو جائے تو اسپر عمل کرنا واجب ہے، اور خلاف کرنا معصیت ہے، لہذا سابقہ فیصلہ کو باقی رکھنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۹۹/۱)

وإذا ثبت في موضع لزم جميع الناس ولا اعتبار باختلاف المطالع حتى قالوا لو رأى أهل المغرب هلال رمضان يجب برؤيتهم على أهل المشرق إذا ثبت عندهم بطريق موجب . (مجمع الانهر، كتاب الصوم، قبيل باب موجب الفساد، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۳۵۲، مصری قدیم ۱/۲۳۹، ہندیہ زکریا ۱/۱۹۹، الدر مع الرد کراچی ۲/۳۹۴، زکریا ۳/۳۶۴، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند ۶/۶۵، البحر الرائق، کوئٹہ ۲/۲۷۰، زکریا دیوبند ۲/۴۷۱)

ان مذکورہ کتابوں کی عبارت کا معنی یہ ہے کہ جب ایک جگہ چاند کا ثبوت ہو جائے تو تمام لوگوں پر واجب ہوگا، اور اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، حتیٰ کہ فقہاء نے کہا کہ اہل مغرب نے رمضان کا چاند دیکھ لیا تو ان کے دیکھنے سے اہل مشرق پر لازم ہوگا، جبکہ ان کے پاس طریق موجب یعنی خود شہادت یا شہادت علی الشہادۃ یا کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ سے ثابت ہو جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹/ذی الحجۃ ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۳/۴۱۸)

شرعی شہادت کے باوجود بلا عذر عید الاضحیٰ کو ایک دن مؤخر کرنا

سوال: [۴۷۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

رویت ہلال کی شرعی شہادت کے بعد نماز عید الاضحیٰ کو دوسرے دن کے لئے بلا عذر شرعی مؤخر کرنا کیسا ہے؟ کیا دوسرے دن نماز کی ادائیگی بلا کراہت درست ہوگی، اور اگر معاکراہت ہے تو کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟ اس سلسلہ میں شہادت اور اخباری خبر دونوں کا حکم یکساں ہے یا کچھ فرق ہے؟

المستفتی: عبدالرحمن، عبدالحق قریشی، محمد کامل، عبدالوہید
بشیر احمد محمد حنیف قریشی، اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شرعی شہادت با طریق موجب سے رویت کا تحقق ہو جانے پر بلا عذر شرعی یوم اول سے مؤخر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

لأن تأخيرها لغير عذر من اليوم الأول مكروه. (البحر الرائق ۲/۶۳) ويجوز تأخيرها إلى آخر ثالث أيام النحر بلا عذر مع الكراهة وفي الشامية وبه يعلم أنها كراهة تحريم الخ. (الدر المختار مع الشامی، كتاب

الصلاة، باب العیدین کوئٹہ ۱/۶۱۸، کراچی ۲/۱۷۶، زکریا دیوبند ۳/۵۹)

اسی کے ہم معنی عبارت حسب ذیل کتابوں میں بھی ہے۔ (زیلعی ۱/۱۱۴، ہدایہ ۱/۱۷۴، اشرفی مجمع الانہر ۱/۱۷۵، بزازیہ مع الہندیہ زکریا ۴/۷۷، جدید زکریا دیوبند ۱/۵۲، سمیٹ ۱۰/۱، ہندیہ زکریا ۱/۱۵۲، جدید زکریا دیوبند ۲۱۲/۱، البیروۃ ۱/۱۱۴، بدائع الصنائع کراچی ۱/۲۷۶، مراقی الفلاح قدیم ۲۹۳، عنیۃ المستمل قدیم ۵۲۸، صغیری مجتہبائی دہلی ۲۸۴، شرح نقایہ، اعزازیہ دیوبند ۱/۱۳۰)

نیز شہادت اور اخباری خبروں میں فرق ہے شہادت پر عمل واجب ہے اور ضروری ہے، عمل نہ کرنے پر گنہ گار اور معصیت کا مرتکب ہوتا ہے۔

رکنها استعمال لفظ الشهادة و حکمها وجوب الحكم علی

القاضی بما ثبت الخ. (مجمع الأنهر، کتاب الشهادة، دارالکتب العلمیة

بیروت ۳/۲۵۷، مصری قدیم ۲/۱۸۵)

چاہے شہدوں نے خود آ کر شہادت دی ہو یا شہادت علی الشہادت یا کتاب القاضی
إلی القاضی سے ثابت ہو!

وشهدوا أنه شهد عند قاضي مصر كذا شاهدان برؤية الهلال في ليلة
كذا وقضى القاضي به (إلى قوله) جاز لهذا القاضي (وفي الشامية أن
المراد بالجواز الصحة فلا ينافي الوجوب تأمل) أن يحكم لشهادتهما لأن
قضاء القاضي حجة الخ. (الدر المختار، كوئنه ۲/۱۰۲ كراچی ۲/۳۹۰، زكريا
ديوبند ۳/۳۵۸، ۳۵۹، فتاویٰ عالمگیری زكريا ۱/۱۹۹، جدید ۱/۲۶۱)

محض اخباری خبروں پر بلا تحقیق عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

قد تشيع أخبار يتحدث بها سائر أهل البلدة (إلى قوله) فمثل هذا لا
ينبغي أن يسمع فضلاً عن أن يثبت به حكم. (شامی، كوئنه ۲/۱۰۲، كراچی
۲/۳۹۰، زكريا ديوبند ۳/۳۵۹)

اور اگر اخباری خبریں استفاضہ اور تو اتر کو پہنچ جائیں تو طریق موجب کے درجہ میں ہونے
کی وجہ سے عمل کرنا لازم ہوگا، بشرطیکہ دونوں مقاموں کی تاریخ ہر زمانہ میں متحد ہو، لہذا سعودیہ کی
روایت معتبر نہیں، کیونکہ وہاں روایت ماننے سے ہمارے یہاں کا مہینہ ۲۸ کا بھی ہو جاتا ہے۔

لو استفاض الخبر في البلد الأخرى لزهم على الصحيح الخ. (الدر
المختار، كراچی ۲/۳۹۰، زكريا ديوبند ۳/۳۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ رزی الحجہ ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۲۱۸)

سعودی کی روایت پر عمل کرنا جائز نہیں۔ اکابر کے فتاویٰ

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

آپ کی تحریر غور کے ساتھ پڑھی اس سے قبل یہاں سے لکھا جا چکا ہے کہ اپنے قریبی ملک مراکش کی رویت کی خبر کی بنیاد پر اپنے یہاں رویت کا اعلان کریں، بطریق موجب خبر آنے کا سال میں ایک مرتبہ انتظام کر لینا مناسب ہوگا، سہولت پسندی میں پڑ کر سعودی رویت کے مطابق اپنے یہاں رمضان اور عید کا اعلان کرنا درست نہیں، اگر کوئی فتویٰ بھی اس طرح کا حاصل کر لیا گیا ہے، تو یہ شرعی اصول کے خلاف ہے برطانیہ والوں کو سعودیہ کی رویت پر اپنے یہاں فیصلہ نہ کرنا چاہئے، آپ پوری قوت کے ساتھ مراکش کی رویت کے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کا رواج ڈالیں یہی اقرب الی الصیحہ ہے۔

المستفتی: حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ

الجواب الصحیح
عبد اللہ

الجواب الصحیح
ظفر الدین

الجواب الصحیح
کفیل الرحمن

مظاہر العلوم سہارنپور کی تاسید

جواب صحیح اور قواعد شرعیہ کے مطابق ہے اپنے قریبی ممالک کا اعتبار ہونا چاہئے، جہاں طلوع وغیرہ میں زیادہ تفاوت نہ ہو۔

العبد: مقصود

العبد محمد طاہر عفا اللہ عنہ

جامعہ ڈابھیل کی تاسید

احقر جواب بالا سے پورے طور پر متفق ہے۔

العبد: احمد خان پوری عفی عنہ

مفتی اعظم برطانیہ حضرت مولانا مفتی اسمعیل صاحب کچھولوی مدظلہ کا فتویٰ

آپ نے جو حالات و واقعات لکھے ہیں، اس کے پیش نظر ہم اہل برطانیہ کے لئے

سعودیہ کی رویت ہلال کے اعلان پر عمل کرنا درست نہیں، یکم محرم ۱۴۱۲ھ اور یکم رجب ۱۴۱۲ھ کے سعودیہ کے اعلان سے ثابت ہو گیا کہ ان کا اعلان بد اہت کے بھی خلاف ہے کیونکہ دنیا میں ایک ہی سورج اور چاند ہے اور محرم کے اعلان کے وقت ہوائی جہاز میں اور رجب کے چاند کے اعلان کے وقت امریکہ میں سورج گرہن کی تصویر کی گئی، نیز احسن الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ حکومت سعودیہ میں رویت ہلال کا فیصلہ مسلک حنفیہ کی خلاف ہونے کے علاوہ بد اہت کے خلاف بھی ہوتا ہے اسلئے پاکستان کیلئے حجت نہیں، لہذا اہل برطانیہ کیلئے بھی اسے حجت قرار نہیں دیا جائے گا۔

حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ، استاذ حدیث دارالعلوم، دیوبند کا فتویٰ

حامد و مصلیا و مسلما، اما بعد: ضابطہ شرعی یہ ہے کہ متحدہ المطلع ملک سے آئی ہوئی چاند کی شرعی شہادت یا خبر مقامی رویت ہلال کمیٹی منظور کر لے تو وہ معتبر ہوگی مگر شرط یہ ہے کہ جس ملک سے خبر آئی ہو وہاں رویت کا باقاعدہ نظام ہو اور شرعی اصول کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہو، اس اصول سے اگر مراکش میں باقاعدہ رویت کا نظام ہے تو وہاں سے آئی ہوئی شہادت یا خبر جب مقامی رویت کمیٹی قبول کر لے تو برطانیہ میں واجب العمل ہوگی، دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ مشرقی ملک کی خبر یا شہادت مغربی ممالک کیلئے حسب تفصیل حجت ہے مگر سعودیہ کی خبر کے بارے میں بہت سے لوگوں کو گمان یہ ہے کہ وہاں رویت پر فیصلہ نہیں ہوتا بلکہ ”نیا چاند“ پیدا ہوتے ہی رویت مان لی جاتی ہے، اور اس بدگمانی کیلئے واضح قرآن ہیں اسلئے سعودیہ کی رویت کی خبر پر فیصلہ کرنا جائز نہیں، جہاں واقعی رویت پر فیصلہ ہوتا ہو اور برطانیہ سے اس کا مطلع متحد ہو یا وہ ملک برطانیہ سے مشرق میں واقع ہوتا ہو اور اس شہادت یا خبر کو مقامی رویت ہلال کمیٹی منظور کر لے تو اس کے فیصلہ پر عمل کرنا واجب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ: سعید احمد عنی عنہ پالنپوری،

خادم: دارالعلوم دیوبند

سعودیہ عربیہ کی رویت ہلال کا فیصلہ معتبر یا غیر معتبر

سوال: [۴۷۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دارالعلوم دیوبند، انڈیا کا فتویٰ مظاہر العلوم سہارنپور، انڈیا کی تائید جامعہ ڈابھیل گجرات، انڈیا کی تائید، (اس میں اہل برطانیہ کیلئے سعودی عربیہ کی رویت ہلال پر عمل کرنے کو فقہی اصول کیخلاف اور اس کے مقابلہ میں مراکش کی رویت کے قبول اور اس پر عمل کرنے کو اقرب الی الصحۃ کہا گیا ہے) مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ العالی کا فتویٰ اور مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب کا فتویٰ (دونوں فتاویٰ میں اہل برطانیہ کے لئے سعودی عرب کی رویت ہلال پر فیصلہ عمل) کرنے کو ناجائز کہا گیا ہے، ان سب کی نقول اسی سوالنامہ کے ساتھ شامل ہے۔

ہم لوگ اپنے ان اکابر کے فتاویٰ کے پیش نظر رمضان شریف کے روزے کے بارے میں سعودی عرب کی رویت کے اعلان اور فیصلہ کو شرعی اصول و ضوابط رویت کے خلاف ہونے کی بناء پر غیر معتبر سمجھکر اس پر عمل کو ناجائز سمجھتے ہیں، اور اس پر عمل بھی نہیں کرتے مگر دل میں ایک خلجان رہتا ہے کہ جس طرح رمضان کا روزہ رکھنا ارکان اسلام میں سے ایک رکن اور فرض ہے، اسی طرح حج بیت اللہ بھی ارکان اسلام میں سے ایک رکن اور فرض ہے، دونوں میں سے ہر ایک کی صحت اور حفاظت کا اہتمام یکساں طور پر مسلمان پر فرض ہے۔

(۱) سعودی عرب کی رویت ہلال غیر معتبر اور شرعی طریقہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے فرض حج کے صحیح ہونے کی کیا تاویل و توجیہ ہوگی؟

(۲) اپنے وقت کو ضائع کرنا اور اپنے مال کو ضائع کرنا شرعاً حرام اور ناجائز ہے، سعودی عرب کی رویت ہلال کا اعلان و فیصلہ غیر معتبر اور غیر شرعی ہونے کی وجہ سے نفل حج کو جانا اپنے وقت اور مال کو ضائع کرنا ہے، اور نفل حج کو جانا کوئی مجبوری اور عذر نہیں، اس بنا پر

خود نفل حج کے لئے جانے سے بچنا اور اپنے ہم خیال لوگوں کو نفل حج سے بچنے کی ترغیب و تلقین واجب یا کم از کم افضل و بہتر ہے یا نہیں؟

(۳) رویت ہلال کے شرعی اصول و ضوابط کی خلاف ورزی کی بناء پر سعودی عرب کی رویت کے اعلان و فیصلہ پر رمضان شریف کے روزہ کے بارے میں عمل جائز نہ ہو اور حج فرض یا نفل کے بارے میں اس پر عمل جائز ہو تو دونوں میں فرق کی وجہ کیا ہے؟

(۴) مذکورہ بالا اکابر کے فتاویٰ کے مطابق سعودی عرب کی رویت کے فیصلہ اور اعلان پر عمل نہ کرنے والا شخص رمضان شریف میں عمرہ کیلئے وہاں پہنچ گیا اب اسکو وہاں کی رویت کے مطابق روزہ کی ابتدا یا عید کرنا درست ہوگا؟ یا اس پر عید کے بعد ایک روزہ کی قضا لازم ہوگی؟

(۵) اقتداء کے صحیح ہونے کیلئے اقتداء کی نیت لازم اور ضروری ہے، مثلاً: میں آج فرض ظہر اس امام کے پیچھے پڑھ رہا ہوں وغیرہ حج اور عمرہ کو جانے والی عورتوں کو اپنے وطن میں نماز باجماعت کا اتفاق نہ ہونے کی بناء پر عموماً اقتداء کے مسائل کا عمل نہیں ہوتا، لہذا حرمین شریفین کی نماز باجماعت میں کسی عورت نے مذکورہ بالا طور پر اقتداء کی نیت نہیں کی تو کیا اسکی اقتداء صحیح ہو جائیگی؟ یا اس نماز کا اعادہ واجب ہوگا؟ نماز باجماعت کی صف میں کھڑے ہوتے ہی مذکور نیت کو اقتداء کا قائم مقام قرار دیا جاسکتا ہے؟ اور کیا یہ تاویل مردوں کے حق میں بھی صحیح قرار دی جاسکتی ہے؟ امید ہے کہ ان مذکورہ بالا امور کا مدلل اور تشفی بخش جواب دیکر ممنون و مشکور فرمائیں گے؟

المستفتی: عبداللہ ٹیپیل، ڈیویز بری، یو کے

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) سوال نامہ میں جتنے گوشے لکھے گئے ہیں، ان سب کا اصل تعلق برطانیہ میں رویت ہلال کے حکم سے ہے، برطانیہ میں سعودیہ کی رویت کا اعتبار کیا جائے، یا امر اکش کا؟ اس سلسلے میں ہم یہاں ہندوستان میں رہ کر کوئی فیصلہ کن بات

لکھنے سے قاصر ہیں، اور برطانیہ کے معتبر اور مقتدا علماء اور مفتیان کرام وہاں کے بارے میں صحیح فیصلہ کر سکتے ہیں، بریں بناء ہم اس بارے میں کوئی حکم شرعی لکھنے سے اپنے آپ کو قاصر سمجھتے ہیں، لہذا اس سلسلے میں ہمیں معذور سمجھا جائے، العذر عند کرام الناس مقبول۔

(۲) مقتدی کے لئے امام کے پیچھے اقتداء کے صحیح ہونے کے لئے یہ لازم ہے کہ جو بھی امام نماز پڑھا رہا ہو اس کے پیچھے اقتداء کی نیت کی جائے لیکن اقتداء کی نیت کی صحت کے لئے یہ لازم اور ضروری نہیں ہے، کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہی امام کی اقتداء کی نیت کی جائے، بلکہ اتنا بھی کافی ہو جاتا ہے، کہ اپنی قیام گاہ سے چلتے وقت جماعت میں شرکت کی نیت کر لی جائے، پھر تکبیر تحریمہ کے وقت امام کی اقتداء کی نیت ذہن میں نہ رہی ہو تب بھی اقتداء درست ہو جاتی ہے اسی طرح مسجد میں آ کر جماعت کے انتظار میں بیٹھ جائے پھر جماعت کھڑی ہو جائے تو اقتداء کی نیت ذہن میں نہ رہی ہو بس لوگوں کے ساتھ جماعت میں یونہی شریک ہو جائے تب بھی اقتداء درست ہو جاتی ہے، اور اس طرح کی شرکت اقتداء کی نیت کے قائم مقام ہو جاتی ہے، اور شریک ہونیوالے چاہے مرد ہوں یا عورت سب کیلئے یکساں حکم ہے، لہذا حرمین شریفین میں امام کے پیچھے جماعت میں شریک ہونے والی عورتیں جس طرح بھی شریک ہو جائیں محض جماعت میں شرکت کا ارادہ ان کے لئے کافی ہے، لہذا سوالنامہ میں جو شبہ ظاہر کیا گیا ہے، اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بلاشبہ تمام عورتوں کی نماز حرمین شریفین کے امام کے پیچھے درست ہو جائے گی۔

وفي البدائع: خرج من منزله يريد الجماعة، فلما انتهی إلى الإمام
كبر ولم تحضره النية جاز. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الصلاة، باب شروط
الصلاة كراچی ۱/ ۴۱۶، زکریا ۲/ ۹۳)

ومنهم من قال إذا انتظر تكبير الإمام ثم كبر بعده يصح شروعه في
صلوة الإمام، كذا في الفتاوى يعني لو وجد منه الانتظار فقط من غير أن
تحضره نية الاقضاء عند التكبير يصح الاقضاء ويقوم الانتظار مقام النية
وهو حسن. (حلبی کبیر، مکتبہ اشرفیہ دیوبند/ ۲۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ شعبان ۱۴۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۱۴۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۸/۸/۱۴۳۱ھ

سعودیہ کی روایت ہندوستان کیلئے معتبر نہیں

سوال: [الف (۱۲۷۴)]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ:

سعودیہ وغیرہ میں جب چاند ہو جائے تو بذریعہ خبر اسی دن ہندوستان میں بھی ماننا چاہئے کیونکہ بخاری کی حدیث اسی پر ناطق ہے، نیز اس سے اتحاد ثابت ہوگا، ہاں پہلے اتنے ذرائع نہ تھے اسلئے ممکن نہ تھا، اب تو ذرائع سیدیہ ممکن ہی نہیں بلکہ اسہل ہو گئے ہیں۔

المستفتی: محمد حبیب اللہ، فرخ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سعودیہ کی روایت ہندوستان کیلئے معتبر نہیں

ہے، بخاری کی کونسی حدیث ہے جس سے سعودیہ کی روایت پر ہندوستان میں ماننا لازم ہوتا ہے، تفصیل لکھیں؟ اعتبار ذرائع اور ثبوت کا نہیں ہے بلکہ دوری اور مطلع کا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۰ شوال ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۴۸۵)

کیا مکہ کی روایت ہندوستان میں معتبر ہے؟

سوال: [ب (۱۳۷۴)]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ:

ہندوستان میں جمعہ کو روایت ہوئی بعد میں پتا چلا کہ سعودی عرب میں جمعرات کو روایت ہو چکی تھی، تو کیا ہندوستان والوں پر ضروری ہوگا کہ وہ سعودی عرب والوں کے ساتھ عید منائیں، اور

پہلا روزہ قضا کریں، نیز ان امور کو با تفصیل شریعت مطہرہ کی روشنی میں حل فرمائیں۔

(الف) کیا شریعت میں حساب فلکی رویت کے باب میں کوئی شرعی ذریعہ نہیں؟

(ب) کیا ہلال رمضان کے لئے کسی ایسے ملک کے اعلان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے،

جس کے بارے میں یقین ہو کہ وہاں ”قواعد شرعیہ“ کے مطابق رویت ہلال کا فیصلہ ہوتا ہے، خواہ وہ ملک کتنی ہی دور کیوں نہ ہو؟

(ج) رویت ہلال کی پیروی کے لئے کیا ممالک بعیدہ کا اعتبار کیا جائے گا یا اپنے

وطن کی رویت پر عمل کرنا ہوگا؟

برائے کرم ان چند سوالات کے جوابات میں شرعی رہنمائی فرمائیں کیونکہ ہمارے

اپنے علاقے میں چند احباب نے اہل خیر کے نام سے پمفلٹ چھپوا کر لوگوں میں تقسیم کرنا

شروع کیا ہے، جس کے بعد لوگوں میں عجیب قسم کا انتشار پیدا ہو گیا ہے، اور اس پمفلٹ میں

ائمہ مجتہدین اور دیوبندی و بریلوی مکاتب فکر کے کے اکابر کی کتابوں کے حوالے بھی لکھے

گئے ہیں ثبوت کے لئے مذکورہ پمفلٹ بھی سوال نامہ کے ساتھ ارسال کیا جا رہا ہے، برائے

کرم رہبری فرمائیں؟ والسلام

المستفتی: ابواحرار فاروقی

امت میں اختلاف کیوں؟

□ سن ہجری کب اور کہاں طے ہوئی؟ اسلام کی بنیاد کہاں سے شروع ہوئی؟

□ رمضان اور عیدین سے متعلق تمام مذاہب کے علماء کے فتاویٰ کیا ہیں؟

□ حج اور عرفات کا میدان کہاں ہے، اسلام کا مرکز کہاں؟

اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو ایک نظام، نظام شمسی پر متعین کیا ہے، جس سے ساری

کائنات کا نظام چلا آ رہا ہے، دنیا کے جس حصے پر سورج کی روشنی پڑتی ہے، وہاں دن

کہلاتا ہے، اور جس حصے پر سورج کی روشنی نہیں پڑتی وہاں رات کا سما ہوتا ہے، جبکہ قرآن

پاک کی سورہ بقرہ: آیت نمبر ۱۸۹ / یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهْلِ قُلْ هِيَ مَوَاقِئُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ. ترجمہ: لوگ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے (یہ لوگوں کی عبادت) کے وقتوں اور حج کے موسم کیلئے ہے۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ. (سورہ توبہ: آیت نمبر ۳۶) سے آسمان اور زمین کو پیدا کیا، اب ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ مہینوں اور سال کی گنتی اللہ تعالیٰ نے کسی ایک ملک یا مقام کیلئے نہیں بنایا بلکہ ساری دنیا کیلئے بنایا۔

سورہ بنی اسرائیل: آیت نمبر ۸۷ / أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ. ترجمہ: نماز کو قائم کرو، آفتاب کے ڈھلنے سے لیکر رات کی تاریکی تک۔ زمین کی گردش کے اعتبار سے اس کا زمین کے جس حصے میں سورج کی روشنی کا پڑنا شروع ہوتا ہے، اس مقام کا طلوع آفتاب ہے، لیکن دن چوبیس گھنٹوں کا ایک ہی ہے، ایک مقام یا ملک سے دوسرے مقام میں وقت کی مسافت کا فرق ہو جاتا ہے، جیسا کہ مذکورہ آیت سے معلوم ہوتا ہے، کہ ساری دنیا کے لوگ نہ ایک وقت سحری کر سکتے ہیں نہ افطار کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ یونس آیت نمبر ۵ / هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ.

ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو، اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں، وہ یہ دلائل ان کو صاف صاف بتلا رہا ہے جو دانش رکھتے ہیں۔

مقامی وقت کے مطابق طلوع آفتاب سے غروب آفتاب رات کی تاریکی میں نماز کو قائم کریں، لیکن مہینوں اور سال کیلئے چاند کی منزلوں سے گنتی کی گئی ہے۔
سورہ توبہ میں پھر فرمایا: آیت نمبر ۳۷/۳/ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ .
ترجمہ: مہینوں کو آگے پیچھے کر دینا کفر کی زیادتی ہے۔

حدیث: سنن ابوداؤد کتاب العیدین کے احکام و مسائل میں: ابوعمیر بن انس اپنے چچاؤں سے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے بیان کرتے ہیں ایک قافلے والے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے شہادت دی کہ ہم نے کل شام کو ہلال چاند دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کو حکم دیا کہ اپنے روزے توڑ دیں (کیونکہ اب یہ دن یکم شوال ہو گیا) اور اگلے دن صبح کو عید گاہ پہنچ جائیں۔ (چونکہ خبر تاخیر سے ملی تھی) مذکورہ حدیث صحابی حسن بصریؒ (مشہور تابعی) سے بھی مروی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام مالکؒ: روایت واحدہ سے متفق ہیں۔

(۱) **حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ:** بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا کاندھلویؒ کے استاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے الکوکب الدرری شرح ترمذی میں فتویٰ جاری کیا ہے کہ: ہندوستان میں چاند جمعہ کی رات نظر آیا اور مکہ معظمہ میں جمعرات کی رات چاند نظر آیا اور ہندوستان والوں کو پتہ نہ چل سکا کہ مکہ میں رمضان شروع ہو چکا ہے، تو جب بھی ان کو اس بات کا پتہ چلے ان کے لئے ضروری ہوگا کہ عید مکہ والوں کے ساتھ منائیں اور پہلا روزہ قضا کریں۔ (الکوکب الدرری شرح ترمذی/۳۳۶)

(۲) **امیر تبلیغی جماعت حضرت شیخ زکریاؒ:** حضرت شیخ الحدیث اپنی کتاب میں لکھتے ہیں سعودی عرب میں رمضان، عید اور حج کے چاند کا اعلان باقاعدہ روایت شرعی کی بناء پر ہوتا ہے، اور سعودی کا طریقہ عین شرعی قرار دیتے ہیں، اور شبہ کی گنجائش نہیں اور یہ صحیح طریقہ ہے۔

(۳) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا فتویٰ:

ان کے نزدیک صحیح معتمد یہی ہے کہ ہلال رمضان و عید کے اختلاف مطالع کا کچھ اعتبار نہیں اگر مشرق میں رویت ہو تو مغرب پر حجت ہے اور اگر مغرب میں ہو تو مشرق پر۔ ثبوت شرعی ہو (در مختار) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فتاویٰ رضویہ جلد ۱۸ میں واضح ثبوت ہے کہ مکہ معظمہ کی شرعی خبر ہندوستان امریکہ، یورپ یا کہیں بھی پہنچے مکہ کی رویت پر عمل کرنا ضروری ہے۔

منجانب: اہل خیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام مالک اور امام احمد بن

حنبل رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، لہذا ان کے نزدیک بلا بعیدہ کی رویت طریق موجب سے حاصل ہو جائے تو اس پر عمل کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار ہے لہذا بلا بعیدہ کی خبر طریق موجب سے حاصل ہونے کے باوجود اس کا اعتبار نہیں، یہ ائمہ کے درمیان کا اختلاف ہے، اور حنفیہ کی کتابوں میں دو روایتیں ہیں ایک ظاہر الروایت جو امام ابوحنیفہؒ، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ وغیرہ کی طرف منسوب ہے، اس روایت کے اعتبار سے مشرق کی خبر مغرب میں اور مغرب کی خبر مشرق میں طریق موجب سے حاصل ہو جائے، تو اس پر عمل کرنا لازم ہو جاتا ہے، اسی روایت کو حضرت گنگوہیؒ نے الکوکب الدری ۱/۲۴۶ نسخہ قدیم میں واضح فرمایا ہے۔

حنفیہ کی دوسری روایت یہی ہے، کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، لہذا بلا بعیدہ کی خبر طریق موجب سے حاصل ہونے کے باوجود اس پر عمل کرنا درست نہیں ہوگا۔

اب اس تفصیل کے بعد حضرت سید الکوئین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات پر غور کرنا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا ہے، اس سلسلے میں چند روایات یہاں نقل کر دی جاتی ہیں، پھر اس کے بعد دونوں قولوں میں سے روایات کا مصداق کیا ہے واضح کیا جائے گا،

اس سلسلے میں، ہم آپ کے سامنے چار روایتیں پیش کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

عن أبی ہریرۃ یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم أو قال أبو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ فإن أغمی علیکم فأکملوا عدة شعبان ثلاثین. (الصحيح البخاری ۲۵۶/۱، رقم: ۱۸۷۱، ف: ۱۹۰۸)

عن عبد اللہ بن عمر قال: قال رسول اللہ علیہ وسلم: "الشہر ہکذا وھکذا وھکذا" ثلاث مرات بیدہ ثم قبض فی الثالثۃ إیہامہ، فإن غم علیکم فأتموا ثلاثین. (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۹۶/۶، رقم: ۸۰۲۱)

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال: إنا أمة أمیة لانکتب ولا نحسب الشہر ہکذا وھکذا یعنی مرۃ تسعا وعشرین ومرۃ ثلاثین. (الصحيح البخاری ۲۵۶/۱، رقم: ۱۸۷۵)

عن محمد بن سعد عن أبیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الشہر ہکذا وھکذا عشرًا وعشرًا وتسعا مرۃ. (الصحيح للمسلم ۳۴۸/۱، النسخة الہندیہ)

اب ان روایات کی عبارت پر غور کرنے کی ضرورت ہے، ان ساری روایات پر غور کرنے کے بعد یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے، کہ آپ ﷺ نے دو طرح سے ارشاد فرمایا!

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ" چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو، یہ حدیث شریف مطلق ہے اسکا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ ہر ایک قوم اپنے علاقہ کی رویت کی مکلف ہے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پوری امت ایک رویت پر عمل کرے گی تو اس روایت کے اندر دو پہلو ہمارے سامنے آئے۔

ایک پہلو یہ ہے کہ ہر قوم اپنے اپنے خطہ اور علاقہ کی رویت کی مکلف ہے جیسا کہ امام شافعیؒ نے سمجھا ہے، اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ دور دراز اور بلاد بعیدہ کی رویت کی بھی ہر قوم مکلف ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے سمجھا ہے، اسی کو حضرت گنگوہیؒ

نے ”الکوئب الدرّی“ میں ذکر کیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک پر عمل کیسے ہو، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے ارشادات کو سامنے رکھ کر سمجھنا ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس ارشاد میں کیا ہے؟ تو اس بارے میں مؤخر الذکر تینوں روایتوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں روایات میں صاف الفاظ کے ساتھ یہ ارشاد فرمایا ہے: الشهر هكذا وهكذا وهكذا ثلاث مرات بیده ثم قبض فی الثالثة إبهامه فإن غم عليكم فأتوا ثلاثين، اور بعض روایات میں دو مرتبہ عشرہ کہا اور ایک مرتبہ تسع فرمایا ہے، سب کا حاصل یہ نکلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین کر کے فرمایا کہ مہینہ انتیس یا تیس ہی دن کا ہوتا ہے، اٹھائیس یا اکتیس دن کا کوئی مہینہ نہیں ہوتا ہے، لہذا بلاد بعیدہ کی رویت کا اعتبار اس شرط کے ساتھ کیا جائے گا کہ آپ کے یہاں کسی بھی زمانہ میں ان بلاد بعیدہ کی رویت کا اعتبار کرنے کی صورت میں مہینہ اٹھائیس یا اکتیس کا ہونا لازم نہ آتا ہو، لہذا حنفیہ کی کتابوں میں ظاہر الروایہ جو نقل کیا گیا ہے جس میں بلاد بعیدہ کی خبر کو معتبر مانا گیا ہے، اس کا مطلب یہی ہے، کہ اتنی دور کی بلاد بعیدہ کی رویت معتبر ہوگی کہ وہاں کی رویت تسلیم کرنے کی صورت میں آپ کے یہاں کسی بھی زمانہ میں کبھی بھی (مہینہ) اٹھائیس یا اکتیس کا ہونا لازم نہ آتا ہو اور سعودیہ عربیہ مکتہ المکرمہ کی رویت ہندوستان میں تسلیم کرنے کی صورت میں ہندوستان کا مہینہ اٹھائیس یا اکتیس دن کا ہونا لازم آتا ہے، اس لئے سعودی عرب کی رویت دونوں قسم کی روایتوں کے پیش نظر ہندوستان میں معتبر نہیں ہوگی، مگر آسام و مئی پور کی رویت پاکستان اور پشاور کے لئے، اسی طرح بنگلادیش کی رویت کراچی اور سندھ اور بلوچستان کے لئے یا اس کے برعکس صوبہ سندھ کی رویت پورے ہندوستان کے لئے معتبر ہوگی، ایسا ہی جنوب شمال میں کشمیر کی رویت آندھرا اور تامل ناڈو اور بنگال و آسام کے لئے اسی طرح اس کے برعکس مشرق ہند اور جنوب ہند کی رویت شمال ہند کے لئے معتبر ہوگی اور یہ بھی ایک دوسرے کیلئے بلاد بعیدہ کی رویتیں ہیں مگر ان میں سے کسی ایک کی رویت تسلیم

کرنے کی صورت میں دوسری جگہ مہینہ اٹھائیں یا اکتیس دن کا ہونا لازم نہیں آتا یہی حضرت سید الکوینین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری روایات کا حاصل ہے، اور حضرات فقہاء کی ظاہر الروایہ میں جو مشرق کی رویت مغرب کے لئے اور مغرب کی مشرق کے لئے معتبر فرمایا گیا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے، اور جن بزرگوں نے مکئۃ المکرمہ کی رویت کو ہندوستان والوں کے لئے لازم قرار دیا ہے، انہوں نے مشرق و مغرب کا مطلب واضح کرنے میں جو بات لکھی ہے، وہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، لہذا جو تفصیل آپ کے سامنے لکھی گئی ہے، یہی صحیح اور معتبر ہے، اور اسی کو صاحب بدائع اور علامہ شامیؒ نے بھی نقل فرمایا ہے، علامہ زیلعیؒ کے حوالہ سے علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ”العرف الشذی“ میں بہت صاف الفاظ کے ساتھ اس مسئلہ کو واضح فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے ارشادات کی مراد اسی کو بتلایا ہے، جو ہم نے لکھا ہے، عبارت ملاحظہ فرمائیے:

هذا إذا كانت المسافة بين البلدين قريبة لا تختلف فيها المطالع ،
فأما إذا كانت بعيدة فلا يلزم أحد البلدين حكم الآخر؛ لأن مطالع البلاد
عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في أهل كل بلد مطالع بلدهم دون
البلد الآخر . (بدائع الصنائع ۲/ ۲۲۴-۲۲۵، شامی، زکریا ۳/ ۳۶۴)

وقال الزيلعي شارح الكنز إن عدم عبرة اختلاف المطالع إنما هو في
البلاد المتقاربة لا البلاد النائية وقال كك في تجريد القدوري وقال به
الجرجاني ، أقول : لا بد من تسليم قول الزيلعي وإلا فيلزم وقوع العيد يوم
السابع والعشرين أو الثامن والعشرين أو يوم الحادى والثلاثين أو الثانى
والثلاثين فإن هلال بلاد قسطنطينية ربما يتقدم على هلالنا يومين فإذا صمنا
على هلالنا ثم بلغنا رؤية هلال بلاد قسطنطينية يلزم تقديم العيد أو يلزم
تأخير العيد إذا صام رجل من بلاد قسطنطينية ثم جاءنا قبل العيد ومسألة
هذا الرجل لم أجد لها فى كتبنا وظنى أنه يمشى على رؤية من يتعيد ذلك

الرجل فيهم وقست هذه المسألة على ما في كتب الشافعية من صلى الظهر ثم بلغ في الفور بموضع لم يدخل فيه وقت الظهر إلى الآن أنه يصلى معهم أيضا والله أعلم وعلمه أتم، و كنت قطعت بما قال الزيلعي ثم رأيت في قواعد ابن رشد إجماعا على اعتبار اختلاف المطالع في البلدان النائية، وأما تحديد القرب والنائي فمحمول إلى المبتلى به ليس له حد معين وذكر الشافعية في التحديد شيئا. (العرف الشذى مع الترمذى، النسخة الهندية ۱/ ۱۴۹)

اور مذکورہ پمفلٹ میں یہ جو اصول قائم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو ایک نظام شمسی پر قائم کیا ہے جس سے سارے کائنات کا نظام چل رہا ہے، ان کا یہ دعویٰ درست نہیں ہے، اس لئے کہ صوم و افطار اور حج جیسی اہم ترین عبادت کا نظام، نظام قمری پر موقوف ہے، نظام شمسی پر نہیں ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے ”یسئلونک عن الأهلّة، قل ہی موافیت للناس والحج، الآية (سورة بقره آیت: ۱۸۹) میں واضح فرمایا ہے، کہ نظام قمری ہی پر اسلام کے اکثر امور کا مدار ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۲/۲۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵/ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ

(الف خاص فتویٰ نمبر: ۱۴۳۰/۱۴۱)

نینی تال کے پہاڑوں کے اوپر سے دیکھے ہوئے چاند کا اعتبار

سوال: [۴۷۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ”نینی

تال“ کے پہاڑ کی چوٹی کے اوپر سے دیکھا ہوا چاند نیچے والوں کیلئے معتبر ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نینی تال کے پہاڑ کی چوٹی کے اوپر سے دیکھا

ہوا چاند نیچے والوں کے لئے معتبر ہے۔ (مستفاد: انوار رحمت/ ۵۲۴، کتاب المسائل ۲/ ۱۲۵،

جدید فقہی مسائل ۲/ ۲۴)

فأما إذ كانت متغیمة أو جاء من خارج المصر أو كان فی موضع مرتفع فإنه یقبل عندنا، وقوله عندنا يدل علی أنه قول ائمتنا الثلاثة وقد جزم به فی المحيط. (شامی، کتاب الصوم، زکریا ۳/۳۵۷، کراچی ۲/۳۸۸)

فیأذا جاء من خارج المصر أو جاء من أعلى الأماكن فی مصر ذکر الطحاوی أنه تقبل شهادته -- و ذکر الکرخی أنه تقبل وفی الأقضية صحح روایة الطحاوی واعتمد علیها. (تاتارخانیة زکریا ۳/۳۵۹، رقم: ۴۵۶۳)

وأما إذا جاء من خارج المصر أو جاء من أعلى الأماكن فی مصر ذکر الطحاوی أنه تقبل شهادته. (مجمع الأنهر، دارالکتاب العلمیة بیروت ۱/۳۵۰)

ذکر الطحاوی أنه تقبل شهادة الواحد إذا جاء من خارج المصر وكذا إذا كان علی مكان مرتفع. (هنديہ قديم، زکریا ۱/۹۸، هنديہ جدید اتحاد ۱/۲۶۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۵/۶/۲ھ

(الف خاص فتویٰ نمبر: ۱۱۵۵۲/۴۰)

ہیلی کا پٹر اور ہوائی جہاز سے دیکھے ہوئے چاند کا اعتبار

سوال: [۴۷۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا ہیلی کا پٹر اور ہوائی جہاز سے دیکھا ہوا چاند زمین والوں کے لئے معتبر ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہوائی جہاز یا ہیلی کا پٹر سے معتبر اور ثقہ افراد بادلوں سے اتنی اونچائی سے چاند دیکھ کر آئیں جتنی اونچائی سے مطلع میں اختلاف پیدا نہ ہو تو شرعاً ان کی یہ روایت زمین والوں کیلئے معتبر ہوگی۔ (مستفاد: انوار رحمت/۵۲۴، کتاب المسائل ۲/۱۲۵، جدید فقہی مسائل ۲/۲۴)

وأما إذا جاء من خارج المصر أو جاء من أعلى الأماكن في مصر
 ذكر الطحاوی إنه تقبل شهادته. (مجمع الأنهر، مكتبه فقیه الأمة ۱/ ۳۵۰)
 فإذا جاء من خارج المصر أو جاء من أعلى الأماكن في مصر ذكر
 الطحاوی أنه تقبل شهادته -- وذكر الكرخي أنه تقبل وفي الأفضية صحح
 رواية الطحاوی واعتمد عليها. (تاتارخانية زكريا ۳/ ۳۵۹، رقم: ۴۵۶۳)
 فأما إذا كانت متغیمة أو جاء من خارج المصر أو كان في موضع مرتفع
 فإنه يقبل عندنا وقوله عندنا يدل على أنه قول ائمتنا الثلاثة وقد جزم به في
 المحيط. (شامي زكريا ۳/ ۳۵۷، شامي، كراچی ۲/ ۳۸۸)
 ذكر الطحاوی أنه تقبل شهادة الواحد إذا جاء من خارج المصر
 وكذا إذا كان على مكان مرتفع. (هنديہ قديم، زكريا ۱/ ۱۹۸، هنديہ جديد اتحاد
 ۱/ ۲۶۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۳۳۵ھ/۶/۲
 (الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۵۳/۴۰)

چشمہ لگا کر چاند دیکھنا

سوال: [۴۷۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جن کی دور
 کی نگاہیں کمزور ہوتی ہیں، اگر وہ دور بین چشمہ لگا کر چاند دیکھیں تو شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے
 ؟ تشفی بخش جواب دیں کرم ہوگا؟

المستفتی: اختر الزماں، کانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جائز اور معتبر ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ)

۱۱۶/۲ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ صفر ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۴۹/۲۳)

دور بین و خورد بین کی رویت کا حکم

سوال: [۴۷۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایسی چھوٹی دور بین جو عام طور پر زمین پر سروے میں استعمال ہوتی ہو، اور جس سے روئے زمین پر ایک میل بھی صاف نظر نہیں آسکتا، کیا ایسی دور بین سے چاند دیکھنا معتبر نہیں ہے، وہ دور بین ایسی نہیں جو کئی میٹر لمبی اور خاص چوڑی ہوتی ہے، جو امریکہ وغیرہ کی رسدگاہوں میں نصب ہوتی ہے، اسلئے چھوٹی دور بین جس سے افق کے نیچے کی چیزیں ہرگز نظر نہیں آسکتیں اس کے ذریعہ چاند دیکھے جانے کا حکم کیا ہے؟

المستفتی: اختر الزماں، کانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فقہاء نے خورد بین اور دور بین کو عینک کا درجہ دیا ہے، لہذا اس سے رویت معتبر ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۱۱۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ صفر ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۴۹/۲۳)

پاکستانی رویت ہلال کے شرعی اعلان پر ہندوستان میں عمل

سوال: [۴۷۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پاکستان کراچی میں رویت ہلال کمیٹی ہے اور وہ باقاعدہ شرعی ثبوت حاصل کرنے کے بعد ریڈیو سے رویت ہلال کے ثبوت کا اعلان کرتے ہیں، تو کیا اس اعلان پر ہندوستان والوں کو عمل کرنا

ضروری ہے یا نہیں؟ اور روزہ و افطار کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب سے نوازیں عند اللہ ماجور ہوں
المستفتی: محمد فاروق غفرلہ، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں مذکورہ شرائط کے ساتھ پاکستان یا اتنی دور سے اعلان ہو کہ اس کے تسلیم کرنے سے ہندوستان میں مہینہ کبھی ۲۸ یا ۳۱ دن کا نہ ہوتا ہو تو اس پر عمل کرنا واجب ہے، خلاف کرنا معصیت ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۹۹، محمودیہ، جدید ڈابھیل ۱۰/۶۹، قدیم ۳/۱۲۱، ۳/۳۰۹، نظام الفتاویٰ ۲۳/۲۳)

نیز اعلان کرنے والا شخص یا مسلم ہونا شرط نہیں ہے۔ (مستفاد: محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۰/۸۲، قدیم ۳/۱۳۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸/رمضان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۹۰۳)

ریڈیو کے ذریعے رویت ہلال کی خبر کا شرعی حکم

سوال: [۴۷۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان اور عید کے موقع پر ریڈیو سے جو خبریں اس طرح نشر ہوتی ہیں، کہ یہاں چاند دیکھا گیا ہے، فلاں جگہ چاند دیکھا گیا ہے، یا کل رمضان ہے یا عید ہے ایسی خبروں کا شرعاً کیا حکم ہے محض ان خبروں سے روزہ رکھنا یا عید کرنا درست ہے یا نہیں اس بارے میں رمضان و عید دونوں کا حکم یکساں ہے یا مختلف اگر ریڈیو کی خبروں سے رمضان کے ثبوت کا ظن غالب ہو جائے تو روزہ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد فاروق، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایسی خبروں پر صدق کا ظن غالب ہو جائے تو شرعاً

معتبر مان کر روزہ رکھنا اور روزہ کا اعلان کرنا درست ہے، عید و افطار کیلئے معتبر نہیں۔ (مستفاد: محمودیہ، جدید ڈائجیل ۹۱/۱۰، قدیم ۱۲۹/۳، جدید ڈائجیل ۶۹/۱۰، قدیم ۱۲۱/۳)

والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك لغير رمضان بعيد إذ لا يفعل مثل ذلك عادة في ليلة الشك إلا لثبوت رمضان الخ. (شامی، کتاب الصوم، قبیل مطلب لا عبرة بقول الموقنين زكريا ۳/۳۵۴، كراچی ۲/۳۸۶، ۹۹/۲)

اور عید و افطار کیلئے یہ شرط ہے کہ رویت ہلال کا طریق موجب سے ثابت ہونے کے بعد اس طرح اعلان کرے کہ میں فلاں ذمہ دار ہوں شرعی طور پر مجھے رویت کا ثبوت مل گیا ہے، یا دوسرے آدمی سے اعلان کروائے وہ یہ اعلان کرے کہ فلاں ذمہ دار کی طرف سے بول رہا ہوں اور میں فلاں ہوں کہ فلاں ذمہ دار کو رویت کا شرعی ثبوت مل گیا ہے، لہذا فلاں دن نماز عید ادا کی جائے، تو معتبر مان کر افطار جائز ہے ورنہ نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۹۹/۲، محمودیہ جدید ڈائجیل ۶۹/۱۰، قدیم ۱۲۱/۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ رمضان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۹۰۳)

ریڈیو میں دلی سے اعلان

سوال: [۴۷۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان المبارک یا عید الفطر وغیرہ کے موقع پر اگر چاند نظر نہ آئے تو کیا ریڈیو میں دلی سے عبد اللہ بخاری اور ممبئی کلکتہ وغیرہ سے خبریں سن کر روزہ رکھ لینا یا عید کر لینا ہمارے لئے ضروری ہے اور کیا مطلع کے صاف ہونے اور نہ ہونے سے مسئلہ پر کوئی اثر پڑے گا؟

المستفتی: عبدالقادر، مدرسہ قاسمیہ، مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو اعلان ہوتا ہے وہ عام طور پر تحقیق کے بعد ہی ہوتا ہے، دلی میں تین جگہ سے اعلان ہوتا ہے۔

(۱) امارت شرعیہ ہند (دفتر جمعیتہ علماء ہند) یہاں باضابطہ ہلال کمیٹی قائم ہے۔

(۲) امام جامع مسجد دلی جو اس وقت مولانا احمد بخاری ہیں۔

(۳) مفتی مکرم فتحپوری، اگر ان تینوں جگہوں میں سے کسی ایک کی طرف سے اعلان

ہو جائے تو جس علاقہ کے لوگ اسکے حلقہ اثر میں رہتے ہیں، ان کیلئے یہ اعلان صوم و افطار کیلئے کافی ہے، اگر مولانا احمد بخاری کے اعلان کے زیر اثر ہیں تو ان کے اعلان کے مطابق عمل کریں اور اگر مفتی مکرم کے اعلان کے زیر اثر ہیں تو ان کے اعلان کے مطابق عمل کریں اور اگر امارت شرعیہ کے زیر اثر ہیں، تو ان کے اعلان کے مطابق عمل کرنا چاہیں تو عمل کریں۔

(مستفاد: جدید آلات اور چاند کا ثبوت) اور مطلع صاف ہونے کی صورت میں دلی کلکتہ ممبئی وغیرہ میں ثبوت رویت کا جو فیصلہ ہوا ہے، اس فیصلہ کی اطلاع اس کے حلقہ اثر میں طریق موجب کے ساتھ پہنچانا لازم ہے، یعنی اتنے اخبار یا اتنے ریڈیو یا اتنے ٹیلیفون یا فیکس یا معتبر آدمی کے ذریعہ سے پہنچ جائے تو اس اطلاع پر عمل کرنا حلقہ اثر کے لوگوں پر لازم ہو جاتا ہے لہذا اگر آپ کا علاقہ دلی کلکتہ یا ممبئی کے حلقہ کے اثر میں ہے تو آپ کے یہاں اس طریقہ سے عمل کیا جاسکتا ہے، جو اوپر لکھا جا چکا۔ (مستفاد: جدید آلات اور چاند کا ثبوت) جو اہل فقہ، جدید

۳/۴۷۷، ۴۷۸، قدیم ۱/۳۹۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۳/۵/۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۸۰)

ریڈیو اسٹیشن کے اعلان پر اعلان کرنا

سوال: [۴۷۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ریڈو

اسٹیشن پر مقرر ناشر اگریوں خبر دے کہ فلاں جگہ فلاں شخص نے جو کہ قاضی شہر ہیں، یا روایت ہلال کمیٹی کے صدر ہیں، روایت ہلال کا اور عید کا اعلان کر دیا ہے، کیا مذکورہ بالا خبر کی بناء پر دوسری جگہوں پر صوم و افطار کا اعلان کرنا صحیح ہے، اور ناشر مذکور کی نمائندگی کی بھی تصریح نہیں ہے، اگرچہ روایت ہلال کے سلسلہ میں کتاب بھی تصنیف کی جا چکی ہیں، لیکن ہم مختصراً اور واضح فتویٰ چاہتے ہیں، جس پر بغیر غور و فکر کئے ہوئے عمل کرنا آسان ہو اور باہم اختلاف نہ ہو کیونکہ مذکورہ کتب کی عبارات و مطالب کی افہام و تفہیم میں بسا اوقات علماء کے مابین اختلاف ہو جاتا ہے، جو عوام کی پریشانی کا باعث بن جاتا ہے۔

المستفتی: منصب علی قاسمی، لائڈ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دو شرطوں کیساتھ یہ خبر و اعلان معتبر ہوگا۔ (۱) ذمہ

دار کی طرف سے جانا پہچانا نمائندہ ہو۔

(۲) اعلان کرانے والا باشرع ہو، اعلان میں ناشر کے الفاظ و آواز شرط نہیں ہے جبکہ

یہ یقین ہو جائے کہ فلاں ذمہ دار کی طرف سے یہ اعلان ہے، بصورت دیگر اعلان افطار معتبر

نہ ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۹۹ محمودیہ قدیم، ڈابھیل ۱۰/۶۹، ۳۰/۱۲۱ یا ۱۲۹)

نیز اعلان کرنے والے کا باشرع یا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے۔ (محمودیہ ۳/۱۳۴،

قدیم جدید ڈابھیل ۱۰/۸۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ رمضان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۹۰۲)

ریڈیو کی خبر کا اعتبار ہے یا نہیں

سوال: [۴۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ روایت

ہلال کے سلسلہ میں ریڈیو کی خبر معتبر ہے یا نہیں کیا ریڈیو کی خبر کو مداری بنا کر دوسری جگہ پر اعلان صوم و افطار کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: منصب علی قاسمی، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر ریڈیو کی خبر پر صدق کا ظن غالب ہو جائے تو اتنی دور تک دوسری جگہوں پر اعلان صوم کیا جاسکتا ہے، کہ اس کے تسلیم کرنے سے مہینہ کبھی ۲۸ یا ۳۱ کا نہ ہوتا ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ، جدید ڈابھیل ۱۰/۹۱، قدیم ۳/۱۲۹، قدیم ۳/۱۲۱، جدید ڈابھیل ۱۰/۶۹)

والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤيته القناديل من المصر لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك بغير رمضان بعيد إذ لا يفعل مثل ذلك عادة في ليلة الشك إلا لثبوت رمضان الخ. (شامی، کتاب الصوم، قبیل مطلب لا عبرة بقول الموقنين زكريا ۳/۳۵۴، کراچی ۲/۳۸۶، ۲/۹۹)

اور اعلان افطار و عید کیلئے شرط یہ ہے کہ باشرع حدود شرع سے واقف حاکم مسلم یا ہلال کمیٹی کے پاس رویت ہلال کا ثبوت شرعی ہو جانے کے بعد ریڈیو پر اس طرح خود اعلان کرے یا دوسرے سے کرائے کہ میں فلاں ذمہ دار ہوں یا فلاں ذمہ دار کی طرف سے ہوں اور یہ اعلان کر رہا ہوں کہ رویت کا شرعی ثبوت مجھ کو یا فلاں ذمہ دار کو حاصل ہو چکا ہے، لہذا فلاں دن عید ہے اور یہ اعلان اتنی دور تک قابل تسلیم ہوگا کہ اسکے تسلیم کرنے سے وہاں مہینہ ۲۸ یا ۳۱ کا نہ ہوتا ہو، لہذا اہل یوپی کیلئے پاکستان و بنگلہ دیش و برما لنکا وغیرہ کا اعلان معتبر ہوگا الخ۔ (مستفاد: محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۰/۶۹، قدیم ۳/۱۲۱، امداد الفتاویٰ ۲/۹۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ رمضان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۰۲۲۳)

تار، ٹیلیفون اور ریڈیو کی خبر کا حکم

سوال: [۴۷۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رویت ہلال کے متعلق چاند کے ہونے اور نہ ہونے کی جو خبر ریڈیو کے ذریعہ نشر کی جاتی ہے، وہ شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کن شرائط کیساتھ اور نہیں ہے تو کیوں؟ کبھی کبھی خبر اس طرح نشر کی جاتی ہے کہ امام صاحب نے دہلی میں چاند کے ہونے کا اعلان کر دیا یا دہلی میں کل روزہ ہے یا رویت ہلال ہو جانے کی وجہ سے کل دہلی میں عید ہے، اس طرح کبھی خبر پاکستان و بمبئی و بہار سے نشر کی جاتی ہے، واضح رہے کہ ریڈیو اسٹیشن سے کبھی مفتی یا عالم صاحب کے نام کے ساتھ خبر نشر کی جاتی ہے، اور کبھی بغیر اسم کی صراحت کے، ایسے وقت میں جب مختلف مقامات سے خبریں آ رہی ہوں اور ہمارے شہر میں رویت نہ ہوئی ہو اور نہ ہی اطراف میں کوئی عینی شاہد ہے تو کیا یہاں کے ذمہ داران مدرسہ ان نشریات کو معتبر جان کر اپنے مدرسہ کی جانب سے اعلان کرادیں، اور قیاس بھی کہتا ہے کہ جب شرق و غرب بہار میں چاند ہو گیا تو درمیان میں کیا مانع، غبار، دھواں، بدلی کی وجہ سے نظر نہیں آیا ہوگا، البتہ رویت ہوگئی ہے، ورنہ کیسے فوراً دہلی، ممبئی، لکھنؤ سے رابطہ قائم کیا جائے، اور اگر رابطہ قائم ہو بھی جائے تب بھی ٹیلیفون کی سماعت خود ہی ایک مسئلہ ہے، ایسے موقع پر مدرسہ میں لوگوں کا ازدحام ہوتا ہے، کیا کیا جائے؟

المستفتی: محمد زید، سنبھلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہلال رمضان المبارک کیلئے شہادت ضروری نہیں ہے، محض خبر کافی ہے اس لئے اگر ریڈیو، ٹیلیفون اور تار وغیرہ سے خبریں آجائیں اور ایسی خبروں سے صدق کا ظن غالب ہو جائے، تو ان کو معتبر مان کر روزہ رکھ لینا ذمہ داران کا اپنے حلقہ میں اس کا اعلان کر دینا شرعاً درست ہوگا، نیز اتنی دور تک کی خبروں پر عمل کیا جاسکتا ہے، کہ وہاں کی رویت کو تسلیم کرنے کی وجہ سے آپ کے یہاں مہینہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا نہ ہوتا ہو، جس

میں پاکستان ہندوستان، بنگلہ دیش، برما شامل ہیں، سعودیہ وغیرہ کی خبر معتبر نہ ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ، جدید ڈائجیل ۱۰/۹۱، قدیم ۳/۱۲۹، قدیم ۳/۱۲۱، جدید ڈائجیل ۱۰/۶۹)

والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤيته القناديل من المصر لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك بغير رمضان بعيد إذ لا يفعل مثل ذلك عادة في ليلة الشك إلا لثبوت رمضان الخ. (شامی، کتاب الصوم، قبیل مطلب لا عبرة بقول الموقنین زکریا ۳/۳۵۴، کراچی ۲/۳۸۶، ۹۹/۲)

اور ہلال عید الفطر وضحیٰ کے لئے طریق موجب سے ثبوت لازم ہے یعنی روایت کی شرعی شہادت یا ”شهادة على الشهادة بالرؤية“ یا شہادت علی حکم حاکم یا استفاضہ سے ثابت ہو اس کے بغیر معتبر نہیں، اسلئے تار یا ٹیلیفون کی خبریں یہاں بالکل معتبر نہ ہوں گی اور ریڈیو کی خبر اس شرط کے ساتھ معتبر ہو سکتی ہے، کہ حاکم مسلم یا روایت ہلال کمیٹی جس کے افراد حدود شرع سے واقف متبع شرع ہوں، ثبوت شرعی کے بعد ریڈیو پر اس طرح اعلان کرے، یا کرائے، کہ میں فلاں ہوں، فلاں ذمہ دار یا فلاں کمیٹی کی طرف سے اعلان کر رہا ہوں، کہ روایت ہلال کا شرعی ثبوت ہم کو مل گیا ہے فلاں دن نماز عید ادا کی جائے گی، یہ اعلان اتنی دور تک معتبر ہوگا، کہ اس کے تسلیم کرنے سے آپ کے یہاں مہینہ ۲۸ یا ۳۱ کا کبھی نہ ہوتا ہو، لہذا اہل یوپی کیلئے بصورت دیگر ریڈیو کا اعلان معتبر نہ ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۹۹، محمودیہ قدیم ۳/۱۲۱، جدید ڈائجیل ۱۰/۶۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۴ رمضان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۳۲۴)

آبز رویری کی پیشن گوئی سے روایت ہلال کے ثبوت کا حکم

سوال: [۴۷۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

ہمارے یورپ اور برطانیہ میں کچھ عوام کے علاوہ ہم مسلک علماء کرام کی ایک مختصر سی جماعت

ہے جبکہ عبادات کے سلسلہ میں محکمہ موسمیات آبزرویٹری کی نیومون اور چاند کی پیدائش کے متعلق ہمارے اسلاف امت کے عقائد کیخلاف حسب ذیل لکھے ہوئے کچھ عقائد و نظریات ہیں عقیدہ: (۱) آبزرویٹری کی پیشن گوئی اور ان کے حسابات قطعی اور اجماعی ہونیکے وجہ سے ثبوت ہلال رمضان وعیدین وغیرہ میں اسکے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

عقیدہ: (۲) آبزرویٹری (گرین ویچ والوں) کی پیشن گوئی کیخلاف رویت وثبوت ہلال کے متعلق امکان رویت سے پہلے جو گواہی چاند دیکھے جانے کی ہوگی، وہ بلا تردد درکردی جائے گی۔

عقیدہ: (۳) امکان رویت بھی وہ قابل اعتبار ہوگی جو آبزرویٹری والے بتلائیں گے؟ عقیدہ: (۴) چاند دیکھے جانے کی شہادت اور گواہی بھی وہی قابل اعتبار ہوگی جو (نیومون کے حساب کے مطابق) امکان رویت کے بعد ہوگی وغیرہ۔ ماحصل اور خلاصہ یہ کہ ان کے یہاں عقائد کے اعتبار سے حتمی طور پر سائنسی تحقیقات جدیدہ (انسانوں کے ہاتھوں بنائے ہوئے) مشینی آلات اور فلکیاتی حسابی پیشن گوئی (نیومون) کو قطعی اور اجماعی تصور کرتے ہوئے اسے رویت ہلال اور ثبوت ہلال کے بارے میں معیار اور بنیاد بنا کر اس کے بتلائے ہوئے حسابات یا متعینہ گھنٹے سے پہلے عرب وعجم میں کہیں سے بھی چاند دیکھے جانے کا شرعی ثبوت مہیا ہو جائے یا مفتیان کرام کی جانب سے تصدیقی اعلانات ہو جائیں تب بھی یہ حضرات اسے تسلیم کرنے اور ماننے کیلئے قطعاً تیار نہیں بلکہ فلکیاتی پیشن گوئی سے پہلے چاند دیکھنے والے چاہے متعدد مستند علماء صلحاء یا مشائخ ہوں، یادیندار مسلمانوں میں سے جم غفیر ہی کیوں مشاہدہ نہ کر لیں تب بھی یہ حضرات ان کی شہادتوں کو معاذ اللہ مردود و باطل اور غلط قرار دینے میں ذرہ برابر بھی جھجک اور تردد محسوس نہیں کرتے۔

سوال یہ کہ: ان فلکیاتی علماء کرام کا ثبوت رویت ہلال کے سلسلہ میں مشینی آبزرویٹری کی حسابی پیشن گوئی کو عقیدتاً قطعی اجماعی تصور کرتے ہوئے اسے بنیاد و معیار اور دین کا ایک جزء سمجھتے ہوئے اس کے مطابق عمل کرنا اور کرانے پر مصر ہونا یہ احداث فی

الدین میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر احداث فی الدین میں داخل ہے تو انھیں ضال اور مضل کہا جائیگا یا نہیں؟ یا انہیں بدعتی کہا جائیگا؟ مذکورہ عقائد رکھنے والے اہل علم کو یا پس عقیدہ مساجد و مدارس وغیرہ کی خدمات پر برقرار رکھنا مناسب ہے یا نہیں؟ امید کہ نسلی بخش جواب تحریر فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں گے؟

المستفتی: محمد ایوب سوری عفی عنہ، باٹلی، برطانیہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ کے اصل سوال کا جواب پیش کرنے سے پہلے برطانیہ میں ثبوت ہلال سے متعلق تھوڑی سی بات پیش کی جا رہی ہے، کہ برطانیہ جیسے ممالک میں سال کے اکثر و بیشتر حصوں میں چاند دکھائی نہیں دیتا ہے، وہاں والوں کیلئے شریعت کا بہترین حل یہ سمجھ میں آتا ہے۔

(۱) معتبر ترین لوگوں کی ایک جماعت ہوائی جہاز کے ذریعہ بادلوں سے اوپر جا کر چاند کا معاینہ کر کے اور وہ لوگ ثبوت یا نفی سے متعلق جو شہادت دیدیں متفقہ طور پر پورے ملک کے لوگ اس پر عمل کریں۔

(۲) اسلامی ممالک کی طرف سے معتبر ذرائع سے رویت کی اطلاع آ جائے یا برطانیہ زمین کے جس خطہ پر واقع ہے اس کے محاذ اور برابر میں جن ممالک میں مطلع صاف رہتا ہے وہاں سے شرعی اطلاع آ جائے جیسا کہ مراکش اور الجزائر وغیرہ تو اس اطلاع کے مطابق پورے برطانیہ میں ہر مسلک کے لوگ متفق ہو کر عمل کریں ضرورت کی وجہ سے دوسرے ممالک کی خبروں اور وہاں کی اطلاعات پر عمل کرنا شرعاً جائز ہے، نیز برطانیہ میں حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالرحیم لاچپوری دامت برکاتہم کی زیر صدارت ۱۶ جولائی ۱۹۷۸ء جمعیت علماء برطانیہ کی ہلال کمیٹی نے جو اس طرح کا فیصلہ دیا ہے اس پر اہل برطانیہ کو عمل کرنا چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۹/۴۱۵، ۴۱۴)

اس کے بعد آپ کے اصل سوال کا جواب پیش ہے۔

فلکیاتی سائنس دانوں اور مشینی آبزویٹری کے حساب و کتاب اور ان کی پیشین گوئی پر عمل کرنے کا شریعت نے امت کو مکلف نہیں بنایا ہے، بلکہ شریعت نے ثبوت ہلال کے بارے میں طریق موجب سے آئی ہوئی شہادتوں کا اعتبار کیا ہے، لہذا شرعی اطلاع اور شرعی شہادتوں کو نہ مان کر محض مشینی آبزویٹری اور فلکیاتی سائنس دانوں کی پیشین گوئی کو عمل کیلئے معیار بنالینا اور اس کو قطعی سمجھنے کا عقیدہ رکھنا حدیث رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور احداث فی الدین ہے اسلئے جو لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ان کی اصلاح کی ضرورت ہے اور انہیں توجہ دلائی جائے، اگر باز نہ آئیں تو ان کو گمراہ اور فاسق قرار دیا جاسکتا ہے، اور ایسے لوگوں کو دینی امور کا نمائندہ بنانا بھی درست نہ ہوگا، بلکہ صحیح العقیدہ دیندار مسلمانوں کو مساجد و مدارس جیسے دینی امور کا ذمہ دار بنانا چاہئے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

أنا أمة أمية لانكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا يعني مرة تسعاً وعشرين ومرة ثلاثين . (بخاری شریف، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانكتب ولا نحسب، النسخة الهندية ۲۵۶/۱، حدیث: ۱۸۷۵، ف: ۱۹۱۳، ۷۹۹/۲، ۵۱۰۱، مسلم شریف، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال الخ، النسخة الهندية ۳۴۷/۱، بیت الافکار رقم: ۱۰۸۰)

فقہاء نے لکھا ہے: لاعبرة بقول المؤقتين ولو عد ولا على المذهب وفي الشامية لا يعتبر قولهم بالإجماع ولا يجوز للمنجم أن يعمل بحساب نفسه فلا يلزم بقول المؤقتين أنه أي الهلال يكون في السماء ليلة كذا وإن كانوا عدولاً في الصحيح . (شامی، کتاب الصوم، مطلب لاعبرة بقول المؤقتين کراچی ۳۸۷/۲، زکریا دیوبند ۳۵۴/۳، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۳/۲۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۳۱ھ/۲۲/۲۳

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۶۶۱۴/۳۵)



۳/ باب السحور و الإفطار

منہتہا سحر اور صبح صادق سے قبل اذان فجر دینا

سوال: [۴۷۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

- (الف) منہتہا سحر ہی صبح صادق ہے یا کچھ درمیان میں وقفہ ہے۔
 (ب) صبح صادق سے دو تین منٹ قبل اگر کسی نے کھایا پیا تو روزہ ہوگا یا نہیں؟
 (ج) جس جگہ عوام اذان فجر پر سحری ختم کرتے ہوں تو کیا اذان فجر قبل صبح صادق دی جاسکتی ہے؟

(د) اگر صرف رمضان المبارک میں اذان فجر قبل صبح صادق دیدی جائے تاکہ لوگوں کے روزے ضائع نہ ہوں تو یہ عذر عند الشرع درجہ جواز میں ہے یا نہیں؟
المستفتی: نور العارفین، نوکلٹرھرا جستان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (الف) منہتہا سحر ہی صبح صادق ہے سحری کے وقت اور صبح صادق کے درمیان میں کوئی وقفہ نہیں ہوتا۔

النهار عبارة عن زمان ممتد من طلوع الفجر الصادق إلى غروب الشمس وهو قول أصحاب الفقه واللغة . (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح،

کتاب الصوم، قدیم ۶/ ۳۴۶، جدید دارالکتاب دیوبند/ ۶۳۱)

(ب) جب تک صبح صادق نہ ہو اس وقت تک سحری کھا سکتے ہیں، اور روزہ درست ہو جائے گا، البتہ اتنی تاخیر نہ کریں کہ صبح صادق میں شک ہو جائے۔ (بہشتی زیور ۳/ ۱۳)

(ج-د) جو لوگ اذان فجر تک سحری کھاتے ہیں، اگر صبح صادق پر اذان ہوئی ہے تو ان لوگوں کے روزے صحیح نہیں ہوں گے، اور ان کی وجہ سے اذان صبح صادق سے قبل نہیں دی

جاسکتی ہے اور یہ نہ ایسا عذر ہے جس کی وجہ سے اذان صبح صادق سے پہلے دینے کی اجازت دی جاسکے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۱۰۵، احسن الفتاویٰ ۴/۴۳۲)

تقديم الأذان على الوقت في غير الصبح لا يجوز اتفاقاً وكذا في الصبح عند ابي حنيفة ومحمد وإن قدم يعاد في الوقت هكذا في شرح مجمع البحرين لابن الملك وعليه الفتوى. (عالمگیری، زکریا ۱/۵۳، جدید زکریا ۱/۱۱۰، شامی، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الأول، کراچی ۱/۳۸۵، زکریا ۲/۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶ھ/۶/۲۸

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۵۲۱/۳۲)

سحری کا وقت

سوال: [۴۷۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت تھانویؒ امداد الفتاویٰ ۲/۹۵ پر فرماتے ہیں کہ طلوع آفتاب کے وقت سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل تک سحری کھا سکتے ہیں اور اس کے تحت حاشیہ میں لکھا ہے کہ بعض موسم میں اس سے بھی زیادہ کی گنجائش ہے یہ احتیاطاً لکھ دیا، اب دریافت کرنا چاہتے ہیں، کہ گنجائش کتنے منٹ کی ہے ہمارے یہاں ایک دائمی جنتری ہے تمام بنگال کی تمام مساجد و مدارس اور عوام و علماء کرام اس پر عمل کرتے ہیں، رمضان ہذا میں حضرت مولانا کے معین کردہ ڈیڑھ گھنٹہ سے چار منٹ کا فرق ہو رہا ہے، یعنی ایک گھنٹہ ۳۴ منٹ پر ہماری سحری کا وقت ختم ہوتا ہے اس صورت میں ہمارا عمل صحیح ہے یا غلط ہے؟ شرعی حیثیت سے جو حکم ہو جہاں تک ہو سکے جلدی روانہ فرمادیں؟

المستفتی: خدا بخش، گوند پور، ۲۴ پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت مولانا تھانویؒ نے خود یہ قید لگا دی ہے کہ

بعض موسموں میں ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ یا کم بھی ہو سکتا ہے، جس زمانہ میں حضرت تھانویؒ نے یہ فتویٰ جس وقت لکھا ہے اس زمانہ میں طلوع آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ہوتا رہا ہوگا، اسلئے حضرت تھانویؒ نے احتیاط کی قید لگائی ہے، لہذا اگر آپ کے یہاں طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ ۳۴ منٹ پہلے طلوع صبح صادق ہوتی ہے، تو اسی کا اعتبار ہوگا، لہذا اہل بنگال کو وہاں کی حقیقی صبح صادق کا اعتبار کرنا چاہئے۔

عن ابی ہریرۃؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: إن للمصلوۃ أولاً و آخراً
-إلی- وإن أول وقت الفجر حين یطلع الفجر وإن آخر وقتها حين
تطلع الشمس . (سنن ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب مواقیت الصلوٰۃ، النسخة
الہندیة ۱/۳۹، دارالسلام رقم: ۱۵۱)

الفجر فجران - إلی- والثانی هو البیاض الذی یستطیر و یعترض
فی الأفق، ولا یزال یزداد حتی ینتشر، و سمي مستطیراً لذلك، یثبت به
أحكام النهار من حرمة الطعام والشراب للنائم وخروج وقت العشاء
وجواز أداء الفجر. (الفتاویٰ التاتاریخانیة، زکریا ۲/۴، رقم: ۱۴۹۰)

أول وقت الفجر إذ طلع الفجر الثانی وهو المعترض فی الأفق و آخر
وقتها ما لم تطلع الشمس . (ہدایہ، اول اشرفی دیوبند/۸۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ شوال ۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۱۰/۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۵۶۵/۳۷)

سحری کا آخری وقت اور حدیث ابوداؤد اذان کے وقت پانی پینے کا مطلب

سوال: [۴۷۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سحری کا
آخری وقت کیا ہے، اگر کوئی شخص ختم سحری کے دو تین منٹ بعد تک کھاتا رہے یا فجر کی اذان
اول وقت میں ہو رہی ہو، اس وقت پانی پیتا رہے، تو اس کا روزہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور حدیث

مندرجہ ذیل کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سنو تم میں سے کوئی فجر کی اذان کی آواز سنے اور اس کے ہاتھ میں پانی کا برتن ہو تو برتن کو اس وقت تک ہاتھ سے نہ رکھے جب تک اپنی ضرورت پورا نہ کر لے، یعنی پانی پینا ہو تو پنی لے۔ (مشکوٰۃ شریف، ابوداؤد شریف) حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے، کہ فجر کی اذان ہو رہی ہو تب بھی کھانا پینا جائز ہے، جواب باصواب سے نواز کر عند اللہ ماجور ہوں؟

المستفتی: محمد اسحاق ندیاوی، معلم مدرسہ ہذا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سحری کا آخری وقت صبح صادق کا طلوع ہے طلوع صبح صادق کے ایک منٹ بعد بھی کھانے پینے سے روزہ صحیح نہیں ہو سکتا ہے، جس حدیث شریف میں کھانے پینے کی بات آئی ہے، اس سے مراد رمضان المبارک میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وہ اذان ہے جو سونے والوں کو جگانے کی غرض سے دی جاتی تھی، وہ طلوع صبح صادق سے قبل ہوتی تھی، اس سے استدلال کر کے صبح صادق کے بعد کھانے پینے والوں کا روزہ صحیح نہیں ہوگا، ایسے روزہ کی قضا کرنا واجب ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۲۳، فتاویٰ دارالعلوم ۶/۳۲۵)

عن سمرۃ بن جندب قال: قال رسول الله ﷺ: لا یغرنکم من سحور کم اذان بلال ولا بیاض الأفق المستطیل ہکذا یستطیر ہکذا و حکاہ حماد بیدیہ قال: یعنی معترضاً. (صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب بیان أن الدخول فی الصوم، النسخة الهندية ۱/۳۵۰، بیت الافکار رقم: ۱۰۹۴)

الفجر فجران، سمي الضرب الأول كاذباً-إلى- والثاني: هو البياض الذي يستطير ويعترض في الأفق، ولا يزال يزداد حتى ينتشر، وسمي مستطيراً لذلك، يثبت به أحكام النهار، من حرمة الطعام والشراب للصائم وخروج وقت العشاء وجواز أداء الفجر. (الفتاوى التاتار

حانیہ زکریا ۲/۴، رقم: ۱۴۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۸۷)

دوران سحری اذان ہونے پر کھانا کھائے یا رک جائے

سوال: [۴۷۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان کے مہینے میں خالد روزہ رکھ رہا تھا، اتفاق سے ایک روز آنکھ دیر سے کھلی یعنی جس وقت سحری کھا رہا تھا، آذان ہونے لگی اب خالد کھانے سے ہاتھ ہٹالے یا اس پلیٹ کے کھانے کو صاف کر دے؟ جواب دیں۔

المستفتی: محمد مختار عالم، سکوننگہ، ضلع مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر سحری کھانے کے وقت اذان ہو رہی ہے، اور اذان طلوع فجر کے بعد ہی دی جا رہی ہے تو روزہ فاسد ہو جائیگا اور پلیٹ کا بقیہ کھانا کھا لینا ہرگز درست نہیں ہو سکتا اسلئے کہ صبح صادق ہو چکی ہے۔

وَکُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ

الآیة (البقرة: ۱۸۷)

وَإِذَا تَسَحَّرَ وَهُوَ يَظُنُّ أَنَّ الْفَجْرَ لَمْ يَطْلُعْ فَإِذَا هُوَ قَدْ طَلَعَ (إلى قوله)

وعليه القضاء الخ. (ہدایہ، کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء والكفارة قديم

۲۰۰۵، جدید اشرفی دیوبند ۱/۲۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳/ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

۱۳/۳/۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۳۰۸۷)

انہاءِ سحر سے متعلق امداد الفتاویٰ کی عبارت کی توضیح

سوال: [۴۷۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ کتاب الصوم میں انہاءِ سحر کے تعلق سے تحریر فرمایا ہے، کہ ہیئت کے قاعدہ سے طلوع آفتاب کے وقت سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل تک سحری کھا سکتے ہیں اور فقہاء نے احتیاط کی ہے کہ غروب سے طلوع تک کل جتنا وقت ہے اس کو سات حصوں پر تقسیم کریں چھ حصے میں سحری کھا سکتے ہیں، اب اس عبارت کے تعلق سے خالد کہتا ہے، کہ حضرت تھانویؒ اس عبارت سے ختم سحری کا احتیاطی وقت بتانا چاہتے ہیں، یہ زید کہتا ہے کہ غروب سے طلوع تک سات حصے کر کے ساتویں حصہ کی ابتدا صبح صادق ہے فوراً اذان کہہ کر نماز فجر پڑھی جاسکتی ہے، دونوں میں کس کا قول صحیح ہے اگر فروری میں غروب سے طلوع تک سات حصے کئے جائیں تو ساتواں صبح صادق والا حصہ پونے دو گھنٹہ سے زیادہ کا ہوتا ہے، جبکہ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ طلوع آفتاب سے تخمیناً ڈیڑھ گھنٹہ قبل صبح کا ذب ہوتی ہے، پھر صبح صادق ہوتی ہے (تعلیم الاسلام ۳/۵۲) پورے سال میں صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیان زیادہ سے زیادہ کتنا فصل ہوتا ہے، اور کم از کم کتنا ہوتا ہے۔

المستفتی: حاجی عبداللہ، جے پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حکم کا اصل مدار طلوع صادق پر ہے، اور طلوع صبح صادق کی تصدیق معتدل موسم میں صحت مند آدمی کے دیکھنے سے ہوتی ہے، اور جو دائمی جنتری بنائی گئی ہے، اس کی بنیاد سال بھر کے تجربہ پر ہے، اسلئے علماء اور مشائخ نے دائمی جنتریوں کو معتبر قرار دیکر ان پر عمل کیا ہے، حضرت تھانویؒ کا زمانہ بھی دائمی جنتریوں کی تحقیق کا زمانہ تھا، اور بعض زمانہ میں صبح صادق اور طلوع آفتاب میں فاصلہ زیادہ ہوتا ہے، اور بعض میں کم بھی ہوتا ہے، جو جنتری سے بھی پتہ چلتا ہے، اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کی

بات یوں صحیح ہے کہ اکتوبر میں صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیان ایک گھنٹہ ۲۴ منٹ کا فاصلہ ہوتا ہے، تو ڈیڑھ گھنٹہ قبل صبح کا ذب ہو سکتی ہے، اور حضرت تھانویؒ کی بات اس طرح صحیح ہو سکتی ہے، کہ جولائی میں صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیان ایک گھنٹہ ۴۰ منٹ کا فاصلہ ہوتا ہے تو طلوع آفتاب سے دو گھنٹہ قبل سحری بند کر دینا احتیاط کی بات ہے، نیز حضرت تھانویؒ کا معمول بھی ہمیشہ احتیاط پر رہتا تھا، ہم نے تحقیق کر کے دیکھا ہے کہ جولائی میں ایک گھنٹہ ۴۰ منٹ تک کا فاصلہ رہتا ہے اور اکتوبر میں ایک گھنٹہ ۲۴ منٹ اور دیگر مہینوں میں اس کے درمیان مختلف فاصلہ رہتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۱۱/۲۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸/۱۲/۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۲۲۰/۳۱)

سحری سے قبل مسجدوں میں اٹھنے کا اعلان کرنا

سوال: [۴۷۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسئلہ یہ ہے کہ رمضان کے اندر تین بجے سے مسجدوں میں اٹھنے کا اعلان کیا جاتا ہے، اس سے غیر مسلم بھائیوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: احسان الحق قاسمی، جہانگیر آباد، سیتا پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: رمضان المبارک میں خالص مسلمانوں کے محلوں میں سحری کے وقت سحری کیلئے صرف ایک مرتبہ آواز دیکر بیدار کرنیکی گنجائش ہے، بار بار اعلان کرنے میں ذکر وتلاوت اور نماز وعبادت میں خلل ہوتا ہے، اسلئے بار بار اعلان کرنا ممنوع ہے، اور غیر مسلم اکثریت والے محلے اور مخلوط محلوں میں اعلان کرنے میں غیر مسلموں کی نیند میں خلل پڑے گا، تو ایک مرتبہ بھی جائز نہ ہوگا، ہاں البتہ بجائے مائیک وغیرہ میں عام اعلان کرنے کے خصوصی طور پر کسی کو اس طرح بیدار کرنے میں کوئی

مضانِ لقمہ نہیں جس سے غیروں کو تکلیف نہ ہو۔

عن أبي هريرة: أن رسول الله ﷺ قال: لا يدخل الجنة من لا يأمن

جاره بوائقه. (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان تحريم ايداء الجار، النسخة

الهندية ۱/۵۰، بيت الافكار رقم: ۴۶، المعجم الكبير ۱۰/۲۲۷، حديث: ۱۰۵۵۳)

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۶/۱۱/۲ھ

(الف توئی نمبر: ۳۸/۸۹۵۳)

سحری کیلئے لوگوں کو بیدار کرنا اور وقت بتانا

سوال: [۴۷۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

رمضان المبارک میں سحری کے وقت مسلمانوں کو بیدار کرنے اور وقت بتانے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد ریحان اسراہیلی، نئی کالونی، کالا گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رمضان المبارک میں سحری کیلئے مسلمانوں کو بیدار

کرنا اور وقت بتانا جائز ہے، اور حدیث میں اس کا ثبوت بھی ہے، مگر لوگوں کو ایذا نہ ہو مثلاً خوب شور شرابہ ہو جائے کیونکہ حدیث پاک میں ایذا ناس کی ممانعت آئی ہے۔

عن سالم عن ابيه أن النبي ﷺ قال إن بلائاً يؤذن بليل فكلوا

واشربوا حتى تسمعوا تأذين ابن أم مكتوم. (ترمذی، کتاب الصلوة، باب ماجاء

فی الأذان بالليل، النسخة الهندية ۱/۵۰)

قال الشيخ الأنور: بأن التكرار كان للتسحير. (عرف الشذی،

حاشية ترمذی ۱/۵۴)

عن أبي هريرة: أن رسول الله ﷺ قال: لا يدخل الجنة من لا يأمن

جارہ بوائفہ . (صحیح مسلم ، کتاب الإیمان ، باب بیان تحریم ایذاء الجار ،

النسخة الهندية ۱/ ۵۰ ، بیت الافکار رقم: ۶: ۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱/۱۲۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۹۵۰)

سحری کیلئے بیدار کرنے کی غرض سے وقفہ وقفہ سے اعلان کرنا

سوال: [۴۷۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ماہ رمضان المبارک میں ختم سحری سے ایک گھنٹہ قبل بذریعہ لاؤڈ اسپیکر تیز آواز میں قوالی اور نعت شریف کے ذریعہ لوگوں کو سحری کیلئے بیدار کرنا اور درمیان میں وقفہ، وقفہ سے سحری کا وقت بتانا کہاں تک جائز اور درست ہے؟ جب کہ پڑوسی اسکے اس عمل سے بیزار ہوں، عام لوگوں کو تہجد میں دیگر نفل نماز میں تلاوت قرآن میں ذکر و تسبیح میں کسی بیمار کی شدید بیماری کی حالت میں لاؤڈ اسپیکر کی تیز آواز خلل ڈالتی ہو ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے، نیز اس کا سنت طریقہ کیا ہے؟ صاحب لاؤڈ اسپیکر کا یہ کہنا ہے کہ ہم دین کا کام کر رہے ہیں، کسی کو ہمیں روکنے کا کوئی حق نہیں ہے، کہاں تک درست ہے؟

المستفتی: محمد احمد، فیل خانہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رمضان جیسے مبارک مہینہ میں اور وہ بھی رات کے آخری حصہ میں ہم مسلمانوں میں ایک مصیبت اور بلا کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے کہ ختم سحری سے ایک ڈیڑھ گھنٹہ پہلے مانک میں کیسٹ لگا کر قوالی، گانا اور نعت خوانی تسلسل کے ساتھ ہوتی رہتی ہے، جس کی وجہ سے پڑوس کے لوگ نہ تلاوت کر سکتے ہیں، نہ ذکر کر سکتے ہیں، نہ نفل پڑھ سکتے ہیں، اور نہ ہی آرام کر سکتے ہیں، اس طرح ایذا رسانی حرام اور مصیبت ہے اور ایسے ناجائز اور مصیبت کے کام کو عبادت سمجھنا نہایت خطرناک گناہ ہے ہاں البتہ صرف

ایک آدھ دفعہ سحری کا اعلان کرنا جائز ہے، شروع میں ایک دفعہ اعلان کر دیا جائے اور پھر آخر میں ختم سحری سے پہلے اعلان کر دیا جائے یہی کافی ہے، اور کوئی ضرورت نہیں جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی توبہ کی آیت نازل ہوئی تھی، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خوش ہو کر اس کی اطلاع کی اجازت چاہی تو حضور ﷺ نے یہ کہہ کر منع فرمادیا کہ لوگوں کے آرام اور عبادت میں خلل پیدا ہوگا، اس لئے صبح کو اطلاع دی گئی۔

أخبرني عبد الرحمن بن عبد الله ابن كعب بن مالك عن أبيه قال: سمعت أبي كعب بن مالك وهو أحد الثلاثة الذين تيب عليهم -إلى- فقال رسول الله ﷺ: يا أم سلمة! تيب على كعب قال: أفلا أرسل إليه فأبشره قال: إذا يحطمكم الناس فيمنعونكم النوم سائر الليلة حتى إذا صلى رسول الله ﷺ صلاة الفجر آذن بتوبة الله علينا. (صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب قوله وعلى الثلاثة الذين خلفوا الخ - ۲/ ۶۷۵، رقم: ۴۹۰، ۴، ف: ۶۴۷۷)

قرآنی آیت کے اعلان کی بھی خلل کے اندیشہ سے اجازت نہیں ہوئی تو رمضان جیسے مبارک مہینہ میں توالی اور نعت خوانی اور قلمی گانا تسلسل کیسا تھ کر ناقطعاً جائز نہ ہوگا۔

عن ابی ہریرۃؓ أن رسول اللہ ﷺ قال: لا يدخل الجنة من لا يأمن جاره بوائقه. (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان تحريم ايداء الجار، النسخة الهندية ۵۰/۱، بيت الافكار رقم: ۴۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۰۸/۳۵)

سحری و افطار کیلئے نفا رہ بجانا

سوال: [۴۷۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سحری اور افطار کے اوقات میں نفا رہ بجانا کیسا ہے؟ ہمارے شہر و شرام میں سحری کے اوقات سے پہلے یعنی نوجوان لوگ رات دو بجے سے سحری کے وقت ختم ہونے سے آدھا گھنٹہ پہلے تک

وقفہ وقفہ سے گلی گلی نقارہ بجاتے ہیں، (اس کی وجہ سے بیمار لوگ اور بوڑھے حضرات چھوٹے بچوں کو) اس کی آواز سے تکلیف ہوتی ہے، اور نوجوان نقارہ بنانے کیلئے مستقل چندہ کرتے ہیں، اور اس کے بچے ہوئے پیسے سے رات میں گپ شپ کرتے ہیں، اور رات بھر جاگ کر پورے علاقہ میں گھومتے ہیں، حالانکہ سحری کیلئے سائرن کا انتظام ہے شہر کے بعض لوگ فتاویٰ محمودیہ اور فتاویٰ رحیمیہ کے حوالہ سے کہتے ہیں، کہ نقارہ بجانا بلا کراہت درست ہے، اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ایذائے، مسلم مال کا غلط استعمال اور رمضان کے مبارک اوقات کی ناقدری کرتے ہوئے وقفہ وقفہ سے نقارہ بجانا شرعاً کیسا ہے؟ جو بھی حکم ہو شریعت کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں؟ کرم ہوگا؟

المستفتی: محمد آصف، کنویز، تنظیم العلماء میل و شمارم، تمل ناڈو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: فتاویٰ محمودیہ اور فتاویٰ رحیمیہ میں ضرورت کی بنا پر نقارہ کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع کرنے کی بات لکھی ہے، اور جب سائرن وغیرہ کے ذریعہ سے یہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے، تو نقارہ بجانے کی ضرورت نہیں، نیز فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۱۵۶، فتاویٰ رحیمیہ ۷/۲۴۱ میں نقارہ کی تیاری کے لئے چندہ کی اجازت نہیں لکھی ہے، لہذا نقارہ بجانے کی تیاری کیلئے چندہ کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، اس لئے وہاں کے ذمہ دار لوگوں پر لازم ہے، کہ مذکورہ نوجوانوں کو اس کام کے لئے چندہ سے روکیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۲۴۵)

سحری اور افطار کی دعاء کا ثبوت

سوال: [۴۷۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان المبارک میں سحری و افطار کی دعاء جو تم حنفیوں کے یہاں پابندی کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، وہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے تو حنفیوں کی یہاں کیوں پڑھی جاتی ہے یہ سحری و افطار کی دعاء کیا واقعی حدیث سے اسکا ثبوت نہیں ہے اور قابل ترک ہے؟

المستفتی: محمد عباس، ساکن سہور، تھانہ ٹانڈہ، ضلع رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رمضان المبارک میں افطار کی دعا صحیح حدیث

شریف سے ثابت ہے ابوداؤد شریف میں ہے:

عن معاذ بن زھرة أنه بلغه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا أفطر قال اللهم لك صمت و على رزقك أفطرت . (ابو داؤد شریف، کتاب الصیام،

باب القول عند الأفطار، النسخة الهندية ۱/۳۲۲، دارالسلام رقم: ۲۳۵۸)

اور سحری میں جو ”نویت أن أصوم غداً لله تعالیٰ من شهر رمضان“ وغیرہ پڑھتے ہیں، یہ حدیث شریف سے ثابت نہیں اسی وجہ سے کسی حنفی مفتی اور عالم نے اسکے سنت ہونے کا فتویٰ نہیں دیا، اور نہ ہی کسی حنفی کتاب میں اس کو سنت یا مستحب کہا گیا ہے، لیکن اگر کوئی شخص دل کی نیت کے مطابق زبان سے الفاظ استعمال کرتا ہے، تو اسپر کوئی گناہ نہیں ہے، اور یہی حنفیہ کا مسلک ہے اگر کوئی شخص خواہ حنفی ہو یا شافعی، ماکی ہو یا حنبلی یا غیر مقلد کوئی ایسا کام کرتا ہے، جو حدیث شریف سے ثابت نہیں ہے تو اس کا وہ عمل مسلک کیلئے مسئلہ نہیں بنتا یہ عوام کا اپنا عمل ہے۔ فقط اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۳/۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۴۷/۳۶)

لاؤڈ اسپیکر پر ختم سحری و طلوع آفتاب کا اعلان

سوال: [۴۷۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض مقامات پر مساجد کے اندر لاؤڈ اسپیکر پر نماز فجر کا وقت ختم ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے، کیا اس طرح کے اعلان کا شریعت کے اندر کوئی ثبوت ہے اسی طرح رمضان المبارک میں سحری کے وقت لاؤڈ اسپیکر پر مساجد کے اندر بیدار کرنے کیلئے اعلان کیا جاتا ہے، کیا اس طرح کے اعلانات بدعت میں شامل نہیں ہیں، براہ کرم وضاحت کیساتھ شریعت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: شریف احمد، ضابطہ گنج، نجیب آباد، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: طلوع آفتاب کے وقت اس طرح کا اعلان صحابہ اور سلف صالحین کے زمانہ میں کہیں نہیں تھا اور اس دور میں طلوع آفتاب کے علم کے مختلف ذرائع مثلاً گھڑی وغیرہ موجود ہیں، اسلئے اب بدرجہ اولیٰ ممانعت ہونی چاہئے اور فقہی جزئیات سے یہی واضح ہوتا ہے، کہ اعلان نہ کیا جائے۔

سئل عن شمس الأئمة الحلوانی عن قوم کسالی عادتہم الصلوٰۃ وقت طلوع الشمس ایمنعون عن ذلک؟ قال: لا لأنہم لو منعوا لا یصلون بعد ذلک. (الفتاویٰ التاتار خانیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الفصل الاول فی المواقیب، زکریا

۱۵/۲، رقم: ۱۵۱۸، قدیم ۱/۴۰۸، بحر الرائق، زکریا ۱/۴۳۷، کوئٹہ ۱/۲۵۱)

البتہ رمضان المبارک میں سحری کیلئے بیدار کرنے کا اعلان جائز ہے مگر نصف لیل کے بعد مانک میں تلاوت نعت یا گانا وغیرہ لگانا جائز نہیں ہے، اس کا نام اعلان نہیں ہے، اس کی وجہ سے لوگ نہ عبادت کر سکتے ہیں، اور نہ آرام کر پاتے ہیں۔

وفی شرعۃ الإسلام استحباب الأذان للتسحیر فی رمضان. (العرف الشذی

علی الترمذی، کتاب الزکاة، باب ماجاء فی الأذان باللیل ۱/۵۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۷ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۳/۵۳۴۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۷/۶/۱۴۱۸ھ

حالت جنابت میں سحری کھانا

سوال: [۴۷۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے اپنی بیوی سے جماع کیا اور اسی ناپاکی کی حالت میں سحری کھا کر روزہ رکھا کیا زید کا اور اس کی بیوی کا روزہ درست ہو گیا، اور جان بوجھ کر جنابت کی حالت میں سحری کھا کر روزہ رکھنا اور اکثر اس عمل کو کرنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبداللہ، مراد آباد

اسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حالت جنابت میں منہ ہاتھ دھو کر سحری کھا لینا جائز ہے، اسی حالت میں اگر اذان بھی ہو گئی ہو تب بھی روزہ صحیح ہو جاتا ہے، ہاں البتہ اس کا عادی بن جانا بہتر نہیں ہے۔

عن عبد اللہ بن سعد قال: سمعت النبی ﷺ عن مواکلة الحائض

فقال: وأكلها، الحديث: (ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی مواکلة الحائض

والجنب، النسخة الهندية ۳۵/۱، دارالسلام رقم: ۱۳۳)

لو أصبح جنباً لا یضره الخ. (البحر الرائق، کتاب الصوم، باب ما یفسد

الصوم وما لا یفسده کوئٹہ ۲/۲۷۳، زکریا ۲/۴۷۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۳/۵۳۴۵)

افطار کے وقت اذان دینا سنت ہے یا اعلان کرنا

سوال: [۴۷۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان المبارک میں افطار کے وقت اذان پڑھنا سنت ہے یا اعلان کرنا سنت ہے، جو طریقہ افضل ہو اسکا مفصل جواب مدلل ارشاد فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: روزہ کے افطار کا مدار غروب آفتاب پر ہے، جو نہی آفتاب غروب ہو جائے تو افطار کا حکم ہے اسی طرح مغرب کی اذان کا مدار بھی غروب آفتاب پر ہے، تو معلوم ہوا کہ افطار اور مغرب کی اذان دونوں کا وقت ایک ہی ہے، اسلئے جو نہی سورج غروب ہو جائے تو مؤذن کسی مختصر چیز کے ذریعہ سے اپنا افطار کر کے فوراً اذان شروع کر دے یہی مسنون اور افضل طریقہ ہے، اور اذان کے ذریعہ سے دو چیزوں کا اعلان ہوتا ہے، (۱) وقت افطار کا۔ (۲) وقت نماز کا۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا أقبل الليل وأدبر النهار وغابت الشمس فقد أفطرت . (ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء إذا أقبل الليل وأدبر النهار، النسخة الهندية ۱/۱۵۰، دارالسلام رقم: ۶۹۸)

ان تعجيل المغرب عقيب غروب الشمس مجمع عليه الخ. (اعلاء السنن، كتاب الصلوة، باب الموقيت كراهية التاخير في المغرب، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۴۲)

أول وقت الصلوة المغرب إذا غربت الشمس بالإجماع . (حلبی

كبيری، الشرط الخامس، هو الوقت قديم / ۲۲۷، جديد اشرفيه ديوبند / ۲۲۸، صغيری، مطبع مجتہائی دہلی / ۱۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۲/۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۳/۲/۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۴۹۴)

سائرن اور اذان میں وقفہ ہو یا اذان اور جماعت میں؟

سوال: [۴۷۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان المبارک میں ہمارے یہاں افطار کے وقت پہلے سائرن بجایا جاتا ہے، اس کے دس منٹ بعد اذان ہوتی ہے، پھر جماعت کھڑی ہوتی ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ سائرن اور اذان میں وقفہ کرنا چاہئے یا اذان اور جماعت میں وقفہ کرنا چاہئے کون سا عمل درست ہے، نیز یہ بھی واضح فرمادیتے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں کیا عمل تھا؟

المستفتی: محمد عقیل، مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سائرن بجانے کا مقصد صرف وقت افطار کا اعلان ہے اس کا نماز سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور اذان دینے کا مقصد نماز کیلئے اعلان ہے اور جن جگہوں پر افطار کے واسطے سائرن بجانے کا سلسلہ نہیں ہے وہاں پر اذان ہی وقت افطار کے اعلان کے درجہ میں ہو جاتی ہے، لہذا ایسے مقامات میں اذان نماز کے اعلان کے ساتھ ساتھ وقت افطار کا بھی اعلان ہے، اسلئے ایسی جگہوں میں اذان اور جماعت کے درمیان میں ہی فاصلہ رکھنا چاہئے اور جن جگہوں میں سائرن کی آواز سے افطار کیا جاتا ہے ان جگہوں میں اختیار ہے چاہے سائرن بجتے ہی اذان دیدی جائے اور سائرن اور اذان کے بعد جماعت تک کا جو مناسب فاصلہ ہے وہ قائم رکھا جائے، یہی دستور ہمارے مراد آباد میں بھی ہے، اور اگر کسی جگہ ایسا معمول ہو چکا ہے کہ لوگ افطار کے لئے اذان کا انتظار نہیں کرتے ہیں، صرف سائرن کا انتظار کرتے ہیں، وہاں پر اذان کے بارے میں اختیار ہے چاہے اذان بعد میں دیدے، اور چاہے پہلے دیدے اور حضور ﷺ کے زمانہ میں چونکہ اذان ہی اعلان ہوتی تھی، اسلئے اذان اور جماعت کے درمیان میں کافی فاصلہ ہوتا تھا۔

الأذان فی اللغة الإعلام وفي الشرع إعلام بدخول وقت الصلوة بذكر

مخصوص وهو مشروع للصلوة الخمس بالاجماع الخ. (حاشیہ ترمذی ۴۸/۱)
 عن جابر رض ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال لبلال يا بلال : اجعل بين أذانك
 وإقامتك قدر ما يفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه والمعتصر إذا
 دخل لقضاء حاجته الخ. (السنن الترمذی ، کتاب الصلوة ، باب ماجاء فی الترسل فی

الأذان ، النسخة الهندية ۴۸/۱ ، دار السلام رقم: ۱۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۱/۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۷۱/۲۰)

حرام کمائی کرنے والے کی افطاری کا حکم

سوال: [۴۷۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
 رمضان المبارک کے مہینہ میں افطار کا رواج ہے افطاری کروانے والوں میں بعض ایسے
 لوگ بھی ہوتے ہیں، جن کی خالص آمدنی سودی کاروبار یا شراب کے کاروبار ہی کی ہوتی
 ہے، اس کے علاوہ حلال آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، تو اس صورت میں افطاری کرنا کیسا
 ہے؟ افطاری خواہ مسجد میں ہو یا گھر پر؟

المستفتی: زاہد علی قاسمی، سدھولی، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رمضان المبارک کے مہینہ میں کوئی مسلمان اپنی
 حلال کمائی سے افطار کرائے تو اس کا ثواب حدیث شریف میں بہت زیادہ وارد ہوا ہے، لیکن
 جس کی آمدنی صرف سودی یا شراب کے کاروبار کی ہوتی ہے، اس کے علاوہ حلال آمدنی کا
 کوئی ذریعہ اس کے پاس نہیں ہے تو ایسے شخص کے یہاں سودی یا شراب کے پیسے کے افطار میں
 شرکت کیلئے کسی بھی مسلمان کیلئے جانا جائز نہیں ہے۔

آکل الربا وکاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه إليه وغالب ماله

حرام لا يقبل ولا يأكل . (ہندیہ ، کتاب الکراہیۃ ، الباب الثانی عشر فی الہدایا

والضیافات زکریا ۵/۴۴۳، ہندیہ، جدید زکریا دیوبندہ/۵۳۹۷)

وکذا (أي لا يجب) دعوة من كان غالب ماله من حرام . (ہندیہ،

زکریا ۵/۴۴۳، جدید مکتبہ زکریا ۵/۳۹۷)

رجل أهدى إلى إنسان أو أضافه إن كان غالب ماله من حرام لا ينبغى

أن يقبل ويأكل من طعامه . (الفتاویٰ التاتارخانیہ، زکریا ۱۸/۱۷۵، رقم: ۲۸۴۰۵)

عن زید بن خالد - رضی اللہ عنہ - قال قال رسول اللہ ﷺ من فطر

صائماً أو جهز غازياً فله مثل أجره . (شعب الإیمان للبیہقی ۳/۴۱۸، رقم: ۳۹۵۳،

مشکوٰۃ ۱۷۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۰/۶/۱۴۳۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۳۷/۳۹)

ہندوؤں کے یہاں افطار کرنے کا حکم

سوال: [۴۷۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان

شریف میں روزہ افطار کرانے کا رواج ہے جس میں ہندو لوگ بھی افطار کراتے ہیں، اور

مسلمان بھی اور وہ رشوت بھی لیتے ہیں، اور حرام و حلال میں پرہیز بھی نہیں کرتے ان کے

یہاں روزہ افطار کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: جزار احمد قاسمی، بھنڈیہ، سیتا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر مسلم کے یہاں ان کے عقیدہ اور دھرم کے

اعتبار سے شراب، رشوت، سود وغیرہ کا پیسہ حلال ہے اسلامی شریعت کے وہ پابند نہیں ہوتے،

لہذا غیر مسلم کی ملکیت میں جو مال ہے وہ اگر غیر مسلم مسلمان کو تحفہ میں پیسے کی شکل میں دیدے

یا کھانے کی شکل میں دیدے تو حلال اور جائز ہے، لہذا اگر غیر مسلم اپنے پیسے سے مسلمان کو

افطار کرائے تو جائز ہے، لیکن بہتر یہی ہے کہ افطار کرنے کیلئے غیر مسلم کے گھر نہ جایا جائے

بلکہ افطار کے سامان کا انتظام کر کے وہ غیر مسلم مسلمان کے گھر بھیج دے۔

أن بلالا قال لعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ إن عمالک یاخذون الخمر والخنازیر فی الخراج فقال لا تأخذ وھامنھم ولكن ولوھم بیعھا وخذوا أنتم من الثمن . (اعلاء السنن، کتاب الیوع، باب حرمة بیع الخمر والمیتة والخنزیر والأصنام، دارالکتب العلمیة بیروت ۱۴/۱۳۴، کراچی ۱۴/۱۱۱-۱۱۲)

فھذا عمر قد أجاز لأهل الذمة بیع الخمر والخنازیر وأجاز للمسلمین أخذ أثمانھما فی الجزیة والخراج وذلك بمحض من الصحابة ولم ینکر علیہ منکر . (اعلاء السنن کراچی ۱۴/۱۱۲، دارالکتب العلمیة بیروت ۱۴/۱۳۵)

اور اگر افطار کرانے والا مسلمان ہے اور وہ رشوت بھی لیتا ہے، تو دیکھا جائے اس کے یہاں حلال آمدنی زیادہ ہے یا حرام، یا حلال و حرام برابر ہے، اگر حرام آمدنی زیادہ ہے یا حلال کے برابر ہے تو اسکے یہاں افطار کیلئے نہ جائے، اور اگر حلال آمدنی زیادہ ہے تو اس کے یہاں افطار کیلئے جانا جائز ہے۔

آكل الربا و كاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام لا يقبل ولا يأكل مالم يخبره أن ذلك المال أصله حلال، وإن كان غالب ماله حلالاً لا بأس بقبول هديته والأكل منه . (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الكراهية، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضيافات، زکریا ۵/۳۴۳، جدید زکریا ۵/۳۹۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵ محرم ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۶۶۳۳۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۵/۱/۱۴۲۶ھ

غیر مسلموں کے یہاں روزہ افطار کرنے کا حکم

سوال: [۴۷۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی غیر مسلم رمضان المبارک میں بڑے اہتمام کے ساتھ روزہ داروں کا روزہ افطار کرائے تو کیا ہم لوگ وہاں جا کر روزہ افطار کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر غیر مسلم کے یہاں جا کر روزہ افطار نہیں کرنا چاہئے تو اس کی وجہ وضاحت فرمائیں؟

المستفتی: ظہیر احمد، وشال ٹیلر،

پیر کا بازار، سیوہارہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر یہ اندیشہ ہو کہ کل کو مسلمانوں کو غیر مسلموں کے مذہبی معاملہ میں شرکت کرنی پڑے گی اور ان کے مذہبی امور میں اعانت کرنی پڑے گی، تو وہاں افطار کرنے سے مسلمان اپنے کو باز رکھیں، اور اگر یہ بات نہیں ہے بلکہ غیر مسلم کا رخیر جھکرا افطار کا انتظام کرتا ہے، تو بلا کسی کراہت کے وہاں افطار کرنا جائز ہے، اور حلال ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۶۶۳، فتاویٰ دارالعلوم ۶/۶۳۵، ۶/۶۹۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۱۱/۲۷)

ہندو کی افطاری سے افطار کرنا

سوال: [۴۷۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان المبارک میں افطار کے وقت بہت سے ہندو لوگ مسجد میں روزہ کھولنے کی چیزیں مثلاً کیلا کھجور، انگور، سیب وغیرہ بھیجتے ہیں، تو روزہ دار کو ان کی بھیجی ہوئی چیزوں سے روزہ کی حالت میں لینا اور کھانا کیسا ہے؟ روزہ درست ہو یا نہیں؟ یہاں کے علماء کہتے ہیں کہ ان کی بھیجی ہوئی چیزوں سے روزہ میں کھا سکتے ہیں، لہذا اس کا بھی جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: محمد خواجہ نیو جنتا،

سامیل اودگیر، ضلع: لاہور، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہندو کی افطاری سے افطار کرنا مسلمان کیلئے جائز

ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۸۳، فتاویٰ دارالعلوم ۶/۴۹۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۶ رذیقعدہ ۱۴۱۲ھ

۱۴۱۲/۱۱/۲۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۹۹)

غیر مسلم کے یہاں افطاری کرنے والے کے روزہ کا حکم

سوال: [۴۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی

ہندو کسی مسلمان کو افطار کرائے تو اس مسلمان کا روزہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: حافظ عبدالرشید، کاشی پور، مین تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: روزہ صحیح ہو جائے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم

دیوبند ۶/۴۹۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ شوال ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۹۳۴)



۴ / باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد

پائریا کے مریض کا خون پیٹ میں جانا

سوال: [۴۷۴، ۴۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کو پائریا کی بیماری ہے اکثر اوقات مسوڑھوں سے اتنا خون نکلتا ہے، کہ خون تھوک پر غالب آجاتا ہے، اور روزے کی حالت میں پیٹ کے اندر بھی چلا جاتا ہے، تو زید کا روزہ صحیح ہے یا نہیں اور بیماری مسلسل رہنے کی وجہ سے قضاء کرنے میں بھی یہی صورت حال رہتی ہے، تو زید کس طرح روزہ رکھے اور رکھے گئے روزوں کے بارے میں کیا کرے؟ شریعت کی رو سے جواب دیکر ممنون فرمائیں کرم ہوگا؟

المستفتی: سلیم اللہ، منی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب مسوڑھوں سے غیر اختیاری طور پر خون نکلتا رہتا ہے، اور غیر اختیاری طور پر بے خیالی میں نگل بھی جاتا ہے، تو روزہ کی حالت میں اس طرح غیر اختیاری طور پر مسوڑھے کا خون پیٹ میں چلا جانا مفسد صوم نہیں ہے، نیز یہ چیزیں منہ کے باہر کی نہیں ہیں، بلکہ منہ کے اندر کی ہیں، ان کے پیٹ میں جانے کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۳/۱۰۹، جدید زکریا ۷/۲۵۹)

وما لیس بمقصود بالأکل ولا یمكن الا حتراز عنه كالزباب إذا وصل إلى جوف الصائم لم یفطره - ولو دخل حلقه غبار الطاحونة أو طعم الأدوية أو غبار الهرس وأشباهه أو الدخان أو ماسطع من غبار التراب بالريح أو بحوافر الدواب وأشباه ذلك لم یفطره كذا فی السراج الوہاج الدموع إذا دخلت فم الصائم إن كان قليلاً كالقطرة والقطرتين أو نحوها لا یفسد صومه . (عالمگیری، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد

زکریا ۱/۲۰۳، جدید زکریا ۱/۲۶۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶ھ/۷/۲۱

۱۴۲۶ھ/۷/۲۱

(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۰۳/۳۸)

روزہ میں تمباکو پاؤڈر سے تیار شدہ ٹوتھ پیسٹ کا استعمال

سوال: [۴۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایکو Ipco تمباکو پاؤڈر سے تیار شدہ ٹوتھ پیسٹ ہے ایک شخص کی عادت اتنی مضبوط ہے کہ مذکورہ توٹھ پیسٹ سے دانت صاف کئے بغیر پاخانہ صاف نہیں ہوتا، اگر استعمال ترک کر دے تو قبض کی شکایت پیدا ہوتی ہے، مذکورہ ٹوتھ پیسٹ میں ذائقہ بھی ہوتا ہے، لیکن اس کے استعمال سے پیسٹ کے معدہ میں اترنے کا امکان نہیں ہوتا ہاں اتنا ضرور ہے کہ جسمانی رگیں اسکے استعمال کی عادی ہو گئی ہیں، کہ اس سے دانت صاف کئے بغیر جسم میں چستی انبساط پیدا نہیں ہوتا، مذکورہ توٹھ پیسٹ کا فارمولا والا کاغذ بھی ساتھ شامل ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا بحالت صوم استعمال ہو سکتا ہے؟ اگر استعمال کرے تو روزہ فاسد ہو جائیگا، جو بھی حکم ہو جو اب ارسال فرمائیں۔ عین کرم ہوگا

المستفتی: ولی بن احمد فلاحی، ضلع: بھروچ، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر اس کا اثر حلق سے نیچے اتر جاتا ہے، تو روزہ فاسد ہو جائیگا اور اگر حلق کے اندر داخل نہیں ہوتا ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، مگر مکروہ ہوگا، لہذا روزہ کی حالت میں اس کا استعمال ممنوع ہی ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۲۹)

عن عطاء قال: ولا يمضغ العلك، فإن ازدر دريق العلك لا أقول

أنه يفطر، ولكنه ينهي عنه. (صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب قول النبي ﷺ

إذا توضأ فليستشقق بمنحره الماء ۱/۲۵۹)

و کرہ له ذوق شیئی و کذا مضغه وفي الشامیة الظاهر أن الكراهة في هذه الأشياء تنزيهية . (الدر المختار مع الشامی، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسده، مطلب فیما یکرہ للصائم کراچی ۲/۴۱۶، زکریا ۳/۳۹۵، ہندیہ زکریا ۱/۹۹، جدید مکتبہ زکریا ۱/۲۶۶، الباب الرابع فیما یفسد و ما لا یفسد) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۸/۱۱/۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

کیم رز یقعدہ ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۴۸۹/۳۳)

روزہ میں گل منجن کرنا

سوال: [۴۷۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ روزے کی حالت میں ایسے منجن کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ جو تمباکو اور دیگر اشیاء سے ملا کر بنایا گیا ہو، جبکہ اس میں ایک قسم کی حدت اور تیزی ہونے کے ساتھ ساتھ قدرے نشہ بھی ہوتا ہے، جس کو نس اور گل سے تعبیر کرتے ہیں، ایک عالم صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، لہذا اس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ بات کہاں تک درست ہے، جواب باصواب سے نواز کر شکریہ کا موقع دیں؟

المستفتی: محمد اکبر، منگروں، پیرآکولہ، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: روزے کی حالت میں اس منجن کے استعمال کرنے سے متعلق قدرے تفصیل ہے، وہ یہ کہ منجن کرنے کی وجہ سے اس کے ذرات وغیرہ حلق میں نہ جائیں، تو ایسی صورت میں منجن ملنا صرف خلاف اولیٰ یعنی مکروہ تنزیہی ہے، چاہے منجن تیز ہو یا نہ ہو، لہذا مذکورہ عالم کا مکروہ تنزیہی کہنا صحیح اور درست ہے، ہاں البتہ اس منجن کے کرنے سے حلق میں کوئی ذرات نہ پہنچیں پھر بھی اس سے نشہ اور سکر پیدا ہوتا ہے، تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر کوئی ذرہ پیٹ میں چلا جائے، تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

عن عطاء قال: ولا يمضغ العلك، فإن ازدرد ريق العلك لا أقول أنه يفطر، ولكنه ينهى عنه. (صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب قول النبي ﷺ إذا توضأ فليستنشق بمنحره الماء ۲۵۹/۱)

وكره له ذوق شئى وكذا مضغه بلا عذر وفي الشامية: إن الكراهة في هذه الأشياء تنزيهية. (شامى، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم، وما لا يفسده كراچى ۴۱۶/۲، زكريا ۳/۳۹۵)

وكره مضغ علك أبيض ممضوغ ملتئم وفي الشامية: قال للقطع بأنه معلل بعدم الوصول، فإن كان مما يصل عادة حكم بالفساد لأنه كالمتيقن. (شامى، كراچى ۴۱۶/۲، زكريا ۳/۳۹۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رجب ۱۴۲۷ھ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴ رجب ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۰۷۲۳۸)

روزے میں انجکشن، گلوکوز اور خون چڑھانا

سوال: [۴۷۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (الف) کس قسم کے انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے۔

(ب) گلوکوز اور خون چڑھوانے سے روزہ میں کوئی نقص تو نہیں آتا؟

المستفتی: محمد یونس، پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (مستفاد:

فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۱/۸۷، جدید ڈیجیٹل ۱۵۳/۱۰)

وأما ما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ عن غير المخارق الأصلية بأن داوى الجائفة والآمة، فإن داواها بدواء يابس لا يفسد. (بدائع الصنائع، كتاب الصوم، فصل في فساد الصوم، زكريا ۲/۴۳، قدیم ۲/۹۳)

(۲) گلوکوز اور خون چڑھوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے، جبکہ براہ راست خون معدہ میں داخل نہ کیا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۳/۱۲۳، جدید ڈائجیل ۱۰/۱۲۸، ایضاح المسائل/۸۴)

وأكثر المشائخ اعتبروا الوصول إلى الجوف في الجائفة والآمة إن عرف أن اليابس وصل إلى جوف يفسد صومه بالاتفاق ، وإن لم يعرف أن الرطب لا يصل إلى الجوف لا يفسد . (الفتاوى التاتارخانية ، زكريا ۳/۳۷۹، رقم: ۴۶۲۹)

(۳) روزہ دار اپنا خون نکلوا کر دیدے تو روزہ فاسد نہ ہوگا، ہاں البتہ اس سے سخت کمزوری کا خطرہ ہے تو مکروہ ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳/۴۲۵، ایضاح المسائل/۸۷، جواہر الفقہ قدیم/۱/۳۷۹، جدید زکریا ۳/۵۱۹)

عن ثابت البناني قال : سئل أنس بن مالك أكتتم تکرهون الحجامة للصائم؟ قال لا ، إلا من أجل الضعف . (صحيح البخارى ، الصوم باب الحجامة والقيئى للصائم ۱/۲۶۰، رقم: ۱۸۹۹، ف: ۱۹۴۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۱۲/۹/۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶۱۹/۳۱)

روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانا اور گلوکوز چڑھوانا

سوال: [۴۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ انجکشن لگوانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ نیز گلوکوز کی بوتل چڑھوانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جواب سے نوازیں؟

المستفتی: عبدالکریم، بردوانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: انجکشن اور گلوکوز سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔ (مستفاد:

فتاویٰ محمودیہ ۱۴۳/۳، جدید ڈائجیل ۱۰/۱۴۸)

الموجود في حلقه أثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن
والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ . (شامی، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد،
مطلب یکره السر إذا خاف فوت الصبح، زکریا ۳/۳۶۷، کراچی ۲/۳۹۵، کوئٹہ
۲/۱۳۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷/رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۰۰۷۲۳)

روزہ دار کا انجکشن لگوانا یا خون نکلوانا

سوال: [۴۷۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر جسم
سے ٹیسٹ کیلے خون لیا جائے یا انجکشن لگایا جائے تو اس سے روزہ اور وضو میں تو کوئی اثر نہیں
ہوگا، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے مستفیض فرمائیں؟

المستفتی: محمد فرمان، محلہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر انجکشن سے داخل کیا جائے تو روزہ اور وضو پر

کوئی اثر نہیں ہوگا، روزہ اور وضو بدستور باقی رہیں گے۔

وأما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ عن غير المخارق الأصلية بأن
داوى الجائفة والآمة فإن داواها بدواء يابس لا يفسد لأنه لم يصل إلى
الجوف ولا إلى الدماغ الخ . (بدائع الصنائع، كتاب الصوم، فصل في فساد الصوم،
زکریا ۲/۴۳، قدیم ۲/۹۳)

اور اگر خون بدن سے نکل جائے تو روزہ باقی رہے گا اور وضو ٹوٹ جائے گا۔

عن ثابت البناني قال: سئل أنس بن مالك أكتتم تکرهون الحجامة

للصائم؟ قال: لا، إلا من أجل الضعف. (صحيح البخارى، الصوم، باب الحجامة والقيئى للصائم ۱/۲۶۰، رقم: ۱۸۹۹، ف: ۱۹۴۰)

عن ابن عباس أنه ذكر عند ه الوضوء من الطعام، قال الأعمش مرة: الحجامة للصائم فقال: إنما الوضوء مما يخرج وليس مما يدخل، وإنما الفطر مما دخل وليس مما خرج. (السنن الكبرى للبيهقى، دارالفكر بيروت ۶/۳۱۲، رقم: ۸۳۴۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۱ھ / ۲۲

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ رجب الثانی ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۱۹۰)

گلوکوز چڑھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال: [۴۷۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ روزہ میں گلوکوز چڑھوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے؟ اگر نہیں ہوتا ہے تو اشکال کیا جا رہا ہے کہ جب طاقت کا انجکشن جو معدہ اور دماغ میں براہ راست پہنچتا ہونہ لگوانا چاہئے تو گلوکوز تو بدن کو پوری طاقت دیتا ہے، بلکہ خوراک کا پورا کام کرتا ہے، تو اس سے روزہ میں کیسے فساد نہیں آ سکتا بہت سے مریضوں کو تو خوراک کے بجائے گلوکوز کے سہارے ہی طاقت پہنچائی جاتی ہے؟

المستفتی: محمد ابراہیم، صدر: منظمہ کمیٹی،

جامع مسجد احمد گدھ پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: گلوکوز نسوں کے ذریعہ سے چڑھایا جاتا ہے، اور معدہ میں براہ راست انجکشن لگا کر معدہ اور آنتوں میں دوپہونچانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، اور گلوکوز سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ براہ راست معدہ میں پہنچانے کی وجہ سے روزہ فاسد ہوتا ہے اور نسوں میں طاقت کی چیزیں پہنچنے سے روزہ

فاسد نہیں ہوتا ہے، دونوں میں فرق ہے، چاہے نسوں میں گلوکوز چڑھانے سے طاقت پہنچتی ہو اور اس سے معرہ کو بھی قوت پہنچتی ہو۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۸۴)

قال فی النهر: لأن الموجود فی حلقه أثر داخل من المسام الذی هو خلل البدن، والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ للا تفاق علی أن من اغتسل فی ماء فوجد برده فی باطنه أنه لا یفطر. (فتاویٰ شامی، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم، وما لا یفسد کراچی ۲/۳۹۵، زکریا ۳/۳۶۷)

وما یدخل من مسام البدن من الدهن لا یفطر. (ہندیہ، زکریا قدیم ۱/۲۰۳، جدید ۱/۲۶۶)

والداخل من المسام لا ینافی کما لو اغتسل بالماء البارد. (ہدایہ، اشرفی دیوبند ۱/۲۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ شعبان ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۳۹۹)

بحالت صوم آنکھوں میں دوا ڈالنا

سوال: [۴۷۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بحالت صوم آدمی آنکھوں میں دوا ڈال سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالکریم، بردوانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ڈال سکتا ہے، اس سے فاسد نہیں ہوگا۔

طعم الکحل أو الدهن (إلی قوله) لا یفطر الخ. (ہندیہ، زکریا ۱/۱۹۹)
وأما إذا اکتحل أو أقطر بشیء من الدواء فی عینہ لا یفسد الصوم

عندنا، وإن وجد طعم ذلك في حلقه. (الفتاویٰ التاتارخانیة زکریا ۳/۳۷۹، رقم: ۴۶۳۰، ہندیہ زکریا ۱/۲۰۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷ رمضان ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۰۰۲۳)

روزہ کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈالنا

سوال: [۴۷۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ روزے کی حالت میں آنکھ کے اندر دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، یا مکروہ ہو جاتا ہے یا نہیں۔
المستفتی: احمد عارفی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: روزہ کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی مکروہ ہوتا ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۸۵)
وأما إذا اكتحل أو أقطر بشيء من الدواء في عينه لا يفسد الصوم عندنا وإن وجد طعم ذلك في حلقه. (الفتاویٰ التاتارخانیة، الفصل الرابع فی ما يفسد الصوم، زکریا ۳/۳۷۹، رقم: ۴۶۳۰)

ولو أقطر شيئاً من الدواء في عينه لا يفطر صومه عندنا، وإن وجد طعمه في حلقه. (ہندیہ، زکریا ۱/۲۰۳، جدید مکتبہ زکریا ۱/۲۶۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۹/۲ھ

۱۴۱۳/۹/۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۳۲/۲۸)

کیا کان میں دوا ڈالنا منفسد صوم ہے؟

سوال: [۴۷۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کان میں دواؤں کا نامفسد صوم ہے یا نہیں؟ جدید تحقیقات یوں کہتی ہیں، کہ کان میں کوئی ایسا مفہد نہیں ہے، جس سے کان میں ڈالی ہوئی دوا جو ف دماغ تک پہنچے تو کیا اب اس تحقیق کے مطابق یہ کہا جائے گا کہ کان میں دواؤں کا نامفسد صوم نہیں ہے جبکہ قدیم فقہاء اس کو مفسد صوم کہتے ہیں۔

المستفتی: عمران بہاری، انگلڈشور، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور جدید تحقیق سے جو روزہ کا نہ ٹوٹنا ثابت کیا جاتا ہے، اس کا اعتبار نہیں اور قدیم فقہاء کی محتاط رائے وہی ہے جو اوپر درج کی گئی ہے، اسی پر فتویٰ ہے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۸۷/۲)

ومن احتقن أو استعط أو أقطر في أذنه دهنًا أقطر ولا كفارة عليه الخ. (ہدایہ، کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء والكفارة، اشرفی دیوبند ۱/۲۲۰، مکتبہ بلال دیوبند ۱/۳۷۴، مراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند/۶۷۲، مجمع الأنهر، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۵۶)

إذا استعط أو أقطر في أذنه إن كان شيئاً يتعلق به صلاح البدن نحو الدهن والدواء يفسد صومه من غير كفارة، وإن كان شيئاً لا يتعلق به صلاح البدن كالماء، قال مشائخنا: ينبغي أن لا يفسد صومه. (الفتاویٰ التاتار خانیة، زکریا ۳/۳۷۷، ۴۶۲۰، الدر المختار مع الشامی، کراچی ۲/۴۰۲، زکریا ۳/۳۷۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رزی الحجہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۵۶۴/۳۹)

روزہ کی حالت میں خون دینا

سوال: [۴۷۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر میں روزہ دار ہوں اور روزہ کی حالت میں کسی کو خون نکلا کر دوں تو میرا روزہ ٹوٹ جائے گا نہیں؟
المستفتی: منزل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: روزہ کی حالت میں خون نکلانا مفسد نہیں البتہ اگر ایسے ضعف کا خطرہ ہو کہ روزہ کی طاقت نہ رہے گی، تو اس صورت میں مکروہ ہے۔
(مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۴۲۵)

عن ابن عباس أنه ذكر عنده الوضوء من الطعام، قال الأعمش: مرة والحجامة للصائم فقال: إنما الوضوء مما يخرج وليس مما يدخل، وإنما الفطر مما دخل وليس مما خرج. (السنن الكبرى لبيهقي، دار الفكر بيروت ۳۱۲/۶، رقم: ۸۳۴۶)

عن ثابت البناني قال: سئل أنس بن مالك أكنتم تكرر هون الحجامة للصائم؟ قال: لا، إلا من أجل الضعف. (صحيح البخاري، الصوم، باب الحجامة والقيئ للصائم ۱/۲۶۰، رقم: ۱۸۹۹، ف: ۱۹۴۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۰ھ/۲۰۱۳

(الف فتویٰ نمبر: ۴۳۴/۶۰۷)

روزہ کی حالت میں بدن میں خون یا گلوکوز چڑھانا

سوال: [۴۷۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ روزہ کی حالت میں خون چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح کمزوری کی وجہ سے گلوکوز چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: احسان الحق قاسمی، سیتا پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: روزہ کی حالت میں بدن میں خون چڑھوانا جائز ہے، اسی طرح گلوکوز چڑھوانا بھی جائز ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیوں کہ روزہ معدہ یا دماغ میں کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے اور بدن کے کسی راستے سے پیٹ میں کوئی چیز پہنچانے سے ٹوٹتا ہے، مثلاً: سہیلین سے یا منھ سے ناک سے کان سے کوئی چیز داخل کی جائے، تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور بدن میں خون چڑھوانے سے خون دماغ یا معدہ میں داخل نہیں ہوتا ہے، بلکہ رگوں کے واسطے سے جسم میں پہنچتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۰/۱۳۶، میرٹھ ۱۵/۲۱۷، امداد الفتاویٰ ۲/۱۴۴، احسن الفتاویٰ ۴/۴۳۲)

وأما ما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ عن غير المخارق الأصلية
بأن داوى الجائفة والآمة فيان داواها بدواء يابس لا يفسد - وإن داواها
بدواء رطب يفسد عند أبي حنيفة وعندهما لا يفسد هما اعتبر المخارق
الأصلية لأن الوصول إلى الجوف من المخارق الأصلية متيقن به ومن
غيرها، مشكوك فيه فلا نحكم بالفساد مع الشك. (بدائع الصنائع، كتاب
الصوم، مفسداته زكريا ۲/۲۴۳)

هذا يدل على أن استقرار الداخل في الجوف شرط فساد الصوم.
(بدائع الصنائع، زكريا ۲/۲۴۴)

وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر. (ہندیہ، زکریا ۱/۲۰۳،
جدید زکریا دیوبند ۱/۲۶۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ صفر ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۵۴/۴۰)

روزہ کی حالت میں انجکشن لگا کر ڈاڑھ نکالنا

سوال: [۴۷۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ روزہ

کی حالت میں ڈاڑھ نکلوانا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ ڈاڑھ نکالنے سے پہلے مسوڑھے میں انجکشن بھی لگاتے ہیں، اور جب ڈاڑھ نکل جاتی ہے، تو خون بھی نکلتا ہے؟

المستفتی: عبداللہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: روزہ کی حالت میں ڈاڑھ نکالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ خون حلق میں نہ گیا ہو، اور روزہ کی حالت میں انجکشن لگانا بھی جائز ہے، لہذا مسوڑھے میں جو انجکشن لگایا گیا ہے، اس کی وجہ سے روزہ میں کوئی فرق نہیں آیا، نیز خروج دم بھی ناقض صوم نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۴۱۴، ایضاح المسائل/۸۵، احسن الفتاویٰ ۴/۴۳۷)

خرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه ومن هذا يعلم حكم من قلع
ضرسه في رمضان ودخل الدم إلى جوفه في النهار ولونائماً فيجب عليه
القضاء. (شامی، زکریا ۳/۳۶۸، کراچی ۲/۳۹۶)

الدم إذا خرج من الأسنان ودخل حلقه إن كانت الغلبة للبزاق لا
يضره، وإن كانت الغلبة للدم يفسد صومه. (ہندیہ زکریا ۱/۲۰۳، خانیہ ہامش
الہندیہ زکریا ۱/۲۰۸، ہندیہ جدید زکریا دیوبند ۱/۲۶۶)

وأما ما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ من غير المخارق الأصلية -
وإن داواها بدواء رطب يفسد عند أبي حنيفة وعندهما لا يفسد هما اعتباراً
المخارق الأصلية لأن الوصول إلى الجوف من المخارق الأصلية متيقن به
وعن غيرهما مشكوك فيه فلا نحكم بالفساد مع الشك. (بدائع الصنائع،
زکریا ۲/۴۳۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۵۵)

روزے کی حالت میں آپریشن کرانا

سوال: [۴۷۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ روزے کی حالت میں آپریشن کرانے سے روزہ باقی رہے گا یا ختم ہو جائیگا، اور اس آپریشن میں اس کے منہ میں کوئی چیز نہیں گئی؟

المستفتی: ربیع الاسلام، ضلع چلپائی گڑھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: روزے کی حالت میں آپریشن کرانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، کیونکہ روزے میں معدے کے اندر کوئی چیز داخل ہونے سے روزہ ٹوٹتا ہے، اور آپریشن میں کوئی چیز معدے میں نہیں گئی ہے۔ (مستفاد: محقق و مدلل جدید مسائل/۱۸۲)

ولو شد الطعام بخيط وأرسله في حلقه و طرف الخيط في يده لا يفسد

الصوم إلا إذا انفصل. (البحر الرائق، مكتبة زكريا ۲/۴۸۷، البحر الرائق، كوثه ۲/۲۷۹)

وكذا لو ابتلع خشبة أي عودا من خشب إن غاب في حلقه أفطر وإلا فلا - مفاده - وهو أن مادخل في الجوف إن غاب فيه فسد وهو المراد بالاستقرار، وإن لم يغب بل بقى طرف منه في الخارج أو كان متصلاً بشيء خارج لا يفسد لعدم استقراره. (شامی، زکریا ۳/۳۶۹، کراچی ۳۹۷/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲/رجب ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۶۱۵/۴۱)

حالت صوم میں ڈائیلیسس کرانا

سوال: [۴۷۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ روزہ کی حالت میں ڈائیلیسس کرانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ڈائیلیسس میں مشین کے ذریعہ سے

خون کی صفائی ہوتی ہے، کوئی خارجی چیز بدن میں اس طرح داخل نہیں کی جاتی ہے، جو بدن کے اندر رہ جائے یا اسکے ذریعہ سے روزہ دار کو کسی طرح کا غذائی فائدہ ہوتا ہو، اسلئے مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ اسکے بارے میں حکم شرعی واضح فرمادیں؟
المستفتی: سمیح الدین، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: روزہ کی حالت میں ڈائیلیس کرانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور ڈائیلیس کی دو شکلیں ہیں۔

(۱) ڈائیلیس کی ایک شکل یہ ہوتی ہے، کہ بدن کے اندر کا خون مشین اپنے اندر کھینچ کر لے لیتی ہے، پھر اسی خون کو صاف کرتی ہوئی دوسری طرف سے بدن کے اندر داخل کرتی جاتی ہے، اور یہی شکل عام طور پر رائج ہے۔

(۲) ڈائیلیس کی دوسری شکل یہ ہوتی ہے کہ بدن کی کھال کاٹ کر اسکے اندر ایک تھیلی جیسی رکھی جاتی ہے، اور تھیلی کے پائپ کا منہ بدن کے باہر ہوتا ہے، اور پائپ کے منہ کے ذریعہ سے اس تھیلی کے اندر کیمیکل ڈال دیا جاتا ہے، پھر بارہ گھنٹہ کے اندر یہ کیمیکل خون کے خراب مادہ کو اپنے اندر جذب کرتا جاتا ہے، اور بارہ گھنٹہ کے بعد یہ کیمیکل جس نے خراب مادہ کو اپنے اندر جذب کیا ہے، اسی پائپ کے راستے سے نکال لیا جاتا ہے، پھر اسے نکالنے کے بعد نیا کیمیکل اس میں ڈال دیا جاتا ہے، اور یہ کیمیکل بارہ گھنٹہ میں اپنا کام کر لے گا، ڈائیلیس کی یہ شکل بہت ہی کم رائج ہے، اسلئے کہ اس شکل میں بہت زیادہ پیسہ خرچ ہوتا ہے، ڈائیلیس کی ان دونوں شکلوں پر غور کرنا ہے کہ ان میں مفسد صوم یعنی روزہ کو فاسد کرنے والا کوئی عمل پایا گیا یا نہیں؟ تو ظاہر بات ہے کہ بدن کے فطری راستے میں سے کسی راستے کے ذریعہ سے اندر کوئی چیز نہیں پہنچائی گئی، اسلئے ڈائیلیس کی دونوں شکلیں روزہ کی حالت میں جائز ہیں، ان میں سے کوئی بھی شکل روزہ کی حالت میں اختیار کی جائے روزہ فاسد نہیں ہوگا، بدستور باقی رہے گا۔

وأما ما وصل إلى الجوف أو الدماغ عن غير المخارق الأصلية بأن
داوى الجائفة والآمة فإن داواها بدواء يابس لا يفسد لأنه لم يصل إلى
الجوف ولا إلى الدماغ. (بدائع الصنائع، زكريا ۲/۴۳)

ومفاده أن استقرار الداخل في الجوف شرط للفساد أي مفاد
ما ذكر متناو وشرحاً وهو أن ما دخل في الجوف إن غاب فيه فسد وهو
المراد بالاستقرار وإن لم يغيب بل بقي طرف منه في الخارج أو كان
متصلاً بشئى خارج لا يفسد لعدم استقراره. (شامى، زكريا ۳/۳۶۹، كراچى
۲/۳۹۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۵ھ/۲۲۱

(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۴۳۵)

بحالت صوم پتہ کا آپریشن

سوال: [۴۷۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ روزہ
کی حالت میں پتہ کا آپریشن کر کے پتہ نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا اس سے روزہ ٹوٹے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: روزہ کی حالت میں پتہ کا آپریشن جائز ہے، اس
سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ کیونکہ روزہ معدہ میں کسی چیز کے جانے سے ٹوٹتا ہے اور اس آپریشن میں
معدہ میں کوئی چیز نہیں پہنچتی۔

وأكثر المشائخ اعتبروا الوصول إلى الجوف في الجائفة والآمة
، إن عرف أن اليابس وصل إلى الجوف يفسد صومه بالاتفاق ، وإن لم
يعرف أن الرطب لا يصل إلى الجوف لا يفسد . (الفتاوى التاتارخانية، زكريا
۳/۳۷۹، رقم: ۴۶۲۹)

وفى دواء الجائفة والآمة أكثر المشائخ على أن العبرة للوصول إلى

الجوف أو الدماغ لا لكونه رطباً أو يابساً. (ہندیہ، زکریا ۱/۴، ۲۰، بدائع قدیم
۹۳/۲، زکریا ۲/۴۳، جدید مکتبہ زکریا ۱/۲۶۶، شامی زکریا ۳/۳۷۶، کراچی
۲/۴۰۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۵/۲/۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۴۵۳)

حالت صوم میں پھینچنے سے پانی نکالنا

سوال: [۴۷۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حالت
صوم میں پھینچنے سے پانی نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: روزہ کی حالت میں پھینچنے سے پانی نکالنا جائز
ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیوں کہ روزہ معدہ میں کسی چیز کے داخل ہونے سے
ٹوٹتا ہے، اور پھینچنے سے پانی نکالنے میں معدہ کا کوئی واسطہ نہیں ہے، اور اس سے معدہ
و پھینچنے میں کوئی چیز داخل نہیں ہوتی، بلکہ اس سے نکالی گئی ہے، اسلئے روزہ نہیں ٹوٹے
گا۔ (مستفاد: محقق و مدلل جدید مسائل/۱۸۲)

لو ابتلع خشبة أو خيطاً ولو فيه لقمة مربوطة إلا أن ينفصل منها
بشيء ومفاده أن استقرار الداخل في الجوف شرط للفساد (تحتہ فی
الشامی) مفاده أي مفاد ذكر متنا وشرحا وهو أن مادخل في الجوف إن
غاب فيه فسد وهو المراد بالاستقرار، وإن لم يغب بل بقي طرف منه في
الخارج أو كان متصلاً بشيء خارج لا يفسد لعدم استقراره. (شامی، کتاب

الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد زکریا ۳/۳۶۹، کراچی ۲/۳۹۷)

والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ. (شامی، زکریا ۳/۳۶۷، کراچی ۲/۳۹۵)

فساد الصوم متعلق بالدخول شرعاً. (بدائع الصنائع، زکریا ۲/۲۴۲) .
 هذا يدل على أن استقرار الداخل في الجوف شرط فساد الصوم .
 (بدائع الصنائع، زکریا ۲/۲۴۴)

عن ابن عباس رضي الله عنه أنه ذكر عنده الوضوء من الطعام قال
 الأعمش مرة : والحجامة للصائم، فقال: إنما الوضوء مما يخرج وليس
 مما يدخل وإنما الفطر مما دخل وليس مما خرج. (سنن كبرى يهقي، دارالفكر
 بيروت ۳۱۲/۶، رقم: ۸۳۴۶، مصنف ابن أبي شيبة، موسسه علوم القرآن بيروت ۴/۲۱۶،
 رقم: ۹۴۱۱، مجمع الزوائد دارالكتب العلمية بيروت ۳/۶۷۱)

قال ابن عباس وعكرمة الفطر مما دخل وليس مما خرج وكان ابن
 عمر يحتجم وهو صائم . (صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب الحجامة والقيء
 للصائم الخ- ۱/۲۶۰) فقط الله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۴ رجب الثانی ۱۴۳۵ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۹۴)

روزہ کی حالت میں انہیلر کا استعمال

سوال: [۴۷۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں
 تنفس (دمہ) کا مریض ہوں تقریباً تیس (۳۰) سال سے مجھے یہ مرض لاحق ہے ابتداءً یہ
 ایک موسمی مرض تھا، یعنی صرف موسم سرما میں لاحق ہوتا تھا اور اثناء مرض دو استعمال کرنے اور
 ٹھنڈی چیزوں سے پرہیز کرتے رہنے سے رفتہ رفتہ کم ہو جاتا تھا، حقیقت میں غذائی اشیاء
 میں بعض چیزیں طبیعت کے لئے ناموافق بن جانے سے غذا جزو بدن نہ بن کر بلغمی رطوبات
 بن جانے سے یہ مرض پیدا ہوتا ہے۔

جوں جوں عمر بڑھتی جا رہی ہے، اور قوت مدافعت کم ہوتی جا رہی ہے، یہ مرض موسمی نہ

رہا بلکہ سال بھر وقتاً فوقتاً حملہ کرتا رہتا ہے، علاوہ ازیں اب کوئی دوا بھی مفید ثابت نہیں ہوتی ہے، بلکہ تنفس کم ہونے کیلئے دوا کھائی جاتی ہے، تو دوسری مختلف قسم کی بیماریاں مثلاً کھجلی وغیرہ پیدا ہو جاتی ہیں، اور نئے امراض کے ذریعہ کیلئے دوا کھاتا ہوں تو پھر تنفس غالب ہو جاتا ہے، اور طبیعت کا توازن ہی اب قائم نہ رہا۔

ایسی صورت میں صرف ایک دوا جس کو انگریزی میں (INHALER) انہیلر کہا جاتا ہے، کچھ وقتی فائدہ دیتی ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ انگریزی دواؤں کا مرکب ایک ڈبہ میں رکھا ہوا ہے اور تنفس کے غلبہ کے وقت پمپ مارنے سے دوا ہوا بن کر منہ کے ذریعہ پھیپھڑے کو پہنچ جاتی ہے، اور بلغم ہٹ کر دم لینے میں سہولت ہو جاتی ہے، باقی اس سے معدہ کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اگر یہ دوا پمپ کے ذریعے نہ پہنچائی جائے تو معمولی نہیں بلکہ انتہائی تکلیف کے ساتھ سانس لینا پڑتا ہے۔

یہ تنفس روزہ کی حالت میں بھی جیسا کہ اوپر کی تفصیل سے واضح ہوتا ہے، حملہ کرتا ہے، اور روزہ کی حالت میں ایک دو مرتبہ پمپ کے ذریعہ پھیپھڑے کو دوا نہ پہنچائی جائے تو روزہ میں بڑی دقت ہوتی ہے، بلکہ جان کا بھی خطرہ ہے، حقیقت میں یہ دوا معدہ تک نہیں جاتی بلکہ صرف پھیپھڑے کے اندر جا کر کام کرتی ہے، جیسا کہ اس ملحق کاغذ کے نقشہ سے پتہ چلتا ہے۔

(۱) اب سوال یہ ہے کہ مجھ جیسے مریض کیلئے روزہ کی حالت میں ایک دو مرتبہ انتہائی مجبوری کے سبب پمپ کے ذریعہ دوا پہنچا کر روزہ کو مکمل کرنا جائز ہے یا اس طرح کرنے سے روزہ فاسد ہو کر مجبوری کے سبب سے فدیہ دیدینا کافی ہے؟

(۲) میری عمر تقریباً پچپن (۵۵) سال کی ہے، بلوغ کے بعد سے تقریباً اب تک غفلت یا مرض کے سبب بہت سے روزے فوت ہو گئے ہیں، اندازاً اسی سال کے روزوں کی قضا لازم ہے، ایسی صورت میں مجھ پر ان تمام کا فدیہ اب دینا لازم ہے یا نہیں؟ جبکہ میں ایک اسکول میں بحیثیت ٹیچر ایک ملازم ہوں اور ماہانہ تقریباً پانچ ہزار روپے کی آمدنی ہے۔

المستفتی: فضل الرحمن غفر اللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: انہیلر کے ذریعہ سے دمہ کے مرض میں پھیپھڑے سے سانس کے آنے جانے کی نالی کھل جاتی ہے، اور آسانی کے ساتھ اسکے ذریعہ سے سانس جاری ہو جاتا ہے، اور دمہ کے مریض کی اس کے استعمال کے بغیر خطر ناک حالت ہو جاتی ہے، اور اس کے استعمال کے بغیر روزہ رکھنا اسکے لئے ممکن نہیں ہے، تو ایسی مجبوری کی صورت میں اگر وہ صاحب استطاعت ہے، تو انہیلر کے استعمال کے ساتھ روزہ بھی رکھے اور احتیاطاً فدیہ بھی دیتا رہے، اور اگر صاحب استطاعت نہیں ہے، تو انہیلر کے استعمال کے ساتھ روزہ رکھتا رہیگا، اور روزہ ترک نہ کرے جیسا کہ سلسل البول اور انفلات ریح کی حالت میں مجبوری کی وجہ سے نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے، حالانکہ خروج ریح اور خروج بول دونوں کی وجہ سے نماز اور وضو دونوں فاسد ہو جاتے ہیں، مگر مجبوری کی وجہ سے اس کے لئے جائز قرار دیئے گئے ہیں، اور انہیلر کا استعمال ایسا ہے، جیسا کہ تیز خوشبو کا استعمال ہے، جیسے تیز خوشبودل و دماغ ہر جگہ محسوس ہوتی ہے، اور بعض دفعہ تیز خوشبو کا استعمال سے آدمی نزلہ کا مریض ہو جاتا ہے، مگر اس کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا ایسا ہی انہیلر کا استعمال بھی ہے، کہ اس سے صرف سانس کی نالی کھل جاتی ہے، جوف معدہ سے اس کا تعلق نہیں ہوتا ہے، بلکہ صرف پھیپھڑے تک محدود رہتا ہے، اس لئے دمہ کے مریض کیلئے اسکے استعمال کے ساتھ روزہ رکھنے کی گنجائش ہے، اور بلوغ کے بعد سے جتنے روزہ غفلت یا مرض کی وجہ سے فوت ہو گئے ہیں، ان سب روزوں کی قضاء لازم ہے اور ان روزوں کی قضاء کرتے ہوئے اگر انہیلر کے استعمال کی ضرورت پڑے تو اس کی گنجائش ہے۔

و صاحب عذر من به سلس البول أو استطلاق بطن أو انفلات ریح أو

استحاضة إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث، و حكمه الوضوء لكل فرض ثم يصلي به فيه فرضاً و نفلاً . (شامی، كتاب الطهارة، باب الحيض،

کراچی ۱/۳۰۵، زکریا ۱/۵۰۴، ۵۰۵ (۵۰۵، ۵۰۴)

وأما صاحب الجرح الذى لا يرقأ ومن به سلسل البول
والمستحاضة وكذا من به الرعاف الدائم وانفلات الريح ، واستطلاق
البطن يتوضأون لكل صلاة..... فيصلون بذلك الوضوء فى الوقت ماشاءوا
من الفرائض والنوافل . (حلبى كبير، اشرفيه يوبند/۳۳، مجمع الانهر، دارالكتب
العلمية بيروت ۱/۸۴)

مريض مجروح تحته ثياب نجسة إن كان بحال لا يبسط تحته إلا
تنجس من ساعته له أن يصلى على حاله . (شامى، كراچی ۱/۳۰۷، زکریا
۱/۵۰۷، سراجیه/۱۱۴)

إذا دخل الدخان أو الغبار أو ريح العطر أو الذباب حلقه لا يفسد
صومه . (قاضى خان على الهندية، كتاب الصوم ، الفصل الخامس فى ما لا يفسد الصوم،
زکریا ۱/۲۰۸، جدید زکریا ۱/۱۳۰)

لا يكره للصائم شم رائحة المسك والورد ونحوه مما لا يكون
جوهرًا متصلًا كالدخان . (مراقى الفلاح مع حاشية الطحاوى ، دارالكتاب
ديوبند/۶۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ رجب ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۷۷۴/۳۹)

بحالت صوم دمہ کے مریض کا انہیلر استعمال کرنا

سوال: [۴۷۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری عمر
ستر سال ہے، اور میں دمہ کا مریض ہوں تو کیا میں روزہ کی حالت میں ”انہیلر“ استعمال
کر سکتا ہوں یا نہیں؟ سوال نامہ کے ساتھ دوا کی تفصیلات منسلک ہیں؟

المستفتی: شفیع الدین، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو آدمی دمہ کا مریض ہے، اور مرض کا سلسلہ تسلسل کیساتھ جاری ہے اور مرض سے شفایاب ہو کر روزوں کا اطمینان کیساتھ صحت کی حالت میں قضا کرنے کی امید بھی نہیں ہے، اور آکسیجن استعمال کرنے سے سانس کی نالی کھل جاتی ہے، اور روزہ رکھنے کی قوت باقی رہتی ہے، تو ایسے لوگوں کیلئے آکسیجن استعمال کرنے کے ساتھ روزہ رکھنے کو احقر جائز سمجھتا ہے، اور جن لوگوں نے اس کو ناجائز کہا ہے، احقر کو ان کی رائے سے اتفاق نہیں ہے، اور احقر دو وجہوں سے اس کو جائز سمجھتا ہے۔

(۱) اس آکسیجن کا استعمال کرنا اس تیز عطر کے استعمال کے مثل ہے جس عطر کے استعمال سے حساس آدمی کو نزلہ و کھانسی شروع ہو جاتی ہے، ایسا ہی آکسیجن کو استعمال کرنیکی وجہ سے سانس کی نالی کھول کر دل و دماغ میں ایسا تاثر پیدا کرتا ہے جیسا کہ اس تیز عطر سے پیدا ہوتا ہے، اور تیز عطر کا سونگھنا روزہ کی حالت میں بلا عذر سب کے نزدیک جائز ہے، لہذا عذر کی وجہ سے اس آکسیجن کا استعمال بھی درست ہوگا۔

إذا دخل الدخان أو الغبار أو ريح العطر أو الذباب حلقه لا يفسد

صومه . (قاضی خان علی الہندیہ، کتاب الصوم، الفصل الخامس فی ما لا یفسد الصوم،

زکریا ۱/۲۰۸، جدید زکریا ۱/۱۳۰)

اور جواز کی دوسری وجہ یہ ہے کہ خروج ریح پوری امت کے نزدیک ناقض وضو ہے اسی طرح خروج بول بھی پوری امت کے نزدیک ناقض وضو ہے مگر سلسل البول کے مریض اور انفلات ریح کے مریض کو شریعت نے اس کی خروج ریح کی حالت میں اور خروج بول کی حالت میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، ایسا ہی اگر کسی کے نزدیک آکسیجن کا استعمال کرنا ناقض صوم ہے، تو ”مرض دمہ“ کے عذر کی وجہ سے انفلات ریح اور سلسل البول والے کی طرح آکسیجن استعمال کر کے اس کیلئے روزہ رکھنا جائز ہوگا۔

وصاحب عذر من به سلس البول أو استطلاق بطن أو انفلات ریح أو استحاضة إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث، وحكمه الوضوء لكل فرض ثم يصلي به فيه فرضاً ونفلاً. (شامی، کتاب الطهارة، باب الحيض، کراچی ۱/۳۰۵، زکریا ۱/۵۰۵)

وأما صاحب الجرح الذي لا يرقأ ومن به سلس البول والمستحاضة وكذا من به الرعاف الدائم وانفلات الريح، واستطلاق البطن يتوضأون لكل صلاة..... فيصلون بذلك الوضوء في الوقت ماشاءوا من الفرائض والنوافل. (حلبی کبیر، اشرفیہ یوبند/۱۳۳، مجمع الانهر، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۴۸) مریض مجروح تحتہ ثبات نجسۃ إن كان بحال لا یسط تحتہ إلا تنجس من ساعتہ له أن یصلی علی حالہ. (شامی، کراچی ۱/۳۰۷، زکریا ۱/۵۰۷، سراجیہ/۱۱۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ شعبان ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۶۹۹)

کیا زبان کے نیچے دوا رکھنا مفسد صوم ہے؟

سوال: [۳۷۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کی عمر ۷۲ سال ہے اور طبیعت بھی خراب رہتی ہے، معمولاً دوا لینی پڑتی ہے بائیں جانب دل کے پاس روزانہ درد ہوتا ہے، اور کبھی کبھی سر میں بھی درد ہوتا ہے، چنانچہ ڈاکٹر نے ایک زود اثر دوا تجویز کی ہے جسے زبان کے نیچے رکھا جاتا ہے، اور اس سے درد کو آرام مل جاتا ہے، اور دوا گھل کر اندر چلی جاتی ہے، اگر دوا نہ لی جائے تو درد میں شدت ہو جاتی ہے، اور عادتاً روزانہ کم از کم دو تین مرتبہ یہ کیفیت ہوتی ہے، اور دوا لینی پڑتی ہے، اس طرح روزہ

کی حالت میں دوا لینے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں دو عالموں کی دوا لگ لگ رائے ہیں ایک صاحب کہتے ہیں کہ روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اور دوسرے صاحب کی رائے یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اول الذکر عالم اسے قیاس کرتے ہیں، اس عورت کے اوپر جسے اپنے شوہر سے غیض و غضب کا اندیشہ ہو اسے روزے کی حالت میں نمک چکھ کر تھوک دینے کی اجازت ہے اور بچے کو چبا کر دینے کی اجازت پر قیاس کرتے ہیں، اور ثانی الذکر عالم اس قیاس کو قیاس مع الفارق قرار دیتے ہیں، اور فساد صوم کے قائل ہیں، آپ سے گزارش ہے کہ جو بات شرعاً درست ہو مدلل و مفصل تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد ناصر، پکا باغ، گلشہید، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: روزہ فاسد ہونے کیلئے لازم ہے، کہ انسان کے مزید کے ذریعہ سے کوئی چیز پیٹ میں پہنچ جائے مثلاً: حلق، کان، یا ناک کے راستہ سے یا پیشاب پاخانہ کے راستہ سے اور ان کے علاوہ مسامات کے ذریعہ سے جو چیزیں بدن میں پھونچتی ہیں، ان سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے، چاہے مسامات کے واسطے سے نسون میں پہنچ جائے اور اس سے انسان کو طاقت ملتی ہو روزہ نہیں ٹوٹے گا، جیسا کہ انجکشن اور گلوکوز کی بوتل کے ذریعہ سے دوا پہنچتی ہے، مگر اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اور منہ کے اندر کا حصہ شریعت میں روزہ کے مسئلہ میں باہر کا حکم رکھتا ہے، اسلئے پانی سے کلی کرنے کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے اسی طرح پسی اور لیمن وغیرہ کے ذریعہ سے کلی کر کے پھینک دیا جائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا اور ٹھنڈے پانی سے کلی کرنے کی وجہ سے زبان ڈاڑھ اور پورے منہ میں ٹھنڈھک کا احساس ہوتا ہے، اور لیمن وغیرہ کے ذریعہ کلی کرنے کی وجہ سے اس کا پورا ذائقہ محسوس ہوتا ہے، مگر حلق کے اندر ان میں سے کوئی چیز نہیں پہنچتی تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا بس اس میں شرط یہ ہے کہ ان میں سے کوئی چیز حلق کے راستہ سے اندر کی طرف نہ پہنچنے پائے، اسی وجہ سے عورت کیلئے سالن کا ذائقہ چکھ کر تھوک دینا جائز ہے اس سے

روزہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا، لہذا اگر کوئی شخص ایسے مرض میں مبتلا ہے کہ آئندہ بالکل تندرست ہو کر روزہ کی قضاء کرنے کی امید نہیں ہے، مگر زبان کے نیچے دوا رکھ دی جائے تو اس کو روزہ کی طاقت ملتی ہے، اور اس کے بغیر روزہ رکھنا ممکن نہیں ہے اور حلق کے راستہ سے دوا کے اثرات پیٹ میں نہیں پہنچتے، تو ایسے شخص کیلئے زبان کے نیچے دوا رکھ کر روزہ کا فرض ادا کرنا شرعاً جائز ہوگا، لیکن شرط یہ ہے کہ حلق کے راستہ سے دوا کا ذائقہ پیٹ میں نہ پہنچنے پائے بلکہ زبان کے مسامات کے ذریعہ سے اس کے بدن میں پھیلتا ہو، نیز خروج ریح کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، مگر کوئی شخص ایسا ہے جو انفلات ریح کا مریض ہے تو اس کیلئے ہر نماز کے واسطے نیا وضو کر کے اسی حالت میں نماز پڑھنا جائز ہے چاہے نماز کی حالت میں مسلسل خروج ریح ہوتا رہتا ہو، اسی طرح سلسل البول کا مریض ہے اور خروج بول ناقص وضو ہے، مگر اس شخص کیلئے اسی حالت میں نماز پڑھنا جائز ہے، خواہ نماز کی حالت میں پیشاب کے قطرات مسلسل نکلتے رہتے ہوں، اسی طرح مذکورہ آدمی کیلئے زبان کے نیچے دوا رکھی ہوئی حالت میں روزہ کا فریضہ ادا کرنا بھی جائز ہے، جیسا کہ فقہاء کی اس طرح کی عبارات سے واضح ہے۔

لأن الموجود في حلقه أثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن،
والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ. (شامی، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم،

ومالا یفسد، رکرچی ۲/۳۹۵، زکریا ۳/۳۶۷)

وما یدخل من مسام البدن من الدهن لا یفطر. (ہندیہ، زکریا ۱/۲۰۳،

جدید زکریا ۱/۲۶۶)

والداخل من المسام لا من المسالك فلا ینافیہ. (البحر الرائق، زکریا

دیوبند ۲/۴۷۶، کوئٹہ ۲/۲۷۳)

والداخل من المسام لا ینافی کمالو اغتسل بالماء البارد. (ہدایہ،

اشرفی دیوبند ۱/۲۱۷)

لأن الفم له حکم الظاهر حتی لا یفسد صومه بالمضمضة. (ہدایہ،

اشرفی دیوبند ۱/۲۱۸، مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ۱۰/۴۹، کتاب الفتاویٰ ۳/۳۹۲) **إن كان زوجها سيئ الخلق ، بذى اللسان يضايقها فى ملوحة الطعام فلا بأس به .** (الفتاوى التاتار خانية ، زكريا ۳/۳۹۶، رقم: ۴۶۸۵)

اب اس وضاحت کے بعد ہم کو سوالنامہ میں پیش کردہ معارضہ میں اس عالم کی بات درست معلوم ہوتی ہے، جنہوں نے عورت کیلئے سالن کا نمک اور ذائقہ چکھنے کی اجازت کو استدلال میں پیش کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۰/۸/۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶ شعبان ۱۴۳۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۷۸۱/۳۸)

کیا کالچ کو اندر داخل کرنے سے روزہ فاسد ہو جائیگا

سوال: [۶۳-۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کو ایک خاص بیماری ہے جس کو عامتہ کالچ کہتے ہیں، جو کہ پاخانہ کے مقام سے باہر آتی ہے، تو اب زید حاجت کے بعد اس کو پانی سے صاف کر کے اندر کرتا ہے تو کالچ سے لگا ہوا پانی اندر ہی رہ جاتا ہے، تو کیا اس سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟ اور یہ مرض بھی ایسا ہے کہ بغیر اندر کئے ہوئے اندر خود دخول ہی نہ ہوگا، اگر وہ پانی سے دھلتا نہیں تو غلاظت رہ جاتی ہے؟

المستفتی: محمد عبداللہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس کو اولاً پانی سے صاف کرنے کے بعد ہاتھ سے پانی صاف کر لیا جائے، اسکے بعد اندر داخل کر دیا جائے گا، تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

خرج سرمه فغسله فإن قام قبل أن ينشفه فسد صومه وإلا فلا لأن الماء اتصل بظاهره ثم زال قبل أن يصل إلى الباطن بعود المقعدة الخ .

(شامی، کتاب الزکاة، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد کراچی ۲/۳۹۷، زکریا ۳/۳۶۹)

و کذا لو استنجی رجل وبالغ حتى دخل الماء باطنه ، والرجل إذا
تساقل ، حتى خرج إسته فی حالة الاستنجاء ثم عاد إلى مکانه ففسد صومه
إلا أن يجفف قبل أن يقوم . (الفتاویٰ الشاتارخانیة زکریا ۳/۳۸۰، رقم: ۴۶۳۴)
فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ رزیقہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶۸۸/۳۱)

بحالت صوم بوا سیری مسے کو اندر داخل کرنا

سوال: [۴۷۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)
زید کا نچ کا دائی مریض ہے، قضاء حاجت کے وقت کا نچ باہر نکل آتی ہے، بعد فراغت وہ اس
کو اندر داخل کرتا ہے، رمضان المبارک میں حالت روزہ میں بھی وہ یہی عمل یعنی کا نچ کو دھل
کر اندر داخل کرتا ہے، تو کیا اس صورت میں اس کا روزہ باقی رہے گا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کفارہ
دینا ہوگا یا نہیں؟ اگر کفارہ نہیں بلکہ قضا ہے تو معلوم یہ کرنا ہے، کہ جب وہ دائی مریض ہے تو
پھر کس طرح قضا رکھے گا، کیا اس کو کا نچ کسی کپڑے سے خشک کر کے اندر داخل کرنا چاہئے، تو
اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر اسکو کپڑا میسر نہیں تو پھر کیا کرے کیا کپڑے سے خشک کرنا ضروری
ہے جبکہ ”لا یکلف اللہ نفساً إلا وسعها“ موجود ہے۔

المستفتی: مولانا محمد سالم قاسمی،
مدرس جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کا نچ کی تری موضع حقنہ اور جوف معدہ تک
نہیں پہنچتی ہے تو اس کے روزہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا، اور موضع حقنہ کچھ دوری پر

ہوتا ہے، جو آنتوں سے متصل ہوتا ہے، اسلئے اگر ہاتھ سے زائد پانی زائل کر لیا جائے پھر کالنج اور بواسیری سے کواندر داخل کر دیا جائے، تو تری کا اثر موضع حقنہ اور آنتوں تک نہیں پہنچتا ہے، اسلئے کپڑے سے خشک کرنا لازم نہ ہوگا، بلکہ صرف ہاتھ سے زائد پانی کو زائل کر دینا بھی کافی ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ قدیم/۴۵۹، جدید زکریا/۴۳۵)

اور جو معمولی تری باقی رہ جاتی ہے، وہ کالنج کے اندر پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاتی ہے، اسلئے مفسد صوم نہ ہوگا۔

وخرج سرمه فغسله إن نشفه قبل أن يقوم ويرجع لمحلله لا يفسد صومه لزوال الماء الذى اتصل به لأن الماء اتصل بظاهره ثم زال قبل أن يصل إلى الباطن الخ. (طحطاوی علی المراقی، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم ویوجب القضاء، جدید دارالکتاب دیوبند/۶۷۶، قدیم/۳۷۰)

والحد الذى يتعلق بالوصول إليه الفساد قدر المحقنة الخ. (فتح القدیر، کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء والكفارة، زکریا ۲/۳۴۷، کراچی ۲/۲۶۶، دارالفکر بیروت ۲/۳۴۳، شامی، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم کراچی ۲/۳۹۷، زکریا ۳/۳۶۹)

خرج سرمه فغسله فإن قام قبل أن ینشفه ففسد صومه، وإلا فلا؛ لأن الماء اتصل بظاهره ثم زال قبل أن یصل إلى الباطن بعد المقعد. (شامی، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم، وما لا یفسد قبیل مطلب مهم المفتی فی الوقائع، کراچی ۲/۳۹۷، زکریا ۳/۳۶۹ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۲/۲۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۲/۲/۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۲۶/۲۹)

ناپاکی کی حالت میں روزہ رکھنے کا حکم

سوال: [۶۵-۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کے روزہ کی نیت تھی غسل واجب ہو گیا صبح آنکھ تاخیر سے کھلی کیا روزہ رکھ لیا جائے، اب تک کچھ کھایا پیا نہیں ہے؟

المستفتی: قاضی اشرف حسین،
بھٹی اسٹریٹ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس سے روزہ رکھنے میں کوئی خلل نہیں ہوتا ہے، روزہ بلا کراہت درست ہو جائے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۴۱۱)

عن عائشة وأم سلمة زوجي النبي صلى الله عليه وسلم أنهما قالتا : إن كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليصبح جنباً من جماع غير احتلام في رمضان ، ثم يصوم . (صحيح مسلم ، كتاب الصيام باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب ، النسخة الهندية ۱/۳۵۴ ، رقم: ۱۱۰۹ ، ۱۱۱۰ ، صحيح البخاري ، كتاب الصوم ، باب اغتسال الصائم ۱/۲۵۸ ، رقم: ۱۸۹۱ ، ف: ۱۹۳۱ ، سنن أبي داؤد ، كتاب الصوم ، باب فيمن أصبح جنباً وهو صائم ، النسخة الهندية ۱/۳۲۴ ، دارالسلام رقم: ۲۳۸۹)

أو أصبح جنباً إلى قوله لم يفطر . (الدر المختار كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم ، وما لا يفسده مصرى ۲/۱۳۸ ، كراچى ۲/۴۰۰ ، زكريا ۳/۳۷۲)

وفى الخلاصة : إذا أصبح جنباً لا يفسد صومه . (الفتاوى التاتارخانية زكريا ۳/۳۸۴ ، رقم: ۴۶۴۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۹۹/۲۵)

روزہ کی حالت میں تھوک نکلنا

سوال: [۴۷۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک صاحب کو روزہ کی حالت میں بار بار تھوک آتا ہے، اور وہ اکثر اس کو نگل جاتے ہیں، ایسا کرنے سے روزے میں نقص آئے گا یا نہیں؟ اسکے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

المستفتی: انصار الدین صدیقی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تھوک نکلنے سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔
(مستفاد: بہشتی زیور ۳/۱۱)

لوجمع الریق قصداً ثم ابتلعه لا یفسد صومہ فی أصح الوجہین .
(بزازیہ علی الہندیۃ، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم، وما لا یفسد زکریا ۴/۹۸)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۹/۱ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
کیمبر رمضان ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸۰۸/۲۸)

بحالت روزہ اگر بتی جلانا

سوال: [۴۷۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں مچھر بہت ہیں اسلئے کچھواچھاپ اگر بتی جلائی جاتی ہے، جس سے مچھر بھاگ جاتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ روزے کی حالت میں اگر بتی جلائی جائے تو شرعی حکم کیا ہے؟ مفصل اور مدلل بیان فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: انصار الدین صدیقی،
مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر مچھر وغیرہ کی تکلیف سے حفاظت کیلئے

اگر بتی وغیرہ جلائی جائے تو اسکی گنجائش ہے اور اس کی خوشبو محسوس ہو جا نا روزہ کیلئے مضر نہیں ہے، لیکن اگر بالقصد اسکا دھواں منہ میں داخل کیا جائے تو روزہ فاسد ہو جائیگا، نیز مساجد میں محض خوشبو کیلئے اسکو جلانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۱/۸۹، جدید ڈبھیل ۱۰/۱۵۷)

أو دخل حلقه دخان بلا صنعه لعدم قدرته على الامتناع عنه (إلى قوله) وأنه من أدخل بصنعه دخانا حلقه بأي صورة كان الإدخال فسد صومه سواء كان دخان عنبر، أو عود، أو غيرهما. (مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى، قدیم ۳۶۱/، جدید دارالکتاب دیوبند/۶۶۰)

أو دخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان ولو ذكرا استحسانا لعدم إمكان التحرز عنه، ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر، أي دخان كان ولو عوداً أو عنبراً لو ذكراً لإمكان التحرز عنه. (شامی، کراچی ۲/۳۵۹، زکریا ۳۶۶/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
کیم رمضان ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸۰۸/۲۸)

حالت صوم میں اگر بتی اور دیگر دھوؤں کا حکم

سوال: [۴۷۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں رمضان میں جمعہ اور اس کے علاوہ ایام میں بھی اگر بتی مسجدوں میں جلا دیا کرتے ہیں، تو اب دریافت یہ کرنا ہے کہ اگر بتی کا دھواں ناک اور اس کے واسطے سے منہ میں جانے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟ شرعی حکم کیا ہے؟ اسی طرح رمضان میں اگر عورت روزہ کی حالت میں بچوں کیلئے کھانا پکادے تو اسکے دھوئیں سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: روزہ کی حالت میں اگر بتی وغیرہ کا دھواں بالقصد سوگننے سے روزہ فاسد ہو جائے گا، لیکن بلا قصد حلق میں چلے جانے سے روزہ فاسد نہ ہوگا، مگر پھر بھی بحالت روزہ مسجدوں وغیرہ میں اگر بتی جلانے سے احتراز بہتر ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۸۶، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۱/۱۳۹۰/۱۳۸)

أو نوى الفطر ولم يفطر لعدم الفعل أو دخل حلقه دخان بلا صنعه لعدم قدرته على الامتناع عنه (إلى قوله) وأنه من أدخل بصنعه دخاناً حلقه بأى صورة كان الإدخال فسد صومه سواء كان دخان عنبر وعود أو غيرهما. (مراقى الفلاح مع الطحطاوى، كتاب الصوم، باب فى بيان ما لا يفسد الصوم قديم / ۳۶۱، جدید دارالکتاب دیوبند / ۶۶۰، درمختار مع الشامى، کراچی ۲/۳۹۵، زکریا ۳/۳۶۶)

اور یہی حکم اس روزہ دار عورت کا ہے، کہ جو اپنے بچوں کیلئے بوقت ضرورت کھانا تیار کرے کہ اس میں چونکہ دھواں حلق میں داخل کرنے کا قصد نہیں ہوتا اور اس سے بچنا بھی ممکن نہیں، اسلئے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

أو نوى الفطر ولم يفطر لعدم الفعل أو دخل حلقه دخان بلا صنعه لعدم قدرته على الامتناع عنه فصار كبلل بقى فى فمه بعد المضمضة. (مراقى الفلاح مع الطحطاوى، قديم / ۳۶۱، جدید دارالکتاب دیوبند / ۶۶۰، الدر المختار مع الشامى کراچی ۲/۳۹۵، زکریا ۳/۳۶۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۷/۱۴۲۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۸۳۸/۳۵)

روزے کی حالت میں اگر بتی جلانا

سوال: [۶۹/۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جمعہ کے دن ایک صاحب روزے کی حالت میں اگر بتی مسجد میں جلاتے ہیں جسکا دھواں باہر بہت کم جاتا ہے، اندر ہی اندر رہتا ہے، حالانکہ دھواں کے نکلنے کیلئے دو کھڑکی اور چار پانچ دروازے ہیں، مسجد ایک بڑے ہال پر مشتمل ہے جس میں دو سو آدمی آتے ہیں، ایسی صورت میں روزہ داروں کے روزے میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے کہ نہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: محمد عثمان، میاں سرائے، سنجھل، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایسی مسجد میں اگر بتی سلگانے سے روزہ داروں کے روزے میں خلل نہیں آتا ہے، اگر اسکی خوشبو سے پوری مسجد معطر ہو جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۳/۱۲۶، جدید ڈائجیل ۱۰/۱۵۷، جواہر الفقہ قدیم ۱/۳۷۹، جدید زکریا دیوبند ۳/۵۱۹) و کذا إذا دخل الدخان أو الغبار أو ريح العطر أو الذباب حلقة لا يفسد صومه . (قاضی خان علی الہندیہ، کتاب الصوم، الفصل الخامس فیما لا یفسد الصوم زکریا ۱/۲۰۸، جدید زکریا ۱/۱۳۰)

أو نوى الفطر ولم يفطر لعدم الفعل أو دخل حلقة دخان بلاصنعه لعدم قدرته على الامتناع عنه فصار كبلب بقى فى فمه بعد المضمضة . (مراقی الفلاح مع الطحطاوی، قدیم ۱/۳۶۱، جدید دارالکتاب دیوبند ۶۶۰، درمختار مع الشامی کراچی ۲/۳۹۵، زکریا ۳/۳۶۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵/رمضان ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۹۴۳/۲۶)

بحالت صوم مشت زنی

سوال: [۷۰/۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید

نے روزہ رکھا روزہ کی حالت میں مشمت زنی کی اور انزال ہوا تو روزہ فاسد ہوا یا نہیں؟
المستفتی: معین الدین، گڈاوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: روزہ کی حالت میں مشمت زنی کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، جس کی قضاء واجب ہے، البتہ کفارہ لازم نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۱۷۱) الصائم إذا عالج ذكره حتى أمني فعليه القضاء وهو المختار، وبه قال عامة المشائخ . (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الصوم، الباب الرابع، فی ما یفسد وما لا یفسد زکریا ۱/۲۰۵، جدید زکریا ۱/۲۶۷، البحر الرائق، کوئٹہ ۲/۲۷۲، زکریا ۲/۴۷۵، فتاویٰ تاتار خانیہ ۲/۲۷۰، زکریا ۳/۳۸۵، رقم: ۴۶۴۹، بنایہ، اشرفیہ دیوبند ۴/۳۹) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲۲۳/۴/۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۱۲/۳۶)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲۲۳/۴/۲۳ھ

حالت صوم میں انزال ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: [۴۷۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی شخص نے روزہ کی حالت میں کسی اجنبیہ عورت سے مذاق کیا اور اس شخص کو انزال ہو گیا تو کیا اس شخص کا روزہ فاسد ہو جائے گا یا باقی رہے گا، اور اگر روزہ فاسد ہو جاتا ہے، تو اسکی صرف قضا کافی ہے یا کفارہ بھی واجب ہو جائیگا، اور اگر کفارہ واجب ہوتا ہے، تو اسکی کیا مقدار ہے؟
المستفتی: عبدالرحمن، ماری آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اجنبیہ عورت سے نفسانی مذاق ناجائز اور حرام ہے،

اور انزال سے روزہ کی قضاء واجب ہے کفارہ نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۱۲۵)
 أو قبل ولو قبلة فاحشة بأن يدغدغ أو يمص شفيتها أو لمس ولو
 بحائل لا يمنع الحرارة فأنزل قضى فى الصور كلها فقط. (شامی،
 کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم، وما لا یفسده، کراچی ۲/۴۰۴، زکریا ۳/۳۷۹)
 ولو أنزل بقبلة أو لمس فعليه القضاء دون الكفارة. (هدایہ، اشرفیہ

دیوبند ۱/۲۱۷، ہندیہ، زکریا ۱/۲۰۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۶/صفر المظفر ۱۴۱۷ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۳۶۲۵)
 الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۲۶/۲/۱۴۱۷ھ

بحالت صوم امرود کی تقبیل اور معانقہ سے انزال ہونا

سوال: [۴۷۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے جس کا نام عبداللہ ہے، بحالت صوم مع الشہوۃ ایک امردڑ کے کی تقبیل کی اور عبداللہ نے اس امردڑ کے سے معانقہ کیا جس سے عبداللہ کو روزہ کی حالت میں انزال ہو گیا۔ آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ عبداللہ کا روزہ ٹوٹا یا نہیں، اگر روزہ ٹوٹا تو صرف قضاء لازم ہوگی، یا کفارہ بھی اگر کفارہ بھی لازم آتا ہے، تو عرض یہ ہے کہ عبداللہ اتنا کمزور ہے کہ ساٹھ روزے لگاتا نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت رکھتا ہے، اور نہ ہی اتنا روپیہ عبداللہ کے پاس موجود ہے آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں، عبداللہ بہت ہی بے چین ہے، اور آخرت کا خوف اس کو بہت لاحق ہے، ازراہ کرم جواب جلد عنایت فرمائیں؟

المستفتی: مقبول اختر، امر وہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ صورت میں عبداللہ کا روزہ ٹوٹ چکا ہے،

لیکن کفارہ اس پر واجب نہیں ہے، بلکہ صرف ایک روزہ قضاء کرنا لازم ہوگا۔
 عن الهزهاز: أن ابن مسعود قال: في القبلة للصائم قولاً شديداً،
 یعنی یصوم مکانہ وهذا عندنا فيه إذا قبل فأنزل . (السنن الكبرى للبيهقي، الصيام،
 باب وجوب القضاء على من قبل فأنزل، دارالفکر بیروت ۶/۲۶۱، رقم: ۱۸۹۸، مصنف
 عبد الرزاق، المجلس العلمي بیروت، الصيام، باب الرفث واللمس وهو صائم ۴/۱۱۲،
 رقم: ۸۴۵۰، مصنف ابن أبي شيبة، مؤسسه علوم القرآن بیروت، الصيام، باب ما قالوا في
 الصائم، حين يمني ۶/۲۵۹، رقم: ۹۵۷۲)

ولو أنزل بقبلة أولمس فعليه القضاء دون الكفارة الخ. (هدايه، كتاب
 الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، اشرفى ديو بند ۱/۲۱۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۲۳۹۳/۲۷)

حالت صوم میں منہ کی بومضرنہیں

سوال: [۴۷۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک
 شخص ضعیف العمر تقریباً اسی سال اس کی عمر ہے اس کی تمام داڑھیں نکل چکی ہیں، کچھ دانت
 بھی نکل چکے ہیں، اور کچھ دانت باقی ہیں، اوپر اور نیچے دونوں جانبوں کے ان دانتوں کی
 جڑیں خراب ہوگئی ہیں، جس کی وجہ سے جڑیں چھیدی ہوگئی ہیں، کھانا کھانے یا اور کوئی چیز
 کھانے میں انہیں دانتوں سے کام لیا جاتا ہے، لہذا ان کی جڑوں میں اور مسوڑھوں کی
 جڑوں میں کھانے کے ریزے یا اور جو چیز کھائی جاتی ہے، باقی رہ جاتی ہے، لہذا جہاں تک
 کوشش ہوتی ہے، خلال کے ذریعہ نکال دیئے جاتے ہیں، اس کے بعد اچھی طرح سے کلی
 کر کے ختم کر دیئے جاتے ہیں، مگر کھانے کی جو بھی چیز کھائی جاتی ہے، اسکی بوباقی رہتی ہے،
 حتیٰ کہ برش وغیرہ کا بھی استعمال کیا جاتا ہے، اس کے باوجود بھی بوباقی رہتی ہے، اب

رمضان المبارک آ رہا ہے، سحری میں جو بھی کھایا جاتا ہے، تو خلال اور برش وغیرہ استعمال کر کے روزہ رکھ لیا جاتا ہے، اب سحری کے کھانے کی بوکئی گھنٹے تک باقی رہتی ہے، اور وہ بوتھوک کے ساتھ حلق میں داخل ہو جاتی ہے، لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس بوکے حلق کے اندر داخل ہونے سے روزے میں کسی طرح کا کوئی خلل تو واقع نہیں ہوتا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: محض اس بوکے باقی رہنے کی وجہ سے روزہ میں کسی قسم کی خرابی لازم نہیں آتی بلاشبہ روزہ صحیح ہو جائیگا۔

أو دخل أثر طعام الأدوية فيه أي في حلقه لأنه لا يمكن الاحتراز عنها، فلا يفسد الصوم بدخولها وهو ذاكر لصومه الخ. (طحطاوی مراقی الفلاح، کتاب

الصوم، باب فی بیان مالا یفسد الصوم قدیم / ۳۶۲، جدید دارالکتاب دیوبند / ۶۶۱)

ولو دخل حلقه غبار الطاحونة أو طعام الأدوية أو غبار الهرس وأشباهه..... لم يفطر هكذا في السراج الوهاج. (ہندیہ، زکریا ۱/۲۰۳،

جدید زکریا ۱/۲۶۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ شعبان ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۴۱/۳۳)

حالت صوم میں بیوی سے بوس وکنار

سوال: [۴۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

حالت صوم میں بیوی کو بوس وکنار کرنا کیسا ہے، اس سے روزہ مکروہ یا فاسد ہو جاتا ہے، شرعاً جو حکم ہو تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد رضوان، مقام: فتح پور،

پوسٹ: کملا پور، سینٹاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر اپنے نفس پر قابو اور اطمینان ہے تو کوئی حرج نہیں، اور اگر نفس پر قابو نہ رہنے کا اندیشہ ہے، تو مکروہ تحریمی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۱۲)

عن أبي هريرة: أن رجلا سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن المباشرة للصائم؟ فرخص له، وأتاه آخر فسأله فيها، فإذا الذي رخص له شيخ، والذي نهاه شاب. (سنن أبي داود، الصوم، باب كراهيته للشباب الصائم، النسخة الهندية ۱/۳۲۴، دارالسلام رقم: ۲۳۸۷، السنن الكبرى للبيهقي، الصيام، باب كراهية القبلة لمن حركت القبلة شهوته، دارالفكر بيروت ۶/۲۵۵، رقم: ۸۱۷۴، مصنف ابن أبي شيبة، الصيام، ما ذكر في المباشرة للصائم، مؤسسه علوم القرآن بيروت ۶/۲۴۷، رقم: ۹۵۲۷)

عن عطاء بن يسار أن ابن عباس سئل عن القبلة للصائم؟ فأرخص فيها للشيخ، وكرهها للشاب. (السنن الكبرى للبيهقي الصيام، باب كراهية القبلة لمن حركت القبلة شهوته، دارالفكر بيروت ۶/۲۵۶، رقم: ۸۱۷۹)

ولا بأس بالقبلة إذا أمن على نفسه أي الجماع أو الإنزال ويكره إذا لم يأمن الخ. (هدايه، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، اشرفى ديوبند ۱/۲۱۷، حاشية الطحطاوى على المراقى الفلاح / ۶۸۰، الفتاوى التاتارخانية زكريا ۳/۳۹۹، رقم: ۴۶۹۰)

لہذا جو ان آدمی کو اس سے احتراز بہتر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۶۹/۲۷)

بیوی کا تھوک نکلنے سے روزہ کا حکم

سوال: [۴۷۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کا تھوک چاٹ لیا اور چاٹ کر نگل گیا تو کیا حکم ہے؟ آیا اس کا روزہ ٹوٹا یا نہیں؟ اگر روزہ ٹوٹ گیا تو صرف روزہ کی قضا لازم ہوگی، یا قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے؟ جواب سے نواز کر ممنون فرمائیں؟

المستفتی: محمد ایوب، بارہ بنکی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بیوی کا تھوک چاٹ کر نگل جانے سے روزہ فاسد ہو گیا اور کفارہ بھی لازم ہوگا۔

ولو ابتلع بزاق غیره ففسد صومه بغير كفارة إلا إذا كان بزاق صديقه
فحينئذ تلزمه الكفارة، كذا في المحيط. (ہندیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع
فیما یفسد الصوم ومالا یفسد، زکریا ۱/۲۰۳)

ومنه أى من موجب الكفارة ابتلع بزاق زوجته أو بزاق صديقه لأنه
یتلذذ به. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند/۶۶۷)

وإن ابتلع بزاق غیره ففسد صومه بغير كفارة إلا إذا كان بزاق صديقه
فحينئذ تلزمه الكفارة لأن الناس قلما يعافون ببزاق أصدقائهم. (الفتاویٰ
التاتاریخانیة، زکریا ۳/۳۸۳، رقم: ۴۶۴۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۵/۲۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۶۶۶/۳۵)

روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا

سوال: [۴۷۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ روزہ

کی حالت میں میں نے خواہشات سے مغلوب ہو کر اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا تھا، ایک حافظ صاحب سے معلوم کرنے پر بتایا کہ روزہ بھی لازم اور کفارہ بھی، کیا مسئلہ درست ہے؟
المستفتی: محمد ظہیر کیلا، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صورت مسئلہ میں اگر صرف بیوی کا بوسہ ہی لیا ہے، تو روزہ فاسد نہیں ہوا، لہذا آپ پر نہ قضاء ہے اور نہ کفارہ ہے اور حافظ صاحب کا بتایا ہوا مسئلہ درست نہیں ہے، البتہ روزہ کی حالت میں جوان مرد کو بیوی سے بوس و کنار ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/ ۸۸، فتاویٰ دارالعلوم/ ۶/ ۴۱۲، احسن الفتاویٰ ۴/ ۴۳۱)

عن أبي هريرة: أن رجلا سأل النبي ﷺ عن المباشرة للصائم؟ فرخص له، وأتاه آخر فسأله فيها، فإذا الذي رخص له شيخ، والذي نهاه شاب. (سنن أبي داؤد، الصوم، باب كراهيته للشباب، النسخة الهنديّة ۱/ ۳۲۴، دارالسلام رقم: ۲۳۸۷، السنن الكبرى للبيهقي، الصيام، باب كراهية القبلة لمن حركت القبلة شهوته، دارالفكر بيروت ۶/ ۲۵۵، رقم: ۸۱۷۴)

عن عطاء بن يسار أن ابن عباس سئل عن القبلة للصائم؟ فأرخص فيها للشيخ، وكرهها للشاب. (السنن الكبرى للبيهقي، الصيام، باب كراهية القبلة لمن حركت القبلة شهوته، دارالفكر بيروت ۶/ ۲۵۶، رقم: ۸۱۷۹)

وكرهه قبلة ومس ومعاينة ومباشرة فاحشة إن لم يأمن من المفسد وإن أمن لا بأس. (شامی، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم، وما لا يفسده، كراچی ۲/ ۴۱۷، زكريا ۳/ ۳۹۶)

ولا بأس بالقبلة إذا أمن على نفسه أي الجماع أو الإنزال ويكره إذا لم يأمن. (هدايہ اشرفی دیوبند ۱/ ۲۱۷، حاشیة الطحطاوی علی المراقی، دارالکتاب دیوبند/ ۶۸۰، الفتاویٰ التاتاریخانیة زکریا ۳/ ۳۹۹، رقم: ۴۶۹۰) فقط والله سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ رذیقہ ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۳۰/۳۵)

حالت صوم میں بیوی کو یاد کرنے سے انزال ہونا

سوال: [۴۷۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید رمضان میں تمہار ہوتا ہے، اسکی زوجہ اپنے میکہ میں ہے دو پہر میں قیلولہ کیلئے زید لیٹا کہ بیوی یاد آنے لگی اور اس کے خیالات میں زید گھبرار ہاتھا، یہاں تک کہ اسکو انزال ہو گیا، جس میں اس کے فعل کا کوئی دخل نہیں تھا، تو کیا اس صورت میں اس کا روزہ فاسد ہوا یا نہیں، اگر فاسد ہو گیا تو قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوں گے یا صرف قضا سے کام چل سکتا ہے؟

المستفتی: عبدالرحیم، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رمضان میں بیوی کو یاد کرنے اور اس کے سوچنے سے انزال ہو جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، البتہ ایسے خیالات دل میں جمانا اچھی بات نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۸۹)

وصار كالمفكر إذا منى'. (هدایہ) قال المحشى 'یعنی إذا فكر فى امرأة حسناء فأنزل لا يفطر'. (هدایہ، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، اشرفى ديوبند ۱/۲۱۷)

إذا نظر إلى امرأة بشهوة فى وجهها أو فرجها كرر النظر أو لا لا يفطر إذا أنزل، وكذا لا يفطر بالفكر إذا منى هكذا فى السراج الوهاج. (هنديہ زكريا ۱/۲۰۴، جديد زكريا ۱/۲۶۶)

إذا نظر إلى امرأته بشهوة فأمنى، وفى الشامية، أو تفكر فأمنى لا يفسد. (الفتاوى التاتارخانية، زكريا ۳/۳۸۶، رقم: ۴۶۵۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۶۷۴/۳۵)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۵/۱۴۲۱ھ

روزہ دار کا مرتد ہو کر پھر اسلام لے آنا

سوال: [۴۷۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص روزہ دار تھا، تقریباً گیارہ بجے اس نے یہ کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتا ہوں، پھر یہ کہا کہ عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں، اور فرشتے اسکی بیٹیاں ہیں، یہ کہنے کے بعد اس نے کہا کہ میں ایمان لایا اللہ پر اور کلمہ طیبہ پڑھا کیا وہ شخص کافر ہونے کے بعد ایمان لایا یا اپنی حالت پر برقرار رہا، وہ روزہ کی قضاء کرے گا یا نہیں؟

المستفتی: افسر علی، رامپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر سچے دل سے توبہ کر کے دوبارہ ایمان لایا ہے، اور اس نے موجب افطار کوئی چیز بھی استعمال نہیں کی ہے، اور زوال سے پہلے پہلے دوبارہ روزہ کی بھی نیت کر لی ہے، تو اس کا روزہ صحیح ہو گیا ہے، دوبارہ قضاء کی ضرورت نہیں ہے۔

إذا ارتد رجل عن الإسلام والعباد باللہ فی أول الیوم من رمضان ثم رجع إلى الإسلام قبل الزوال فهو صائم، وإن أفطر فعليه القضاء دون الكفارة الخ. (فتاویٰ قاضی خان علی الہندیہ، کتاب الصوم، الفصل الثانی فی النیۃ، زکریا ۱/۲۰۲، عالمگیری، زکریا ۱/۹۶، جدید ۱/۲۰۸، بزازیہ علی الہندیہ، زکریا ۴/۹۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۱/۲۳)

غلطی سے وقت سے پہلے افطار کرنے کا حکم

سوال: [۴۷۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان المبارک کو وقت افطار ۵ بجکر ۳۱ منٹ پر تھا، وقت سے پہلے غلطی سے ۵ بجکر ۲۵ منٹ پر گولا داغ دیا گیا، جس پر بستی کے بیشتر لوگوں نے افطار کر لیا دریاقت یہ کرنا ہے کہ جن لوگوں نے گولے کی آواز پر دو یا تین منٹ پہلے افطار کر لیا، ان کا روزہ درست ہو یا نہیں، یا جن لوگوں نے وقت سے پہلے افطار کیا ان کو اس روزہ کی قضاء کرنی پڑے گی؟

المستفتی: قاسم جھلرہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مذکورہ میں جتنے لوگوں نے گولے کی آواز سنکر افطار کر لیا ہے ان سب پر روزہ قضاء کرنا لازم ہوگا، کفارہ لازم نہ ہوگا، نیز سورج غروب ہونے سے دو یا تین منٹ قبل افطار کر لیا ہے تو ان پر بھی ایک روزہ قضاء کرنا لازم ہوگا۔

أو تسحر ظنه ليلاً والفجر طالع أو أفطر كذلك والشمس حية
أمسك يومه وقضى ولم يكفر الخ. (كنز على البحر، كتاب الصوم، فصل في
العوارض كوئثه ۲/۲۹۱، زكريا ۲/۵۰۸)

وإذا تسحر وهو يظن أن الفجر لم يطلع فإذا هو قد طلع أو أفطر وهو
يرى أن الشمس قد غربت فإذا هي لم تغرب أمسك بقية يومه قضاء لحق
الوقت بالقدر الممكن وعليه القضاء ولا كفارة عليه. (هدايہ اشرفی
دیوبند ۱/۲۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۴۳۳/۳۳)



۵ / باب القضاء والكفارة والفدية

بغیر چاند دیکھے محض ریڈیو کی خبر پر ۳۰ رمضان کو افطار کرنا

سوال: [۴۷۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے گاؤں میں ۲۹ رمضان مکمل کر کے تیس رمضان صبح آٹھ بجے جمو کشمیر سے بذریعہ ریڈیو خبر ملی کہ چاند دیکھا گیا، اور عید بھی جمو کشمیر میں آج ہی منائی جا رہی ہے، اس حال میں زید کے گاؤں کے اکثر افراد نے روزہ افطار کر لیا پھر بعد میں کافی تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ چاند نظر نہیں آیا ہے، اور روزے افطار کردہ حضرات نے بھی تمیں کے بعد ایک تاریخ بدھ کے دن ہی عید منائی اب اس حال میں جو حضرات روزہ افطار کر لیتے ہیں، آیا ان پر قضاء و کفارہ دونوں واجب ہوگا یا صرف قضاء واجب ہوگی؟

المستفتی: محمد اسرائیل، مقام: کرماناٹھہ، کسکا، ضلع دھنبا د

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صورت مذکورہ میں جن لوگوں نے روزہ افطار کیا

ہے، ان پر صرف روزہ کی قضاء لازم ہے، کفارہ نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۳/۱۵۷)

لو أفطر أهل الرستاق بصوت الطبل يوم الثلاثين ظانين أنه يوم العيد وهو لغيره لم يكفروا الخ. (مجمع الأنهر، كتاب الصوم، باب موجب الفساد، مصری قديم ۱/۲۴۳، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۳۵۸، حاشية الطحطاوى على مراقی الفلاح قديم ۳۶۹/۲، دارالكتاب ديوبند ۶۷۵/۲، شامی، كراچی ۲/۴۰۷، زكريا ديوبند ۳/۳۸۳) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴۴۲/۲۷)

اذان تک سحری کھانا

سوال: [۴۷۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان کے مہینہ میں سحری کھاتے کھاتے بسا اوقات مؤذن اذان دیدیتے ہیں، تو بعض اذان کی آواز سنتے ہی پانی پی کر فارغ ہو جاتے ہیں، لیکن بعض آدمی جی علی الصلوٰۃ کے ہونے کے بعد سحری کھاتے رہتے ہیں، تو کیا ان سب کا روزہ درست ہوگا یا بعد میں اس روزہ کی قضاء لازم ہوگی؟ جو بھی ہو مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

المستفتی: سعید اللہ، بیلا چاہی، سپول

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اذان کی آواز تک اگر کھاتے رہے تو ایسی صورت میں اس دن کو روزہ کی طرح گزار دے اور بعد میں ایک روزہ کی قضاء کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ مؤذن سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد صبح صادق شروع ہونے کے کچھ دیر بعد اذان دیا کرتا ہے، لہذا مؤذن کی آواز شروع ہونے کے وقت دن کی ابتداء ہو جاتی ہے، اس وجہ سے اس روزہ کی قضاء کرنا لازم ہے۔

ولو ظهر أنه أكل والفجر طالع يجب عليه القضاء ولا كفارة . (ہندیہ، زکریا دیوبند ۱/۱۹۴ کتاب الصوم، الباب الأول فی تعریفہ الی وشرطہ - جدید ۱/۲۵۶) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۸/۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۵۲۱۳)

جان بوجھ کر روزہ توڑ دینے کا حکم

سوال: [۴۷۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک

آدمی نے رات کو روزہ رکھنے کیلئے سحری کھائی اور روزے کی بھی نیت کی تھی، جب سوکراٹھادان کے نوبے دل میں سوچا کہ آج روزہ نہیں رکھوں گا، تو اس نے پانی پی لیا تو اسکے لئے قضاء کے ساتھ کفارہ بھی دینا ہوگا، یا نہیں؟

المستفتی: عبدالکریم، معلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صورت مذکورہ میں قضاء و کفارہ دونوں

واجب رہیں گے۔

كما فى الدر المختار وإن جامع المكلف آدميا مشتهى فى رمضان اداءً إلى قوله أكل أو شرب غذاءً إلى قوله عمداً قضى فى الصور كلها وكفر.

(الدر مع الرد، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ذكرى اذ يوبند ۳/۳۸۵ تا ۳۸۸،

کراچی ۲/۴۰۹ تا ۴۱۱، کوئٹہ ۲/۱۱۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۷/رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۹/۲۳)

روزہ کا فدیہ ادا کرنے کا شرعی طریقہ

سوال: [۴۷۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فدیہ

صوم کے ادا کرنے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

المستفتی: حسب الرحمن شمشی، سیدی سرائے، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ہر روزہ کے عوض میں ایک صدقہ فطر یا اسکی قیمت

ادا کر دیا کرے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ ۱/۳۹۰، کراچی)

عن ابن عمر رض عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم في الذي يموت وعليه رمضان ولم يقضه، قال يطعم عنه لكل يوم نصف صاع من بر . (السنن الكبرى للبيهقي ، الصيام ، باب من قال إذ فرط في القضاء بعد الإمكان حتى مات ، دارالفكر ۶/۳۹۹ ، رقم: ۸۳۱۰ ، صحيح ابن خزيمة ، المكتب الاسلامي ۲/۹۸۸ ، رقم: ۲۰۵۶)

ويطعم لكل يوم مسكينا (إلى قوله) لكل يوم مسكينا نصف صاع الخ. (هدايه ، اشرفيه يوبند ۱/۲۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ رجب ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۷۷۵/۲۸)

روزہ کا فدیہ کن صورتوں میں ہے؟

سوال: [۴۷۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ روزہ کا فدیہ کن کن صورتوں میں دیا جاسکتا ہے؟

المستفتی: حسب الرحمن سٹمشی، سیدی سرائے، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب آدمی بوڑھا ہو جائے، اور روزہ رکھنے کی طاقت باقی نہ رہے تو روزہ کے بدلہ فدیہ دینے کی شرعی طور پر اجازت ہے۔

عن عطاء سمع ابن عباس ، يقرأ وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين ، قال ابن عباس : ليست بمنسوخة هو الشيخ الكبير ، والمرأة الكبيرة لا يستطيعان أن يصوما ، فيطعمان مكان كل يوم مسكينا . (صحيح البخاري ، التفسير ، باب ماجاء في أيام معدودات..... ، النسخة الهندية ۲/۶۴۷ ، رقم: ۴۳۲۰ ، ف: ۴۵۰۵)

وللشيخ الفانى العاجز عن الصوم الفطر ويفدى وجوباً الخ. (الدر المختار ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده زكريا ديوبند ۳/۴۱۰ ، كراچی

۴۲۷/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۴ رجب ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۷۷۵/۲۸)

فدیہِ صوم کے مستحق کون؟

سوال: [۴۷۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فدیہِ صوم کے مستحق حضرات کون ہیں؟

المستفتی: حسب الرحمن شمشی، سیدی سرائے، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فدیہ کے مستحق وہ نادار فقیر ہیں، جو مستحق زکوٰۃ ہیں۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: من مات وعليه صيام شهر فليطعم

عنه مكان كل يوم مسكيناً. (سنن الترمذی، الصوم، باب ماجاء فی الكفارة، النسخة

الهندية ۱/۵۲، دارالسلام رقم: ۷۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۴ رجب ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۷۷۵/۲۸)

روزہ کا فدیہ کب اور کس کو دیا جائے؟ اور فدیہ کی مقدار

سوال: [۴۷۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)

زید دل کا مریض ہے ڈاکٹروں کی ہدایت ہے کہ زید کے منہ میں ہر گھنٹہ دو یاغذا میں سے کچھ

نہ کچھ دینا ضروری ہے، اس صورت میں زید روزہ رکھنے کی قوت نہیں رکھتا ہے۔

(۲) نیز یہ بھی واضح فرمادیں کہ فدیہِ صوم کسی مدرسہ کو کتابوں کی شکل میں بھی دیا

جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) اور اس کی وضاحت بھی فرمادیں کہ دور حاضر میں سیر کا رواج نہیں ہے بلکہ کلو کا حساب چل رہا ہے تو کلو کی مقدار کیا بنے گی؟

المستفتی: حسب الرحمن سہمی، سیدی سرائے، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اگر آئندہ صحت یابی کی کوئی امید نہیں ہے، تو فدیہ دینے کی گنجائش ہے، لیکن اگر کسی زمانہ میں صحت یاب ہو جائے تو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ. (البقرہ: ۱۸۴)

المريض إذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من

المرض الخ. (شامی، کتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم، وما لا يفسده كراچی

۲/۲۷۴، زکریا ۳/۱۰۴)

فإن برئ المريض أو قدم المسافر وأدرك من الوقت بقدر ما فاتته

فيلزمه قضاء جميع ما أدرك الخ. (ہندیہ ۱/۲۰۷، جدید ۱/۲۷۰، الباب

الخامس في الأعدار التي تبيح الإفطار)

(۲) مدرسہ میں کتابیں خرید کر دینے سے فدیہ ادا نہ ہوگا، بلکہ فقیر کو مالک بنا دینا شرط ہے۔

ویشترط أن يكون الصرف تمليكاً لإباحة الخ. (الدر المختار، کتاب

الزكاة، باب المصرف كراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱)

(۳) فدیہ میں روزانہ ایک صدقہ یا اسکی قیمت فقیر کو دینا ہے اور صدقہ فطر کی مقدار

موجودہ اوزان کے حساب سے ڈیڑھ کلو ۷۴۰ گرام ۶۲۰ ملی گرام گہوں ہے۔

عن ابن عمر رض، عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم في الذي يموت وعليه رمضان ولم

يقضه، قال: يطعم عنه لكل يوم نصف صاع من بر. (السنن الكبرى

للیہقی، الصیام، باب من قال إذا فرط فی القضاء دارالفکر ۶/۲۹۹، رقم: ۸۳۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/رجب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷۷۹/۲۸)

روزہ و نماز کا کفارہ

سوال: [۴۷۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک نماز اور ایک روزہ کا کفارہ کتنا ہوگا۔

المستفتی: عبدالقیوم، موضع ہتھیا، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایک نماز اور ایک روزہ کا فدیہ اور کفارہ ایک صدقہ فطر ہے، جسکی مقدار موجودہ اوزان سے ڈیڑھ کلو ۷/۲۴۰ ملی گرام گیہوں ہے، نیز مارکیٹ سے اس کی قیمت معلوم کر کے پیسہ بھی دے سکتے ہیں۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۹۰) عن ابن عمرؓ، عن النبی ﷺ قال: من مات وعليه رمضان لم يقضه فليطعم عنه لكل يوم نصف صاع من بر. (صحيح ابن خزيمة، المكتب الاسلامی ۲/۹۸۸، رقم: ۲۰۵۶)

أن عمر بن الخطابؓ قال: إذا مات الرجل، وعليه صيام رمضان آخر أطمع عنه من كل يوم نصف صاع من بر. (مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمی ۴/۲۳۹، رقم: ۷۶۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/رمضان ۱۴۱۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/رمضان ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵۸۵/۳۱)

بچوں و جوان و مسکینوں کو کفارہ کا کھانا کھلانا

سوال: [۴۷۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ روزہ وغیرہ کے کفارہ میں اگر مسکینوں کو کھانا کھلانے میں جوان فقیروں کے ساتھ کچھ نابالغ بچے ہیں وہ بھی کھانا کھا رہے ہیں، مثلاً تیس بالغ فقیر ہیں اور تیس نابالغ تو کیا یہ کفارہ ادا ہو گیا یا نہیں؟ کیا کھانا کھلانے میں بالغ و جوان ہونے کی شرط ہے یا نہیں؟ حالانکہ قرآن میں عام ہے یعنی ”ستین مسکیناً“ کے الفاظ آئے ہیں، جس میں بالغ نابالغ کی قید سمجھ میں نہیں آتی صحیح رہنمائی فرمائیں، کرم ہوگا؟

المستفتی: قمر الحق، مودھا، تہمیر پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر نابالغ بچے قریب البلوغ ہیں، اور سمجھدار

ہیں، اور بڑوں کے برابر کھانا کھا لیتے ہیں، تو کفارہ ادا ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

”ستین مسکیناً ولو حکماً ولا یجزئ غیر المراهق وتحتہ فی الشامیة“

ولو کان فیمن اطعمہم صبی فطیم لم یجزہ لأنه لا یتستو فی کاملاً الخ. (شامی،

کتاب الطلاق، باب الکفارة کراچی ۳/۷۸، ۴، زکریا ۵/۴۳، ۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۸ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

۱۴۲۵/۱۲۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۱۳۶۳۷)

بہشتی زیور کتاب الصوم کے ایک مسئلہ کی تشریح

سوال: [۴۷۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بندہ بہشتی

زیور دیکھ رہا تھا، اس میں ایک مسئلہ پر نظر پڑی جو باب الصوم سے متعلق ہے، بندہ کو اس مسئلہ میں کچھ خلجان ہے، لہذا اس مسئلہ کو بندہ آپ کے پاس تحریر کر کے بھیج رہا ہے، کسی نے بھولے سے

کچھ کھاپی لیا بعد میں معلوم ہوا کہ میرا روزہ تھا اور اس نے سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا پھر بعد میں قصداً کھاپی لیا بیوی سے جماع کر لیا تو اس کا روزہ فاسد ہو گیا اور صرف قضاء واجب ہوگی کفارہ نہیں، لیکن اگر مسئلہ معلوم تھا کہ میرا روزہ نہیں ٹوٹا پھر بھی قصداً کھاپی لیا تو صرف قضاء واجب ہے، لیکن اسی صورت میں قصداً جماع کر لیا، تو قضا کیساتھ کفارہ بھی واجب ہوگا، اور اس کے بعد مسئلہ میں تینوں چیزیں یعنی کھانے پینے اور جماع ہر ایک کا حکم ایک ہی بیان کیا گیا ہے اور وہ کفارہ کا واجب ہونا ہے، مسئلہ معلوم ہونے کی صورت میں (بہشتی زیور حصہ ۱۱/۱۰۴)

حالانکہ بہشتی زیور میں شامی کی جس عبارت کو حوالہ میں نقل کیا گیا ہے، اس عبارت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے، کہ کھانے اور پینے اور جماع ہر ایک کا حکم ایک ہی ہے، لیکن وہ یہ ہے کہ کفارہ واجب نہیں ہوگا، خواہ مسئلہ معلوم ہو یا نہ ہو کیونکہ عدم وجوب کفارہ کی علت میں امام مالک کا اختلاف ہے اور وہ اختلاف تینوں چیزیں یعنی کھانے پینے اور جماع ہر ایک میں ہے، اور شامی کی عبارت یہ ہے۔

إلا فى مسئلة المتن وهو مالو أكل و كذا لو جامع أو شرب لأن علة عدم الكفارة خلاف مالک وخلافه فى الأكل والشرب والجماع، كما فى الزيلعى. (شامی، کراچی ۲/۴۰۲، زکریا ۳/۳۷۵، مطلب جواز الافطار بالتحری)

لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ بہشتی زیور میں نقل مسئلہ میں تسامح ہوا ہے، یا بندہ کی سمجھ کا قصور ہے۔

نوٹ: بہشتی زیور کے نسخے میں عبارت مختلف نقل کی گئی ہے یعنی کسی نسخے میں درمختار اور شامی دونوں کی عبارت ہے اور کسی میں صرف درمختار کی عبارت ہے، میرے سامنے جو نسخہ ہے وہ کتب خانہ اخترى متصل مظاہر علوم سہارنپور کا مطبوعہ ہے؟

المستفتي: محمد شاہد غنی عنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بہشتی زیور کی عبارت مجمل ہے اس سے

حضرات فقہاء کی رائے کھل کر واضح نہیں ہو پاتی نیز حاشیہ میں جو شامی کی عبارت ذکر کی گئی ہے، اس سے بھی بات کھل کر واضح نہیں ہوتی اس مسئلہ کی پوری وضاحت فتاویٰ تاتارخانیہ میں موجود ہے۔

اصل میں پورا مسئلہ یوں ہے کہ اگر روزہ دار نے نسیاناً کچھ کھاپی لیا ہے پھر اس کے بعد اسکو یاد آ گیا کہ وہ روزہ دار ہے، پھر اس کے بعد یہ سمجھ کر دوبارہ قصداً کھاپی لیا ہے، کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا ہے، تو ایسی صورت میں اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا کفارہ لازم نہ ہوگا، صرف قضاء واجب ہوگی اس کے برخلاف اگر روزہ کی حالت میں نسیاناً اپنی بیوی سے جماع کر لیا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا ہے، تو ایسی صورت میں اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا، کفارہ لازم نہ ہوگا، صرف قضا واجب ہوگی اسکے برخلاف اگر روزہ کی حالت میں نسیاناً اپنی بیوی سے جماع کر لیا بعد میں یاد آیا کہ میرا تو روزہ تھا، اس کے بعد دوبارہ قصداً جماع کرتا ہے، تو اسکی دو صورتیں ہیں، (۱) یہ شخص مسئلہ مسائل سے واقف نہیں اور یہ سمجھتا رہا کہ میرا روزہ تو ختم ہو چکا ہے، پھر اس کے بعد قصداً جماع کر لیا تو اس شخص پر بھی صرف قضا واجب ہے، کفارہ لازم نہیں ہے، اور اگر یہ شخص عالم اور فقیہ ہے مسائل سے واقف ہے پھر قصداً جماع کر لیتا ہے، تو ایسی صورت میں اس شخص پر قضا بھی لازم ہے اور کفارہ بھی لازم ہوگا، اور بہشتی زیور کی عبارت میں اتنی قید موجود ہے کہ مسئلہ جاننے کی صورت میں جماع میں کفارہ لازم ہے چنانچہ عبارت یوں ہے اور اگر مسئلہ جانتا ہو پھر بھول کر ایسا کرنے کے بعد عمداً اذکار کر لے تو جماع کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہوگا، یہ مسئلہ اپنی جگہ درست ہے، فتاویٰ تاتارخانیہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

إذا جامع امرأته في نهار رمضان ناسياً فتذكر وهو مخالطها فقام عنها أو جامع ليلاً فانفجر الصبح وهو مخالطها فقام عنها حتى لم يفسد صومه ثم عاد وهو ذاكراً ذكراً في بعض الكتب أن عليه الكفارة من قبل أنه عاد وهو على صومه وذكر في بعض الكتب عن محمد في وجوب الكفارة روايتان في

روایۃ قال تلزمه الكفارة لما قلنا وفي رواية قال إن كان الرجل فقيها يعلم أن الأول لم يفطره ثم عاد تلزمه الكفارة وإن كان جاهلاً لا تلزمه الكفارة، وهو نظير ما إذا كان ناسياً ثم أكل بعد ذلك متعمداً إن كان الرجل فقيها تلزمه الكفارة، وإن كان جاهلاً لا. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصوم، الفصل الخامس وجوب الكفارة، كوئته ۲/۲۷۷، زكريا ۳/۳۹۳، رقم: ۶۷۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

۲۵/۴/۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۵۸/۳۷)

ماہواری کی وجہ سے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء یا فدیہ

سوال: [۴۷۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب سے مجھ پر روزے فرض ہوئے ہیں، مجھے علم نہیں تھا کہ جو روزے حیض کے دوران چھوٹ گئے ہیں، ان کی ادائیگی ضروری ہے، اب مسئلہ یہ درپیش ہے کہ میں ان روزوں کا فدیہ دینا چاہتی ہوں میں قضاء روزے تو رکھنا چاہتی ہوں مگر مجبوری یہ ہے کہ میرے چار چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اور روزے تقریباً سو سے بھی زیادہ ہیں، جو کہ قضاء ہیں، ۱۹۹۹ء سے تو میں نے قضاء روزہ فوراً ادا کر دیئے ہیں، ۲۰۰۰ء اور ۲۰۰۱ء کے بھی رکھ لئے ہیں، ۱۹۷۸ء سے ۱۹۹۸ء کے لگ بھگ ایک سو روزے قضاء ہیں، اور ان کی ادائیگی کرنا چاہتی ہوں، زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، تو میں چاہتی ہوں کہ فدیہ ادا کر دوں؟

المستفتیۃ: ساحرہ، لندن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ماہواری کی وجہ سے جو روزے ۱۹۷۸ء سے لیکر

۱۹۹۸ء تک قضاء ہوئے ہیں، ان کی ادائیگی ضروری ہے، ان کے بدلہ میں فدیہ دینا درست نہیں ہے، کیونکہ روزہ کے بدلہ میں فدیہ دینا ایسی عورتوں کیلئے ہے، جو کہ اسی نوے سال کی

عمر کو پہنچ کر ضعف و کمزوری کی وجہ سے روزہ رکھنے پر کسی طرح قادر نہ ہو، اور جن عورتوں کو ماہواری آتی ہے، وہ شریعت میں صحیح اور تندرست عورتیں شمار کی جاتی ہیں، لہذا آپ صحیح اور تندرست عورتوں میں شامل ہیں، اسلئے آپ کو قضاء میں روزہ ہی رکھنا لازم ہوگا، اور اسکی آسان شکل آپ کیلئے یہ ہے کہ سردیوں کے زمانہ میں، مہینہ میں دس دس پندرہ پندرہ روزے رکھ لیا کریں تو انشاء اللہ دو سال میں آپ کے تمام روزے مکمل ہو جائیں گے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ/۳۸۵)

وللشيخ الفاني وهو يفدي فقط وليست على غيره من المريض والمسافر والحامل والمرضع لعدم ورود نص فيهم ووروده في الشيخ الفاني. (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في العوارض ۲/۲۸۶، زكريا ۱/۲، ۵۰، هداية، اشرفيه ديوبند ۱/۲۲۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۲/۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ
(الف فتاویٰ نمبر: ۳۶/۷۵۸۷)

شوگر کے مریض کو فدیہ ادا کرنا

سوال: [۴۷۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شوگر کے مریض کو روزہ رکھنے پر جان کا خطرہ ہے ہر گھنٹے اس کو پانی پینا لازم ہے تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوگر کے مریض کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، اگر مرض دائمی ہے، تو ہر روزے کا فدیہ دینا ضروری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ حقانیہ ۴/۱۹۵، آپ کے مسائل اور انکا حل ۴/۵۶۰)

المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع وإن خاف الزيادة وامتداده فكذلك عندنا و عليه القضاء إذا أفطر . (ہندیہ ، کتاب الصوم ، الباب الخامس فی الأعدار التي تبيح الإفطار ، زكريا ۱/۲۰۷ ، جدید ۱/۲۶۹) فممن كان منكم مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر وقد بينا أنه ليس المراد عين المرض فإن المريض الذي لا يضره الصوم ليس له أن يفطر فكان ذكر المريض كناية عن أمر يضر الصوم معه . (بدائع ، زكريا ۲/۲۵۰ ، وكذا في الفتاوى التاتارخانية زكريا ۳/۴۰۳ ، رقم: ۴۶۹۷ ، الفقه على المذاهب الأربعة ، دار الفكر ۱/۵۷۲) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷/۷ رجب ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۶۱۶/۴۱)

بیماری کی وجہ سے چھوٹے ہوئے روزوں کا فدیہ

سوال: [۴۷۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکا جس کی عمر بوقت انتقال ۲۸ سال تھی، اور اس نے جب سے روزہ فرض ہوا تھا بوجہ بیماری نہیں رکھا تھا، کتنے سال کے روزوں کا کفارہ ادا کرنا چاہئے اور کس حساب سے کل رقم ادا کرنی چاہئے، اس بچے کا والد روزوں کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہے؟

المستفتی: اقبال احمد، بندوق والے، بازار گنج، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر اولیاء کو مرحوم کے بالغ ہونے کا وقت معلوم

نہیں ہے، تو پندرہویں سال میں بالغ فرض کرے ۱۴ سال کے ۴۰ روزوں کا فدیہ ہر روزہ کے عوض میں ایک صدقہ فطر یا اس کی قیمت مرحوم کی طرف سے فقراء کو دیدی جائے، تو انشاء

اللہ تعالیٰ عند اللہ مرحوم سے روزوں کا مواخذہ نہیں ہوگا، نیز معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ آج گیہوں کا بھاؤ فی کلو ۲/۸ پیسے ہیں، تو اس حساب سے کل فدیہ دو ہزار اٹھاون روپیہ ہوتا ہے۔

عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من مات وعلیہ صیام شہر فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکینا . (سنن الترمذی، الصوم، باب ماجاء فی الکفارة، النسخة الهندیة ۱/۱۵۲، دارالسلام رقم: ۷۱۸، صحیح ابن خزیمة، المکتب الاسلامی ۲/۹۸۸، رقم: ۲۰۵۶)

عن ابن عمر عن النبی ﷺ فی الذی یموت وعلیہ رمضان ولم یقضہ قال: یطعم عنہ لكل یوم نصف صاع من بر. (السنن الکبریٰ للبیہقی، الصیام، باب من قال إذا فرط فی القضاء بعد الإمكان حتی مات الخ..... دارالفکر ۶/۲۹۹، رقم: ۸۳۱۱)

وإن كان مريضاً وقت الإيجاب ولم يبرأ حتى مات فلا شيء عليه فإذا لم يف به الثلث توقف الزائد على إجازة الوارث فيعطى لصوم كل يوم طعام مسكين لقوله صلى الله عليه وسلم من مات وعلیہ صوم شہر فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکین الخ. (حاشیة الطحطاوی مع مراقی الفلاح، قدیم ۲۳۸/، دارالکتاب دیوبند/۴۳۸)

وفدی لزوماً عنہ ائی عن المیت ولیہ الذی یتصرف فی مالہ الخ. (الدرالمختار، کراچی ۲/۴۲۴، زکریا دیوبند ۳/۴۰۶)

فإن لم یوص ویتبرع عنہ الورثة جاز الخ. (عالمگیری، کتاب الصوم، الباب الخامس فی الأعذار التي تبيح الإفطار، جدید ۱/۲۷۰، زکریا دیوبند ۱/۲۹۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ جمادی الأولى ۱۴۱۱ھ

(الف توئی نمبر: ۱۱۹۱/۲۳)

بیس سال کے روزوں اور انیس سال کی نمازوں کا فدیہ

سوال: [۴۷۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک صاحب کا انتقال ہوا ہے جبکہ ذمہ بیس سال کے رمضان کے روزے اور انیس سال کی نمازیں باقی ہیں، سوال طلب امر یہ ہے کہ مرحوم کے چھٹے ہوئے تمام روزوں اور نمازوں کا مجموعی فدیہ کتنا ہوگا؟ جلد جواب سے نوازیں مہربانی ہوگی؟

المستفتی: مولانا محمد عمر صاحب، مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: روزہ کا فدیہ ایک صدقہ فطر ہے اور ہر نماز کا فدیہ بھی ایک صدقہ فطر ہے اور وتر کا فدیہ بھی لازم ہوتا ہے، تو بیس سال کے روزوں کا فدیہ ۹ رنو کو نٹھل ۴۴ رگلو ۸۴ رگرام گیہوں ہوگا، اور انیس سال کی نمازوں کا فدیہ ۶۴۶ رکو نٹھل ۲۳ رگلو ۲۲۵ رگرام ۶۰۰ ملی گرام گیہوں ہوگا۔

عن نافع عن ابن عمر رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من مات وعليه رمضان لم يقضه فليطعم عنه لكل يوم نصف صاع من بر. (صحیح ابن خزیمہ، المکتبہ اسلامی ۹۸۸/۲، رقم: ۲۰۵۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ صفر ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۶۶۶/۲۵)

روزہ کا فدیہ کا فر کو دینا

سوال: [۴۷۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ روزہ کا فدیہ کافروں کو دینا درست ہے یا نہیں؟ اسی طریقہ سے صدقہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: سردار خاں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: روزہ کا فدیہ غیر مسلم کو دینا جائز نہیں ہے۔

(مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۴۴۴)

وفی الشامیة تحت قوله ومصرفاً قال الرملى وفى الحاوى وإن
أطعم فقراء أهل الذمة جاز وقال أبو يوسف لا يجوز وبه نأخذ قلت بل
صرح في كافي الحاكم بأنه لا يجوز ولم يذكر فيه خلافاً وبه علم أنه ظاهر
الرواية عن الكل. (شامی، کتاب الطلاق، باب الكفارة كراچی ۳/۴۷۹، زکریا

۱۴/۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ رذی الحج ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۸۶۴)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۳/۱۲/۱۴۲۳ھ

دائمی مرض اور صحت کی ناامیدی میں روزہ کا فدیہ

سوال: [۴۷۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دل کی

بیماری کی وجہ سے ڈاکٹر منع کرتے ہیں روزہ رکھنے کو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے تکلیف بڑھ جاتی ہے، اور روزہ اگر چھوڑ دیں تو بعد میں روزہ رکھنا ممکن ہی نہیں ہے تو ایسی صورت میں کیا کریں؟

المستفتی: محمد فرقان، تمباکو والے

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر دائمی مرض ہے اور صحت یابی سے بالکل

ناامیدی ہے تو روزانہ کسی فقیر کو ایک صدقہ فطر کی مقدار کیے ہوں بطور فدیہ کے دیا کریں یا ایک صدقہ فطر کی قیمت دیا کریں۔

کما فی الشامی، المریض إذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية

لكل يوم من المرض الخ. (شامی، کتاب الصوم، باب ما لا یفسد کوئٹہ ۲/۶۳، ۱)

کراچی ۲/۴۲۷، زکریا ۳/۴۱۰)

اور اگر کسی وقت صحت یاب ہو جائے اور اللہ تعالیٰ روزہ رکھنے کے قابل بنا دے تو پھر اس وقت قضاء کرنا بھی واجب رہے گا۔

کما فی الدر المختار ومتی قدر قضی لأن استمرار العجز شرط الخلیفة.

(الدر المختار مع الرد، کوئٹہ ۲/۱۶۴، کراچی ۲/۴۲۷، زکریا دیوبند ۳/۴۱۱)

عن عبادة بن نفي قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: من مرض في رمضان فلم يزل مريضاً، حتى مات لم يطعم عنه، وإن صح فلم يقضه، حتى مات أطعم عنه. (مصنف عبد الرزاق، الصيام، باب المرض في رمضان، وقضاءه،

المجلس العلمي ۴/۲۳۷، رقم: ۷۶۳۵)

عن ابن عمر عن النبي ﷺ الذي يموت وعليه رمضان ولم يقضه قال: يطعم عنه لكل يوم نصف صاع من بر. (السنن الكبرى للبيهقي، الصيام، باب من قال إذا فرط في القضاء بعد الإمكان، دار الفكر ۶/۲۹۹،

رقم: ۸۳۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

حفظ الرحمن

۱۱/۱۴۰۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶/رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۱۳/۲۳)

دل کے مریض والے آدمی کا روزہ، امامت اور فدیہ کا حکم

سوال: [۹۶:۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ:

(۱) ایک شخص دل کا مریض ہے امامت کرتا ہے، دل کا مریض ہونے کی بنا پر روزہ بھی نہیں رکھ سکتا ہے، ذرا بھی بھوک پیاس برداشت نہیں ہو پاتی ہے، کمزوری اتنی آجاتی ہے کہ اٹھنا بیٹھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے، دوسرے ڈاکٹر نے بھی منع کر دیا ہے کہ روزہ رکھنے میں کمزوری آ کر زیادہ پریشانی کا سبب ہو جائے گا، لہذا کیا شخص مذکور روزہ نہ رکھ کر رمضان میں

امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) شخص مذکور نے دل کے عارضہ کی وجہ سے رمضان میں روزے نہیں رکھے ہیں، تو کیا رمضان کے علاوہ میں امامت کرسکتا ہے؟
(۳) اور جیسا کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں ہے تو روزہ کی تلافی کے واسطے کیا صورت اختیار کی جائے؟

المستفتی: حافظ محمد انور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) روزہ نہ رکھنا اقتداء کے صحیح ہونے کیلئے مانع نہیں ہے، لہذا سوال میں مذکور شخص جو دل کا مریض ہے اور ذرا سی بھوک پیاس برداشت نہیں کرسکتا اور روزہ کی وجہ سے کمزوری آجاتی ہے وہ روزہ نہ رکھنے کے باوجود امامت کرسکتا ہے۔
المانع من الاقتداء بثلاثة أشياء منها طريق عام يمر فيه العجلة والأوقار
هكذا في شرح الطحاوي ثم قال ومنها نهر عظيم لا يمكن العبور منه إلا
بالعلاج كالفنطرة وغيرها هكذا في شرح الطحاوي ثم قال ومنها صف تام
من النساء هكذا في شرح الطحاوي. (عالمگیری ۸۷/۱، جدید زکریا ۱۴۵/۱)
لیکن اگر مقتدیوں کو نفرت ہو تو ایسے معذور آدمی کو امامت ترک کر دینا چاہئے روزہ
ایک فریضہ اسلام ہونے کی وجہ سے ایسا معذور آدمی جو رمضان کا روزہ نہیں رکھ سکتا لوگ اس
کی امامت کو پسند نہیں کریں گے اسلئے بضد ہو کر امامت پر قائم نہ رہنا چاہئے از خود امامت
ترک کر دینا چاہئے، اور کسی صحیح تندرست متبع شریعت آدمی کو امام بنانا چاہئے۔

وَأَم قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ إِنَّ الْكَرَاهَةَ لِفَسَادٍ فِيهِ أَوْ لِأَنَّهُمْ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ
مَنْهُ كَرَاهٍ لَهُ ذَلِكَ تَحْرِيمًا. (شامی، زکریا ۲۹۷/۲)

(۲) جب رمضان کے فرض روزے رکھنے کی طاقت نہیں اور روزہ نہیں رکھ پاتا تو
رمضان اور غیر رمضان دونوں میں امامت کی ذمہ داری کسی تندرست آدمی کو سونپ دینی

چاہئے تاکہ مقتدیوں میں اعتراض اور اور خلیجان پیدا نہ ہو۔

وَأَمْ قَوْمًا وَهَمَّ لَهُ كَارَهُونَ إِنَّ الْكَرَاهَةَ لِفَسَادٍ فِيهِ أَوْ لِأَنَّهُمْ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ مِنْهُ كَرِهَ لَهُ ذَلِكَ تَحْرِيمًا. (شامی، زکریا ۲/۲۹۷)

(۳) اگر آئندہ بھی صحت یابی سے ناامید ہو جائے تو ہر دن کے روزہ کے بدلہ میں فدیہ ادا کرے جس کی مقدار نصف صاع گیہوں ہے، جو موجودہ اوزان کے اعتبار سے ڈیڑھ کلو ۷۲۰ گرام، ۶۲۰ ملی گرام ہوتا ہے، اور اگر اس کے بجائے اس کی قیمت دینا چاہے تو وہ بھی جائز ہے۔ (مستفاد: ایضاً المسائل/۹۰)

المريض إذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض. (شامی، زکریا ۳/۴۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲ھ/۳/۱۸

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ رجب الاول ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۹۸۴)

روزہ رکھنے کی طاقت نہیں تو کیا کرے؟

سوال: [۹۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ضعیف عمر عورت ہوں تقریباً میری عمر اس وقت ۶۵/۷۰ سال کے قریب ہے، میں رمضان المبارک میں روزہ نہیں رکھ سکتی، روزہ رکھوں تو میری جان کا خطرہ ہے، تو میرے لئے کیا صورت ہو سکتی ہے؟

المستفتی: محمد کمران، منجانب نانی صاحبہ، فیض گنج، مراد آباد
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر آپ ایسی کمزور ہو چکی ہیں کہ جس سے روزہ رکھنے کی بالکل ہمت نہیں تو ہر روز کے بدلے میں پونے دو سیر گیہوں یا اسکی قیمت کسی فقیر یا مسکین کو بطور فدیہ کے دیا کریں۔

عن عطاء سمع ابن عباس یقرأ وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين
قال ابن عباس : ليست بمنسوخة هو الشيخ الكبير والمرأة الكبيرة لا
يستطيعان أن يصوما ، فيطعمان مكان كل يوم مسكينا . (صحيح البخارى ،
التفسير، باب قوله وأياما معدودات..... النسخة الهندية ۲/۶۴۷، رقم: ۴۳۲۰، ف: ۴۵۰۵)
فتاویٰ عالمگیری میں ہے!

فالشيخ الفاني الذي لا يقدر على الصيام يفطر ويطعم لكل يوم
مسكيناً. (هنديہ، زكريا ديوبند ۱/۲۰۷، كتاب الصوم، الباب الخامس في الأعدار التي
تبيح الإفطار جديد ۱/۲۷۰)

وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدي وجوباً. (شامی،
كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد زكريا ديوبند ۳/۴۱۰، كراچی
۲/۴۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹/۸/۱۴۰۷ھ

(الف فتاویٰ نمبر: ۱۹۱/۲۳)

مرض کے سبب روزہ رکھنے کی طاقت نہیں

سوال: [۳۷۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی
آدمی لاغر بیمار ہو روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو، اور وہ روزہ نہ رکھے اسکے واسطے کیا مسئلہ ہے؟
فدیہ ادا کرنا ہو تو کس حساب سے ادا کرے؟

المستفتیہ: ہمایوں بیگم، محلہ مغل پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر مرض سے شفاء یاب ہونے کی امید ہو تو روزہ
موقوف کر دے اور جب شفا یاب ہو جائیگا، تو جتنے روزے فوت ہوئے اتنے قضا کر لے، اور
اگر شفا یاب ہونے کی کوئی امید نہ ہو تو ہر روزہ کے بدلہ میں ایک صدقہ فطر یا اسکی قیمت فقیر

کو صدقہ کر دیا کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم/۶/۲۶۶)

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ . (البقرہ: ۱۸۵)

عن عطاء سمع ابن عباس يقرأ وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين
قال ابن عباس : ليست بمنسوخة هو الشيخ الكبير والمرأة الكبيرة لا
يستطيعان أن يصوما ، فيطعمان مكان كل يوم مسكينا . (صحيح البخارى ،
التفسير، باب قوله وأياما معدودات..... النسخة الهندية ۲/۶۴۷، رقم: ۴۳۲۰، ف: ۴۵۰۵)
فإن عجز عن الصوم لمرض لا يرجى برؤه أو كبر أطعم أي ملك
ستين مسكينا ولو حكماً (قوله) كالفطرة قدراً ومصرفاً أو قيمة ذلك
الخ. (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الكفارة، كراچی ۳/۴۷۸، زكريا
ديوبند ۵/۱۴۳، كوئٹہ ۲/۶۳۲، ۲/۱۳۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ شعبان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۵۶۲۴)

رمضان میں سخت بیماری میں مبتلا مریض کیا کرے؟

سوال: [۴۷۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید
سانس کا مریض ہے، نیز وقفہ وقفہ سے اس کو منہ سے خون بھی آتا رہتا ہے، ایسے بیمار کیلئے
روزہ کا کیا حکم ہے؟ اس حالت میں روزہ رکھے یا روزہ کا فدیہ ادا کرے، روزہ کا فدیہ کیا اور
کتنا ہے؟ اگر کسی غریب مسکین کو صبح وشام کھانا کھلا دیا جائے تو کیا روزہ کا فدیہ ادا ہو جائے گا؟
المستفتی: محمد سلیم، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر اس مرض سے شفاء کی امید نہیں ہے،
اور اس حالت میں روزہ پر طاقت نہیں ہے، اور وہ شیخ فانی ہے تو ایسی صورت میں فدیہ

دینے کی اجازت ہے اور فدیہ کی مقدار ایک روزہ کا ایک صدقہ فطریا اسکی قیمت ہے۔
(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۶۲)

عن عطاء سمع ابن عباس یقرأ وعلی الذین یطیقونہ فدیة طعام مسکین
قال ابن عباس : لیست بمنسوخة هو الشیخ الکبیر والمرأة الکبیرة لا
یستطیعان أن یصوما ، فیطعمان مکان کل یوم مسکینا . (صحیح البخاری ،
التفسیر، باب قوله وأیاما معدودات..... النسخة الهندیة ۲/۶۴۷، رقم: ۴۳۲۰، ف: ۴۵۰۵)
اور اگر مذکورہ شخص شیخ فانی نہیں ہے، صرف بیمار ہے تو فدیہ دینا جائز نہ ہوگا، بلکہ فی الحال
روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور بعد میں قضا کرنا لازم ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۶۲)
وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ . (البقرہ:
۱۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۵۸۵/۳۳)

۵۵ رسالہ آدمی شیخ فانی نہیں

سوال: [۴۸۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک
آدمی ہے جس کی عمر تقریباً ۵۵ سال ہے کسی عذر کی بنا پر رمضان المبارک کے مہینے کا روزہ نہ
رکھ سکے تو کیا اسکی طرف سے فدیہ یعنی مسکین کو کھانا کھلا دے، تو ان کی طرف سے فرض ساقط
ہو جائیگا، یا نہیں؟ یا یہ کہ رمضان المبارک کے بعد جب صحت یاب ہو جائے تو اسکی قضا کرنی
پڑے گی، قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟
نوٹ: اگر فدیہ دے تو کتنی مقدار دے؟

المستفتی: محمد زبیر الدین قاسمی ہونگیر،
امام مسجد انجیر والی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ۵۵/رسال کا آدمی شرعاً و عرفاً شیخ فانی نہیں ہے، ایسا آدمی اگر کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو فدیہ دینے سے بری نہیں ہو سکتا بلکہ صحت یاب ہونے پر روزوں کا قضاء کرنا واجب ہے۔

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ. (البقرہ: ۱۸۵)

او مریض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض الفطر وقضوا لزوماً ما قدروا وبلا فدية الخ. (الدرالمختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض،

المبيحة لعدم الصوم زكريا ۳/۰۳ تا ۴۰۵، کراچی ۲/۴۲۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۴۰۸)

سائنس کی مریضہ کا روزہ میں مشین استعمال کرنا

سوال: [۴۸۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں سائنس کی مریضہ عرصہ سے ہوں، ڈاکٹری علاج چل رہا ہے، ڈاکٹر صاحب نے ایک مشین دی ہے، جو سائنس کی زیادتی پر اسکے اندر ایک کپسول جسمیں پاؤڈر بھرا ہوا ہے، رکھ کر مثل بیڑی سگریٹ کی طرح کھینچا جاتا ہے، وہ پھیپڑوں کو سکون دیتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ماہ مبارک آرہا ہے، روزہ کی حالت میں مشین استعمال کر سکتی ہوں یا نہیں؟ اگر روزہ قضا کرنا پڑے تو اس قضاء روزہ کا فدیہ کتنا دینا ہے؟

المستفتیة: رقیہ خاتون، زوجہ مقبول حسین، اصلت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر سائنس کی مریضہ ہے، دوبارہ شفا یابی کی امید ہے، تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ اس وقت روزہ موقوف رکھا جائے، اور جب صحت یابی ہو جائے

تو چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کرے، اور اگر دوبارہ شفا یابی کی امید نہیں ہے، یا عمر ہی اس حد تک پہنچ چکی ہے، کہ ایسی عمر کے لوگ عام طور پر دوبارہ تندرست نہیں ہو پاتے ہیں، تو ایسے لوگوں کو شریعت میں شیخ فانی کہتے ہیں، اور عورتوں کو عجزہ کبیرہ کہا جاتا ہے، تو ایسے لوگوں کیلئے شریعت میں اس بات کی گنجائش ہے کہ روزہ چھوڑ دیں اور ہر روزہ کے بدلے میں ایک صدقہ فطر کے بقدر فدیہ دیا کریں اب آپ اپنے بارے میں خود دیکھ لیں آپ کس قسم میں داخل ہیں؟ اور اگر تندرست آدمی ہے مگر دمہ کا مریض ہے، اور اس کا مرض ختم ہی نہیں ہوتا ہے، لیکن دواؤں کی مشین استعمال کرنے سے اس کے سانس ٹھکانے پر آ جاتے ہوں اور روزہ رکھنے کی طاقت آ جاتی ہو، تو ایسا آدمی مشین استعمال کر کے روزہ رکھا کریگا، اور ساتھ ساتھ احتیاطاً فدیہ بھی ادا کرتا رہے، اور اس طرح کے تندرست آدمی کیلئے مشین استعمال کر کے روزہ رکھنے کا حکم اس لئے ہے کہ روزہ اللہ کا ایک اہم فریضہ ہے ایک طاقور آدمی جو مشین استعمال کرنے کے بعد روزہ رکھ سکتا ہو، اسے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے، جیسا کہ سلسل البول اور انفلات ریح کی حالت میں نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے، اسی حالت میں نماز پڑھنے کا حکم ہے، اسی لئے مشین اور آ لہ استعمال کر کے ایسا شخص روزہ رکھا کریگا، لیکن احتیاطاً ہر روزہ کیساتھ ایک صدقہ فطر کی مقدار فدیہ بھی ادا کرتا رہے، اور اگر فدیہ دینے کے لئے پیسہ کا انتظام نہیں ہے، تو یوں ہی روزہ رکھتا رہے گا۔

عن عطاء سمع ابن عباس یقرأ وعلی الذین یطیقونہ فدیة طعام مسکین
قال ابن عباس : لیست بمنسوخة هو الشیخ الکبیر والمرأة الکبیرة لا
یستطیعان أن یصوما ، فیطعمان مکان کل یوم مسکینا . (صحیح البخاری ،
التفسیر، باب قوله وأیاما معلودات، النسخة الهندیة ۲/۶۴۷، رقم: ۴۳۲۰، ف: ۴۵۰۵)

وتتوضأ المستحاضة ومن به سلس البول أو استطلاق بطن أو انفلات
ریح أو رعاف دائم أو جرح لا یبرقاً لوقت کل فرض ویصلون به فرضاً ونفلاً .
(تبیین الحقائق، امداد یہ ملتان ۱/۶۴، زکریا ۱/۱۸۰، ۱۸۱، ہندیہ ۱/۴۱، جدید ۱/۹۵،

کتاب الطہارۃ قبیل: الباب السابع فی النجاسة وأحكامها حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند/۱۴۹، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۲۵/۱۸۸)

قال رحمه الله: لمن خاف زيادة المرض الفطر. (تبيين الحقائق،

امدادیہ ملتان ۱/۳۳۳، زکریا ۲/۱۸۹، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند/۶۸۴)

قال رحمه الله: وللشيخ الفاني وهو يفدي فقط أى للشيخ الفاني

الفطر. (تبيين الحقائق، زکریا ۲/۱۹۸، امدادیہ ملتان ۱/۳۳۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۲/ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

۱۴۳۱/۷/۲۴

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۵۲/۳۹)

اسہال کی وجہ سے روزہ توڑنا

سوال: [۲۸۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ روزہ رکھنے

کے بعد کئی اسہال ہو گئے مسلمان ڈاکٹر کی رائے سے دوا بھی کھائی اور گلوکوز بھی چڑھ رہا ہے، ڈاکٹر کہتا ہے، کہ دوا نہ کھائی تو حالت خراب ہو سکتی ہے، بلڈ پریشر ڈاؤن ہو گیا ہے، ایسی حالت میں روزہ توڑنے پر صرف رمضان کی قضاء ہوگی یا کفارہ بھی دینا ہوگا، اگر کفارہ بھی دینا ہے تو اسکی ادائیگی رقم میں کتنی ہوگی کیا کسی مدرسہ میں دیجا سکتی ہے، جواب کی تفصیل سے مطلع فرمائیں؟

المستفتی: ظفر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ کی درج شدہ صورت میں مسلمان

مریض نے غیر فاسق ڈاکٹر کے بتلانے سے یا خود مریض کو مرض بڑھ جانے کا خطرہ ہونے کی وجہ سے روزہ توڑ دیا ہے، تو شرعاً کفارہ واجب نہیں ہوگا، بلکہ صرف قضاء واجب ہوگی۔

(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۲۶)

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ. (البقرہ: ۱۸۵)

أو مریض خاف الزيادة لمرضه بغلبة الظن بإمارة أو تجربة أو بإخبار طبيب حاذق مسلم مستور الخ. (الدرالمختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض المبيحة لعدم الصوم، زکریا دیوبند ۳/۴۰۳، ۴۰۴، کراچی ۲/۴۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۴۱۴/۲۵)

مرضعہ، حاملہ روزہ نہ رکھ سکے تو کیا کرے؟

سوال: [۴۸۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی مرضعہ اور حاملہ عورت کو رمضان میں روزہ رکھنے سے ضرر لاحق ہو جاتا ہے، تو کیا فدیہ دینے سے اس عورت کے اوپر سے روزہ ساقط ہو جائیگا یا روزہ کی قضاء کرے گی؟

المستفتی: محمد اختر، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرضعہ یا حاملہ کو روزہ رکھنے سے ضرر لاحق ہونے کا ڈر ہو تو وہ بعد میں ان روزوں کی قضاء کرے گی فدیہ دینے سے قضا ساقط نہیں ہوگی۔

وقال الحسن: وإبراهيم في المرضعة والحامل إذا خافتا على أنفسهما أو ولدتهما فطران ثم تقضيان. (صحيح البخاري، كتاب التفسير ۶۴۷/۲، رقم: الباب ۲۵)

إذا خافت الحامل أو المرضعة على أنفسهما أو على ولدتهما جاز الفطر وعليهما القضاء. (الفتاوى التاتاخارنية، كتاب الصوم، الفصل السابع في الاسباب المبيحة للفطر قديم ۲/۳۸۴، زکریا دیوبند ۳/۴۰۴، رقم: ۴۶۹۹)

والفدية على الشيخ الفاني وليست على غيره من المريض والمسافر والحامل والمرضع لعدم ورود نص فيهم. (البحر الرائق، فصل في العوارض

زکریا ۲/۵۰۱، کوئٹہ ۲/۲۸۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۰۶۷۵۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۸/۳/۱۴۱۷ھ



۶ / باب الاعتکاف

اعتکاف سے متعلق چند سوالات

سوال: [۴۸۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(الف) اعتکاف کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(ب) شریعت کی نگاہ میں انفرادی اعتکاف پسندیدہ ہے یا اجتماعی؟

(ج) اعتکاف کیلئے اپنے محلہ کی مسجد کو چھوڑ کر سفر کر کے دوسری جگہ اعتکاف کرنا کیسا ہے؟

(د) رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کیلئے اشتہار وغیرہ کے ذریعہ مجمع

اکٹھا کیا جاتا ہے، جس میں یہ بھی اعلان ہوتا ہے، کہ ہمارے یہاں طعام کا بھی نظم ہے اور مجمع

کی کثرت کی وجہ سے عبادتی رنگ کے بجائے مجلسی رنگ اور خورد و نوش کا پہلو غالب ہوتا ہے

ایسا کرنا کیسا ہے؟

(ه) اعتکاف کے اختتام پر بطور انعام نقد روپے دئے جاتے ہیں، تاکہ آئندہ لوگ

اسی مسجد میں اعتکاف کریں، اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد عارف، معلم جامعہ عربیہ نور الاسلام، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (الف) رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا

اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔

وسنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان أي سنة كفاية كما في

البرهان . (الدر المختار ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، زكريا ديوبند ۳/۴۳۰ ، كراچی

۴۴۲/۲ ، مجمع الأنهر قديم ۱/۲۵۵ ، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۳۷۶)

(ب) اگر بلا تداعی اعتکاف میں اجتماع کی شکل ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں

ہے، جیسا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کے یہاں لوگ تربیت حاصل کرنے کی غرض سے آتے تھے اور اجتماعی شکل ہو جاتی تھی، مگر لوگوں کو مدعو کر کے اجتماع کرنا یا باقاعدہ تشہیر کرانا جائز نہیں ہے بلکہ ایسی عبادت میں اخفاء زیادہ مناسب ہے۔

التطوع بالجماعة إذا كان على سبيل التداعى يكره . (ہندیہ، کتاب

الصلاة الباب الخامس في الإمامة، جدید ۱/۴۱، زکریا ۱/۸۳، الدر المختار، زکریا ۲/۲۸۸، کراچی ۲/۴۸، ۴۹)

(ج) اعتکاف اپنی مسجد میں یا علاقہ کی جامع مسجد میں کرنا افضل ہے اعتکاف و عبادت کیلئے صرف چار قسم کی مساجد کا سفر کرنا مشروع ہے باقی کسی اور مسجد میں اعتکاف کیلئے سفر کرنا ثابت نہیں ہے (۱) مسجد حرام (۲) مسجد نبوی (۳) مسجد اقصیٰ (۴) اپنے علاقہ کی جامع مسجد۔

لقوله عليه السلام: لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد مسجد

الحرام، ومسجدي هذا، ومسجد الأقصى. (ترمذی، الصلاة، باب ماجاء فی أی

المساجد أفضل، النسخة الهندیة ۱/۷۵، دار السلام رقم: ۳۲۶)

وأما الأفضل فأن يكون في المسجد الحرام ثم مسجد المدينة، وهو

مسجد رسول الله ﷺ ثم مسجد بيت المقدس ثم مسجد الجامع .

(البحر الرائق، کوئٹہ ۲/۳۰۱، زکریا ۲/۵۲۶)

(د) اپنے یہاں معتکفین کی تعداد بڑھانے کیلئے باقاعدہ اعلان اور اشتہار چسپاں

کرنا جس سے اعتکاف کا مقصود فوت ہو جائے، شریعت میں محمود نہیں بلکہ سخت ممنوع ہے

کیونکہ یہ تداعی الی التوائفل ہے جو مکروہ ہے، اسی طرح یہ اعلان کرنا کہ ہمارے یہاں قیام

وطعام کا بھی نظم ہے تاکہ لوگ وہاں پہنچیں اور اعتکاف کریں درست نہیں البتہ جو لوگ اپنے

شیخ کے یہاں محض بغرض اصلاح نفس اور تربیت حاصل کرنے ہی کیلئے آتے ہیں، اور اسی

ضمن میں اعتکاف بھی کر لیتے ہیں، تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

التطوع بالجماعة إذا كان على سبيل التداعى يكره . (ہندیہ

زکریا ۱/۸۳، الباب الخامس في الإمامة جديد (۱۴۱/۱)

(۵) اعتکاف کے اختتام پر انعامات تقسیم کرنا تاکہ سال آئندہ بھی اعتکاف کیلئے یہیں پہنچیں اسلام میں ثابت نہیں بلکہ یہ خود ساختہ اور گھڑا ہوا عمل ہے اور خلوص ولہیت سے دوری اور سمعہ وریا ہے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

عن أبي هريرة رضي قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ان الله لا ينظر إلى صوركم وأموالكم، ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم. (صحيح البخارى، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم ظلم المسلم.....، النسخة الهندية ۲/۳۱۷، بيت الأفكار رقم: ۲۵۶۴، مسند أحمد بن حنبل ۲/۲۸۵، رقم: ۷۸۱۴، ۲/۵۳۹، رقم: ۱۰۹۷۳، صحيح

ابن حبان، دارالفکر ۱/۲۲۱، رقم: ۳۹۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۸/۲/۹ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ

(الف فتاویٰ نمبر: ۳۳/۵۲۳۹)

کس مسجد میں اعتکاف مسنون ہے؟

سوال: [۲۸۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ پورے شہر میں اگر ایک مسجد میں اعتکاف کر لیا جائے تو کافی ہوگا یا نہیں؟ ہمارے یہاں اسٹیشن والی مسجد سے متصل مسلم آبادی نہیں ہے بلکہ فاصلے پر ہے، ایک دو گھر مسلمانوں کے ہیں، باقی بازار اور غیر مسلموں کے گھر ہیں، کیا ایسی صورت میں مسجد مذکور میں اعتکاف ضروری ہے؟

المستفتی: اسرار احمد، نجیب آباد، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس مسجد میں تراویح کی نماز ہوتی ہے، اس مسجد

میں اعتکاف بھی مسنون ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۳۹۸)

لہذا آپ کی مذکورہ مسجد میں بھی اعتکاف مسنون کا حکم ہوگا۔

و سنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان وتحته في الشامية سنة

كفاية نظيرها إقامة التراويح بالجماعة فإذا قام بها البعض سقط الطلب عن
 الباقي فلم يأتوا بالمواطبة على الترك بلا عذر الخ. (شامی، کتاب الصوم،
 باب الاعتكاف زکریا ۳/۴۳۰، کراچی ۲/۴۴۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۳۰ شوال ۱۴۱۹ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۴۳/۵۹۱۴)

الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۳۰/۱۰/۱۴۱۹ھ

غیر شرعی مسجد میں اعتکاف کا حکم

سوال: [۴۸۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ
 اسلامیہ کی موقوفہ زمین پر مہتمم صاحب نے ایک مسجد بنائی ہے، جس کی نوعیت یہ ہے کہ مہتمم
 صاحب نے ایک عمارت تیار کی اور اس میں مستقل جماعت کیساتھ نماز ادا کی جاتی ہے، اور تعلیم
 بھی ہوتی ہے، اور طلبہ کا بھی قیام ہے اور اوپری منزل جو کہ فی الحال زیر تعمیر ہے وہ مسجد ہے
 اور اسکی مسجد ہونے کی نیت بھی کی ہے، اور نچلی عمارت جو کہ جماعت خانہ ہے، مہتمم صاحب
 نے تعمیر کے وقت مسجد کی نیت نہیں کی ہے، تو کیا یہ نچلی منزل جس میں مستقل جماعت ہوتی
 ہے، مدرسہ کی موقوفہ زمین پر ہونے کی وجہ سے نیت نہ ہونے کے باوجود نماز پنجوقتہ ہونے کی وجہ
 سے شرعی مسجد کہلائی جاسکتی ہے؟ اور اس میں سنت واجب و نفل اعتکاف ہو سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کا نچلا حصہ چونکہ مسجد کی نیت سے تعمیر نہیں
 کیا گیا ہے، اسلئے وہ شرعی مسجد کے دائرے میں داخل نہیں ہے، لہذا اس حصہ میں اعتکاف بھی
 صحیح نہ ہوگا، اور اوپر کا حصہ چونکہ مسجد کی نیت سے بنایا گیا ہے، اسلئے وہ شرعی مسجد کے دائرے
 میں داخل ہے، لہذا اس میں اعتکاف بھی صحیح ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۶۸۳)

لا اعتكاف إلا في مسجد جماعة وعن أبي حنيفة أنه لا يصح إلا في
 مسجد يصلی فیہ (وتحتہ فی چلبی) مسجد الجماعة هو الذي يكون له

إمام ومؤذن أدیت فیہ الصلوٰۃ الخمس أولاً . (هدایہ مع العنایہ ، کوئٹہ ۲/۳۰۸)
 وإذا جعل تحته سرداباً لمصالحه أي المسجد جاز كمسجد
 القدس . الدر المختار مع الشامی ، كتاب الوقف ، زكريا ديوبند ۶/۵۷، ۵، كراچی
 ۴/۳۵۷، عالمگیری ، كتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد جدید ۲/۴۰۸ ،
 زكريا ۲/۴۵۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۲/۱۱۴۴ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۴۵۸)

کیا اعتکاف کیلئے مسجد شرعی شرط ہے؟

سوال: [۲۸۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ناچیز نے فتاویٰ شامی و دیگر کتب فقہ کو دیکھا تو سمجھ میں یہ بات آئی کہ اعتکاف ایسی مسجد میں کیا جائے جہاں اذان اور پنجوقتہ جماعت کا اہتمام ہو اور عربی کتب میں ہر جگہ مسجد کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، تو کیا اس سے مسجد شرعی مراد ہے؟ یا پھر اعتکاف ایسی جگہ بھی درست ہو جاتا ہے، جو مسجد شرعی تو نہیں ہے، لیکن اس جگہ پنجوقتہ نماز باجماعت ہوتی ہے۔ (۲) مختلف جب غسل کرنے جائے تو ناپاک کپڑے کو دھونے کی کیا شرعاً اجازت ہے برائے مہربانی باحوالہ تحریر فرمائیں؟ مہربانی ہوگی؟

المستفتی: عتیق الرحمن، ناگپوری،
 دارالعلوم حسینیہ، باسمر روڈ، اکولہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) رجال کے اعتکاف کیلئے مسجد شرعی کا ہونا شرط ہے اس میں پانچوں وقت نماز باجماعت پڑھی جاتی ہو یا نہ پڑھی جاتی ہو۔
 لا اعتکاف إلا فی مسجد جماعة وعن أبی حنیفة أنه لا یصح إلا فی

مسجد یصلیٰ فیہ (وتحتہ فی چلپی) مسجد الجماعة هو الذی یکون له

إمام ومؤذن أدیت فیہ الصلوٰۃ الخمس أولاً. (هدایہ مع العنایہ، کوئٹہ ۲/۳۰۸)

(۲) جس طرح بدن کی طہارت کیلئے نکلنا جائز ہے اسی طرح ناپاک کپڑے کی

طہارت کیلئے بھی نکلنا جائز ہے، اس لئے کہ یہ بھی حاجت شرعی کے دائرہ میں داخل ہے۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۲/۱۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ صفر المظفر ۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۲۱/۲۹)

گاؤں کی مسجد چھوڑ کر دوسرے گاؤں کی مسجد میں اعتکاف

سوال: [۴۸۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک

غریب آدمی اپنے گاؤں کی مسجد میں اعتکاف کرتا تھا، مسجد کے ذمہ دار حضرات ان کے کھانے

کا انتظام کرتے تھے، اتفاق سے آئندہ سال دوسرے گاؤں کے لوگوں نے اسکو یہ لالچ

دیا کہ ہماری مسجد میں یا فلاں گاؤں کی مسجد میں جا کر اعتکاف کرو گے تو آپ کو اعتکاف کے

بعد عید میں کپڑا اور روپے وغیرہ بھی دیا جائیگا، چنانچہ وہ غریب آدمی ہر سال اس لالچ میں

اپنے گاؤں کی مسجد کو چھوڑ کر دوسرے گاؤں کی مسجد میں رمضان کا اعتکاف کرتا ہے، تو اس

غریب شخص کا اس طرح اعتکاف کرنا اور اعتکاف کے بعد کپڑا اور روپیہ وغیرہ لینا اور اس عمل

کیلئے دوسرے شخص کا لالچ دلانا جائز ہے یا ناجائز؟ واضح رہے کہ جس گاؤں کی مسجد میں جا کر

اعتکاف کرتا ہے، اس مسجد میں اس گاؤں کا کوئی آدمی اعتکاف کیلئے نہیں بیٹھتا ہے، تو کیا اس

شخص کا اعتکاف اس گاؤں کے رہنے والے لوگوں کی طرف سے کافی ہو جائے گا؟ جبکہ فقہ کی

کتابوں میں لکھا ہے کہ گاؤں کی مسجد میں اسی گاؤں کے ایک آدمی کا اعتکاف میں بیٹھنا

ضروری ہے، ورنہ سب کے سب گنہگار ہونگے؟

المستفتی: محمد شفیق الرحمن، پورنیہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آبادی میں ہر محلہ میں کم از کم ایک آدمی کا اعتکاف

کرنا سنت مؤکدہ ہے، جس کو سنت مؤکدہ علی الکفایہ کہا جاتا ہے، یہ ذمہ داری ہر اہل مسجد پر ہے، لہذا محلہ والوں میں سے ایک دو آدمی اعتکاف کر لیں تو سب کے اوپر سے یہ ذمہ داری پوری ہو جاتی ہے، اور اعتکاف لیلۃ القدر کی تلاش اور اس میں عبادت کی غرض سے کیا جاتا ہے، جس میں نہایت اخلاص کی ضرورت ہے کپڑے یا کسی اور دنیوی اغراض و مقاصد کیلئے اعتکاف کیا جائے تو اس سے اعتکاف کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا، اپنی مسجد کو چھوڑ کر دنیوی اغراض کیلئے دوسری مسجد میں اعتکاف کیلئے منتقل ہونا مناسب نہیں ہے، بلکہ اپنی ہی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہئے، اور دوسری مسجد میں اعتکاف نہ کرنے کے خود اس محلہ والے ذمہ دار ہیں ہاں البتہ دینی اغراض کی بنا پر دوسری مسجد میں اعتکاف کے لئے منتقل ہو تو یہ جائز بھی ہے اور زیادہ فضیلت ہوگی، مثلاً وہاں عوام کو وعظ اور دعوت و تبلیغ کرنا مقصود ہے تو ایسی صورت میں اعتکاف کیساتھ ساتھ دعوت و تبلیغ کا ثواب بھی ملے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۵۱۱)

و سنة مؤکدة في العشر الأخير من رمضان أي سنة كفاية (در مختار)

في إذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقي فلم يأتوا. (شامی، کتاب الصوم،

باب الاعتكاف، کراچی ۲/۴۴۴، زکریا ۳/۴۳۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ شعبان ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶۸۳۶/۷)

کیا نفلی اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے؟

سوال: [۴۸۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے

ایک ساتھی تین دن کا نفلی اعتکاف کرنا چاہتے ہیں، وہ ایسا کر رہے ہیں، کہ منگل کے روز دو بجے سے اعتکاف شروع کریں گے، اور جمعہ کے دن دو بجے ختم کر دیں گے، کیا یہ اعتکاف

درست ہے یا شام سے اعتکاف شروع کرنا ضروری ہے، جبکہ وہ روزہ بھی نہیں رکھتے ہیں؟
المستفتی: محمد اصغر، سیڈھا، کجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ میں ذکر کردہ نقلی اعتکاف کی صورت شرعاً درست ہے نقلی اعتکاف دن کے کسی بھی حصہ میں شروع کر سکتے ہیں، نیز اس کے لئے روزہ رکھنا بھی ضروری نہیں ہے۔

وأقل مدة اعتكاف النفل ساعة عند محمد في الأصل وليس الصوم شرطاً للنفل على ظاهر الرواية . (مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۳۷۷،
مصرى قديم ۱/۲۵۶)

وأقله نفلاً ساعة عند محمد وهو ظاهر الرواية عن الإمام . (شامی،
کراچی ۲/۴۴۳، زکریا ۳/۴۳۳)

أن الصوم ليس بشرط في التطوع وليس لأقله تقدير على الظاهر حتى
لو دخل المسجد ونوى الاعتكاف إلى أن يخرج منه صح . (هنديہ، کتاب
الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، جديد ۱/۲۷۴ زکریا ۱/۲۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۴۰۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۳/۶ھ

دوران اعتکاف انتقال ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: [۴۸۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص
اعتکاف میں بیٹھا اور اسی حالت میں یعنی اعتکاف کے ایام ہی میں اس دنیائے فانی کو خیر آباد
کہہ دیا تو کیا اس شخص کا اعتکاف ہوا یا نہیں؟ اس شخص کی طرف سے کسی دوسرے شخص کو اس
کے چھوٹے ہوئے ایام کو پورا کرنا پڑے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد ساجد، سیتاڑھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب اعتکاف کی حالت میں موت واقع ہوگی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ قیامت کے دن اعتکاف ہی کی حالت میں اٹھایا جائے گا، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو آدمی حج یا عمرہ کے سفر میں حالت احرام میں انتقال کر جائے قیامت کے دن احرام کی حالت میں تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا، اور بقیہ ایام کا اعتکاف اگر دوسرے لوگ نائب بن کر کریں تو اس کی طرف سے ادا نہ ہوگا، اور نہ ہی بقیہ کا پورا کرنا لازم ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر فرأى رجلا سقط عن بعيره فوقص فمات وهو محرم فقال رسول الله ﷺ: اغسلوه بماء وسدر، وكفنوه في ثوبيه، ولا تحمروا رأسه، فإنه يبعث يوم القيامة يهلهل أو يلبى الحديث: (ترمذی، الصحیح، باب ماجاء فی المحرم، یموت فی احرامه، النسخة الهندية ۱/۱۸۸، دارالسلام رقم: ۹۵۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۲/۲۰۱۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ صفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۵۴/۳۸)

رمضان میں کتنے دن کا اعتکاف مسنون ہے؟

سوال: [۴۸۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ کفایہ ہے، یا ایک دن و رات اعتکاف کر لینے سے بھی سنت ادا ہو جائے گی، یہاں بعض علماء کہتے ہیں، کہ ایک دن و رات اعتکاف کر لینے سے بھی سنت ادا ہو جائے گی، مکمل دس ایام اعتکاف کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟

المستفتی: محمد رمضان، دارالعلوم، کالیکا پور، مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: رمضان کے مکمل آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، صرف ایک دن رات کا اعتکاف کر لینے سے یہ سنت ادا نہیں ہوگی، اور بعض علماء کا یہ کہنا کہ ایک دن و رات اعتکاف کر لینے سے سنت ادا ہو جائے گی، مکمل دس ایام اعتکاف کرنے کی ضرورت نہیں، از روئے شرع صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ مکمل عشرہ اعتکاف کرنے سے ہی سنت ادا ہوگی ورنہ نہیں۔

وسنة مؤكدة على الكفاية في العشر الأخير من رمضان فلو أداه واحد من أهل المسجد كفى الكل وإلا أثموا وإن أفسده قبل الإتمام أحرز ثواب ما اعتكف ولم يأت بالسنة . (معارف السنن ، كتاب الصوم ، باب ما جاء في الاعتكاف ۵/۵۱۳، ۵۱۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۶/۲۰۲۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۰۸۲۳۷)

کیا عورت کے اعتکاف میں بیٹھنے سے سنت ادا ہو جائیگی؟

سوال: [۴۸۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک گاؤں میں رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کے اعتکاف میں ایک مرد اگر بیٹھتا ہے تو سنت کفایہ کے طور پر سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے، لیکن اگر ایک مرد کے بجائے دو عورتیں اعتکاف میں بیٹھ جائے اپنے اپنے گھروں میں تو کیا یہ سنت کفایہ ادا ہو جائے گی۔

المستفتی: محمد فرقان، خوش حال گنج، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں اگر مرد کے

جائے صرف عورت اعتکاف میں بیٹھتی ہے، خواہ ایک ہو یا چند اور مرد معتکف نہ ہو تو عورت کا اعتکاف صحیح ہو جائیگا، لیکن اس کے اعتکاف سے مردوں کے ذمہ سے اعتکاف کی سنیت ادا نہ ہوگی، بلکہ ان کے اوپر اعتکاف کی ذمہ داری باقی رہے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۳/۱۵۱، جدید ڈابھیل ۱۰/۲۷۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۹۱/۳۵)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۰/۴/۱۴۲۱ھ

خانقاہی اعتکاف

سوال: [۴۸۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے آسام میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے خلیفہ اجل حضرت مولانا احمد علی شیخ الحدیث دارالعلوم بانسکندھی مسجد میں اعتکاف کرتے رہے، جس کو وہ خانقاہی اعتکاف کے نام سے موسوم کرتے تھے، اور حضرت کے انتقال کے بعد خانقاہی اعتکاف کے نام سے مساجد میں ان کے خلفاء اعتکاف کر رہے ہیں اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے ارشادات کے مطابق ذکر تسبیح و تہلیل وغیرہ کی مشق کراتے ہیں، لیکن یہاں کے کچھ لوگوں کا کہنا ہے (جن میں کئی مولوی بھی شریک ہیں) کہ خانقاہی اعتکاف مساجد میں جائز نہیں ہے، اب سوال یہ ہے کہ اکابرین ملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا، اور شیخ عبدالجبار صاحب شیخ الحدیث مدرسہ شاہی، مراد آباد وغیرہم سے خانقاہی اعتکاف مساجد میں کرنے کا ثبوت ہے یا نہیں؟ نیز شریعت میں اس طرح خانقاہی اعتکاف کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: عبدالحق قاسمی، ذمہ دار خانقاہ احمدیہ،

مدنیہ، کلکاسیہ، پریہٹا، آسام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خانقاہی اعتکاف سے کیا مراد ہے؟ اس سے اگر پورے مہینہ کا اعتکاف مراد ہے، تو یہ سلف سے ثابت نہیں اور اگر اس سے یہ مراد ہے کہ شیخ اپنے متعلقین کے ساتھ آخری عشرہ کا اعتکاف کرتا ہے، تو یہ حدیث سے ثابت ہے، اسلئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام کیساتھ آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے، اور آپ کیساتھ صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد اعتکاف میں شرکت فرماتی تھی، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، کہ پہلے اور دوسرے عشرہ میں لیلۃ القدر کا نہ ہونا متعین ہو جانے کے بعد آپ نے صحابہ سے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ جو لوگ پہلے میرے ساتھ اعتکاف کر چکے ہیں وہ اب چاہیں تو میرے ساتھ آخری عشرہ میں اعتکاف کر لیں۔

عن أبي سعيد الخدري قال إن رسول الله صلى الله عليه وسلم اعتكف العشر الأول من رمضان ثم اعتكف العشر الأوسط ، في قبة تركية على سديتها حصير - إلى قوله - فقال إني اعتكفت في العشر الأول ألتمس هذه الليلة ثم اعتكفت العشر الأوسط ثم أتيت فقيل لي إنها في العشر الأواخر فمن أحب منكم أن يعتكف فليعتكف فاعتكف الناس معه قال وإني أريتها إلى قوله وإذا هي ليلة إحدى وعشرين من العشر الأواخر .

الحديث: (مسلم شريف، كتاب الصيام، باب فضل ليلة القدر، والحث على طلبها.....، النسخة الهندية ۱/۳۷۰، بيت الافكار رقم: ۱۱۶۷، مشکوٰۃ ۱/۸۲، وهكذا في

صحيح باين خزيمة المكتب الاسلامي ۲/۱۰۳۹، رقم: ۲۱۷۱)

سائل کا مقصد اگر یہی ہے کہ مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ کی وفات کے بعد ان کے خلفاء میں کوئی ایسا بھاری آدمی موجود ہے جو اپنے ماتحت اور متعلقین کیساتھ اس طرح آخری عشرہ کا اعتکاف کرتا ہے تو وہ حدیث رسول کے مطابق جائز ہے، اور حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ،

حضرت شیخ الہند، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری بڑے حضرت رائی پوری چھوٹے حضرت رائی پوری، اور حضرت مولانا شیخ الاسلام حسین احمد مدنی ان تمام اکابر کا عمل بھی ایسا ہی تھا، نیز حضرت شیخ مولانا عبدالجبار صاحب کا عمل بھی ایسا ہی تھا، لیکن حضرت شیخ الحدیث مولانا کریا صاحب نور اللہ مرقدہ کا عمل پورے رمضان کا تھا، اور ان کے اس عمل پر علماء کی طرف سے اعتراضات بھی ہوئے ہیں، اور ان اعتراضات کے جوابات بھی دئے گئے ہیں، کہ حضرت شیخ پورے مہینہ کا اعتکاف آخری عشرہ کی طرح سنت سمجھ کر نہیں کرتے تھے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۷ صفر ۱۴۲۳ھ

۱۴۲۳/۲/۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۳۹۳۷)

آخری عشرہ میں ایک دو دن یا تین دن کا اعتکاف

سوال: [۴۸۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں میں لوگ رمضان کے آخری عشرہ میں ایک یا دو دن کا اعتکاف کرتے ہیں، اور اس کو سنت مؤکدہ کی ادائیگی سمجھتے ہیں، اور یہ سلسلہ کئی سالوں سے چلا آ رہا ہے، کیا اس طرح آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے سے سنت مؤکدہ کی طرف سے ادا ہو جائیگا؟ اور ایسا کرنے والے گنہگار نہیں ہوں گے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب دے کر مشکور ہوں؟

المستفتی: محمد انس، سینٹا پوری، متعلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آخری عشرہ میں ایک یا دو دن کا اعتکاف کرنے سے نقلی اعتکاف بن جائیگا اس کا آخری عشرہ کے مسنون اعتکاف میں شمار نہیں کیا جائیگا، اور چونکہ نفل اعتکاف بھی ایک عبادت ہے، اور وہ بھی آخری عشرہ میں ہے تو یہ بھی ایک افضل ترین عمل ہے، مگر اس کو آخری عشرہ کا مسنون اعتکاف سمجھنا غلط ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم

۵۱۰/۶، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۵/۲۵)

عن ابی ہریرۃؓ قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف فی کل رمضان عشرۃ ایام الخ. (صحیح البخاری، الصوم، باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان، النسخۃ الہندیۃ ۱/۲۷۴، رقم: ۱۹۹۸، ف: ۴۰۴، ابو داؤد، باب ین ینکون الاعتکاف، النسخۃ الہندیۃ ۱/۳۳۴، رقم: ۲۴۶۶)

وینقسم إلیٰ واجب وهو المنذور..... وإلیٰ سنة مؤکدة وهو فی العشر الآخر من رمضان وإلیٰ مستحب وهو ما سواهما هكذا فی فتح القدير. (ہندیہ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف ۱/۲۷۴، جدید زکریا ۱/۲۱۱، شامی، زکریا ۳/۱۳۰، شامی کراچی ۲/۴۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳۳۵ھ/۷/۱۸

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/رجب المرجب ۱۳۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۰۱/۲۱)

اعتکاف میں نیابت

سوال: [۲۸۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ معتکف کو دوران اعتکاف کوئی ایسی ضرورت پیش آئی یا مریض ہو گیا جس کی وجہ سے مسجد سے نکلنا بہت ضروری ہو گیا، تو کیا اس کے بدلے میں جتنے دن اس کے ذمہ اعتکاف کے دن باقی ہیں، کسی کو اس کی جگہ پر بیٹھایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالوحید، اصلاحی ضلع مہراج گنج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس طرح اعتکاف میں بدل جائز نہیں ہے، لہذا نیابت درست نہ ہوگی، بلکہ ہر ایک کا اپنی طرف سے الگ الگ نفل اعتکاف ہو سکتا ہے، اسلئے کہ عبادت بدنیہ میں نیابت جائز نہیں۔

ولا تجوز فی البدنیۃ المحضۃ كالصلوۃ والصوم والاعتکاف الخ.

(مجمع الأنهر، کتاب الحج عن الغیر، مصری قدیم ۱/۳۰۷، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۴۵۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ شوال ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۳۴۶/۳۴)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۹/۱۰/۱۴۲۰ھ

حالت حیض میں اعتکاف

سوال: [۴۸۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں اس ماہ رمضان المبارک کے آخر عشرہ کے ہفتہ میں اعتکاف میں بیٹھنا چاہتی ہوں، اور میری بہت زیادہ خواہش ہے اب ذرا سی پریشانی یہ ہے کہ ہو سکتا ہے، رمضان کی ۲۹ یا ۳۰ تاریخ کو میری نماز قضا ہو جائے اگر خدا نہ کرے نماز قضا ہو جائے، تو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے یا اس بات کی اجازت شرعاً ہے کہ دو تین دن کیلئے کوئی روکنے کی دوائی کھالی جائے، احتیاط کے طور پر تو گناہ یا خدا نہ کرے شرک تو نہیں ہوگا؟

المستفتیہ: شاہانہ، محلہ طویلہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس کو روکنے کیلئے دوانہ کھائی جائے بلکہ اگر وقت پورا ہونے سے پہلے خون جاری ہو جائے تو اعتکاف ختم کر دیا جائے اور جتنے روز باقی رہ جائیں اتنے ایام کا اعتکاف مع روزہ کے بعد میں بطور قضا کے کر لیا جائے، اور اگر دوا استعمال کر کے روک لیا جائے تو بھی آپ گنہگار نہیں ہوگی لیکن یہ اچھا کام نہیں ہے اس سے صحت متاثر ہو جاتی ہے۔ لزوم الاعتکاف المسنون بالشروع وإن لزوم قضاء جمیعہ أو باقیہ مخرج علی قول أبی یوسفٍ أما علی قول غیرہ فیقضى اليوم الذي أفسده لاستقلال كل يوم بنفسه وإنما قلنا أي باقیہ بناء علی أن الشروع ملزم كالنذر وهو لو نذر العشر يلزمه كله متتابعاً ولو أفسد بعضه قضی باقیہ الخ۔

(شامی، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، زکریا دیوبند ۳/۴۳، کراچی ۲/۴۴،
مصری ۲/۱۸۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۷۳/۲۳)

ایام حیض میں اعتکاف کرنا

سوال: [۴۸۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عورت اعتکاف میں بیٹھنا چاہتی ہے، رمضان میں اگر اس کو ماہ واری آجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ جواب سے نواز کر ممنون فرمائیں؟

المستفتی: اعجاز حسین، پیرزادہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عورت کیلئے ایام حیض میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے، اسلئے جن ایام میں پاک رہتی ہے، انہیں میں اعتکاف کرے۔

والشرط المسجد المخصوص (إلی قوله) والطهارة من حیض ونفاس الخ. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصوم، باب الاعتکاف قدیم ۳۸۲، جدید دارالکتاب دیوبند/۷۰۰)

والحائض والنفساء لیسا بأهل للصلاة أي فلا یصح اعتکافهما. (شامی، کراچی ۲/۴۴۱، زکریا ۳/۴۳۰)

ومنها أي (من شرائطها) الإسلام والعقل والطهارة عن الجنابة والحیض والنفاس. (ہندیہ، کتاب الصوم الباب السابع فی الاعتکاف، جدید ۱/۲۷۴، زکریا ۱/۲۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ شعبان ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۲۱۶۰)

اعتکاف کی حالت میں قرآن سننے کیلئے دوسری مسجد جانا

سوال: [۴۸۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص رمضان المبارک میں کلام پاک سن رہا تھا، اسی دوران میں اعتکاف کا وقت آجاتا ہے، پھر وہ شخص دوسری مسجد میں جا کر اعتکاف میں بیٹھ گیا اور اس مسجد میں سورہ تراویح ہوتی ہے، کیا وہ شخص پہلی مسجد میں کلام پاک سننے جا سکتا ہے یا نہیں مدلل جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا؟

المستفتی: نظام الدین، مدرسہ

بدرالعلوم لنگو، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر اعتکاف میں بیٹھتے وقت دوسری مسجد میں

قرآن پاک سننے کی نیت کر لے تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔ (مستفاد: دارالعلوم ۵۱۲/۶)

ولو شرط وقت النذر والالتزام أن يخرج إلى عيادة المريض و صلوة

الجنائز و حضور مجلس العلمي يجوز ذلك. (الفتاویٰ التاتار خانیة، کتاب الصوم،

الفصل الثانی عشر، الاعتکاف کوئٹہ ۲/۲۱، زکریا دیوبند ۳/۴۴۵، رقم: ۴۸۰۸،

عالمگیری، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، جدید ۱/۲۷۶، زکریا دیوبند ۱/۲۱۲،

الدر المختار، زکریا دیوبند ۳/۴۳۹، کراچی ۲/۴۴۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۰ شوال ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۴۶۴)

جس کا اعتکاف ٹوٹ جائے تو وہ کیا کرے؟

سوال: [۴۸۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص بلا ضرورت اعتکاف کی حالت میں مسجد سے باہر نکل آیا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ گیا، اب یہ شخص کیا کرے، دوبارہ اعتکاف کی نیت کر کے مسجد ہی میں رکے یا پھر روانہ ہو جائے؟ مفصل جواب دے کر ممنون فرمائیں؟

المستفتی: محمد علی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس شخص کا اعتکاف ٹوٹ جائے اس کو گھر آجانے کا اختیار ہے، دوبارہ نیت کر کے اعتکاف کرنا ضروری نہیں ہے، ہاں اگر اعتکاف نذر کا ہے تو اس کی قضا لازم ہے، اور اگر رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے تو اس کی قضا مستحب ہے، اور اگر نفلی اعتکاف ہے تو اس کی قضا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

و حرم علیہ ای علی المعتکف اعتکافاً واجباً - الی - الخروج إلا لحاجة الإنسان - الی - فلو خرج ساعة بلا عذر فسد فیکضیہ وفي الشامی
 أي لو واجباً بالندر وأما التطوع لو قطعه قبل تمام اليوم فلا . (تنویر مع الدر، کتاب الصوم، باب الاعتکاف زکریا دیوبند ۳/۴۳۴ تا ۴۳۷، کراچی ۲/۴۴۴ تا ۴۴۷)

قوله أما النفل أي الشامل للسنة المؤکدة ومقتضى النظر
 لو شرع فی المسنون أعني العشر الأواخر بنیته ثم أفسده أن یجب قضاءه
 تخريجاً علی قول أبی یوسف فی الشروع فی نفل الصلوة نأویاً أربعاً لا علی
 قولهما والحاصل أن الوجه یقتضی لزوم کل یوم شرع فیما
 عندهما بناء علی لزوم صومه بخلاف الباقي لأن کل یوم بمنزلة شفع من
 النافلة الرباعیة وإن کان المسنون هو اعتکاف العشر بتمامه . (شامی،

زکریا ۳/۴۳۴، ۴۳۵، کراچی ۲/۴۴۴، ۴۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۹/۸/۱۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۷ شعبان ۱۴۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۷۱۱/۳۸)

کیا اعتکاف کی قضا لازم ہے؟

سوال: [۴۸۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص اکیسویں شب میں اعتکاف میں بیٹھا دو دن کے بعد بلا ضرورت باہر نکل گیا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو گیا، تو اب اعتکاف کی قضا کس طرح کرے اور کب کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف مسنون ہے، واجب یا فرض نہیں ہے، اور جب ایک یا دو دن بعد مسجد سے بلا ضرورت نکل گیا تو اعتکاف مسنون تو فاسد ہو کر نفل بن گیا، اس کے بعد بقیہ دنوں کا جو اعتکاف کرے گا، وہ بھی نفل بن جائے گا، اور فاسد ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے، کہ دو تین دن کا جو اعتکاف کیا ہے، وہ بالکل ختم ہو جائے گا، بلکہ وہ نفل بن جائے گا، اسلئے کہ اس کی باضابطہ قضا کی بات کتب فقہ سے ثابت نہیں ہے۔

وترک الاعتکاف فی شہر رمضان حتی اعتکف فی العشر الأول من

شوال وتحتہ فی فتح الملہم قال عیاض فعل ذلک قضاء قال یعنی بالقضاء

الإتیان بمثل الفأئ استدر اکاً لفضله لا القضاء حقیقۃ الخ. (فتح الملہم، قبیل باب

الاجتہاد، فی العشر الأواخر من شہر رمضان، اشرفیہ دیوبند ۳/۱۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۸/۸/۱۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ شعبان ۱۴۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۰۲/۳۸)

بلا عذر شرعی اعتکاف کو فسخ کرنا

سوال: [۴۸۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص رمضان شریف کے اخیر عشرہ میں معتکف تھا، درمیان میں کسی عذر شرعی کی بنا پر اعتکاف فسخ کر دیا، یا بغیر عذر شرعی کے اعتکاف فسخ کر دیا تو کیا اس پر قضا یا کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں؟

المستفتی: فیاض احمد سیتا مڑھی،
مبتعلم شعبہ افتاء، مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مسئلہ صورت میں رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف عذر شرعی یا بلا عذر شرعی کے جب فسخ کر دیا، تو اس کی قضا یا کفارہ لازم نہیں ہے۔
فلا یدلزم القضاء إلا فی منذور أفسده قبل إتمامه الخ. (فتح القدیر ۳۹۳/۲، شامی، زکریا ۳/۳۷، کتاب الصوم، باب الاعتکاف کراچی ۲/۴۷) فقط اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/رجب المرجب ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۳۰۱۷)

معتکف کا وضو کرنے کیلئے مسجد سے باہر نکلنا اور بیڑی پینا

سوال: [۴۸۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک معتکف صرف با وضو رہنے کیلئے وضو کرنے کیلئے مسجد سے نکل سکتا ہے؟ اور معتکف مسجد کے آخری کنارہ پر بیڑی پئے اور دھواں باہر پھینکے کیا اس کی اجازت ہے؟

المستفتی: جلیل احمد استاد جامع الہدیٰ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: معتکف کیلئے مسجد کے اندر با وضو رہنا مستحب ہے، اسی طرح وضو کیلئے باہر نکلنا جائز اور درست ہے، چاہے فرض نماز کے لئے وضو ہو یا نوافل و تلاوت و ذکر کیلئے یا صرف با وضو رہنے کیلئے سب کی گنجائش ہے، اور مسجد کے کنارے بیٹھ کر بیڑی پینا اور دھواں حدود مسجد سے باہر پھینکنا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ حدود مسجد میں بیڑی سگریٹ کی بدبو کیساتھ داخل ہونا بھی جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر بیڑی سگریٹ پئے بغیر طبیعت خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو رات کے وقت مغرب کے بعد یا عشاء کے بعد استنجاء وغیرہ سے فراغت کیلئے جب استنجاء خانہ میں پہنچے تو یہ ضرورت بھی پوری کر لے اس کے بعد منہ اچھی طرح صاف کر کے مسجد میں داخل ہو جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲۰۱/۵، جدید زکریا ۷/۲۷۷، احسن الفتاویٰ ۴/۵۱۰، ۵۱۲)

ويخرج أيضا لأمر لا بدله منه ثم يرجع إلى المسجد بعد ما فرغ من ذلك الأمر سريعاً ويخرج للوضوء والاعتكاف فرضاً كان أو نفلًا. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصوم، الفصل الثاني عشر في الاعتكاف، دار الإیمان ۲/۱۳۴، زکریا دیوبند ۳/۴۴۶، رقم: ۴۸۱۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۰/۲۲/۱۴۳۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ شوال ۱۴۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۹۴/۳۹)

حالت اعتکاف میں لیڈی ٹیچر کا اسکول میں حاضری دینا

سوال: [۴۸۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لیڈی ٹیچر (اسکول کی معلّمہ) رمضان شریف کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنے کی خواہشمند ہے لیکن اسکول کے قاعدہ کے مطابق اسے دس روز کی چھٹی کے درمیان ایک دن صرف حاضر

ہو کر دستخط حاضری ضروری ہے، اس حاضری کی کوئی دوسری شکل بھی نہیں ہے، تو کیا یہ عورت دوران اعتکاف اپنے قریبی گاؤں سے اسکول حاضر ہو کر بلا کسی سے بات کرے ہوئے حاضری کے دستخط کر کے واپس اعتکاف میں جاسکتی ہے، اس عمل سے اس کا اعتکاف باقی رہے گا یا نہیں؟ اور کیا اس پر اس کی قضا لازم ہوگی یا نہیں؟ نیز عدم جواز کی صورت میں کوئی حیلہ بھی ہو سکتا ہے، کہ اعتکاف بھی پورا ہو جائے اور دستخط حاضری بھی ہو جائے؟

المستفتی: محمد شریف، مدرس پرائمری اسکول جملگاؤں، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اسکول میں حاضر ہو کر دستخط کرنا یہ کوئی عذر شرعی نہیں اسلئے اعتکاف کی حالت میں دستخط کیلئے اسکول جانے سے اعتکاف فاسد ہو جائیگا، البتہ قضا لازم نہیں ہے، اسلئے کہ یہ سنت اعتکاف ہے، اعتکاف واجب نہیں ہے، نیز بلا عذر شرعی کے حیلہ کرنا بھی درست نہیں ہے۔

و حرم علیہ الخروج إلا لحاجة الإنسان طبيعية كبول وغائط وغسل
لو احتلم فلو خرج ولو ناسياً ساعة زمانية لا رملية كما مر بلا عذر
فسد. (درمختار مع الشامی، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، زکریا دیوبند ۳/۴ تا ۳۷۴،
کراچی ۲/۴ تا ۴۷۴، ہدایہ اشرفیہ ۱/۲۳۰)

فلا يلزم القضاء إلا في مندور أفسد قبل إتمامه . (فتح القدیر، زکریا

۳۹۸/۲، کوئٹہ ۲/۳۰۸، دارالفکر مصری ۲/۳۹۳)

كل حيلة يحتال الرجل لإبطال حق الغير أولادخال شبهة فيه فهى

مكروهة . (عالمگیری، کتاب الحیل، الفصل الأول فی بیان جواز الحیل وعدم جوازها
جدید ۶/۳۹۳، قدیم ۶/۳۹۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۳/۳

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۱۹/۳۴)

حالت اعتکاف میں دو اکھا کر روزہ توڑ دینا

سوال: [۴۸۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص اعتکاف کرنے والا مرد ہو یا عورت بوجہ بیماری روزہ کی قضا ہوگئی یا دن میں دو اکھالی ایسی صورت میں اعتکاف باقی رہا یا نہیں؟

المستفتی: بشیر احمد پیرزادہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فاسد ہو گیا ہے۔

ولا يخفى أن اعتكاف العشر الأخير مقدر فيكون الصوم شرطاً فيه

الخ. (منحة الخالق على البحر الرائق، زكريا ۲/۵۲۴)

لہذا جس دن روزہ توڑ دیا ہے، اس دن کا اعتکاف مع روزہ کے بعد میں قضاء کر لینا لازم ہے، اور اگر پورے عشرہ کا اعتکاف مع روزہ کے قضاء کر لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶ رمضان ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۵۶۲۳)

خادم کی موجودگی میں پانی لانے کیلئے معتکف کا مسجد سے باہر جانا

سوال: [۴۸۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ معتکف اگر حد و مسجد سے نکل کر نل سے پانی لیکر مسجد میں آ کر پی لے جبکہ دوسرا آدمی بھی مسجد میں اسکے لئے موجود ہے تو اعتکاف باقی رہا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پانی لا کر دینے والے کی موجودگی میں پانی کیلئے

نکلنا مفسد اعتکاف ہے۔

فیان خرج لأجلها بطل اعتكافه . (البحر الرائق ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف كوئثه ۲/۳۰۳، زكريا ديوبند ۲/۵۳۰، مجمع الانهر قديم ۱/۲۵۷، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۳۷۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶ رمضان ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۵۶/۲۳)

غسل تبرید کیلئے مسجد سے باہر نکلنے کا حکم؟

سوال: [۴۸۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گرمی کے زمانہ میں معتکف کیلئے غسل تبرید کرنے کی غرض سے مسجد سے نکلنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز نہیں ہے، تو اسکی متبادل شکل کیا ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: گرمی کے زمانہ میں معتکف کیلئے غسل تبرید کی غرض سے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، البتہ اسکی متبادل شکل یہ ہے کہ پائخانہ پیشاب کیلئے جب نکلے وہاں پر غسل خانہ بھی ہے اور اس میں ٹنکی لگی ہوئی ہے، یا کسی آدمی نے معتکف کے کہے بغیر از خود پانی رکھ دیا تو ایسی صورت میں قضاء حاجت سے واپسی میں ضمناً غسل کر لینا جائز ہے۔ (مستفاد: انوار رسالت/۲۱۱، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۰/۲۴۴، میرٹھ ۱۵/۲۷۹، دارالعلوم ۶/۵۰۴)

و حرم عليه الخروج إلا لحاجة الإنسان طبيعية قبول أو غائط وغسل لو احتلم ولا يمكنه الاغتسال في المسجد فلو أمكنه من غير أن يتلوث المسجد فلا بأس به أي بأن كان فيه بركة ماء أو موضع معد للطهارة أو اغتسل في إناء بحيث لا يصيب المسجد الماء المستعمل . (الدرالمختار مع الشامی، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، زكريا ۳/۴۳۴، کراچی ۲/۴۴۵)

وإن غسله في المسجد في إناء لا بأس به لأنه ليس فيه تلووث المسجد. (خانيه على هامش الهندية، فصل في الإعتكاف ۱/۲۲۳، جديد زكريا ۱/۲۳۹)

وإن غسل رأسه في المسجد في إناء لا بأس به إذا لم يلوث المسجد بالماء المستعمل. (بدائع الصنائع، زكريا ۲/۲۸۴)

ثم إن أمكنه الاغتسال في المسجد من غير أن يتلوث المسجد فلا بأس به وإلا فيخرج ويغتسل ويعود إلى المسجد. (هنديہ قديم، زكريا الباب السابع في الاعتكاف ۱/۲۱۳، جديد ۱/۲۷۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۵ھ/۵/۲

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۱۹/۴۰)

جنبی معتكف غسل کیلئے مسجد سے باہر کیسے نکلے؟

سوال: [۲۸۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص مسجد میں معتكف ہو اور غسل کی حاجت ہو جائے تو مسجد سے غسل کیسے نکلے؟

المستفتی: ایس، اے، الاعظمی،

پوسٹ بکس نمبر ۲۸۲۰۲، حیدرآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر معتكف جنبی ہو جائے تو تیمم کر کے مسجد کی عظمت کا خیال رکھتے ہوئے مسجد سے باہر نکل جائے اور جلد غسل کر کے واپس ہو جائے۔

(مستفاد: کفایت الہفتی قدیم ۳/۱۰۶، جدید زکریا ۳/۱۴۹، جدید زکریا مطول ۳/۴۰۴)

وإن احتلم في المسجد تیمم للخروج الخ. (شامی، کتاب الطہارۃ، باب

التیمم زکریا دیوبند ۱/۴۱۰، کراچی ۱/۲۴۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۰ رجب ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۷۸۵/۲۸)

میت کی تجہیز و تکفین کیلئے معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا

سوال: [۲۸۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید حالت اعتکاف میں تھا، کہ اسی اثناء میں اس کی بیوی یا کسی گھر والے کا انتقال ہو گیا، زید تجہیز و تکفین کیلئے مسجد سے باہر نکل گیا تو کیا اس کا اعتکاف باقی رہے گا یا نہیں؟ اگر باقی نہیں رہے گا تو کیا اس کے نکلنے کی وجہ سے گاؤں والے بھی گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ نیز وہ اعتکاف کی قضاء کب کرے گا؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتی: سعید الرحمن، جھارکھنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، اگر اعتکاف میں داخل ہوتے وقت مریض کی عیادت، میت کو تجہیز و تکفین کے لئے نکلنے کی نیت نہیں رہی ہے، تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تھوڑی دیر کیلئے بھی مسجد سے باہر نکلیں گے، تو اعتکاف فاسد ہو جائیگا، چاہے مریض کی عیادت یا نماز جنازہ وغیرہ کیلئے نکلنا ہوتا ہو، اس کے برخلاف حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک دن میں ایک دو گھنٹہ کیلئے اس طرح کی شدید ضرورت کی بناء پر مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، لہذا اپنے گھر کے لوگوں میں کسی کی موت ہو جائے جیسے بیوی یا ماں باپ یا اولاد یا حقیقی بھائی بہن میں سے جو ذرہ محرم ہیں، ان کی موت پر حضرات صاحبین کے قول کے مطابق ایک دو گھنٹہ کیلئے نکلنے کی گنجائش ہوگی، اور اس قدر قریبی لوگوں کے علاوہ دیگر رشتہ دار دوست و احباب کی موت پر حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق تھوڑی دیر کیلئے بھی نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے

گا، لہذا مذکورہ واقعہ میں حضرات صاحبینؒ کے قول کے مطابق نکلنے اجازت ہوگی۔

فأما إذا خرج ساعة من المسجد فعلى قول أبي حنيفة يفسد اعتكافه وعند أبي يوسف ومحمد لا يفسد ما لم يخرج أكثر من نصف يوم وقول أبي حنيفة أقيس، وقولهما أوسع قالوا اليسير من الخروج عفو لدفع الحاجة فإنه إذا خرج لحاجة الإنسان لا يؤمر بأن يسرع المشي وله أن يمشي على التؤدة فظهر أن القليل من الخروج عفو، والكثير ليس بعفو، فجعلنا الحد الفاصل أكثر من نصف يوم فإن الأقل تابع للأكثر فإذا كان في أكثر اليوم في المسجد جعل كأنه في جميع اليوم في المسجد. (المبسوط للسرخسي، كتاب

الصوم، باب الاعتكاف، دارالكتب العلمية بيروت ۳/۱۱۸، ۱۱۹)

ولا يخرج المعتكف من معتكفه ليلاً ولا نهاراً إلا بعذر وإن خرج من غير عذر ساعة فسد اعتكافه في قول أبي حنيفة وقال أبي يوسف ومحمد لا يفسد حتى يكون أكثر من نصف يوم. (محيط برهاني ۲/۵۸۴، كوثنه المجلس العلمي جديد ۳/۳۷۹، رقم: ۳۱۷۹)

ولا يخرج المعتكف من معتكفه ليلاً ولا نهاراً إلا بعذر، وإن خرج من غير عذر ساعة فسد اعتكافه في قول أبي حنيفة وقال أبو يوسف ومحمد لا يفسد حتى يكون أكثر من نصف يوم. (الفتاوى التاتار خانية، زكريا ۳/۴۴۴، رقم: ۴۸۰۳)

فإن خرج ساعة من غير حاجة فسد اعتكافه عند أبي حنيفة قالوا لا يفسد حتى يكون أكثر من نصف النهار لأن القليل عفو والكثير لا، فجعلنا الحد الفاصل بينهما نصفاً لأن ما فوقه كثير. (الفتاوى الولوالجية ۱/۲۴۱، دار الإیمان) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳/۵/۱۴۳۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۰۵/۳۹)

عشرہ اخیرہ کے اعتکاف میں نماز جنازہ کیلئے مسجد سے باہر نکلنا

سوال: [۴۸۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف میں نماز جنازہ کیلئے مسجد سے باہر نکلنا بعدہ فوراً مسجد میں واپس آجانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو یہ سد باب ہے یا نفس مسئلہ؟ اگر ناجائز بطور سد باب ہو تو کسی اہل اللہ کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے مسجد سے نکل کر بعدہ فوراً مسجد واپس آجانے میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ چونکہ اکثر اردو فتاویٰ کی کتابوں میں اعتکاف کی تین اقسام لکھی ہیں اور ان سب کا ایک ہی حکم بیان فرما کر خروج من المسجد بلا عذر کو حرام اور مفسد اعتکاف قرار دیا ہے، جیسا کہ ایضاً المسائل میں ہے، اعتکاف نذر اور عشرہ اخیرہ کے اعتکاف میں ضرورت شدیدہ کے بغیر مسجد سے باہر نکلنا حرام اور مفسد اعتکاف ہے۔ (۹۲ باب الاعتکاف، کذا احسن الفتاویٰ ۵۰۱/۴، باب الاعتکاف، امداد الفتاویٰ ۱۵۳/۲، باب الاعتکاف، عزیز الفتاویٰ باب الاعتکاف)

بعنوان عشرہ اخیرہ رمضان کا واجب نہیں تو اس کی قضاء بھی واجب نہیں۔ (کفایت المفتی ۴/۲۳۳، اخیر سوال و جواب)

لیکن عربی فتاویٰ کی کتابوں میں اعتکاف کی تین اقسام اور ان کے دو احکام یعنی اعتکاف واجب کا ایک حکم اور سنت مؤکدہ و نفل کا ایک ہی حکم بیان فرما کر نفل و سنت اعتکاف میں خروج من المسجد بلا عذر کو جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ:

و حرم علیہ اى على المعتكف اعتكافاً واجباً أما النفل فله الخروج لأنه منه له لا مبطل كما مر قوله أما النفل أي الشامل للسنة المؤكدة. (رد المختار على الدر المختار، فی باب الاعتکاف و کذا فی البحر الرائق فی باب الاعتکاف)

وفى الهندية: وهذا كله فى الاعتكاف الواجب أما فى النفل فلا بأس بان يخرج بعذر وغيره فى ظاهر الرواية وفى التحفه لا بأس فيه بأن يعود

المريض ويشهد الجنائز كذا في النقاية الخ. (كتاب الصوم باب في الاعتكاف) وفي التاتارخانية لا يخرج المعتكف إلى قوله وهذا كله في الاعتكاف الواجب وأما في الاعتكاف النفل فلا بأس بأن يخرج بعذر وبغير عذر وهذا على ظاهر الرواية، فإن محمداً قال في الأصل الخ. (الدر المختار شرح تنوير الأبصار، كراچی ۱/۱۵۳، كتاب الصوم ۲/۴۱۳، باب الاعتكاف، وكذا في الدر الاحكام على غرر الاحكام ۱/۲۱۴، باب الاعتكاف، فتح المعين على شرح الكنز لمنلا مبین ۱/۴۵۵، باب الاعتكاف)

المستفتي: محمد شاہ المظاہری، مقیم حال، الملی والی مسجد، سہارنپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ میں جو شبہات پیش کئے گئے ہیں، وہ سوالنامہ میں نقل کردہ جزئیات کی روشنی میں عالمانہ شان کے مطابق ہیں، اور واقعی عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کے احکامات اور پابندیاں معلوم ہونے کے بعد ایسے ہی شبہات پیدا ہو سکتے ہیں، ہم جو اب لکھنے سے پہلے نفلی اعتکاف اور واجب اعتکاف کی نوعیت کو واضح کر دیتے ہیں، نفلی اعتکاف کی نوعیت یہ ہے، کہ جتنی دیر کیلئے چاہے کیا جاسکتا ہے، ایک گھنٹہ کیلئے یا ایک دن، تین دن کیلئے جس طرح چاہے کیا جاسکتا ہے، اور جس کا دل چاہے کر لے اور جس کا دل چاہے نہ کرے، اختیار ہے، درمیان میں مسجد سے باہر نکلیں گے تو یہ جتنی دیر کیلئے مسجد میں رہا گیا ہے، اتنی دیر کیلئے معتکف ہوگا، مفسد نہ ہوگا اسی لئے اس کی قضا نہیں ہے، نیز نفلی اعتکاف کیلئے روزہ شرط نہیں ہے، اور اعتکاف واجب اور نذر کی نوعیت یہ ہے کہ جتنی دیر کیلئے اعتکاف کیا جائے اسکی مدت پوری کرنی لازم ہے، درمیان میں بلا عذر نکل جانا متمم نہیں ہے، بلکہ مفسد ہے اسلئے اس کی قضا لازم ہے، نیز اعتکاف واجب میں روزہ بھی شرط ہے، اب ہمیں اس کے بعد غور کر کے دیکھنا ہے کہ رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف کس کے مشابہ ہے، تو حقیقت یہ ہے کہ عشرہ اخیرہ کا

اعتکاف من وجہ نفل کے مشابہ ہے اور من وجہ اعتکاف واجب اور نذر کے مشابہ ہے، نفل کے مشابہ اس لئے ہے کہ جو لوگ عشرہ اخیرہ کا اعتکاف نہیں کرتے ہیں، ان کے اوپر کوئی دار و گیر اور ملامت نہیں، اور جو کرنا چاہے اسے کرنے کا اختیار ہے لازم نہیں، اس لئے فقہاء و محدثین کی بعض عبارات میں نفل اعتکاف میں عشرہ اخیرہ کا اعتکاف جو سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے اس کو بھی شامل کر دیا ہے، جیسا کہ سوالنامہ میں بھی اسی قسم کی عبارات نفل کی گئی ہیں، اور واجب اور نذر کے مشابہ اس لئے ہے، کہ اعتکاف عشرہ اخیرہ سے بلا عذر ٹکنا واجب و نذر کی طرح مفسد ہے، نفل کی طرح متمم نہیں ہے، اور نیز بقول امام ابو یوسفؒ پورے کی قضاء لازم ہے اور بقول طرفین و جمہور علماء صرف اسی دن کی قضاء لازم ہے، پورے عشرہ کی نہیں بہر حال فی الجملہ قضا لازم ہے، لہذا جس طرح اعتکاف نذر اور واجب اعتکاف میں نماز جنازہ اور عیادت مریض کیلئے ٹکنا جائز نہیں اسی طرح سے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف میں بھی نماز جنازہ اور عیادت مریض کیلئے ٹکنا جائز نہ ہوگا، فقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمائیے:

لو شرع في المسنون: أعنى العشر الأواخر بنيتہ ثم أفسده أن يجب قضاؤه تخريجا على قول أبي يوسف إلى قوله: وعلى كل فيظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتكاف المسنون بالشروع، وإن لزوم قضاء جميعه أو باقيه مخرج على قول أبي يوسف، أما على قول غيرہ فيقضى اليوم الذي أفسده لا استقلال كل يوم بنفسه، وإنما قلنا: أي باقيه بناء على الشروع ملزم كالنذر وهو لو نذر العشر يلزمه كله متتابعاً، ولو أفسد بعضه قضى باقيه على ما مر في نذر صوم شهر معين. (شامی، کتاب الصوم، باب الاعتكاف، کراچی ۲/۴۴۴) زکریا ۳/۴۳۴

حاصل یہ نکلا کہ عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کو ابتدا اور شروع کرنے کے اعتبار سے اختیاری ہونے کی وجہ سے نوافل کے ساتھ مشابہت بہت ہے اس لئے فقہاء و محدثین نے نوافل کی

بحث میں اس کو بھی شامل فرمایا ہے، لیکن شروع کرنے کے بعد فی الجملہ لازم ہو جانے کے اعتبار سے اور اعتکاف نذر کی طرح روزہ شامل ہو جانے کی وجہ سے اعتکاف واجب کے مشابہ ہے، اس لئے اعتکاف نذر کی طرح بلا عذر شرعی نکلنا مفسد ہے، متمم نہیں ہے، نیز اگر کوئی شخص عشرہ اخیرہ میں بغیر روزہ اعتکاف کریگا، تو عشرہ اخیرہ کے مسنون اعتکاف کے دائرہ میں داخل نہیں ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۳/۱۷۳، جدید ڈائجیل ۱۰/۲۱۹، امداد الفتاویٰ ۲/۱۵۳)

أن الصوم شرطاً أيضاً في الاعتكاف المسنون لأنه مقدر بالعشر الأخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض أو سفر، ينبغي أن لا يصح عنه بل يكون نفلاً فلا تحصل به إقامة سنة الكفاية. (شامی، زکریا ۳۱/۴، کراچی ۲/۴۲۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ صفر ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۵۳/۳۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۵/۲/۱۶ھ

وفیہ استحباب الاعتکاف الخ کی وضاحت

سوال: [۲۸۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت آئندہ عبارت کا مطلب واضح فرمائیں۔

وفیہ استحباب الاعتکاف فی العشر الأواخر من رمضان وهو مجمع علیہ استحباب مؤکداً. (عمدة القاری ۱۱/۱۴۳)

عبارت مذکورہ کا ایسا مطلب لینا صحیح ہے یا غلط اس حدیث میں دلیل ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کے مستحب ہونے پر اجماع ہوا ہے، اور اس کے استحباب کے مؤکدہ ہونے پر بھی، صحیح مطلب اور فیصلہ حضرت کے ذمہ مفوض ہے؟

المستفتی: محمد خدابخش، گوبند پور،

۲۴ پرگنہ، مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: عمدۃ القاری کی عبارت کا جو مطلب آپ نے سوال میں پوچھا ہے وہ درست ہے البتہ یہ اعتکاف سنت کفایہ ہے کہ بعض کے ادا کرنے سے سب کی طرف سے ادا ہو جائیگا۔

والاعتکاف المطلوب شرعاً علیٰ ثلاثة أقسام وسنة كفاية مؤكدة في العشر الأخير من رمضان الخ. (مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، مکتبہ دارالکتاب دیوبند/۷۰۰)

وهو واجب بالنذر وسنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان أي سنة كفاية وتحتته في الشامية: نظيرها إقامة التراويح بالجماعة فإذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقيين. (شامی، کتاب الصوم، باب الاعتکاف زکریا ۳/۳۰، کراچی ۲/۴۴۲، ہندیہ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف زکریا

۲۱۱/۱، جدید ۱/۲۷۴، ہدایہ، اشرفیہ دیوبند ۱/۲۲۹) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۳/۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یکم صفر ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۰۳/۲۰۱۰)

اعتکاف واجب اور نفل کے سلسلے میں عمدۃ القاری کی عبارت کی تشریح

سوال: [۴۸۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بخاری

شریف کی شرح میں علامہ عینیؒ جز حادی عشر/۱۴۰ میں فرماتے ہیں:

وعند الحنفية الصوم شرط لصحة الواجب رواية واحدة ولصحة

التطوع فيما روى الحسن عن ابي حنيفة فلذلك قال أقله يوم والمراد به

الاعتكاف مطلقاً عند أصحابنا لأن من شرط الاعتكاف الصوم مطلقاً.

عبارت بالا کے متعلق سوال ہے کہ اس کا صحیح مطلب کیا ہے، خصوصاً المراد بہ میں ضمیر

سے کیا مراد ہے، اور الاعتکاف مطلقاً سے کون کون فرد مراد ہیں؟

المستفتی: محمد خدابخش، ۲۴ پرگنہ، مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اصل جواب سے قبل اعتکاف کے بارے میں حنفیہ کا موقف سمجھ لیا جائے، حنفیہ کے یہاں اعتکاف واجب ایک یوم سے کم مشروع نہیں ہے، لہذا اس میں بالاتفاق صوم بھی مشروع ہے اور اعتکاف نفل کے بارے میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یوم کامل سے کم درست نہیں ہے، اسلئے کہ بلا صوم کے اعتکاف صحیح نہیں ہے، اور صوم کیلئے یوم کامل لازم ہے حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اکثر یوم بھی اعتکاف نفل ہو سکتا ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک گھنٹہ کا بھی اعتکاف نفل صحیح ہے، لہذا ان دونوں کے نزدیک اعتکاف نفل کیلئے صوم شرط نہیں ہے، اب عمدۃ القاری کی عبارت کی وضاحت سنئے المراد بہ میں -ہ- ضمیر کا مرجع حدیث ابو داؤد الاعتکاف الا بصوم الخ ہے اور الاعتکاف مطلقاً سے اعتکاف واجب اور اعتکاف نفل دونوں مراد ہیں، اسلئے کہ علامہ عینیؒ یہاں پر حضرت امام اعظمؒ کے قول کو پیش نظر رکھ کر بحث فرما رہے ہیں، اس کی وضاحت البحر الرائق کی عبارت: **وروی عن الحسن أنه شرط واختلاف الرواية فيه مبني على اختلاف الرواية في اعتكاف التطوع أنه مقدر بيوم أو غير مقدر الخ.** (البحر الرائق، کراچی ۲/۳۰۱، زکریا ۲/۵۲۶)

سے بھی واضح ہو سکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۵۹۳/۳۳)

قربت مشروعہ و مقصودہ سنت مؤکدہ ہے یا مستحب

سوال: [۲۸۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قربت

مشروعہ یا قربت مقصودہ سنت مؤکدہ یا مستحب میں سے کون سے درجہ میں ہے یا اس کے

علاوہ کوئی دوسرا حکم ہے؟

المستفتی: محمد خدابخش، ۲۲۲/پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سائل کی عبارت قربت مشروعہ یا قربت مقصودہ میں تسامح ہے اسلئے کہ قربت مشروعہ عبادات مقصودہ اور غیر مقصودہ دونوں کو عام ہے، صرف مقصودہ کے مرادف نہیں ہے، اور قربت مقصودہ اس کو کہتے ہیں، جو اصل کی حیثیت رکھتی ہے، جیسا کہ نماز عبادت مقصودہ ہے اسکی شرائط میں وضو، طہارت ثوب، طہارت مکان وغیرہ قربت مقصودہ میں سے ہیں۔

إن العبادات على قسمين مقصودة وغير مقصودة فالأول ما لا يكون وسيلة إلى عبادة أخرى وشرطاً لصحتها والثاني ما ليس كذلك كشرائط الصلوة كالوضوء وطهارة الثوب والمكان . (حاشیہ شرح وقایہ، کتاب الطہارۃ، اشرفی دیوبند ۱/۶۲)

شاید سائل یوں پوچھنا چاہتا ہے، کہ قربت مقصودہ جس طرح فرائض میں ہوتی ہے، اسی طرح درجہ سنت یا مستحب میں بھی ہوتی ہے، یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ قربت مقصودہ سنت بھی ہوتی ہے، جیسا کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایۃ ہے، کسی دوسری عبادت کی شرط نہیں ہے، اسی طرح عمرہ کرنا سنت ہے جو کہ قربت مقصودہ ہے اسی طرح قربت مقصودہ میں مستحب بھی آسکتا ہے، جیسا کہ ایام بیض کا روزہ رکھنا مستحب ہے، مگر دوسری عبادت کے متعلقات میں سے نہ ہونے کی وجہ سے قربت مقصودہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹/۲/۲۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ صفر ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۵۸/۳۳۳)

عمدۃ القاری کی عبارت ”الاعتکاف مطلقاً“ کی وضاحت

سوال: [۲۸۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
 (۱) میں نے حضرت کی خدمت میں عمدۃ القاری کی آئندہ عبارت کو لکھا تھا، اور دریافت کیا تھا، کہ عبارت میں ”الاعتکاف مطلقاً“ سے کون کون فرد مراد ہیں، جواب ملا کہ ”الاعتکاف مطلقاً“ سے نفل اور واجب دونوں مراد ہیں، جواب کے متعلق بعض مولوی کہتے ہیں، کہ اسکی تین قسمیں یا تین افراد ہیں، لیکن ان میں سے دو مراد ہیں، اور مسنون خارج ہو گیا اسکی وجہ کیا ہے، حالانکہ مراد کی بناءً اشتراط صوم اس میں بھی موجود ہے، لہذا عرض ہے کہ بتوضیح جواب سے آگاہ فرمائیں؟
 (۲) شرح وقایہ میں:

وأقله يوم فيقضى من قطعه فيه أي إذا شرع الاعتكاف فقطعه قبل تمام
 يوم وليلة فعليه القضاء خلافاً لمحمد فإن أقله ساعة عنده وقد حصلت.
 عبارت میں اقلہ کا مرجع مطلق اعتکاف ہے اور ارقام فرماویں پھر اختلاف ائمہ کا جو ذکر ہے وہ کس اعتکاف سے متعلق ہے، اگر نفل میں ہو تو نفل کی قضا تو نہیں ہے، اور اگر واجب میں ہو تو واجب کی اقل مدت بالاتفاق ایک روز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک یہاں ایک ساعت کا ذکر ہے، یا اختلاف سنت مؤکدہ کے متعلق ہے، بہر حال جو بھی ہو خدا کے واسطے جواب شافی سے مطمئن فرمائیں؟

المستفتي: محمد خدابخش، ۲۴ پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اعتکاف نوافل میں اعتکاف مسنون بھی داخل

ہے جو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں کیا جاتا ہے، وہ اعتکاف مسنون جب ہی ثابت ہوگا کہ جب آخری عشرہ مکمل ہوگا، لہذا اگر ایک یوم یا نصف یوم بعد میں شروع کیا جائے، یا پہلے ختم کر دیا جائیگا، تو اعتکاف مسنون نہ ہوگا، اور بغیر صوم کے ان دنوں کا اعتکاف ہوتا ہی نہیں، کیونکہ ان ایام میں روزہ رکھنا اعتکاف سے بڑھ کر فرض ہے، عمدۃ القاری کی عبارت

سے مسنون خارج نہیں ہے، لفظ نفل کے اندر داخل ہے۔

(۲) اگر مسائل کے خیال کے اعتبار سے مرجع ضمیر کو مطلق بھی مان لیا جائے تب بھی اشکال نہ ہونا چاہئے، اسلئے کہ مطلق کے افراد میں سے فرد نفل بھی شامل ہے، اس کا قرینہ امام محمدؒ کے قول کے استثناء سے واضح ہے، اصول ہے۔ ”المطلق ینتفی بانثناء جمیع أفرادہ الخ“ شرح وقایہ میں موجودہ عبارت سے صرف نفل اعتکاف میں اختلاف ظاہر کیا گیا ہے، دیگر اعتکاف یہاں مراد نہیں ہے، اور نفل اعتکاف شروع کرنے کے بعد وقت پورا ہونے سے قبل توڑنے سے امام محمدؒ کے یہاں قضاء نہیں ہے، مگر امام ابوحنیفہ کے یوم کامل اور صوم کی شرط کے ساتھ شروع کرنے کے بعد توڑ دینے سے قضاء لازم ہو جاتی ہے، جیسا کہ (فتویٰ الف ۳۳/۵۵۹۳) میں عمدۃ القاری کی عبارت سے صوم کی شرط کے ساتھ وضاحت پیش کی جا چکی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۲۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۵۸۳۳)

سنت مؤکدہ، مستحب اور قربت مقصودہ

سوال: [۴۸۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جناب والا کا ارسال کردہ جواب الف ۳۳/۵۶۵۸ ہاتھ آیا مسائل سے واقفیت حاصل ہوئی مزید چند باتیں معلوم کرنی ہیں۔

(۱) جب کسی خاص امر دینی کے متعلق علماء حضرات میں سے بعض سنت مؤکدہ کے قائل ہو جائیں اور بعض استحباب کے اور بعض قربت مشروعہ کے تو اس حال میں ”قربۃ مشروعۃ“ سے کیا مطلب اور مراد ہوگی، وضاحت فرمائیں؟

(۲) علامہ شامی نفل کو مسنون کیساتھ شامل فرماتے ہیں، صدر مفتی دیوبند جناب مرحوم عزیز الرحمن صاحبؒ نے فرمایا کہ نفل مسنون کیساتھ شامل ہے، (دارالعلوم) اور آپ

نے بھی جواب میں مسنون اعتکاف کو نفل میں داخل فرمایا اس حال میں شرح وقایہ میں ”اقلہ یوم“ کے سلسلہ میں اختلاف ائمہ کی کیا وجہ صورت ہوگی؟ اس کی وضاحت تشفی بخش کر دیں۔

(۳) عمدة القاری کی عبارت ’والمراد به عند أصحابنا الاعتکاف مطلقاً‘ میں واجب نفل دونوں ”اقلہ یوم“ والے حکم کیساتھ داخل ہوئے اور مسنون بھی داخل ہوا لیکن اقلہ یوم کے حکم سے خالی ہو کر حالانکہ حضرت امام اعظمؒ کے قول ”واقلہ یوم“ کے پیش نظر علامہ عینی نے بحث کی ہے، بحث کی بنیاد واجب نفل اور مسنون سب کی ایک ہے، لیکن حکم میں مختلف ہوا صرف اعتکاف مسنون۔ اس کی وجہ اس عبارت سے کس طرح ثابت ہوتی ہے، واضح فرما کر مطمئن فرمادیں، عرض عاجز ہیکہ مزاج گرامی کو ناگواری کا باعث نہ ہو؟

(۴) بہت سے علماء حضرات اعتکاف کے استحباب کے قائل ہو گئے ہیں، صاحب قدوری زاہدی اور امام حضور کے اصحاب بغداد کے رہنے والے مزید براں مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی نے ابوداؤد کے حاشیہ میں امام نوویؒ سے استحباب کے متعلق مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: ”قال أجمع المسلمون على استحبابه الخ“ اب سنت مؤکدہ کو ترجیح ہوگی یا استحباب کو، پھر اس قول پر عمل کر نیوالے از روئے شرع متین اساءت پر ہیں یا اس سے بری ہیں، ان پر کوئی گناہ و خطا نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنے والے صحت پر ہیں؟

المستفتی: محمد خدابخش، ۲۴/ پرگنہ، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) جب بعض حضرات سنت، بعض حضرات مستحب اور بعض حضرات قربت مشروعہ لکھتے ہیں، تو ان کے آپس میں کوئی تعارض نہیں، جنہوں نے قربت مشروعہ کا لفظ اختیار کیا ہے وہ مقسم کو استعمال کرتے ہیں، جس کے اندر واجب، سنت، نفل سب کی عمومیت ہوتی ہے، اور ایسا لفظ عام بول کر اس کے افراد میں سے کسی ایک فرد کو مراد لینا شائع و ذائع ہے، ظاہر بات ہے کہ یہاں قربت مشروعہ سے اعتکاف سنت مراد ہے، اور

جنہوں نے لفظ سنت یا سنت مؤکدہ استعمال فرمایا ہے، انہوں نے قربت مشروعہ کے اجزاء میں سے وہ جزء استعمال کیا ہے، جو رمضان کے آخری عشرہ کیلئے سنت مؤکدہ کیساتھ موسوم ہے، اور جنہوں نے مستحب کا لفظ استعمال کیا ہے، اس میں بھی کوئی تعارض نہیں ہے، اس لئے کہ استحباب کا لفظ سنن ہدیٰ اور سنن عادیہ دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے، اور سنن ہدیٰ تو وہ ہے جس کو حضور ﷺ نے پسند فرمایا اور عبادت کے ارادہ سے عمل کیا ہے، اور سنن عادیہ وہ ہے جس میں عبادت کی نیت غالب نہیں ہوتی بلکہ عادت غالب ہوتی ہے، اب استحباب کا لفظ عام طور پر سنن عادیہ کیلئے بولا جاتا ہے، اور کبھی کبھی سنن ہدیٰ کیلئے بھی بولا جاتا ہے، اسی طرح سنت کا لفظ بھی سنن ہدیٰ اور سنن عادیہ دونوں کیلئے بولا جاتا ہے، مگر سنت کا لفظ سنن ہدیٰ کیلئے غالب رہتا ہے، اور استحباب کا لفظ سنن عادیہ کیلئے غالب رہتا ہے، مگر یہ لفظ ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال بھی ہوتا ہے، اور جہاں پر فقہاء نے رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کیلئے استحباب کا لفظ استعمال کیا ہے، وہاں استحباب سے سنن ہدیٰ مراد ہے، لہذا آنجناب نے فقہاء کی جن عبارات میں تعارض سمجھا ہے اس تعارض کا مدار مذکورہ امور کو الگ الگ مقسم قرار دینے کی صورت میں اور ایک کی جگہ دوسرے کے استعمال ہونے کی صورت میں ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے، شاید اس تقریر سے وضاحت سامنے آگئی ہوگی۔

(۲) لفظ نفل کبھی فرض کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے، جب فرض کے مقابلہ میں نفل کا لفظ آتا ہے، تو اس وقت نفل کے اندر سنت مؤکدہ اور سنت غیر مؤکدہ مستحب سب شامل ہوتے ہیں، علامہ شامی، اور حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی وغیرہ نے نفل بول کر وہی عموم مراد لیا ہے، جو فرض کے مقابلہ میں آتا ہے، اور شرح وقایہ وغیرہ کی عبارت کا جو آپ نے حوالہ پیش کیا ہے، اس میں یوم کی قید امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نفل اعتکاف کیلئے لگائی گئی ہے، اور مسنون اعتکاف سے جو مشہور ہے وہ رمضان کے آخری عشرہ میں مکمل دس دن کا اعتکاف مراد ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں کوئی تعارض کی بات نہیں ہونی چاہئے، کہ ایک دن کا اعتکاف جو مستحب ہوتا ہے، اس کو بھی لفظ نفل سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور رمضان

کے آخری عشرہ میں دس دن کے مسنون اعتکاف کو بھی لفظ نفل سے تعبیر کرنا جائز ہے، اسلئے کوئی تعارض کی بات نہیں ہونی چاہئے۔

(۳) اور عمدۃ القاری کی عبارت ” المراد به عند اصحابنا الاعتکاف مطلقاً“ میں اعتکاف واجب اور اعتکاف نفل دونوں شامل ہیں مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق شامل ہیں کہ ان کے نزدیک مکمل ایک دن سے کم اعتکاف مشروع نہیں کیونکہ ان کے یہاں اعتکاف کیلئے روزہ شرط ہے اور عمدۃ القاری کی اس عبارت میں صرف امام صاحب کے قول کے مطابق تینوں کو خارج کر دیا ہے، اسلئے کہ ان کے نزدیک اعتکاف نفل کیلئے روزہ شرط نہیں ہے، اور اس بات کو آپ بار بار معلوم فرما رہے ہیں، براہ کرم مذکورہ اصول کے تحت آپ خود بھی غور فرمائیں گے، تو سمجھ میں آ جائیگا۔

(۴) اگر آجناب ان حضرات کی عبارت سے رمضان کے آخری عشرہ کے مسنون اعتکاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوال قائم فرما رہے ہیں، تب بھی کوئی اشکال نہیں اسلئے کہ پہلے ہم نے لکھ دیا ہے کہ لفظ نفل مسنون اعتکاف کیلئے بھی شائع ہے، لہذا اس میں الجھنے کی ضرورت نہیں، امام قدوری، امام نووی اور مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہیؒ وغیرہ کی عبارات میں رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کیلئے لفظ نفل استعمال ہوا ہے، تو کوئی تعارض کی بات نہیں ہے کیونکہ نفل کا لفظ سنت مؤکدہ کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۱۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۷۱۹/۳۳)

اعتکاف کی قضا اور وقت

سوال: [۲۸۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چار سال ہوئے میں نے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا تھا، اس سال دہلی میں فساد ہوا تھا اور اور کر فیونافذ تھا، صرف اس کر فیو کی وجہ سے امام جامع مسجد دہلی نے خواہ مخواہ چاند

دیکھنے کا اعلان کر دیا تھا (جو کہ غلط تھا) لوگوں کے روزے ٹوٹے عید غلط ہوئی، ہمارے یہاں بھی لوگ مصر ہوئے کہ شاہی امام کہہ رہا ہے، جھوٹ تھوڑا کہے گا، میری عقل پر بھی پتھر پڑ گئے اور اعتکاف سے نکل آیا اور اگلے دن غلط عید کی نماز پڑھ لی روزہ کی تو قضا کر لی لیکن اعتکاف کی قضا کا خیال اب آیا، اب آپ سے عرض ہے کہ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

(۱) کیا اعتکاف کی قضا ضروری ہے؟

(۲) رمضان المبارک میں ہی کی جاوے یا بلا رمضان دس یوم مع روزہ کے مسجد میں اعتکاف کر لیا جائے بہ نیت قضا۔

المستفتی: مولانا حکیم عبدالجلیل، کرتپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اعتکاف کی قضا فرما لیجئے اور مکمل دس یوم کا اعتکاف فرمائیں رمضان میں کر سکتے ہیں، اور چاہے غیر رمضان میں کر لیں اور غیر رمضان میں روزہ رکھنا ہوگا۔

لو شرع فی المسنون أعني العشر الأواخر بنيته ثم أفسده أن يجب قضاءه
تخریجاً علی قول أبی یوسف (إلی قوله) یلزمه قضاء العشر. (شامی، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، زکریا دیوبند ۳/۴۳۴، کراچی ۲/۴۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۵/۱۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۵/۵/۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۲۰۰۶)



۷/ باب صوم التطوع

کیا نفلی روزہ رکھنے کیلئے بیوی کی اجازت ضروری ہے؟

سوال: [۴۸۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) بندہ ہر پیر اور جمعرات کو نفلی روزہ رکھنے کا اہتمام کرتا ہے، جس طرح مستورات کو نفلی روزہ میں شوہر کی اجازت کی ضرورت ہوتی ہے، کیا اسی طرح مرد کو بھی عورت سے مشورہ یا اجازت ضروری ہے؟ (۲) فرض روزہ میں غلطی ہونے پر دو ماہ روزہ رکھنا یا مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، اگر کسی مجبوری کی وجہ سے نفل روزہ توڑنا پڑے تو کیا اس کا بھی کفارہ ہے؟

المستفتی: بشیر احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نفل روزہ رکھنے کیلئے مرد کو عورت سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے، اور مہمان کی خاطر تواضع کی بناء پر نفل روزہ توڑنے کی اجازت ہے، لیکن بعد میں اس کی قضا لازم ہے۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: أهدى لى ولحفصة طعام، و كما صائمتين فأفطرنا، ثم دخل رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، فقلنا له: يا رسول الله! إنا أهديت لنا هدية فاشتھيناها فأفطرنا، فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: لا عليكمما، صوما مكانه يوما آخر. (سنن ابی

داؤد، الصيام، باب من رای علیہ القضاء، النسخة الهندية ۱/۳۳۳، دارالسلام رقم: ۲۴۵۷)

وللمتطوع بغير عذر في رواية ويقضى وظاهر الرواية أنه ليس له الفطر إلا من عذر وصححه في المحيط ثم اختلف المشايخ على ظاهر الرواية هل الضيافة عذر أولا، وفي الكافي والأظهر أنها عذر. (البحر الرائق،

كتاب الصوم، فصل في العوارض، كوئته ۲/۲۸۷، زكريا ۲/۵۰۲)

والضيافة عذر للضيف والمضيف إن كان صاحبها ممن لا يرضى
بمجرد حضوره ويتأدى بترك الإفطار فيفطر الخ. (الدر المختار مع الشامى،
کراچی ۲/۴۲۹، ذکر یا ۳/۱۳۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۲۴۹)

شب برأت کی تعیین

سوال: [۴۸۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کہتا ہے کہ ۱۵/۱۴ کی درمیانی شب کو شب برأت کہتے ہیں، اور عمر کہتا ہے کہ ۱۵/۱۶ کی درمیانی شب کو شب برأت کہتے ہیں، اور شب برأت کس تاریخ کو متعین کی گئی ہے، نیز شب برأت کی تاریخ کو متعین کر کے جواب عنایت فرمائیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت میں ایام حج کے علاوہ بقیہ دنوں میں راتوں کو آنے والے دنوں کے تابع قرار دیا گیا ہے، اس لئے ۱۴/۱۵ اور ۱۵/۱۶ کی تاریخ کا دن گذر کر جو رات شروع ہوتی ہے، وہی شعبان کی پندرہویں شب ہے، اسی کو شب برأت کہتے ہیں۔

لان الليالي في الحج في حكم الأيام الماضية الخ. (غنيہ جدید ۲/۱۸۲، انوار مناسک ۱/۴۷۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۷/۸/۱۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۰۸۹)

لیلۃ القدر میں اجتماعی سورہ یاسین پڑھ کر دعا کرنے کا حکم

سوال: [۴۸۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہر

سال شب برأت اور شب قدر کے اگلے جمعہ میں ان دونوں راتوں کے فضائل کو بیان کیا جاتا ہے، اور ان دونوں راتوں کی مغرب کی نماز کے بعد مصلیان کرام مشورہ کر کے اس دن کی عشاء کے مقررہ وقت کو تبدیل کرتے ہیں، مثلاً پہلے عشاء کی نماز رات کو آٹھ بجے ہوتی تھی، اس کو نو بجے کر دیتے ہیں، اب اس تبدیل شدہ وقت کو مسجد کے مانک میں اس طرح اعلان کیا جاتا ہے، ”کہ آج شب برأت یا شب قدر ہے، لہذا عشاء کی نماز نو بجے ہوگی، اب عشاء کی نماز اس تبدیل شدہ وقت پر پڑھنے کے بعد تمام مصلی حضرات یہ مشورہ کر کے طے کرتے ہیں، کہ آ خرشب یعنی سحری کھانے سے پہلے مثلاً رات کو ڈھائی یا تین بجے سورہ یاسین پڑھ کر دعا ہوگی، اس کے بعد تمام مصلی حضرات انفرادی طور پر اپنی اپنی عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں، اور یہ بات واضح رہے کہ اس رات کو پچھگانہ نماز کے مقابلہ میں لوگ کئی گنا بڑھ جاتے ہیں، لیکن مسجد میں جمع ہونے کیلئے کسی کو بلا یا نہیں جاتا ہے، پھر آ خرشب یعنی اس طے شدہ وقت پر امام صاحب سورہ یاسین شریف پڑھتے ہیں اور تمام مصلی حضرات سنتے ہیں، پھر سب ملکر دعا کر کے اپنے اپنے گھر چلے جاتے ہیں، ان راتوں میں اس طرح مسجد میں جمع ہو کر عبادت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: انیس الرحمن قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لیلۃ القدر کی عبادت کی فضیلت خود قرآن کریم میں بہت زیادہ آئی ہے، اور احادیث شریفہ میں اس رات کی عبادت کی فضیلت بہت زیادہ وارد ہوئی ہے، اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے زیادہ ہے۔ ”لیلۃ القدر خیر من الف شہر“ (سورۃ القدر) اور شب برأت کی عبادت کی فضیلت حدیث پاک میں آئی ہے، اگرچہ حدیث شریف کچھ کمزور ہے مگر باب فضائل میں معتبر ہے، اسلئے ان راتوں میں عبادت کی ترغیب مناسب اور بہتر ہے۔

ان اللہ تبارک و تعالیٰ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی سماء الدینا

فیغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب. الحدیث: (ترمذی، كتاب الصوم، باب

ما جاء في ليلة النصف من شعبان، النسخة الهندية ۱/ ۱۵۶، دارالسلام رقم: ۷۳۹)

اور عشاء کی نماز کے وقت میں ترمیم و تاخیر انتظام سے متعلق ہے لہذا مسجد کے ذمہ داران کو اس کا اختیار ہے، اور ان راتوں کی خصوصیت کی وجہ سے ایسا کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں، نیز مسجد میں جمع ہو کر انفرادی عبادتوں میں مشغول ہونا بھی بلا تر د جائز ہے ہاں البتہ یہ طریقہ سلف سے ثابت نہیں، کہ ایک آدمی سورہ یاسین زور سے پڑھے باقی سنتے رہیں، اسلئے بہتر یہی ہے کہ اپنے اپنے طور پر پڑھیں اور جو لوگ پڑھنے پر قادر نہیں ہیں، وہ سنتے رہیں، یا دوسری عبادت میں مشغول ہو جائیں، پھر سب اجتماعی دعاء میں شریک ہو جائیں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۱۰/۱۴۲۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/شوال ۱۴۲۷ھ

(الف فٹوی نمبر: ۹۱۳۲/۳۸)

شوال کے چھ روزے کی فضیلت

سوال: [۲۸۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان کے بعد جو چھ روزے رکھے جاتے ہیں، ان کے کیا کیا فضائل ہیں، اور کب تک رکھے جاسکتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں، کہ رمضان کے بعد چھ روزے رکھنے پر چھ شہیدوں کا ثواب ملتا ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں؟

المستفتی: طفیل احمد بستوی، مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چھ شہیدوں کے ثواب کے بارے میں فقیر کی نظر سے کوئی حدیث نہیں گذری، ہاں حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے، کہ پورے رمضان کے روزے کا ثواب دس مہینوں کے روزوں کے ثواب کے برابر ہے، اور شوال کے چھ

روزوں کا ثواب دوہینوں کے روزوں کے برابر ہوگا، گویا یہ ۳۶ روزوں کا ثواب پورے سال روزہ رکھنے کے برابر ہے۔

کما فی الحدیث: عن ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ عن رسول اللہ ﷺ قال: من صام ستة أيام بعد الفطر كان تمام السنة من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها. الحدیث: (ابن ماجہ شریف، کتاب الصوم، باب صیام ستة أيام من شوال، النسخة الهندية / ۱۲۳، ترغیب وترہیب ۲/ ۴۲) (۱)

عن أيوب الانصاري رض أنه حدثه أن رسول الله ﷺ قال: من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر، الحدیث: (مسلم شریف، کتاب الصوم، باب استحباب صوم ستة من شوال، النسخة الهندية ۱/ ۳۶۹، بيت الافكار رقم: / ۱۱۶۴، مشکوة شریف، ۱/ ۱۷۹)

الحسنة بعشر أمثالها فرمضان بعشر أشهر والستة بشهرين الخ. (نوی ۱/ ۳۶۹)
شوال کا روزہ عید کے بعد سے متفرق رکھنا زیادہ افضل ہے اور اگر پے درپے رکھا جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

کما فی الدر المختار: وندب تفريق صوم الستة من شوال ولا يكره التتابع على المختار. (الدر المختار، کراچی ۲/ ۴۳۵، زکریا ۳/ ۴۲۱)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵۰۲۳)

نصف شعبان کے روزہ کی شرعی حیثیت

سوال: [۴۸۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
(۱) مشکوٰۃ شریف جو موقوف علیہ میں نصاب درس ہے، اس کتاب سے استدلال درست

ہے یا نہیں؟ بکر جو عالم ہے وہ کہتا ہے، کہ مشکوٰۃ سے استدلال ایسے ہی کم علمی کی دلیل ہے، جیسے کوئی نورانی قاعدہ سے استدلال کرے، وضاحت فرمائیں کہ محدثین کے نزدیک مشکوٰۃ شریف کی کیا حیثیت ہے، اس سے استدلال درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید جو عالم ہے ان کا کہنا ہے کہ ۱۵ شعبان کے روزے کا کوئی ثبوت نہیں، اسلئے صرف ۱۵ شعبان کا روزہ نہیں رکھنا چاہئے، اس کے ثبوت کیلئے چند سال قبل جب ۱۵ شعبان جمعہ کے دن تھا، تو انھوں نے نمبر پر پانی پیا اور کہا کہ اس روزے کا ثبوت نہیں ہے، اس لئے میں روزہ سے نہیں ہوں، جس کی وجہ سے بہت سارے لوگوں نے روزہ توڑ دیا اور اب اس روزہ سے گریز کرنے لگے، از روئے شرع اس روزہ کو رکھنا چاہئے یا نہیں؟ اور امام کا یہ فعل کیسا ہے؟

المستفتی: فردوس احمد نعمانی،
ناظم: جامعہ مظہریہ، آسنول

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پندرہ شعبان کیلئے خاص روزہ صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، اور صاحب مشکوٰۃ نے ابن ماجہ شریف کی جو حدیث نقل فرمائی ہے، وہ بہت ہی ضعیف اور موضوع کے درجہ کی ہے، اس کی سند میں ایک راوی ہے اس کا نام عبد اللہ بن عبد الرحمن ابن ابی سبرۃ ہے، بعض محدثین نے کذاب تک کہا ہے، اسلئے اس حدیث کو ناقابل اعتبار قرار دیا گیا ہے، لہذا پندرہ ہی کو خصوصیت کے ساتھ روزہ رکھنا مسنون نہیں سمجھنا چاہئے، ہاں البتہ ہر ماہ کے ایام بیض ۱۳/۱۴/۱۵ کا روزہ مسنون ہے، لہذا اگر کوئی شخص شعبان میں بھی ایام بیض کے روزے رکھتا ہے، اور ان میں پندرہ شعبان کا روزہ بھی ہے، تو اس کو مسنون سمجھنا درست ہے، اس حدیث کو ابن ماجہ شریف ۱/۹۹ میں ملاحظہ فرمائیے، اور اس کی سند کی تحقیق فرمائیے، اب رہی مشکوٰۃ شریف سے استدلال کی بات تو مشکوٰۃ شریف میں صحیح، حسن، ضعیف، موضوع ہر طرح کی احادیث موجود ہے، اور اس میں جو موضوع روایات ہیں، ان سے استدلال کرنا درست نہیں ہے، اور فضائل میں ضعیف کی گنجائش اور

صحیح اور حسن سے احکام اور فضائل سب میں استدلال کرنا درست ہے، اور روزہ توڑنا بھی غلط بات ہے، اسلئے کہ نفل روزہ ہر زمانہ میں رکھنا جائز ہے، صرف عیدین اور ایام تشریق میں جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ شوال ۱۴۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۸۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۱/۱۰/۲۰ھ

پندرہویں شعبان کو لیکر دیوبندی، بریلوی اور غیر مقلدین میں اختلاف

سوال: [۴۸۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۱۵ اویں شعبان کو لیکر دیوبندی بریلوی اور اہل حدیث لوگوں کے درمیان کافی اختلاف برپا ہے، اور کوئی کسی کی سننے کو تیار نہیں ہے، ایسی حالت میں آپ مجھے برائے ۱۵ اویں شعبان کی رات کی فضیلت و اعمال اور اس دن کے روزہ کے بارے میں ایسی احادیث تحریر فرمادیں جو کہ اہل حدیث کیلئے مسکت، بریلویوں کیلئے مشعل راہ اور دیوبندیوں کیلئے ہتھیار ہوں آپ کا یہ تعاون پوری امت مسلمہ کیلئے ہدایت اور آپ کیلئے مغفرت کا باعث ہو سکتا ہے؟

المستفتی: محمد فیاض قاسمی، رامپور،

وارث نگر، سمستی پور، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نصف شعبان میں دو چیزیں ہیں۔ (۱) روزہ رکھنا پندرہویں شعبان کو خاص طور پر اس دن میں روزہ رکھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، حضرت علیؓ کی طرف منسوب کر کے اس دن روزہ رکھنے کے متعلق جس روایت کا ذکر کیا جاتا ہے، وہ روایت موضوع اور ناقابل اعتبار ہے، گویا کہ اس روایت کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے، کہ وہ روایت گڑھی ہوئی ہے، ثابت نہیں ہے، اس کی سند میں ایک راوی (ابن ابی سبرہ) ہے وہ مہتمم بالکذب ہے اس لئے خاص طور پر اس دن روزہ رکھنا حدیث سے ثابت

نہیں ہے ہاں البتہ پورے سال میں ایام منہیات کو چھوڑ کر کسی بھی دن روزہ رکھنا مستحب ہے، تو وہ دن بھی استحب میں شامل ہو سکتا ہے، اسی طرح ہر مہینہ کے ایام بیض یعنی تیرہ چودہ پندرہ کو روزہ رکھنا مسنون ہے، اگر شعبان میں بھی ان دنوں کا روزہ رکھ لیا جائے جس میں پندرہویں تاریخ بھی شامل ہے تو مسنون ہوگا۔

(۲) پندرہویں شعبان کی رات کی فضیلت اور اس رات میں عبادت کرنا حدیث سے ثابت ہے اور متعدد صحابہ کرامؓ سے اس کی فضیلت سے متعلق روایات مروی ہیں، مثلاً خلیفۃ الرسول سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت ابو ثعلبہ نضلیؓ، حضرت کثیر بن مرہ حضرمیؓ، حضرت عثمان بن ابی العاصؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ ان تمام صحابہ سے نصف شعبان کی رات کی فضیلت کی روایات وارد ہیں، کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مغفرت کیلئے زمین والوں کی طرف متوجہ رہتے ہیں، مذکورہ سات صحابہ میں حضرت صدیق اکبرؓ کی روایت کے بارے میں کٹر غیر مقلد عالم حمراء عبد المجید السلفی لکھتے ہیں:

روی الطبرانی والبیہقی من حدیث ابی بکر الصدیق بأسانید لا بأس

به . (حاشیة المعجم الكبير ۲۰/۱۰۸، رقم الحدیث: ۲۱۵)

اور حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت کی سند کو محمد حسن اسماعیل الشافعیؒ نے المعجم الاوسط کے حاشیہ میں اسنادہ حسن کہا ہے، ملاحظہ فرمائیے: (المعجم الاوسط جدید ۵/۱۱۹، رقم الحدیث: ۶۷۷۷ کا حاشیہ) اور امام ابو بکر پیشیؓ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت جس کو معجم کبیر اور معجم الاوسط میں نقل کیا گیا ہے، اس کے بارے میں رجالہما ثقات کے الفاظ نقل فرمائے ہیں، اور ان دونوں کی روایات کے علاوہ دیگر صحابہ کی روایات کے بارے میں محدثین نے کم و بیش کلام کیا ہے، اور باب فضائل میں متکلم فیہ روایات جب متعدد طرق اور متعدد صحابہ سے ثابت ہو جائیں تو بلاشبہ معتبر ہو جاتی ہیں، اور یہاں غیر متکلم فیہ روایات بھی جو صحت کے درجہ میں ہیں موجود ہیں، اسی لئے خواہ مخواہ اس رات کی فضیلت اور عبادت کے

بارے میں لوگوں کو شکوک و شبہات میں ڈالنا انتہائی نامناسب بات ہے، جکو تفصیلی روایات دیکھنا ہو حسب ذیل حوالوں میں تلاش کر لیں۔ (مجمع الزوائد ۸/۶۵، المعجم الکبیر ۲۰/۱۰۸، رقم الحدیث/۲۱۵، المعجم الاوسط جدید ۵/۱۱۹، رقم الحدیث/۶۷۷۶، شعب الایمان بیہقی ۳/۳۷۸، رقم الحدیث/۳۸۲۲ تا ۳۸۵، رقم الحدیث/۳۸۳۸، صحیح ابن حبان، دارالفکر ۷/۳۵۰، رقم الحدیث/۵۶۷۵، مسند بزار ۱/۱۵۷، رقم: ۸۰، مسند امام احمد بن حنبل ۶/۲۳۸، رقم الحدیث/۲۶۵۴۶، ابن ماجہ نسخہ ہندی/۹۹، نسخہ جدید رقم: ۱۳۹۰)

یہ تفصیلی حوالے اس لئے دیئے گئے تاکہ باذوق لوگ ان حوالوں کے ذریعے سے حدیث کے مأخذوں کو براہ راست دیکھ کر مطمئن ہو جائیں، ان میں سے دو صحابی کی روایت غیر متکلم فیہ اور صحت کے درجہ میں ہے اور باقی صحابہ کی روایات میں کم و بیش کلام ہے لیکن تعدد طرق کی وجہ سے شک و شبہ دور ہو جاتا ہے، نیز صحت کے درجے کی روایات کی وجہ سے اس رات کی فضیلت کے بارے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی، لہذا اس رات میں جتنا ہو سکے زیادہ سے زیادہ اپنے آپ کو عبادت میں لگا دینا چاہئے۔ (مستفاد: انوار رسالت ۱۷۷ تا ۱۷۸/۱ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳ شعبان ۱۴۳۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۴۱/۴۰)

پندرہ شعبان کے روزے کا حکم

سوال: [۴۸۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ماہ شعبان کے پندرہویں دن کے روزہ کے بارے میں جو احادیث سے ثبوت ملتا ہے، اسکی حقیقت کیا ہے، آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا ہے یا نہیں؟ اس کے ثواب کے بارے میں کسی مستند حدیث سے ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ امید کہ حضرت والا مفصل و مدلل جواب دیں گے؟

المستفتی: عبداللہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شعبان کی پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنے کی الگ سے فضیلت کسی صحیح حدیث شریف سے ثابت نہیں، ابن ماجہ شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہے اس میں ایک راوی ابن ابی سبرہ ہے وہ متہم بالکذب ہے، اس کے اوپر جھوٹا ہونے کا الزام ہے، اس لئے اساطین امت کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، لہذا ابن ماجہ کی اس روایت سے کوئی حکم شرعی الگ سے ثابت نہیں ہوتا ہے، ہاں البتہ صحیح حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر مہینے کے ایام بیض کے اعتبار سے شعبان میں بھی ان ایام کا روزہ رکھنا مسنون اور مستحب ہے، لہذا پندرہویں شعبان کے روزے کی فضیلت اسی درجہ کی ہے جس درجہ کی فضیلت ہر مہینہ کی پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنے کی ہے۔

عن ابی ہریرۃؓ قال أو صانی خلیلی صلی اللہ علیہ وسلم بثلاث صیام
ثلاثة أيام من کل شهر . (بخاری شریف، کتاب الصوم، باب صیام البیض ۱/۲۶۶،
رقم: ۱۹۳۹، ف: ۱۹۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۸/۱۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ شعبان ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۱۰۵)

کیا صوم عاشورہ منفرداً مکروہ ہے؟

سوال: [۲۸۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کا روزہ مذہبی تقدس کو قائم رکھتے ہوئے رکھا لیکن صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی توجہ مبذول کرائی کہ اس دن یہود و نصاریٰ روزہ رکھتے ہیں، ان کے ساتھ تشابہ و اشتراک ہوتا ہے، اور اسلام میں تشابہ و اشتراک سے پرہیز کی ہدایت ہے تو کیا اس میں ایسی تبدیلی ہو سکتی ہے، جس سے مشابہت ختم ہو جائے، حضور ﷺ نے فرمایا انشاء اللہ اگلا سال آئے گا تو ہم نوں کو بھی روزہ رکھیں گے، لیکن اگلے سال کا ماہ محرم آنے

سے پہلے ہی حضور ﷺ رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے، اس وقت دنیا میں جو یہود و نصاریٰ اسلام کے آغاز کے وقت تھے، ویسے اس وقت نہیں ہیں بلکہ یہود و نصاریٰ کی قوم تو باقی ہے لیکن یہودیت و نصرانیت کے اعمال و کردار ویسے نہیں رہے، بلکہ قمری ماہ کا نظام اعمال تو لگتا ہے، کہ ان قوموں میں مفقود ہو گیا ہے، تو کیا ایسی صورت میں عاشوراء کا صرف ایک روزہ رکھا جاسکتا ہے یا پھر عاشوراء سے قبل ایک عاشوراء سے بعد ایک روزہ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق پہلے یا بعد میں ملانا ضروری ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالعزیز، صدر مدرس، مدرسہ اسلامیہ چانابا، مغربی سنگھ بھوم، جھارکھنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یوم عاشوراء سے پہلے یا بعد میں ایک روزہ کا ملانا لازم اور ضروری نہیں بلکہ صرف اولیٰ اور افضل ہے، اور حضرات فقہاء کے درمیان تنہا عاشوراء کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں اختلاف ہے، بعض فقہاء مکروہ تنزیہی کہتے ہیں، اور علامتہ الفقہاء اور اکثر ائمہ کے نزدیک مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے، اسلئے کہ مسلمانوں کے ذہن میں تنہا عاشوراء کے دن روزہ رکھنے میں یہودیت کی مشابہت کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا، لہذا جو شخص عاشوراء سے پہلے یا بعد میں ایک روزہ رکھنے کی ہمت رکھتا ہو تو وہ پہلے یا بعد میں ایک ایک روزہ ملا کر رکھے اور اولیت و افضلیت حاصل کرے اور جو ہمت نہیں رکھتا ہے وہ تنہا عاشوراء کا روزہ رکھے اس کو بھی عاشوراء کے روزے کا ثواب مل جائے گا، اور اس کا روزہ مکروہ بھی نہیں ہوگا۔

و کرہ بعضهم صوم یوم عاشوراء وحده لمکان التشبه بالیہود ولم یکرہه عامتهم لأنه من الأيام الفاضلة فیستحب استدراک فضیلتها بالصوم. (البدائع، کتاب الصوم، صوم الوصال، زکریا ۲/۲۱۸)

وقد عُد فی الدر المختار صوم عاشوراء وحده من المکرہ تنزیہا

أى مفرد اعن التاسع أو عن الحادى عشر ولكن قال صاحب البدائع و كره بعضهم صوم عاشوراء وحده لمكان التشبه باليهود ولم يكرهه عامتهم لأنه من الأيام الفاضلة فيستحب استدراك فضيلتها بالصوم. (فتح الملهم، كتاب الصوم، باب صوم يوم عاشوراء، اشرفيه ديوبند ۳/ ۱۴۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۳/۱۴۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۲۸۵)

نویں ذی الحجہ کا روزہ کب رکھا جائے؟

سوال: [۴۸۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نویں ذی الحجہ کے روزہ کی فضیلت ثابت ہے یہ تو معلوم ہے لیکن دریافت یہ کرنا ہے، کہ نویں ذی الحجہ میں یہاں کی یعنی جس جگہ روزہ رکھنے والا رہا ہے، وہاں کا اعتبار ہے یا سعودی کی تاریخ کا اعتبار ہے یعنی کس کی تاریخ کے اعتبار سے روزہ رکھنا ہے؟

المستفتی: عبدالرحمن، جو یا، بے پی نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ہندوستان میں ہندوستان کی نویں ذی الحجہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت حاصل ہوگی، سعودیہ عربیہ کی نویں ذی الحجہ کا اعتبار نہیں ہوگا۔

فأما إذا كانت بعيدة فلا يلزم أحد البلدين حكم الآخر لأن مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في أهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر الخ. (بدائع بیروت ۲/ ۵۷۹، زکریا دیوبند ۲/ ۲۲۴، ۲۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۲۱)

سینچر، صرف عاشوراء اور نوروز کا روزہ کیوں مکروہ ہے؟

سوال: [۴۸۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تعلیم الاسلام میں روزہ سے متعلق ہے کہ کون کون سا روزہ مکروہ ہے جس میں۔

(۱) سینچر کے دن کا روزہ لکھا ہے۔ (۲) صرف عاشوراء یعنی دسویں تاریخ کا روزہ۔ (۳) نوروز کے دن کا روزہ یہ کس وجہ سے مکروہ ہیں، تحریر فرمادیں؟
المستفتی: عبدالمعید، انعام پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سینچر کے دن کو یہودیوں کے یہاں وہی مقام حاصل ہے جو مسلمانوں کے یہاں جمعہ کے دن کو حاصل ہے اسلئے اگر خاص کر صرف سینچر کے دن روزہ رکھا جائیگا تو یہودیوں سے مشابہت لازم آئیگی اسلئے مکروہ ہے، اور اسلام سے پہلے یہودی خاص طور پر عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے، اسلئے کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی تھی، پھر اسلام میں بھی رمضان کا روزہ فرض ہونے سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا، اور رمضان کا روزہ فرض ہو جانے کے بعد عاشوراء کے روزہ کا وجوب ختم ہو گیا، مگر اس کی سنیت باقی ہے، حضور ﷺ نے خود بھی رکھا ہے اور امت کو ترغیب بھی دی ہے لیکن صرف تنہا عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کی صورت میں یہودیوں سے مشابہت پائی جاتی ہے، اسلئے اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ ملا کر رکھنا مستحب ہے ورنہ یہودیوں کی مشابہت لازم آئیگی جس میں ایک قسم کی کراہت ہے اسی طرح نوروز کا دن مجوسیوں کی عید کا دن ہے، اسلئے مکروہ ہے۔

والمکروہ تنزیہاً کعاشوراء و حدہ و سبت و حدہ و نیروز و مہرجان
إن تعمده وفي الشامي: قوله وعاشوراء و حدہ أى مفرداً عن التاسع أو عن
الحادی عشر لأنه تشبه باليهود و سبت و حدہ للتشبه باليهود وقوله

ونیروز ومہرجان وهذان الیومان عید ان للفرس لأنه یشبه تعظیم
الیوم وأنه حرام . (شامی، کتاب الصوم، کراچی ۳۷۵/۲، زکریا ۳۳۶/۳، عمدۃ
القاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم عاشوراء، داراحیاء التراث العربی

بیروت ۱۱/۱۱۷، ۱۱۸، زکریا ۲۳۲/۸، ۲۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۹/۲/۳ھ

۱۴۲۹/۲/۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۵۴۸)

نفلی روزوں میں رمضان کے قضا روزوں کی نیت

سوال: [۴۸۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے
ذمہ کچھ رمضان کے روزے باقی ہیں، اگر زید وہ روزے عشرہ ذی الحجہ یا یوم عاشوراء یا شب
برأت سے اگلے دن، ان دنوں میں اگر بجائے نفلی روزوں کے رمضان شریف کے قضا
روزے رکھے تو کیا رمضان کے قضا روزوں کی ادائیگی ساتھ ساتھ نفلی روزوں کا ثواب بھی
مل جائے گا، ان دنوں میں رمضان کے روزوں کی قضا کرنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟
مفصل جواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتی: انیس احمد قاسمی، بہٹور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عشرہ ذی الحجہ یا عاشوراء کے ایام میں رمضان کے
قضا روزے رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن ان دنوں میں جو روزے رمضان کے قضا کے
رکھے جائیں گے ان کے بارے میں فتاویٰ دارالعلوم میں لکھا ہے، کہ وہ رمضان کے روزے
ہی شمار ہوں گے، اور ان روزوں پر نفل روزوں کا ثواب نہیں ملے گا، لیکن فقہاء کے ایک
ضابطہ سے امید کی جاسکتی ہے، کہ ان دنوں کے روزے کا بھی ثواب مل جائیگا، وہ ضابطہ یہ ہے

کہ کوئی شخص وضو کر کے فوراً مسجد میں داخل ہو کر فجر کی دو سنتیں پڑھتا ہے اور اس میں تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کی بھی نیت کرتا ہے، تو اس کو تین قسم کا ثواب ملتا ہے، فجر کی سنت تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۹۵)

فقہاء کی عبارت ملاحظہ ہو: وأما إذانوی نوافلتین کما إذا نوی برکعتی الفجر التحیۃ والسنة أجزاء عنهما. (الاشباہ/۷۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ رزی الحجہ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۸/۳۲۷۹)

یوم الشک میں روزہ رکھنا

سوال: [۴۸۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یوم الشک کسے کہتے ہیں، اس کی کتنی شکلیں ہیں، وہ کونسی شکل ہے جس میں روزہ رکھنا حرام ہے، بعض جگہ سے اطلاع ملی چاند ہو گیا، بعض جگہ سے اطلاع ملی نہیں ہوا، یا بعض جگہ سے اطلاع ہی نہیں ہے، مثلاً دہلی ریڈیو نے بتایا چاند ہو گیا، لکھنؤ بمبئی نے کہا کہ ابھی تک چاند کی کوئی اطلاع نہیں ہے، تو کیا آنے والا دن یوم الشک کہلائے گا، جس میں روزہ حرام و ناجائز ہے؟
المستفتی: محمد زید سنبھلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یوم الشک میں روزہ رکھنا کسی بھی صورت میں حرام نہیں ہے، البتہ بلا رویت ہلال کے شک و تردد کے ساتھ ۳۰ شعبان کو یکم رمضان سمجھ کر روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

و کرہ فیہ ای یوم الشک کل صوم من فرض و واجب إلا صوم نفل جزم بہ بلا تردید بینہ و بین صوم آخر الخ. (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصوم، قدیم، ۳۵۵، دارالکتاب دیوبند/۶۴۷)

و کرہ الصوم تنزیہا إن نوى الشک واجبا سواء کان ذلك
الواجب رمضان أو غیره لكن کراهة رمضان أشد من کراهة غیره . (شرح
النقایہ ، اعزازیہ دیوبند/۱۷۰، وھکذا فی الھندیۃ قدیم/۱، ۲۰۰، ۲۰۱، جدید زکریا/۱، ۲۶۲،
فتاویٰ قاضیخان علی ہامش الھندیۃ، زکریا/۱، ۲۰۶، جدید زکریا دیوبند/۱، ۱۲۹)

اگر دہلی ریڈیو پر صدق کا ظن غالب ہے اور لکھنؤ، بمبئی پر نہیں ہے، تو یوم الشک نہیں
ہے، روزہ ضروری ہے، اور اگر لکھنؤ، بمبئی ریڈیو کے اعلان پر اعتماد ہے اور دہلی ریڈیو پر نہیں
ہے۔ تو یوم الشک ہے، روزہ مکروہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۴ رمضان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۳۲۴)



۸ / باب صدقة الفطر

صدقہ فطر سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال: [۴۸۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
(۱) صدقہ فطر کا نصاب کیا ہے، نیز اس کے نصاب اور زکوٰۃ کے نصاب میں بنیادی
فرق کیا ہے؟

(۲) کیا شوہر کے ذمہ بیوی اور بالغ اپنا بیچ اولاد کی جانب سے صدقہ فطر نکالنا
واجب ہے، نیز کیا آدمی کے لئے اپنی بیوی اور بالغ اولاد کی جانب سے بدون ان کی
اجازت کے نکالنا جائز ہے؟

(۳) صدقہ فطر کی مقدار موجودہ اوزان سے کتنی ہے؟ کیا صاحب وسعت کے لئے
کشمش یا کھجور سے صدقہ فطر نکالنا افضل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) زکوٰۃ کا نصاب دوسو درہم چاندی یا اس کی
قیمت ہے، اور بارہ ماشہ کے تولہ کے حساب سے اس کی مقدار ساڑھے باون تولہ ہے، اور
آج کل کے گراموں کے حساب سے ۶۱۲ گرام اور ۳۶۰ ملی گرام اس کا وزن ہے۔
(مستفاد: ایضاح المسائل/۱۱۲)

اور زکوٰۃ کا جو نصاب ہے وہی نصاب صدقہ فطر کا بھی ہے مگر دو چیزوں میں صدقہ
فطر اور زکوٰۃ میں فرق ہے۔

(۱) وجوب صدقہ فطر کے لئے مال نامی یعنی مال تجارت یا سونا چاندی روپیہ پیسہ کا
ہونا لازم نہیں بلکہ حوائج اصلیہ سے زائد گھر کے سامان مثلاً برتن اور گھر میں رکھے کھانے غلہ
اور ضرورت سے زائد کپڑے وغیرہ کی بھی قیمت لگے گی اور وجوب زکوٰۃ کے لئے ان چیزوں

کی قیمت نہیں لگتی۔

(۲) زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لئے حولان حول لازم ہے، یعنی جس مال نامی کا مالک ہے پہلی مرتبہ اس کے اوپر سال گذرنا ضروری ہے، یعنی جو شخص اب تک مال نصاب کا مالک نہیں ہوا ہے، وہ مالک ہو جانے کے بعد اس نصاب پر سال گذرنا بھی ضروری ہے بعد کے سالوں میں جس مال کا اضافہ ہوتا رہے گا، اس پر سال گذرنا لازم نہیں ہے، بلکہ اداء زکوٰۃ کے وقت جتنا مال موجود ہوا اتنے مال میں سے زکوٰۃ نکالنا واجب ہو جاتا ہے، اور صدقہ فطر کے واجب ہونے کیلئے نصاب کے اوپر سال گذرنا لازم نہیں ہے۔

تجب فی کل مأتی درهم خمسة دراهم . (ہندیہ ، کتاب الزکاة، الباب

الثالث فی زکاة الذهب ، زکریا ۱/۱۷۸، جدید زکریا دیوبند ۱/۲۴۰)

ومنها کون النصاب نامیا ومنها حولان الحول . (ہندیہ ، زکریا ۱/۱۷۴،

جدید زکریا دیوبند ۱/۲۳۵)

صدقۃ الفطر تجب علی حر مسلم مکلف مالک لنصاب أو قیمته

وإن لم یحل علیہ الحول - إلى قوله - ولم یکن للتجارة . (مراقی الفلاح،

دارالکتاب دیوبند/۷۲۳)

لأنه یشرط فی الزکاة الحول والنصاب النامی - إلى قوله - ولیس

شیء من ذلك شرطاً هنا . (شامی، زکریا ۳/۳۲۵، کراچی ۲/۳۶۹)

(۲) شوہر کے ذمہ بیوی کی طرف سے صدقہ فطر نکالنا واجب نہیں ہے، اسی طرح

اپنی بالغ اولاد کی طرف سے نکالنا واجب نہیں ہے، بلکہ اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی

طرف سے نکالنا واجب ہے، ہاں البتہ اگر شوہر اپنی خوشی سے بیوی کی طرف سے صدقہ فطر

نکالے یا بالغ اولاد کی طرف سے نکالنا چاہے ان کی اجازت سے نکالے یا ان کی اجازت کے

بغیر نکالے دونوں صورتوں میں راجح اور مفتی بہ قول کے مطابق ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا

ہو جاتا ہے، یہی بالغ اپنا حج اولاد کا بھی حکم ہے۔

عن ابن عمر أنه كان يعطى صدقة الفطر عن جميع أهله ، صغيرهم وكبيرهم ، عمن يعول ، الحديث . (سنن الدار فطنی ، زكاة الفطر ، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۲۳ ، رقم: ۲۰۶۰)

لو أعطى صدقة الفطر عن زوجته وأولاده الكبار الذين هم في عياله أجزأه ، وإن لم يأمره ذلك ، وفي الخانية: وعليه الفتوى . (الفتاوى التاتارخانية ، قديم ۲/۴۲۴ ، جدید زکریا ۳/۶۱۱ ، رقم: ۴۸۵۱)

وإذا أدى عن الزوجة والولد الكبير بغير إذنهما جاز وظاهر الظهيرية: أنه لو أدى عمن في عياله بغير أمره جاز مطلقاً . (البحر الرائق ، زکریا ۲/۴۴۰ ، کراچی ۲/۲۵۲)

ولا تجب على الرجل صدقة الفطر عن أولاده الكبار -إلى- سواء كان أصحاء أو مناء في ظاهر الرواية . (الفتاوى التاتارخانية قديم ۲/۴۲۲ ، جدید زکریا ۳/۴۵۹ ، رقم: ۴۸۴۶)

وتجب عن نفسه وطفله الفقير الخ . (ہندیہ ، زکریا ۱/۱۹۲ ، جدید زکریا دیوبند ۱/ (۳) صدقہ فطر کی مقدار ڈیڑھ کلو ۴۲۰ گرام ۲۴۰ ملی گرام ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۱۰۱) اور یہ مقدار گیہوں یا آٹا یا اس کی قیمت کے حساب سے ہے، اور کشمش یا کھجور سے نکالیں گے تو اس مقدار کے دو گنے ہوں گے، اگر سرمایہ دار کشمش یا کھجور سے صدقہ فطر نکالیں گے تو ان کے لئے افضل بھی ہوگا، اور ثواب بھی زیادہ ملیگا، اسلئے کہ اس میں فقراء کا زیادہ فائدہ ہے۔

أخرج أبو داود عن ابن عباس قال: فرض رسول الله ﷺ هذه الصدقة صاعاً من تمر أو شعير أو نصف صاع من قمح على كل حر أو مملوك ذكر أو أنثى صغير أو كبير الخ . (ابو داؤد ، کتاب الزکاة ، باب من ردی نصف صاع من قمح ، النسخة الهندية ۱/۲۲۹ ، دارالسلام رقم ۱۶۲۲ ، نسائی ، کتاب الزکاة ، باب التمر فی زکاة الفطر الحنطة ، النسخة الهندية ۱/۲۷۰ ، دارالسلام رقم: ۲۵۱۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکمہرمجمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۰۵۱/۳۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۵/۱ھ

کیا غریب شخص پر بھی صدقۃ الفطر ادا کرنا لازم ہے؟

سوال: [۴۸۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا غریب لوگوں پر بھی صدقۃ الفطر ادا کرنا واجب ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ صدقۃ الفطر کے بغیر روزہ ناقص رہ جاتا ہے، چاہے آدمی غریب ہی کیوں نہ ہو کیا یہ بات درست ہے؟
المستفتی: محمد قاسم، معلم مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صدقۃ الفطر صاحب نصاب پر واجب ہے غریب کے ذمہ اس کی ادائیگی واجب نہیں ہے، اور رمضان کے روزے صدقۃ الفطر کی ادائیگی کے بغیر صحیح ہو جاتے ہیں، البتہ صدقۃ الفطر روزہ میں کوتاہی کا کفارہ بن جاتا ہے، اسلئے اس فضیلت کو غرباء بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

تجب موسعا فی العمر عند أصحابنا وهو الصحيح علی کل مسلم
ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الأصلیة، وإن لم ینم . (تنویر الابصار مع الدر
المختار، کتاب الزکاة، باب صدقۃ الفطر کراچی ۲/۳۵۸، زکریا ۳۱۰/۳ تا ۳۱۳)

عن بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال فرض رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم زکاة الفطر طہرة للصیام من اللغو الرث وطمعة للمساکین
ومن أداها قبل الصلوة فهي زکاة مقبولة ومن أداها بعد الصلوة فهي صدقة
من الصدقات. (مستدرک، کتاب الزکاة، قدیم ۱/۶۸، ۵، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز،
بیروت ۲/۵۷۷، رقم: ۱۴۸۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، قدیم ۴/۶۳، ۱، دارالفکر ۶/۹۸،
رقم: ۷۷۶۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۳ھ/۷/۱۸

(الف فتویٰ نمبر: ۷۷۶۲۳۶)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳ھ/۷/۱۸

صدقہ فطر

سوال: [۴۸۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صدقہ فطر کتنا دینا چاہئے، نصف صاع کا وزن کیا ہے؟ بعض لوگ دو کلو ۴۱۰ گرام کے قائل ہیں، اور بعض ایک کلو ۶۶۶ گرام کے قائل ہیں، اب یہ بتائیں نصف صاع کا وزن آپ کے نزدیک کیا ہے؟ مع دلائل بیان فرمائیں؟

المستفتی: محمد سلطان احمد کشمیری، گاؤں: نیراپان، ڈاکخانہ، ہابڑا، ضلع: پونچھ، جمو کشمیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نصف صاع کا وزن بغیر کمی زیادتی کے ہمارے حساب سے ۱۳۵ تولا کا ہوتا ہے، اور ایک سو ۱۳۵ تولا ۱۳۵۰ ملی گرام کا ہوتا ہے اور ۱۳۵۰ ملی گرام = ۱۵۰۰ گرام اور ۱۵۰۰ گرام کے ہوتے ہیں، = ڈیڑھ کلو ۴۰۰ گرام، ۶۴۰ ملی گرام کا ہوتا ہے، خلاصہ یہ نکلا کہ نصف صاع کا وزن ڈیڑھ کلو ۴۰۰ گرام ۶۴۰ ملی گرام کا ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ شعبان ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۵۸/۲۵)

فطرہ کی مقدار

سوال: [۴۸۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فطرہ کے کتنے کلو گیہوں ہوتے ہیں، روپے کتنے ہوتے ہیں؟

المستفتی: حافظ سلامت جان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صدقہ فطر کی مقدار نصف صاع گیہوں جو

موجودہ اوزان کے اعتبار سے ڈیڑھ کلو ۴۷ گرام، ۶۴۰ ملی گرام گیہوں ہوتے ہیں، احتیاطاً ڈیڑھ کلو ۴۵ گرام دیا جائے۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: صدقة الفطر عن كل صغير وكبير، ذكرو أنثى إلى قوله نصف صاع من بر أو صاع من تمر أو صاع من شعير. (سنن الدارقطنی، زکاة الفطر، دارالکتب العلمیة بیروت ۱۳۱/۲، رقم: ۲۱۰۰)

وہی نصف صاع من بر أو دقیقة أو زبيب أو صاع تمر أو شعير. (تنویر

الابصار مع الدرالمختار، کراچی ۲/۳۶۴، زکریا ۳/۳۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۹۷۴/۲۶)

صدقہ فطر کی مقدار

سوال: [۴۸۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صدقہ

فطر کی مقدار شرعاً نصف صاع ہے دور حاضر میں گندم اور دیگر اشیاء خوردنی کیل و صاع سے فروخت نہیں ہوتیں بلکہ تول اور وزن سے کام لیا جاتا ہے، تو موجودہ دور کے لحاظ اور کلو گرام

کے حساب سے صدقہ فطر کی مقدار کیا ہے؟ صحیح حساب لگا کر جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: فرید احمد قاسمی، جلال پور، ضلع: لکھنؤ پور کھیری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نصف صاع کا وزن ۱۳۵ گرام

کا ہوتا ہے۔ (مستفاد: جواہر الفقہ قدیم ۱/۴۲۸، جدید زکریا ۳/۴۱۱، فتاویٰ دارالعلوم ۶/۳۰۵، ۶/۳۳۷)

اور ۱۲ ماشہ کا ایک تولہ گیارہ گرام ۶۶۴ ملی گرام کا ہوتا ہے، لہذا نصف صاع کا وزن موجودہ اوزان کے اعتبار سے ڈیڑھ کلو ۷۷۰ گرام، ۶۴۰ ملی گرام ہوتا ہے، یہ حساب بلا کسی کمی زیادتی کے لگایا گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ اشوال ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۰۰۲۲)

صدقہ فطر کی مقدار کیا ہے؟

سوال: [۴۸۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فطرہ کی مقدار کیا ہے؟ آجکل کے حساب سے، بعض لوگ کہتے ہیں، کہ تین کلو ہے اسکی صحیح مقدار کیا ہے؟ حدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حدیث میں صدقہ فطر کی مقدار نصف صاع

گیہوں آئی ہے، جس کو خلفائے راشدین، ائمہ مذاہب نے اختیار کیا ہے۔

قال رسول الله ﷺ أدوا زكوة الفطر صاعاً من تمر أو صاعاً من شعير

أو نصف صاع من بر، الحديث: (طحاوی شریف، المكتبة الاشرفیہ دیوبند ۱/۳۵۰)

وقد روى عن أبى بكر أيضاً وعن عثمان بن عفان فى صدقة الفطر أنها

من الحنطة نصف صاع، الحديث: (طحاوی شریف، المكتبة الاشرفیہ دیوبند ۱/۳۵۰)

اور نصف صاع کا وزن ۱۲ ماشہ کے تولے سے ۱۳۵ تولہ ہے۔ (مستفاد: جواهر الفقہ

قدیم ۱/۲۲۴، جدید زکریا ۳/۴۱۱)

اور بارہ ماشہ ایک تولہ گیارہ گرام ۶۶ ملی گرام کا ہوتا ہے، لہذا نصف صاع کا وزن گراموں کے حساب سے ڈیڑھ کلو ۷۷۰، گرام ۶۴۰ ملی گرام ہوگا، جس کی قیمت آج کے بازار میں ۶۰/۴ فی کلو کے حساب سے ۳۰/۷ پیسے بنتی ہے، اس مرتبہ مدرسہ شاہی نے احتیاطاً

ساڑھے سات روپیہ کا اعلان کر دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ رمضان ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶۲/۳۱)

تعداد صدقہ فطر

سوال: [۲۸۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صدقہ فطر ایک آدمی پر کتنا ہوتا ہے، صاف حساب کر کے عنایت فرمائیں؟

المستفتی: محمد ارم، امام سڑک والی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایک آدمی کا صدقہ فطر نصف صاع گہوں ہے جس کی مقدار موجودہ اوزان کے حساب سے ڈیڑھ کلو ۴۷۰/۷ گرام، ۶۴۰/۶ ملی گرام گہوں ہوتی ہے، آپ احتیاطاً ڈیڑھ کلو ۴۷۰ گرام نکال دیجئے۔ (مستفاد: جواہر الفقہ قدیم ۱/۲۲۴، جدید زکریا ۳/۴۱۱، فتاویٰ دارالعلوم ۴/۳۰۵)

عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ ﷺ: صدقة الفطر عن كل صغير وكبير، ذكرو أنثى إلى قوله نصف صاع من بر أو صاع من تمر أو صاع من شعير. (سنن الدارقطني، زكاة الفطر، دارالکتب العلمیة بیروت ۲/۱۳۱، رقم: ۲۱۰۰)

وهی نصف صاع من بر أو دقیقة أو سویقة أو زبيب أو صاع من تمر أو شعير. (تویر الابصار مع الدر لمختار، کراچی ۲/۳۶۴، زکریا ۳/۳۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۹۷۰/۲۶)

صدقۃ الفطر کا وزن

سوال: [۴۸۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صدقۃ فطر کے بارے میں یہاں خاص طور پر جنوبی ہند میں ہر سال صدقۃ فطر کی مقدار کے سلسلہ میں اختلاف ہوتا ہے، مختلف پرچوں، اشتہاروں، کارڈوں میں مختلف مقدار صدقۃ فطر کی لکھی جاتی ہے، کسی میں پونے دو کلو، کسی میں دو کلو، کسی میں سوادو کلو، کسی میں ڈھائی کلو، کسی میں پونے تین کلو تک کی مقدار لکھی ہوئی ہوتی ہے، اور اس کی بنیاد کتابوں میں جو لکھی ہوئی مقدار پونے دو سیر کا ہے، چونکہ یہاں مختلف علاقوں میں سیر کا وزن بھی الگ الگ ہوتا ہے، کسی علاقے میں ایک سیر کا وزن ڈیڑھ کلو کے برابر ہوتا ہے، کسی علاقے میں ایک سیر دو کلو کے برابر ہوتا ہے، کسی علاقے میں ایک سیر سوادو کلو کے برابر ہوتا ہے، اس علاقے میں سیر کا وزن کلو سے بڑھا ہوا ہے، اسلئے ہر علاقہ والا اپنے علاقہ کے سیر کا حساب لگا کر صدقۃ فطر کی مقدار یا اس کی قیمت طے کرتا ہے، اور لکھتا ہے جس کی وجہ سے ہر سال صدقۃ فطر کی مقدار میں بہت زیادہ فرق ہو جاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ خود ہمارے اکابرین کی کتابوں اور ان کے فتاویٰ میں مختلف مقدار لکھی ہوئی ہے۔ (اکابرین کی رائے اور ان کے فتاویٰ کی نقل بھی دوسرے پرچے میں منسلک ہے) جس کی وجہ سے کسی ایک مقدار پر مسئلہ بتلانا مشکل ہو جاتا ہے، اس لئے گزارش ہے کہ مفتی بہ قول کے مطابق صحیح مقدار کیا ہے؟ اور آج کے دور میں جو اوزان رائج ہیں، یعنی کلو گرام ایک فطرہ کا وزن کے حساب سے صحیح کتنا ہوتا ہے، مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں؟

اکابرین کے اقوال لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، صحیح مقدار جو کلو سے بنتی ہے، اس کو تحریر فرمائیں؟ تاکہ مسائل کو جواب دینے میں آسانی ہو؟

المستفتی: عبدالعزیز قاسمی، مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم،

بائی پاس روڈ، اہمت پور (اے پی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آج کل کے کلو گرام کے حساب سے صدقۃ فطر کی

مقدار گیہوں اور آٹے سے ڈیڑھ کلو ۷۲ گرام، اور ۶۲۰ ملی گرام ہے اور کھجور اور کشمش سے کوئی ادا کرنا چاہتا ہے، تو اس کا دو گنا وزن ہوگا، ۳ کلو ۱۴۹ گرام اور ۲۸۰ ملی گرام صدقہ فطر بنے گا، اب اس کی جو بھی قیمت آپ کے علاقے میں بنتی ہے وہی ادا کریں۔ (مستفاد: ایضاح الطحاوی ۳/۱۷۷، ایضاح المسائل/۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/۱۱/۱۴۳۳ھ

۲۱/ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۸۵۱/۴۰)

صدقہ فطر کی مقدار کے بارے میں اکابرین علماء کی رائے اور ان کے فتاویٰ

(۱) ایک کلو پانچ سو چوبتر گرام چھ سو چالیس ملی گرام صدقہ فطر کی مقدار ہوتی ہے۔

(مستفاد: جدید فقہی مسائل ۱/۲۲۷، مولانا محمد خالد سیف اللہ رحمانی صاحب)

(۲) پونے دو سیر یا پونے دو کلو صدقہ فطر کی مقدار ہے، احتیاط کے طور پر پورے

دو سیر یا زیادہ دیدینا چاہئے، (مستفاد: مسائل روزہ مولانا محمد رفعت صاحب/۳۱۳)

(۳) نصف صاع کا وزن اسی روپے بھر کے سیر سے تقریباً پونے دو سیر ہوتا ہے،

پس صدقہ فطر میں گیہوں (اسی روپے بھر کے سیر سے) پونے دو سیر دینے چاہئے۔

(مستفاد: کفایت المفتی ۴/۳۱۱، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب)

(۴) پونے دو سیر گندم فطرہ میں دینا چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۳۰۴، حضرت

مفتی عزیز الرحمن صاحب)

(۵) صدقہ فطر میں اسی تولے کے سیر سے پونے دو سیر گیہوں دینا چاہئے، نصف

صاع کے ایک کلو پانچ سو چوبتر گرام ہوتے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رجمیہ ۷/۱۹)

(۶) صدقہ ہر شخص کی طرف سے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت دے سکتا ہے۔

(مستفاد: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳/۴۱۵، مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی)

(۷) پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت دینا چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ عثمانی ۲/۷۷)

(۸) صدقہ فطر دو کلو سے بھی زائد دینا چاہئے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۴۱۶، مفتی

رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

(۹) انگریزی سیر کے حساب سے سوا دو سیر نو تولہ سات ماشہ کی مقدار صدقہ فطر ہوتا ہے، یا یوں کہا جائے کہ پانچ ماشہ کم دو سیر ڈیڑھ پاؤ ہوتا ہے، اری آ خر صدقہ فطر کی مقدار دو سیر ایک پاؤ نو تولہ سات ماشہ ہوتی ہے۔ (مستفاد: علم الفقہ ۴/۴۸۶، مولانا عبد الشکور صاحب)

(۱۰) اسی تولے کے حساب سے نصف صاع پونے دو سیر ہوتا ہے، مگر احتیاطاً پورے دو سیر ادا کرنا چاہئے۔ (مستفاد: امداد الاحکام ۳/۴۲، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی)

موجودہ اوزان کے اعتبار سے صدقہ الفطر کی مقدار

سوال: [۴۸۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی کا روزہ یا نماز سخت بیماری کی وجہ سے چھوٹ جائے اور انتقال ہو جائے تو ایک نماز اور ایک روزہ کا کتنا فدیہ ادا کرنا ہوگا؟

المستفتی: منظور علی شمس، پیرغیب، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہر ایک روزہ کا ایک فدیہ ہوتا ہے، اور ہر نماز کا ایک فدیہ ہوتا ہے، اور روزانہ چھ نمازوں کے فدیہ ہونگے اسلئے کہ وتر کا بھی فدیہ لازم ہوتا ہے، اور ایک فدیہ کی مقدار ایک صدقہ فطر ہے اور ایک صدقہ فطر موجودہ اوزان کے حساب سے ڈیڑھ کلو ۷۴۰ گرامی ۶۴۰ ملی گرام گہ ہوں ہے، قیمت ادا کرنا ہو تو بازار سے معلوم کر لیا جائے یہ نصف صاع کی مقدار ہے۔

عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ ﷺ: صدقة الفطر عن كل صغير وكبير، ذكرو أنثى إلى قوله نصف صاع من بر أو صاع من تمر أو صاع من شعير. (سنن الدارقطنی، زکاة الفطر، دارالکتب العلمیة بیروت ۲/۱۳۱، رقم: ۲۱۰۰)

لصلوة كل وقت من فرض اليوم والليله حتى الوتر لأنه فرض
عملی عند الإمام (قوله) أنه لكل صلوة فدية هي نصف صاع من بر أو
دقيقة الخ. (مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوى قديم / ۲۳۸، جديد دارالكتاب
ديوبند / ۷۲۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۰/۵۹۴)

صدقہ فطر ایک مسکین کو دیا جائے یا متعدد کو؟

سوال: [۲۸۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فتاویٰ
عالمگیری میں صدقہ فطر کے متعلق تبیین کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک شخص کا صدقہ
فکر دو یا زیادہ مسکین کو دینا جائز ہے، عبارت یوں ہے؟
يجب دفع صدقة الفطر كل شخص إلى مسكين حتى لو فرقه على
مسكينين أو أكثر لم يجوز الخ. (عالمگیری، باب صدقہ فطر، ۱/۱۹۳)
لیکن قاضی خان اور بہشتی زیور میں شرح تنویر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جائز ہے تو صحیح
کیا ہے؟ مسئلہ کی تحقیق سے آگاہ فرمائیں؟

المستفتی: محمد رمضان، کٹیا، ضلع: ندیا، مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: واقعی تبیین کے حوالہ سے عالمگیری میں ایسا ہی نقل
کیا ہے، لیکن وہ مفتی بہ قول نہیں ہے، مفتی بہ قول یہی ہے کہ ایک شخص کا فطرہ متعدد افراد کو دینا
جائز ہے اور درست ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۷۶)

وفی التنویر و جاز دفع كل شخص فطرته إلى مسكين أو مسكين
على المذهب كما جاز دفع صدقة جماعة إلى مسكين واحد بلا خلاف

الح. تنویر الابصار مع الدر، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر، مصری ۲/۱۰۷، کراچی ۲/۳۶۷، زکریا ۳/۳۲۳ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ شوال ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۹۹۳/۲۶)

مقررین صدقہ فطر میں کھجور کا نصاب کیوں نہیں بیان کرتے؟

سوال: [۴۸۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صدقہ

فطر جو ہندوستان میں عام طور پر ادا کیا جاتا ہے، وہ گیہوں یا جو یا ان دونوں کی قیمت ہے جبکہ کھجور بھی صدقہ فطر کی قسم میں داخل ہے، جیسا کہ کھجور ایک صاع، جو ایک صاع، گیہوں نصف صاع تو خود کھجور یا کھجور کی قیمت کیوں نہیں بیان کرتے ہیں، صرف گیہوں یا جو یا ان دونوں کی قیمت بیان کر دیتے ہیں، آخر ایسا کیوں ہے؟ کھجور بھی تو انہی اوزان میں داخل ہے؟

اسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صدقہ فطر کی ادائیگی میں گیہوں یا جو یا ان دونوں

کی قیمت بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں لوگوں کیلئے آسانی ہے، کیونکہ گیہوں ہندوستان کی غالب خوراک ہے، اور بغیر کسی پریشانی کے مہیا ہو جاتی ہے، برخلاف کھجور کے کہ یہ ہندوستان کی غالب خوراک نہیں ہے، اسلئے آسانی کے پیش نظر اس کو بیان کیا جاتا ہے، لیکن کوئی شخص خوشی سے کھجور یا اس کی قیمت ادا کرتا ہے تو بھی جائز اور درست ہے۔

وكان الفقيه أبو جعفر دفع الحنطة أفضل في الأحوال كلها. (لتفاوی التاتار

حانیة، کتاب الصوم، الفصل الثالث عشر فی صدقة الفطر، قديم ۲/۴۲۰، جدید زکریا ۳/۴۵۵،

رقم: ۴۸۳۸، شامی کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر، زکریا ۳/۳۲۲، کراچی ۳/۳۶۶)

وهو من غالب قوت المخرج عنه وأفضل الأقوات البر. (الفقه علی

المذاهب الأربعة ۱/۶۲۹)

وينبغي أن تكون الحنطة أولى إذا كان في موضع يشترط الأشياء

بالحظنة. (خانیہ علی الہندیہ، زکریا ۱/۲۳۱، جدید ۱/۱۴۴)

و ذکر المنصوص علیہ للتیسیر لأنہم کانو یتبایعون بذلک. (البدائع الصنائع بیروت ۲/۷۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ رجب ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۳۵۷۷)

مالدار مسافر پر صدقہ فطر لازم ہونے میں کہاں کے مال کا اعتبار؟

سوال: [۳۸۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص سفر عمرہ پر گیا ہوا ہے، اس کے پاس حالت سفر میں بقدر نصاب مال یعنی روپیہ بیسہ وغیرہ موجود ہے اور یہ مال اسکی حوائج اصلیہ سے زائد ہے، نیز اسکے گھر پر بھی حوائج اصلیہ سے زائد بقدر نصاب مال موجود ہے، تو اب اسپر صدقہ فطر واجب ہوگا یا نہیں؟ اور نصاب میں اس مال کا اعتبار ہوگا جو اسکی جیب میں موجود ہے یا اس مال کا جو اس کے گھر پر ہے کہاں پر حوائج اصلیہ سے زائد مال کا اعتبار ہوگا، جس کی وجہ سے اسکے اوپر صدقہ فطر واجب ہے؟

اسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس شخص کے پاس بحالت سفر بقدر نصاب مال موجود ہے اور وہ اس کی حوائج اصلیہ سے زائد ہے تو اسپر صدقہ فطر واجب ہے، اور صدقہ فطر واجب ہونے میں اس مال کا اعتبار ہوگا جو اس کے پاس بحالت سفر موجود ہے۔

ہی واجبة علی الحر المسلم المالك لنصاب فاضل عن حوائجہ الأصلية فتجب علی مسافر وصبي ومجنون ويعتبره مكانه لنفسه. (مجمع الانهر، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۳۳۴)

فاختلف التصحيح كما ترى فوجب الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع إليها والمنقول في النهاية معزيا إلى المبسوط أن العبرة لمكان

من تجب عليه لا بمكان المخرج عنه موافقاً لتصحيح المحيط فكان هو
المنهوب ولهذا اختاره قاضيخان في فتاواه مقتصراً عليه . (البحر الرائق،
کراچی ۲/۲۵۰، زکریا ۲/۴۳۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۳ھ/۱۱/۲۹

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۲۱/۴۰)

وہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا جہاں سے صدقہ فطر ادا کیا جائے

سوال: [۴۸۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید
رمضان میں عمرہ کرنے کیلئے سعودی عرب گیا ہوا ہے، وہاں پر اسکے پاس نصاب سے زائد
پیسہ موجود ہے، تو اب اس کے اوپر صدقہ فطر لازم ہے، اس نے ہندوستان میں اپنی بیوی کو
فون کیا کہ میرا بھی صدقہ فطر ادا کر دینا تو ایسی صورت میں اب بیوی ہندوستانی کی قیمت کے
اعتبار سے صدقہ فطر ادا کرے گی یا سعودیہ کی قیمت کے اعتبار سے؟

اسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صدقہ فطر کی ادائیگی میں وجوب ادا یعنی جہاں ادا
کیا جا رہا ہے، وہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا، سبب وجوب یعنی جہاں مالک ہے وہاں کی قیمت کا
اعتبار نہ ہوگا، لہذا صورت مسئلہ میں زید کی بیوی ہندوستان کے گہروں وغیرہ کی قیمت کے
اعتبار سے زید کا صدقہ فطر ادا کرے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈیجیٹل ۹/۶۲۲، محمودیہ میرٹھ ۱۳/۴۷۷)

وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالوا يوم الأداء - إلى - ويقوم في البلد الذي

المال فيه . (شامی ، کتاب الزکاة ، باب زکاة الغنم بزکریا ۳/۲۱۱ ، کراچی ۲/۲۸۶)

ويقومها المالك في البلد الذي فيه المال حتى لو بعث عبداً للتجارة إلى بلد

آخر فحال الحول تعتبر قيمته في ذلك البلد. (ہندیہ ، زکریا ۱/۱۸۰ ، جدید ۱/۲۴۱)

ويقوم العرض بالمصر الذي هو فيه حتى لو بعث عبداً للتجارة في بلد

آخر يقوم في ذلك الذي فيه العبد. (البحر الرائق ، زکریا ۲/۴۰۰ ، کراچی ۲/۲۲۹)

وإن كان المولى بعث عبده إلى مصر آخر لحاجته تعتبر قيمة العبد في المصر الذى فيه العبد ، وإن كان العبد في المفازة تعتبر قيمته في أقرب الأمصار إلى ذلك الموضوع . (الفتاوى التاتارخانية، زكريا ۳/۱۶۵، رقم: ۴۰۰۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳۳۲ھ / ۱۱ / ۲۹
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۲۲/۴۰)

فطرہ کی رقم کنٹرول ریٹ سے لگائی جائے یا بازار ریٹ سے؟

سوال: [۲۸۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فطرہ کی جو صحیح رقم ہے وہ کنٹرول ریٹ سے لگائی جائے، یا بازار ریٹ سے، جو بھی مسئلہ ہو وضاحت فرما کر جواب سے مطلع فرمائیں، عنایت ہوگی؟

المستفتی: نثار احمد، محلہ سرائے گلزاری مل، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت اسلامی میں قیمت لگانے میں بازاری بھاؤ کا اعتبار ہوتا ہے، کنٹرول ریٹ کا اعتبار نہیں ہوتا۔

القيمة الثمن الذي يقدره المقومون للسلعة أو الشيء الخ. (لغة الفقهاء کراچی / ۳۷۴، قواعد الفقہ / ۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴۱۰/۲۷)

صدقہ فطر میں کہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا؟

سوال: [۴۸۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک ہندوستانی شخص جو دبئی میں سروس کرتے ہیں، وہ اپنے رشتہ داروں سے کہتے ہیں، کہ میری جانب سے صدقہ فطر ادا کر دینا۔

اگر وہاں کی کرنسی کے حساب سے ادا کیا جائے تو ایک سو بیس روپے ہوتے ہیں، آیا وہ ہندوستانی رشتہ دار ہندوستانی کرنسی کے اعتبار سے ادا کریں یا دبئی کی کرنسی کے حساب سے ادا کریں؟ اور اگر اس شخص کی جانب سے پونے دو کلو گیہوں ادا کر دئے جائیں تو کافی ہوگا یا نہیں یا وہاں کی کرنسی کے حساب سے ادا کرنا لازم ہوگا؟

المستفتی: عبدالاحد، لاجپت نگر، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صدقہ فطر ادا کرنے کیلئے اس طرح وکیل بنانا جائز ہے، اور وکیل جہاں کے مال سے فطرہ ادا کریگا وہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا، اور ایک صدقہ فطر کی مقدار موجودہ اوزان کے حساب سے ڈیڑھ کلو ۷۲۰ گرام ۶۴۰ ملی گرام گیہوں یا اس کی قیمت جو چاہے ادا کر سکتا ہے اور اس میں ہندوستانی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۶ ص ۳۰)

وجاز دفع القيمة أنها تعتبر يوم الوجوب (إلى قوله) ويقوم في البلد الذي المال فيه الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة المال کراچی ۲/۲۹۹،

زکریا ۳/۲۹، ہندیہ زکریا ۱/۱۸۰، جدید ۱/۱/۲۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰/۱۱/۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸۴۱/۲۸)

صدقہ الفطر کی ادائے گی میں کس جگہ کی قیمت کا اعتبار ہے

سوال: [۴۸۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک صاحب دوسرے ملک میں مقیم ہیں جہاں وہ کام کرنے کی نیت سے گئے ہوئے ہیں، بموقع عید الفطر وہ اپنے اہل خانہ کو بذریعہ فون یہ حکم دیتے ہیں، کہ میرا صدقہ فطر آپ ہی ادا کر دینا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر ان کے اہل خانہ ہندوستان میں ان کا صدقہ فطر ادا کر دیں تو کس ملک کی قیمت کے اعتبار سے ادا کریں؟ ہندوستان کی؟ یا جہاں وہ صاحب مقیم ہیں، اسی طرح اگر وہ لوگ گیہوں وغیرہ کے ذریعہ صدقہ فطر ادا کرنا چاہیں، تو کس طرح کریں، کہاں کا اعتبار کیا جائے گا؟

المستفتی: محمد خالد قاسمی، دھامپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دوسرے ملک میں جو آدمی مقیم ہے اس کی طرف سے ہندوستان میں صدقہ فطر ادا کرنا جائز اور درست ہے، اور اگر صدقہ فطر گیہوں سے ادا کیا جاتا ہے، تو نصف صاع گیہوں ادا کریں گے اس لئے کہ یہ منصوص ہے اور اگر قیمت کے ذریعہ صدقہ فطر ادا کیا جائے، تو جس ملک میں صدقہ فطر ادا کیا جا رہا ہے، اس ملک کی قیمت کا اعتبار ہے، لہذا ہندوستان کی قیمت کے اعتبار سے صدقہ فطر ادا کیا جائیگا۔

لا عن زوجته وولده الكبير العاقل ولو أدى عنهما بلا إذن أجزاءه
استحسانا للإذن عادة الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر کراچی

۳۶۳/۲، زکریا ۳۱۷/۳، الفتاوی التاتار خانیہ، کتاب الصوم، باب صدقة الفطر

زکریا ۳/۶۱، رقم: ۴۸۵۱، ہدایہ، اشرفی دیوبند ۱/۲۰۹)

مَنْ أَوْسَطَ مَا تَطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ. (مائدہ: ۱۸۹)

وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالوا يوم الأداء ويقوم في البلد الذي

المال فيه. (شامی، زکریا ۳/۲۱۱، کراچی ۲/۲۸۶) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۳ ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۲۹۹/۴۰)

صدقہ فطر کن کن چیزوں سے ادا کر سکتے ہیں؟

سوال: [۲۸۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صدقہ فطر صرف گیہوں یا آٹا یا اسکی قیمت ہی سے دینا چاہئے یا کھجور وغیرہ دینا بھی احادیث سے ثابت ہے، اگر ثابت ہے تو اس کی کیا مقدار واجب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: گیہوں اور آٹا کے علاوہ کھجور اور انگور یا اس کی قیمت دینا بھی درست ہے، مگر ایسی صورت میں مکمل ایک صاع یا ایک صاع کی قیمت ادا کرے اور ایک صاع کی مقدار موجودہ اوزان کے اعتبار سے تین کلو ۱۴۹ گرام، ۲۸۰ ملی گرام ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/ ۹۸)

عن ابن عمر قال: فرض رسول الله ﷺ زكاة الفطر صاعاً من تمر أو صاعاً من شعير الحديث: (صحيح البخارى، كتاب الزكاة، باب فرض صدقة الفطر، النسخة الهندية ۱/ ۲۰۴، رقم: ۱۴۸۱، ف: ۱۵۰۳، صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب زكاة الفطر النسخة الهندية ۱/ ۳۱۸، بيت الافكار رقم: ۹۸۴)

نصف صاع من بر أو دقيقة إلى قوله أو صاع تمر أو شعير . (تنوير الابصار مع الدر المختار، كتاب الزكاة باب صدقة الفطر كراچی ۲/ ۳۶۴، زکریا ۳/ ۳۱۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۲۷۹/۳۵)

صحابہ کرام کا کشمش اور کھجور سے صدقہ فطر ادا کرنا

سوال: [۴۸۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خلفائے راشدین میں سے کسی سے یا اجلہ صحابہ میں سے کھجور یا کشمش سے صدقہ فطر ادا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو حدیث شریف مع حوالہ تحریر فرمائیں؟

المستفتی: ذاکر اللہ، آندھرا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے صدقہ فطر میں کھجور و کشمش ادا کرنا ثابت ہے۔

عن ابی سعید الخدریؓ قال: کنا نخرج الصدقة صاعاً من شعیر. (بخاری

شریف، کتاب الزکاة، باب فرض الصلقة الفطر ۱/۴، ۲۰، رقم: ۴۸۳، ۱، ف: ۱۵۰۵)

عن عیاض بن عبد اللہ بن سعد بن أبی سرح العامري أنه سمع أباسعید الخدریؓ يقول کنا نخرج زکوة الفطر صاعاً من طعام أو صاعاً من شعیر أو صاعاً من تمر أو صاعاً من أقط أو صاعاً من زبيب. (بخاری ۱/۵۰۴،

رقم: ۱۴۸۴، ۲/۱۳۱، رقم: ۱۵۰۶، باب صدقة الفطر صاعاً من تمر ف: ۱۵۰۶)

عن نافع عن ابن عمرؓ قال: فرض رسول الله ﷺ صدقة الفطر صاعاً من

تمر أو صاعاً من شعیر - فكان ابن عمر يعطی التمر فأعوز أهل المدينة من التمر فأعطی شعيراً. (بخاری ۱/۲۰۵، رقم: ۴۸۹، ۱، ف: ۱۵۱۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۸۵/۲۰)

چاول کے ذریعہ سے صدقہ فطر ادا کرنا

سوال: [۴۸۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صدقہ فطر میں گیہوں یا جو یا کھجور یا ان اشیاء کی قیمت دی جاتی ہے، لیکن اگر یہ چیزیں کسی کے پاس نہ ہوں اور ان کے عوض میں کوئی اور چیز مثلاً چاول یا چنا وغیرہ دینا چاہیں تو کیا ان کی مقدار اسی نص کے مطابق ہوگی یا کم زیادہ ہوگی، اگر کم زیادہ نہ ہوں تو گیہوں، جو، کھجور، میں سے کس کے بقدر دی جائیگی، گیہوں کے یا جو، کھجور کے؟

المستفتی: محمد سعید یوریادی، معلم مدرسہ شاہی، مراد آباد
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صدقہ فطر میں اگر گیہوں، جو وغیرہ کے بجائے نصف صاع گندم کی قیمت کے بقدر چاول دیا جائے یا اس کی قیمت دی جائے جو نصف صاع کی قیمت کے برابر ہے، تو جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم قدیم ۶/۳۲۲)

ومالم ينص عليه كذرة وخبز يعتبر فيه القيمة الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر زكريا ۳/۳۱۹، كراچی ۲/۳۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹/۱۲/۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸۹۱/۲۸)

صدقہ فطر کے روپیہ سے کپڑا دینا

سوال: [۴۸۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے اپنے صدقہ فطر کے روپیہ سے کپڑا خریدا اور اس کپڑے کو مستحق صدقہ کو دیدیا اب آیا کہ زید کا صدقہ فطر ادا ہوا یا نہیں! مہربانی فرما کر جواب سے نوازیں عین کرم ہوگا؟

المستفتی: مجیب الرحمن ندیادی، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ادا ہو جائے گا!

”کما استفادہ من الدر المختار“ و جاز دفع القيمة فی زکاة و عشر و خراج و فطرہ و نذر و کفارة غیر الاعتاق الخ. (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم کراچی ۲/۲۸۵، زکریا ۳/۲۱۰، حاشیة الطحطاوی، دارالکتاب دیوبند/۷۲۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳/صفر ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۴۶/۲۳)

صدقہ فطر کی رقم دوسری جگہ ارسال کرنا

سوال: [۴۸۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اس سال صدقہ فطر میں نے ساتھی کے کہنے پر بیس رمضان المبارک کو بمبئی ایک مستحق عورت کیلئے ارسال کر دیا جبکہ فی الحال یہاں پر بھی مستحق لوگ تھے، تو کیا میرا صدقہ فطر ادا ہوا یا نہیں؟

المستفتی: حبیب اللہ تاج، سعودیہ عربیہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب آپ اپنا صدقہ فطر مستحق تک پہنچا چکے تو آپ ذمہ سے بری ہو گئے، لیکن زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ کی ادائیگی کے وقت پہلے اپنے رشتہ دار پڑوسیوں وغیرہ پر نظر ڈالنی چاہئے، اس کے بعد دوسری جانب توجہ کریں، تو یہ افضل ہے۔

عن سلمان ابن عامر يبلغ به النبي ﷺ قال: إذا أفطر أحدكم فليفطر على تمر - إلى - وقال: الصدقة على المسكين صدقة وهي على ذي الرحم ثتان صدقة وصله. (کتاب الزکاة، باب ماجاء فی الصدقة علی ذی القرابة،

النسخة الهندية ۱/۱۴۲، دارالسلام رقم: ۶۵۸)

لأن فيه رعاية حق الجوار فكان أولى'. (شامی، کتاب الزکاة، باب
المصرف کراچی ۲/۳۵۳، زکریا ۳/۴۰۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۹۰/۳۵)

صدقہ فطر و چرم قربانی کی رقم مدرسہ کی تعمیر میں لگانا

سوال: [۴۸۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک
گاؤں میں مکتب مدرسہ ہے اسکے مدرس کی تنخواہ یا عمارت میں اپنی بستی کا فطرہ وصول کر کے
لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور چرم قربانی کی قیمت اور زکوٰۃ کا پیسہ لگانا اور اس سے مدرس کی تنخواہ
دینا یا مدرسہ کی عمارت بنانا کیسا ہے؟

المستفتی: حاجی علاؤ الدین، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ، صدقہ فطر اور چرم قربانی کی رقم مدرسین کی
تنخواہ اور عمارت میں لگانا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/ ۱۱۸)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة ولا يصرف إلى بناء نحو
مسجد الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب مصرف زكريا ۳/۲۹۱، كراچی
۲/۴۰۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶۴۳۳۱)

کیا فطرہ کی رقم مکتب میں صرف کرنا درست ہے؟

سوال: [۴۸۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کمیٹی

کے لوگ عید گاہ میں تمام نمازیوں سے صدقۃ الفطر وصول کرتے ہیں، اور فقیر وغیرہ سے تمملیک کرا کر اس رقم کو مکتب میں مدرس کی تنخواہ میں دیتے ہیں، جبکہ مکتب کی بہت سی کھیتی وغیرہ بھی ہے، جو لوگوں نے وقف کی تھی، تو کیا فطرہ کا پیسہ مکتب میں لگانا جائز ہے؟ مسئلہ کی وضاحت اس طرح فرمائیں کہ معاملہ واضح ہو جائے؟

المستفتی: محمد قاسم،
معلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صدقۃ فطرہ کا پیسہ مدرس کی تنخواہ میں اور مکتب کی تعمیر میں لگانا جائز نہیں ہے، لہذا کمیٹی والوں کو مدرس کی تنخواہ کیلئے تمملیک کا حیلہ اختیار کر کے صدقۃ الفطر وصول نہ کرنا چاہئے، بلکہ مکتب کے وقف کی آمدنی یا صدقات نافلہ سے تنخواہ دی جائے، اور اگر مدرس کی تنخواہ کی فراہمی کی کوئی شکل نہیں ہے، جس کی وجہ سے مدرس کے چلے جانے کا خطرہ ہے، تو ضرورت شدیدہ کی وجہ سے مدرس کی تنخواہ کے لئے حیلہ تمملیک اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة لا يصرف إلى بناء نحو مسجد..... وکل ما لا تمليك فيه. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف،

کراچی ۳۴۴/۲، زکریا ۳/۲۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۷/۱۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۳/۷/۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۲۳۶/۷۷)

غیر مالک نصاب شخص کو صدقۃ الفطر وچرم قربانی کی رقم دینا

سوال: [۲۸۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی

شخص مالک نصاب نہ ہو تو اس کو صدقۃ الفطر یا چرم قربانی کی رقم دینا جائز ہے یا نہیں؟ تشفی

بخش جواب مطلوب ہے، جواب دیکر ممنون فرمائیں؟

المستفتی: سعید احمد دیوریاوی،
مستعلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جی ہاں مالک نصاب نہ ہو یا نصاب کے بقدر اشیاء غلہ وغیرہ کا مالک نہ ہو اس کیلئے صدقہ فطر اور چرم قربانی اور ان کی رقم دینا جائز ہے اور حلال ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا، الآية: (سورة

التوبة: ۶۰۱)

مصرف الزكاة هو فقير وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب أو قدر نصاب غير تام الخ. و تحتہ فی الشامیة وهو مصرف أيضاً لصدقة الفطر الخ. (الدر المختار، کتاب الزكاة، باب المصروف زکریا ۳/۲۸۳، کراچی

۳۳۹/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸۹۱/۲۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۱۹/۱۴۱۲ھ

صدقہ فطر کی رقم دوسرے ملک میں بھیجنا

سوال: [۲۸۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صدقہ

فطر کی رقم ایک ملک سے دوسرے ملک میں بھیجنا کیسا ہے؟ ایک یتیم لڑکی کی شادی کے نام پر کچھ رقم جمع ہے اس رقم میں سے کسی اور مد میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآنی دلائل سے دونوں باتوں کا جواب تسلی بخش عنایت فرمائیں؟ نوازش ہوگی؟

المستفتی: شیخ احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس ملک سے بھیجی جائے اگر وہاں زیادہ ضرورت مند نہیں ہے، تو وہاں سے اس ملک میں بھیجنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، جہاں زیادہ ضرورت مند لوگ ہیں، یا زیادہ ممتی اور ضرورت مند علماء اور طلبہ ہیں، یا قریبی رشتہ دار ہیں، ورنہ منتقل کرنا مکروہ ہوتا ہے۔

وكره نقلها إلا إلى قرابة أو أحوج أو أصلح أو أروع أو أنفع للمسلمين (إلى قوله) أو إلى طالب علم الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصروف زكريا ۳/۳۰۴، كراچی ۳۵۳/۲)

اور نابالغ کے مال میں تصرف جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اس کے بالغ ہو جانے کے بعد وہ اگر نحوشتی اجازت دیدے تب جائز ہو سکتا ہے؟

لا يملك التصرف في المال الخ. (هدايہ، كتاب النكاح، باب الأولياء والاكفاء، اشرفی دیوبند ۳۱۶/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵/۵/۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۹۱۶/۲۸)

کیا غیر مالک نصاب ملازم صدقہ کا مصرف ہے؟

سوال: [۴۸۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک

شخص مدرسہ میں ملازم ہے، اور مدرسہ سے اس کی تنخواہ متعین ہے، مدرسہ سے کھانا وغیرہ نہیں ہے، ایسے شخص کیلئے صدقہ کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ ایسا شخص صدقہ کا گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں؟ جواب صحیح سے نوازیں؟

المستفتی: احسان الحق قاسمی، گرام مہولیہ ضلع سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مال نصاب کا مالک نہیں ہے تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا، (سورة التوبة: ۶۰۱)

وہو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من

الصدقات الواجبة الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب مصرف کراچی ۲/۳۳۹،

مصری ۲/۷۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ صفر ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۱۱/۲۳)

